

# اخلاق السبائین

(متن - حلیت عربی)

فقیر المحدثات الاسلامیہ مولانا طاهر احمد العتاقی القمہانی

مع ترجمہ و تشریح موسو ابہ

# اخلاق السبائین

مولانا نعیم احمد  
صدر شعبہ دینیات و تعلیمات اسلامیہ  
مکتبہ المدینہ

جلد دوم

مکتبہ المدینہ

Tele: 0332-3535353 Fax: 0332-3535353  
www.madani.org

پاکستان - بکستان



# احیاء السنن

(مسنن حلیف مسرّب)

لفخر الحدیث الناقد مولانا ظفر احمد العثماني التهانوی رحمہ اللہ  
۱۳۹۳ھ

مع ترجمہ و تشریح مولانا

# احیاء السنن

جلد دوم

مولانا نعیم احمد

استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

مکتبہ امراویہ ملتان

ناشر





## کمال الحوق محفوظۃ

اعلاء السنن (نسخ حدیث عرب)

نام کتاب

مع ترجمہ و تشریح موسوم بہ : احیاء السنن

مولانا نعیم احمد (مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان)

مترجم

حافظ محمد نعمان حامد (Mobile No. 0303-6660074)

کیوزر

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

ناشر

(Phone No. 061-544965)



مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور



مکتبہ اعلم، اردو بازار لاہور



کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار اردو لپنڈی



قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی



دارالاشاعت، اردو بازار کراچی



شری کی کتاب : اس کتاب کی صحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اگر اس کے باوجود کس کتاب کا غلطہ نظر آئیں تو  
نشانہ فرمائیں تا کہ اس کے ایڈیشن میں اس کی صحیح کی جاسکے۔ بھراکم اللہ احسن العزاء فی الدارين ..... (ادارہ)





## فہرست

### ابواب احیاء السنن جلد دوم

مقدمہ احیاء السنن (مولانا مفتی محمد انور اکاڑی مدظلہم)

#### بقیہ کتاب الصلوٰۃ

- ۱۵ ابواب نماز میں وضو ٹھٹھانے کے احکام  
۱۷ باب جس کا وضو نماز میں ٹھٹھا جائے اس کے لئے پہلی نماز پر پنا کرنا جائز ہے اور نماز کا لوٹنا افضل ہے  
۱۹ باب اثنا عشر صلوٰۃ میں آفتاب کے طلوع ہو جانے سے نماز کا ٹھٹھا جانا  
۲۵ باب نماز میں کلام ناس مطلقاً مفید نماز ہے  
۲۸ باب نماز میں کسی کام کے لئے ایسا اشارہ کرنا جس سے وہ کام سمجھ میں آتا ہو مفید صلوٰۃ نہیں، بلکہ بلا ضرورت مکروہ ہے  
۳۱ باب نمازی کے دوسرے شخص کی بات سمجھنے سے اس کی نماز نہیں ٹھٹھتی اور اس سے ضرورت کوئی بات کہنا جائز ہے  
۳۱ باب خدا کے خوف سے یا اس کے مثل دوسرے سبب سے نماز میں روٹنا مفید نماز نہیں ہے  
۳۳ باب نماز میں کھلکانے اور چھوٹک اور پھٹکانا مارنے کا حکم  
۳۶ باب امام کو نماز میں اقتدار یا مفید صلوٰۃ نہیں، ہاں بلا ضرورت مکروہ ہے  
۳۹ باب نماز میں قرآن میں دیکھ کر قراءت کرنا مفید صلوٰۃ ہے  
۴۰ باب کسی چیز کا سامنے سے گذرنا مفید صلوٰۃ نہیں  
۴۳ باب لوگوں کی گذرگاہ کے موقع پر سترہ کے مستحب ہونے اور اس کے متعلق احکام کے بیان میں  
۴۷ باب نمازی کے سامنے سے اس کے سجدہ کے مقام کے اندر بلا حائل کے گذرنا مکروہ تحریمی ہے اور مسجد حرام میں طواف کرنے کے لئے نمازی کے سامنے سے گذرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح غیر مسجد حرام میں مقام سجدہ سے باہر گذرنا بھی مکروہ نہیں ہے  
۵۱ باب نمازی کے سامنے سترہ کے اندر کو گذرنے والے کو لوٹا دینے کے مستحب ہونے اور اس کے طریقہ کے بیان میں  
۵۳ باب فعل قلب مفید صلوٰۃ نہیں  
۵۶ باب عمل قلب مفید صلوٰۃ نہیں  
۵۸ باب نماز میں نامناسب دعا مفید صلوٰۃ نہیں، بشرطیکہ وہ کلام ناس سے نہ ہو  
۵۹ باب ہاں باپ کو نماز میں جواب دینے کے بیان میں



### مکروہات نماز (ان باتوں کا بیان جو نماز میں مکروہ ہیں)

- ۶۲ باب نماز میں فضول حرکتیں کرنا اور بلا ضرورت نکٹریاں صاف کرنا مکروہ ہے
- ۶۳ باب نماز میں انگلیاں جٹھانا ممنوع ہے
- ۶۴ باب نماز میں کھکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے
- ۶۵ باب نماز میں ادھر ادھر دیکھنا ممنوع ہے
- ۶۶ باب کتے کی نشست بیٹھنا ممنوع ہے
- ۶۷ باب نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا ممنوع ہے
- ۶۷ باب بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا ممنوع ہے
- ۶۸ باب بالوں اور کپڑے کو سینٹنا ممنوع ہے
- ۶۸ باب نماز میں چادر کا بلا آٹھل کے اوڑھنا اور منہ کو (ہاتھ وغیرہ سے) بند کرنا ممنوع ہے
- ۶۸ باب مقتدیوں کی بہ نسبت امام کا اونچی جگہ پر کھڑا ہونا اور اس کے محراب کے اندر کھڑا ہونا ممنوع ہے
- ۷۰ باب کسی ایسے شخص کی پیشگی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جو بیٹھا ہوا باتیں کرتا ہو یا خاموش ہو مگر نماز نہ پڑھتا ہو مکروہ نہیں ہے
- ۷۱ باب بعض حالات میں تصادیر کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے
- ۷۲ باب نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے
- ۷۲ باب نماز میں جھائی لینا اور چھینکنا مکروہ ہیں
- ۷۳ باب پاخانہ پیشاب تقاضے کی حالت میں نماز مکروہ ہے
- ۷۳ باب نماز اور متعلقات نماز میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا مکروہ ہے
- ۷۵ باب نماز میں استعمالی صماء مکروہ ہے
- ۷۶ باب نماز کے لئے تر تین مستحب ہے، اور بلا ضرورت کاروباری کپڑوں اور صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور ضرورت میں مضائقہ نہیں
- ۷۸ باب نہ میں اور اس سے پیدا ہونے والی چیزوں پر نماز مستحب ہے اور اپنی بیوی کے بستر پر نماز جائز ہے
- ۸۱ باب نمازی کا مسجد میں بلا وجہ اپنے لئے کوئی جگہ معین کر لینا مکروہ ہے
- ۸۲ باب نماز میں سانپ اور بچھوکا مارنا مکروہ نہیں ہے
- ۸۳ باب ان مقامات کے بیان میں جن میں نماز مکروہ ہے
- ۸۶ باب آیتوں اور تسبیحوں کا فرض نماز میں انگلیوں پر لگنا مکروہ ہے، اور نفل میں مکروہ نہیں
- ۸۷ باب نماز میں بلا گردن موڑے صرف گوشہ چشم سے دیکھنا جائز ہے
- ۸۹ باب نماز میں جسم جائز ہے



- ۹۰ باب نماز میں بلا عذر کو لمبے کے بل اور پلوٹھی مار کر بیٹھنا مکروہ ہے
- ۹۱ باب نماز میں ہلنا اور جھومنا مکروہ ہے
- ۹۲ باب نماز میں منہ پر دھان بند باندھنا اور ناک ڈھکنا مکروہ ہے
- ۹۲ باب رکوع میں کراؤ بچی اور سر نیچا کرنا مکروہ ہے
- ۹۳ باب نماز میں بلا عذر چہرہ سے مٹی پونچھنا اور ڈاڑھی کو ہاتھ لگا کر مکروہ ہے
- باب نماز میں دونوں پاؤں پر برابر زور دینا مکروہ ہے اور کبھی ایک پاؤں پر زور دینا اور کبھی دوسرے پر مستحب ہے اور نماز میں دیوار وغیرہ سے سہارا لینا مکروہ ہے
- ۹۵ باب نماز میں جوں کا پکڑنا اور مارنا اور دفن کرنا جائز ہے

### احکام مساجد کے ابواب

- ۹۸ باب مسجد میں پیشاب کرنا یا اور کسی قسم کی نجاست ڈالنا منع ہے
- ۹۹ باب مساجد کو مزین کرنا اور ان کی عمارت کو بلند کرنا منع ہے اور ان کو مضبوط کرنا اور ان میں قدرے نقش و نگار کرنا جائز ہے
- ۱۰۰ باب محلوں میں مسجدیں بنانا اور ان کو صاف رکھنا شرعاً پسندیدہ ہے
- ۱۰۱ باب مسجد میں جوں ڈالنا مکروہ ہے
- ۱۰۱ باب اکثر اوقات مسجد میں رہنا شرعاً پسندیدہ ہے اور اس کو راہ گزر بنانا پسندیدہ ہے
- ۱۰۴ باب مسجد میں بچوں اور دیوانوں کا لانا اور اس میں بلا ضرورت شرعی آواز بلند کرنا اور اشعار پڑھنا وغیرہ افعال مکروہ ہیں
- ۱۰۶ باب مسجد میں فضول بنانا اور اس میں کوئی پیشہ کرنا شرعاً پسندیدہ ہے
- ۱۰۷ باب مسجد میں بلا وضو جانا جائز ہے
- ۱۰۷ باب دخول مساجد کے آداب
- ۱۰۹ باب مسجد میں تھوک اور رینٹ ڈالنا مکروہ ہے اور نماز میں دائیں جانب یا آگے تھوکرنا اور رینٹ ڈالنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ مسجد ہو یا کوئی اور مقام
- ۱۱۱ باب مسجد میں دنیا کی باتوں کے لئے جمع ہونا مکروہ ہے
- باب مسجد میں بہن یا بیاز یا کوئی اور بدودار چیز کھا کر یا اس کا استعمال کر کے قتل اس کی بو کے زائل کرنے کے مسجد میں آنا اور اس میں رت خارج کرنا مکروہ ہے
- ۱۱۲ باب مسجد میں خراب بیان کرنا اور اس میں اس کا سننا اور اس میں مباح کلام کرنا اور اس میں ہنسنا جب کہ اس میں صرف انہی باتوں کے لئے نہ گیا ہو بلکہ اصل مقصود عبادت ہو اور یہ امور تابع ہوں اور فضول اور لایعنی نہ ہوں، جائز ہے
- ۱۱۵ باب مسجد میں مال کا ڈالنا اور اس کا اس میں تقسیم کرنا اور اس میں کافر کو ٹھہرانا اور اس کو باندھنا جائز ہے
- ۱۱۷ باب بھٹی، حائضہ اور نفساء کے لئے مسجد میں جانا جائز نہیں
- ۱۱۸ باب گرجا اور مندروں کی جگہ اور شریکین کے قبرستان میں ان کی قبروں کو کھودنے کے بعد مسجد بنانا جائز ہے



- ۱۲۰ باب کوئی مسجد افضل ہے
- ۱۲۳ باب نماز کے لئے سوائے تین مسجدوں کے اور مقامات کی طرف سفر کرنا ناپسندیدہ ہے
- ۱۲۶ باب ثواب اعمال میں کہ کوہینہ پر فضیلت ہے
- ۱۲۷ باب مسجد میں مقدمہ کا فیصلہ کرنا جائز ہے اور مسجد میں حد قائم کرنا مکروہ ہے
- ۱۲۸ باب مسجد میں نکاح پڑھنا جائز ہے
- ۱۲۹ باب مسجد میں جوتے پہنے ہوئے جانے کے حکم میں

### وتر کے ابواب

- ۱۳۱ باب وتر کے وجوب اور اس کے وقت کے بیان میں
- باب وتر تین رکعات ہیں جو موصول ہیں اور ان میں سلام فاصل نہیں اور اس کی دو رکعتوں پر قعدہ واجب ہے
- ۱۴۰ اور ایک رکعت سے وتر پڑھنا منوع ہے اور قراءۃ فی الوتر کے بیان میں
- ۱۵۵ باب وتر کی آخری رکعت میں تمام سال قوت واجب ہے اور قوت کے لئے رفع یدین اور تکبیر مسنون ہے اور قوت کا موقع رکوع سے پہلے ہے
- ۱۶۳ باب قوت میں اختفاء اور اس کے الفاظ کے بیان میں اور اس بیان میں کہ صبح کی نماز میں قوت صرف مصیبت کے وقت ہے
- ۱۷۵ باب ایک شب میں دو وتر نہیں اور نماز شب کا وتر پر ختم کرنا مستحب ہے
- ۱۷۷ باب سنن اور نوافل کے بیان میں
- وسیلہ کا مسئلہ
- ۱۹۳ باب نوافل کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے
- ۲۰۳ باب نفل کی ایک رکعت میں قیام اور قعود کو جمع کرنا جائز ہے
- ۲۰۴ باب سواری پر نوافل پڑھنا جائز ہے
- ۲۰۵ باب مسجد میں نوافل جائز ہیں مگر گھر میں پڑھنا افضل ہے
- ۲۰۶ باب تراویح کے بیان میں
- ۲۰۸ باب اس بیان میں کہ تراویح اور صلوٰۃ استسقاء اور صلوٰۃ کسوف اور صلوٰۃ عیدین کے سوا نوافل اور وتر میں اہتمام جماعت مکروہ ہے
- ۲۲۶ باب اذان کے بعد بغیر نماز پڑھے بلا قصد واپسی اور بلا ضرورت مسجد سے نکلنا مکروہ ہے
- ۲۲۸ باب جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد بھی فجر کی سنتیں پڑھنا جائز ہے
- ۲۲۹ باب سنتوں اور معمولات کے قضاء کے بیان میں
- ۲۳۵

### الابواب فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے احکام

- ۲۳۹ باب فوت شدہ نمازوں کی قضاء واجب ہے
- ۲۳۹ باب قضا نمازوں اور ادا نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے



- ۲۳۲ باب فرائض کے درمیان ترتیب واجب ہے
- ۲۳۳ باب سجدہ سہو واجب ہے اور وہ دو سلاموں کے درمیان ہوتا ہے
- ۲۳۹ باب سجدہ سہو کے بعد تشہد ہے
- ۲۵۰ باب مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اور امام کے سہو سے سب پر لازم ہوتا ہے
- ۲۵۱ باب اس شخص کے بیان میں جو قعدہ اولیٰ یا اخیرہ بھول جائے
- ۲۵۳ باب جب تعداد رکعت میں شک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟
- ۲۵۸ باب باقی احکام سہو کے بیان میں

### ابواب صلوة المريض

- ۲۶۳ باب مریض اگر کھڑا نہ ہو سکے تو چند رکعات پڑھے اور اگر بیٹھ نہ سکے تو رکعت پر یا چت لیت کر اشارہ سے نماز پڑھے اور نہ نماز کو منہ خر کرے
- ۲۶۸ باب نشی میں نماز پڑھنے کے بیان میں
- ۲۷۱ باب کسی عذر کی وجہ سے فرض نماز کا گھوڑے وغیرہ پر اشارہ سے پڑھنا اور خائف وغیرہ کا اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے
- ۲۷۳ باب بے ہوش کے حکم کے بیان میں
- ۲۷۷ باب سجدہ تلاوت کے بیان میں
- ۲۸۹ باب سجدہ شکر کے بیان میں
- ۲۹۳ باب مسافت قصر کے بیان میں
- ۲۹۶ باب سفر میں قصر واجب ہے اور اتمام کر دہ ہے
- ۳۰۵ باب آبادی سے نکلنے سے قصر کا حکم ثابت ہو جاتا ہے
- ۳۰۶ باب حکم قصر اس وقت ختم ہوگا جبکہ آبادی میں داخل ہو جائے
- ۳۰۷ باب جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو قصر کیا جائے گا
- باب جب تک اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک قصر کیا جائے گا، اگر چہ کتنا ہی عرصہ لگ جائے اور لشکر دارالحرب میں برابر قصر کرے گا، اگر چہ اقامت کی نیت بھی کر لے
- ۳۰۸ باب مسافر قیم کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور نماز پوری پڑھے گا
- باب جب امام مسافر ہو اور مقتدی کل یا بعض قیم ہوں تو اس کو دو رکعت پڑھ کر کہہ دینا چاہئے کہ تم اپنی نماز پوری کر لو، ہم مسافر ہیں اور وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے
- ۳۱۱ باب جب آدمی کسی شہر میں شادی کر لے یا اس میں اس کی بیوی بھلیج اقامت موجود ہو تو وہ اس شہر میں بلانیت کے بھی قیم ہو جائے گا
- ۳۱۳ باب سفر میں نوافل کے بیان میں



### الروای جمعہ

- باب گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ۳۱۵
- باب امام یا نائب امام اقامت جمعہ کے لئے شرط ہے اور امام جب اپنا نائب کسی گاؤں میں اقامت جمعہ کے لئے بھیجے اور وہ جمعہ قائم کرے تو یہ جمعہ صحیح ہے ۳۱۸
- باب جمعہ کے لئے جماعت شرط ہے اور جماعت امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی ہیں ۳۲۳
- باب جمعہ کا وقت بعد زوال ہے ۳۲۴
- باب خطبہ جمعہ اور اس کے تعلقات کے بیان میں ۳۲۷
- باب عدد رکعات جمعہ وغیرہ کے بیان میں ۳۳۶
- باب وہ لوگ جن پر جمعہ فرض نہیں ۳۳۷
- باب اگر وہ لوگ جن پر جمعہ فرض نہیں، جمعہ میں شریک ہوں تو جمعہ صحیح ہوگا ۳۳۸
- باب جو لوگ جمعہ میں شریک نہ ہو سکیں وہ جماعت سے ظہر نہ پڑھیں اور جمعہ کے دن زوال سے پہلے سفر جائز ہے ۳۳۹
- باب جو شخص جمعہ کی ایک رکعت یا اس کا کوئی حصہ پائے تو وہ جمعہ پڑھے ۳۴۰
- باب جب خطیب منبر پر آئے تو لوگوں کو سلام کرے ۳۴۲
- باب خطبہ کے وقت لوگوں کو امام کی طرف متوجہ رہنا چاہئے ۳۴۳
- باب خطبہ کے وقت اذان دینے کے بیان میں ۳۴۴
- باب ایک نمازی بیہوش کے وقت دوسرے نمازی کی بیٹھ پر جمہ کر سکتا ہے ۳۴۵
- باب جمعہ کے دن بلا ضرورت لوگوں کی گردنوں پر پھلانگنا مکروہ ہے ۳۴۶
- باب جمعہ کی نماز میں قراءت کے بیان میں ۳۴۸
- باب بارش کی شدت کی وجہ سے جمعہ لازم نہیں رہتا ۳۴۸
- باب ایک ہی شہر میں تعدد جمعہ کے بیان میں ۳۴۹
- باب جب عید اور جمعہ جمع ہو جائیں تو جمعہ ساقط نہیں ہوتا ۳۵۱
- باب خطبہ پڑھنے والے کے لئے ضرورت گفتگو کرنا یا کوئی کام کرنا جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے ۳۵۳

### الروای العیدین

- باب نماز عید واجب ہے ۳۵۴
- باب عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کھالیا جائے اور عید الاضحیٰ میں واپسی کے بعد کھالیا جائے ۳۵۸
- باب عیدین میں زینت مستحب ہے ۳۵۹



- ۳۵۹ باب صدقہ فطر کے عید گاہ جانے سے قبل نکالنے کے بیان میں
- ۳۶۰ باب عیدین کے روز اگر کچھ عذر نہ ہو تو عید گاہ جانا چاہئے
- ۳۶۱ باب ان احادیث کے بیان میں جن میں عید گاہ کی راہ میں خروج امام تک تکبیر کہنے کا ذکر ہے
- ۳۶۳ باب عید کی مبارک باد کے جواز کے بیان میں
- ۳۶۴ باب عیدین میں نماز سے قبل نوافل مطلقاً ممنوع ہیں اور نماز کے بعد صرف عید گاہ میں ممنوع ہیں
- ۳۶۵ باب عیدین کی نماز کے وقت کے بیان میں
- ۳۶۷ باب بوجہ عذر عید کی نماز اگلے روز پڑھی جاسکتی ہے
- ۳۶۸ باب عیدین کی نماز کے طریقہ کے بیان میں
- ۳۷۳ باب عید گاہ سے واپسی میں دوسرے راستے سے آنا اچھا اور عید گاہ میں پیادہ جانا سنوں ہے
- ۳۷۵ باب جس کو عید کی نماز نہ ملے وہ چار رکعت پڑھ لے
- ۳۷۵ باب تکبیرات تشریف کے بیان میں اور اس بیان میں کہ وہ صرف شہریوں پر واجب ہیں
- ۳۸۰ باب چاند گرہن اور سورج گرہن کی نمازوں کے بیان میں
- ۳۸۵ باب سورج گرہن ہونے کے وقت خطبہ کا بیان
- ۳۹۴ باب دعا اور نماز کے ذریعہ بارش مانگنے کے بیان میں

### ابواب صلوٰۃ الخوف

- ۴۰۰ باب صلوٰۃ خوف کے طریقہ کے بیان میں
- ۴۰۲ باب صلوٰۃ خوف رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی باقی ہے
- ۴۰۳ باب خوف کی حالت میں چار رکعت والی نمازوں کے پڑھنے کے طریقے اور عین حالت جنگ میں ترک صلوٰۃ کے بیان میں

### ابواب الجنازہ

- ۴۰۵ باب قریب المرگ آدمی کو دائیں بائیں کروٹ پر قبیلہ زولنا یا جائے
- ۴۰۶ باب قریب المرگ کو کسی چیز کی تلقین کی جائے اور وہ کیا کہے اور اس کے پاس کیا چیز پڑھی جائے
- ۴۰۸ باب مردہ کی آنکھ بند کرنے کے بیان میں
- ۴۰۹ باب مردہ پر چادر ڈالنے کے بیان میں
- ۴۰۹ باب غسل میت اور اس کے طریقہ کے بیان میں
- ۴۱۵ باب عورت کا اپنے مردہ شوہر کو غسل دینا جائز ہے
- ۴۱۶ باب مردہ کے کفن اور اس کے نوع کے بیان میں
- ۴۱۸ باب عورت کے کفن کے بیان میں
- ۴۲۰ باب کفن کو دھونی دینا



### ابواب صلوٰۃ الجنائزۃ

- ۴۲۰ باب نماز جنازہ فرض کفایہ ہے  
 ۴۲۰ باب نماز جنازہ میں احق بالامتہ حاکم شہر ہے  
 ۴۲۳ باب نماز جنازہ کا طریقہ  
 ۴۳۴ باب جب کسی مسلمان کا فرشتہ وارد مر جائے تو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے  
 ۴۳۵ باب آپ ﷺ کا نائب پر جنازہ پڑھنا اس بنا پر تھا کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے بطور معجزہ حاضر کر دیا گیا تھا

### فصل محل جنازہ کے بیان میں

- ۴۳۶ باب جنازہ کا چاروں پاؤں سے اٹھانا اچھا ہے  
 ۴۳۷ باب جنازہ کے پیچھے پلٹے اور اسے جلدی لے پلٹے کے بیان میں  
 ۴۴۱ باب بہتر یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر نہ جایا جائے  
 ۴۴۱ باب جنازہ کے لئے کھڑا ہو جانا منسوخ ہے  
 ۴۴۲ باب جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے اس وقت تک ساتھ والوں کو بیٹھنا نہ چاہئے  
 ۴۴۳ باب مردے کے ساتھ آگ نہ لے جانی چاہئے  
 ۴۴۴ باب قبر کو گہری اور کشادہ بنانا اور کھد کو شق پر ترجیح دینا  
 ۴۴۶ باب میت کے قبر میں داخل کرنے کے طریقہ کے بیان میں  
 ۴۴۷ باب مردہ کو قبر میں رکھنے والا کیا کہے؟  
 ۴۴۹ باب قبر میں مردے کا زخ قلب کی طرف کرنا  
 ۴۴۹ باب لحد پر بجی اینٹیں رکھنا  
 ۴۵۰ باب عورت کی قبر پر دفن کے وقت پردے کی ضرورت ہے، نہ کہ مرد کی قبر پر  
 ۴۵۰ باب قبر پر پانی چھڑکنے، کنکریاں ڈالنے اور مٹی ڈالنے کے بیان میں  
 ۴۵۳ باب قبروں پر جو نام لکھ کرنا، ان پر بیٹھنا، ان پر عمارت بنانا، ان پر لکھنا اور ان پر زیادتی کرنا ناجائز ہے  
 ۴۵۶ باب قبروں کا چبوترے کی شکل پر بنانا ممنوع ہے اور شکل کو بان بنانا چاہئے  
 ۴۵۷ باب مردہ کی پیشانی چومنا جائز ہے اور اس کی تعظیم مثل زندہ کی تعظیم کے ہے  
 ۴۵۹ باب میت کے گھر والوں کو کھانا کھانا اچھا ہے اور میت والوں کا دوسروں کو کھانا نہ کر وہ ہے  
 ۴۶۰ باب عام طور پر زیادتی قبر کے اور خاص کر قبر رسول اللہ ﷺ کے زیارت کے مستحسن ہونے اور ان چیزوں کے  
 ۴۶۰ باب میں جو بوقت زیارت پڑھنی چاہئیں



کیا حضور ﷺ کے والدین شریفین جنتی ہیں  
باب تر شاخ کا قبر میں گاڑنا مستحب ہے

۴۶۱

۴۶۲

### ابواب الشہید

باب شہید کو غسل نہ دیا جائے اور خون آلود کپڑوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور زرہ وغیرہ جو جنس کفن سے نہیں، انہیں

۴۶۳

اُتار لیا جائے اور اسے کفن دیا جائے

۴۶۵

باب شہید پر نماز جنازہ پڑھنے کے بیان میں

۴۶۹

باب جنتی شہید کو غسل دیا جائے گا

۴۸۰

باب کعبہ کے اندر نماز جائز ہے

### کتاب الزکوٰۃ

۴۸۲

باب جب تک مال پر سال نہ گزر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی

۴۸۳

باب بچے اور مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں

۴۸۴

باب مکاتب کے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں جب تک کہ وہ آزاد ہو جائے

۴۸۵

باب قرض دار پر قرض کے بقدر اس کے اموال باطنہ میں زکوٰۃ واجب نہیں

۴۸۶

باب جب غلام تجارت کے لئے نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں

۴۸۶

باب مال منار میں زکوٰۃ واجب نہیں

### چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کے بیان میں

۴۸۸

باب اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

۴۹۰

باب گائے کی زکوٰۃ کے بیان میں

۴۹۰

باب اوقاص میں زکوٰۃ نہیں

۴۹۱

باب بکریوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

۴۹۱

باب زکوٰۃ میں شی یا چند عدد یا برابر ہے

۴۹۲

باب گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے یا نہیں

۴۹۶

باب گدھوں اور خچروں میں زکوٰۃ نہیں

۴۹۶

باب دوسری جنس سے زکوٰۃ دینا

۴۹۷

باب کام کرنے والے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں



- ۳۹۸ باب صدقہ لینے والا درمیانے درجہ کا مال صدقہ میں لے
- ۳۹۹ باب گناہگاروں اور ظالم بادشاہوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے
- ۵۰۱ باب زکوٰۃ کو جلدی (قل از وقت) ادا کرنا

### ابواب مالوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

- ۵۰۲ باب چاندی کی زکوٰۃ
- ۵۰۲ باب سونے اور چاندی کی کسور میں زکوٰۃ کا بیان
- ۵۰۳ باب سونے کے نصاب کے بیان میں
- ۵۰۵ باب زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے
- ۵۰۸ باب تجارت کے سامان و اسباب میں زکوٰۃ کا بیان
- ۵۱۰ باب چوگی لینے کا بیان
- ۵۱۱ باب معدنیات اور کانوں میں خُس ہے
- ۵۱۳ باب موتی اور قیمتی پتھروں میں زکوٰۃ نہیں، ہاں اگر تجارت کے لئے ہوں تو زکوٰۃ ہوگی
- ۵۱۳ باب غنیمتوں کی زکوٰۃ واجب نہیں

### ابواب کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

- ۵۱۵ باب کس پیداوار میں عشر اور کس میں نصف عشر واجب ہے اور بنزیروں میں زکوٰۃ کا بیان
- ۵۱۶ باب شہد کی زکوٰۃ کا بیان
- ۵۱۷ باب زکوٰۃ وصول کرنے والے کو یہ حکم کرنا کہ وہ پانی پینے کی جگہ پر ہی جانوروں کو شمار کرے
- ۵۱۸ باب کن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور کن کو ناجائز ہے

### ابواب صدقۃ الفطر

- ۵۲۷ باب صدقۃ فطر کس پر اور کس کی طرف سے واجب ہے
- ۵۲۸ باب صدقۃ فطر کی مقدار
- ۵۳۰ باب صاع کی مقدار کے بیان میں ۰ ۹
- ۵۳۱ باب نماز عید کی طرف نکلنے سے قبل صدقۃ فطر ادا کرنا مستحب ہے
- ۵۳۲ باب عید سے قبل صدقۃ فطر دینا بھی جائز ہے



### کتاب الصوم

- ۵۳۲ باب رمضان کے روزہ کی رات سے نیت نہ کرنے والے کا روزہ درست ہو جاتا ہے
- ۵۳۳ باب نفل روزہ کی اگر رات سے نیت نہ کی جائے تو بھی روزہ درست ہے
- ۵۳۵ باب روزہ رکھنے اور افطار کرنے کو رویت ہلال کے ساتھ معلق کرنے کا بیان
- ۵۳۵ اختلاف مطالع کا اعتبار و عدم اعتبار
- ۵۳۷ باب شک کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت
- ۵۳۹ باب ایک عادل مسلمان یا مستور الی مسلمان کی گواہی سے روزے فرض ہو جاتے ہیں بشرطیکہ آسمان میں کوئی غلبت (بادل وغیرہ) ہو
- ۵۴۱ باب آسمان پر بادل وغیرہ کی صورت میں شوال کے چاند کے لئے دو عادلوں کی گواہی ضروری ہے
- ۵۴۲ باب روزہ کا ابتدائی اور آخری وقت

### الایمان فیہ من چیزوں سے روزہ کی قضاء اور کفارہ واجب ہے

- ۵۴۳ باب جو بھول کر رمضان کے روزہ میں کھالے یا پی لے یا جماع کر لے، اس پر قضاء نہیں
- ۵۴۳ باب احتلام ہونے اور بچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا
- ۵۴۶ باب روزہ میں سر نہ لگانے میں کوئی حرج نہیں
- ۵۴۷ باب اگر روزہ دار کو اپنے پر جماع اور انزال سے اطمینان ہو تو بوسہ لینے اور مباشرت کرنے میں کوئی حرج نہیں
- ۵۴۸ باب تے آنے پر قضاء واجب نہیں اور تے لانے پر واجب ہے
- ۵۴۸ باب بغیر بندہ کے رمضان کا روزہ توڑنے میں قضاء و کفارہ واجب ہے
- ۵۵۱ باب روزہ اندر جانے والی چیز سے نہ ٹکرنے والی چیز سے، مگر بعض صورتیں دوسری دلیل کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں
- ۵۵۲ باب روزہ میں سواک کرنا مکروہ نہیں
- ۵۵۳ باب سفر میں روزہ نہ رکھنا جائز اور رکھنا افضل ہے
- ۵۵۶ باب رمضان کے روزوں کی قضاء متفرق طور پر کرنا جائز اور لگا تار کرنا افضل ہے
- ۵۵۷ باب حاملہ اور مرضہ کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے
- ۵۵۸ باب شیخ فانی پر فدیہ واجب ہے
- ۵۵۸ باب مرنے والے کے ذمہ اگر روزہ ہو تو اس کی طرف سے فدیہ دینا جائز ہے، لیکن کوئی کسی کی طرف سے روزے نہ رکھے
- ۵۶۰ باب نفل روزہ توڑنے پر اس کی قضاء واجب ہے



## مقدمہ

حامداً و مصلیاً۔ اما بعد۔ برادران اسلام! یہ بات تو نصف النہار کے سورج کی طرح کھل کر سامنے آگئی ہے کہ لبطہ علی الدین کلہ (کہ مقصد بحث نبویہ یہ ہے کہ آپ ﷺ، ین حق کو تمام ادیان پر غالب کر دیں) والی قرآنی پیش گوئی کا اظہار دین بالہ اہل والا حصہ کفار کے مقابلہ میں سو فیصد پورا ہو چکا ہے۔ اسلام کے ساتھ دہلی کے اعتبار سے کفر نکر نہیں لے سکتا۔ البتہ عبداللہ بن سبا کے زمانہ سے تفریق ین المسلمین کے زہر آلود تھیوار کو اسلام کے خلاف استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اور آج بھی اس کا استعمال عام ہے۔ اگرچہ ہر زمانہ میں اس کی صورتیں مختلف رہیں، کہیں حب علی کو بغض حضرت امیر معاویہؓ کے کا ذریعہ بنایا گیا اور کہیں دفاع حضرت امیر معاویہؓ کو بغض اہل بیت کا ذریعہ بنایا گیا۔ آج بھی اس ملک میں ایک گروہ نے حب قرآن کے نام سے اپنے آپ کو اہل قرآن کہہ کر کواہم کی زیر ہدایت تصور دینے کی کوشش کی کہ احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ایسا ہے کہ اس سے قرآنی تعلیمات متصاہم ہیں، مثلاً قرآن پاک میں وقیل الیہ تبیلہ (حز ۸۰) آیت میں قبتل کا حکم دیا ہے اور بخاری شریف میں ہے (و قد رسول اللہ ﷺ علی عثمان بن مظعون التبتل کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے جب حضور ﷺ سے قبتل کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت نہیں دی) بخاری، ج ۲، ص ۵۹۷)

مگر حدیث شورچا تا ہے کہ اگر احادیث کو حجت مانا جائے تو لازم آئے گا کہ سب سے پہلے قرآن کا انکار کرنے والے نفوذ باللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے، حالانکہ قرآن پاک میں قبتل سے دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا ہے اور حدیث پاک میں قبتل سے تخر اور درہانیت مراد ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں نے محبت حدیث کا اظہار کر کے اس فقہ کا انکار کر دیا جو لیقفہوا (التوبہ: ۱۲۲) سے اور لعلمہ الذین یستنبطونہ (نساء: ۸۳) والی آیات قرآنیہ اور بہت سی احادیث سے ثابت تھی اور پہلے گروہ کی طرح حدیث اور فقہ میں تضادات بیان کئے اور کہیں یہ کہا کہ فقہ کو ماننے سے انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی عزت محفوظ نہیں رہتی، قرآن پاک کی بے حتمی لازم آتی ہے اور بعض فقہی مسائل حیا سوز اور خراب اخلاق ہیں اور یہ تمام باتیں منکرین حدیث نے حدیث کے بارہ میں لکھی ہیں، مگر جس طرح منکرین حدیث کے تمام دعاوی غلط ہیں اسی طرح منکرین فقہ کے بھی تمام دعاوی واقع کے خلاف ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی نے دیوار پر علامہ اقبالؒ کا یہ شعر پڑھا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسپانی کے لئے نئل کے ساحل سے لے کر تاجناب کا شفر

اس شعر میں لفظ ہوں امر کا صیغہ ہے اور علامہ صاحب نئل سے کاشفر تک کے مسلمانوں کو حرم کی پاسپانی کے لئے متحد ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ مگر اس نے ہوں میں بجائے واؤ مجہول کے واؤ معروف پڑھا اور مضارع کا واؤ حکم بنا کر کہتا ہے کہ علامہ اقبالؒ بڑا منکبہ تھا۔ اپنے علاوہ کسی کو نئل سے کاشفر تک حرم کا پاسپان ماننے کے لئے تیار نہیں، یا اپنے علاوہ کسی کو مسلمان کہنے کے لئے تیار نہیں، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ علامہ صاحب کے کہیں گوشہ خیال میں بھی یہ مفہوم نہیں ہوگا۔ اب جس شخص نے علامہ صاحب کے شعر میں اپنا مفہوم داخل کر لیا تو اس مفہوم کے اعتبار سے ہزاروں بدگمانیاں علامہ صاحبؒ پر ہوں گی، لیکن اگر علامہ صاحب کے شعر میں



علامہ صاحب کا ہی مفہوم رہتا تو ایک بھی بدگمانی نہ ہوتی۔ اس دور کا سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ الفاظ حدیث کے یا قرآن کے ہوں گے، اس میں مفہوم اپنا ڈال کر قرآن اور حدیث میں لگراؤ پیدا کرنا اور پھر خود فیصل بن کر فیصلہ کرنا کہ حدیث حجت نہیں ہے اور منکرین حدیث کی ایک جماعت کو اپنا ہمسوا بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح انگریز کے دور میں غیر مقلدین نے کہیں یہ شور مچانا شروع کیا کہ احناف کھٹر اللہ سوادھم کے پاس ائمہ کے اقوال ہیں احادیث نہیں، بلکہ احادیث ان کے خلاف ہیں اور جو احادیث بعض احناف پیش کرتے ہیں وہ قابل استدلال نہیں۔ حالانکہ قصور ان کی فہم کا ہے کہ جہالت بلکہ ضد کی بنا پر احادیث اور عبارات فقہیہ میں یہ اپنا غلط مفہوم داخل کرتے ہیں اور پھر فرقہ اور احادیث میں تضاد کا شور مچا کر منکرین حدیث کی طرح خود فیصل بنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ احادیث میں محدثین اور فقہاء کا متحین کردہ متواتر مفہوم اور اسی طرح فقہی عبارات میں فقہاء کا مفہوم اگر باقی رکھا جائے تو کوئی اعتراض واقع ہی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرما کہ حضرت تھانویؒ کی مرقۃ مبارک پر کہ انہوں نے متدلات احناف کو یکجا کرنے کا کام ابتداء سید احمد حسن صاحب اور اس کے بعد حضرت مولانا بافضل اولیٰ ظفر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ کے سپرد فرمایا۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے صرف الفاظ کے ذخیرہ پر نہیں بلکہ معانی متواترہ کی وضاحت اور ان کی حفاظت کی طرف بھی پوری توجہ فرمائی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ احادیث کے مراتب صحت و ضعف کو بھی واضح فرمادیا، تاکہ لازمہ حجت کے تمام راستے مسدود کر دیئے جائیں۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو پوری اسلامی دنیا میں قبولیت عطا فرمائی اور علماء کے لئے میدان استدلال میں صرف ذرہ نہیں بلکہ مد مقابل کے حصار کو توڑنے کے لئے مؤثر ترین ہتھیار کا کام بھی دینے والی ہے مگر عوام کے لئے چند اجزاء کا اردو میں ترجمہ ”الطفا بالفتن“ کے نام سے شائع ہوا اور اکثر متین کا ترجمہ رہا تھا۔ وکیلی احناف، أستاذ المناظرین حمید اللہ علی الخلیق حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ (جو فتنہ غیر مقلدیت کو سب فتنوں کی ماں قرار دیا کرتے تھے) کی ولی خواہش تھی کہ اعلاء السنن کے اردو متن یعنی ”الطفا بالفتن“ کی تکمیل ہو جائے۔ انہی کے کچھ دلائے سے ان کی زندگی میں یہ کام اُس زمرہ مولانا نعیم احمد (مدتس جامعہ خیر المدارس ملتان) شروع فرما چکے تھے۔ کچھ اجزاء ان کی نظر سے گزر بھی گئے تھے مگر اس کی تکمیل ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہوئی۔ یقیناً ان کی روح اس کام کی تکمیل سے عالم قبر میں خوش ہو رہی ہوگی۔

اہل اسلام سے عمومی اور اہل مدارس بلکہ وفاق المدارس سے بھی اُمید ہے کہ وہ اس کو داخل نصاب فرمائیں تو بہت بڑا معرکہ ہوگا۔ اسی طرح ائمہ حضرات اگر روزانہ کسی ایک نماز کے بعد مقتدیوں میں اس کی خواندگی کرتے رہیں تو نہ صرف یہ کہ ان کو اپنی نماز پر اعتماد حاصل ہوگا بلکہ اسلاف سے بدگمانی کا مرض بھی دور ہو جائے گا۔ اس کام کی تکمیل سے امام ابوحنیفہؒ کی روح پر فتوح بھی یقیناً خوش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور مولانا نعیم احمد صاحب کو تمام احناف بلکہ تمام مسلمانوں کی طرف سے دنیا اور آخرت میں اجر جزیل عطا فرمائیں، آمین۔ یوحہم اللہ عبداً قال آمینا۔

کتبہ محمد انور اوکاڑوی عفا اللہ عنہ

رئیس شعبہ تخصص فی الدعوة والارشاد

جامعہ خیر المدارس ملتان



بسم الله الرحمن الرحيم

## ابواب احکام الحدث فی الصلاة

### باب جواز البناء لمن أحدث فی صلاته و فضيلة الاستیناف

۱۳۷۲۔ عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ ﷺ: "من أسأله في أو زعاف أو قلنس أو مذئ فليَنصَرِفْ فليَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ وَهُوَ فِي ذَلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ" رواه ابن ماجة (ص ۸۷)، وقد مر في نواقض الوضوء۔

۱۳۷۳۔ وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "إِذَا صَلَّى أَخَذَكُمْ فَأَخَذَتْ فَلْيَنْفِسْ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ لِيَنصَرِفْ"، رواه ابن ماجة و صححه الحاكم في المستدرک، "واللهي في مجمع الروائد"، وحسنه في الجامع الصغير (۲۵: ۱)، والعزیزی (۱۴۳: ۱)۔

۱۳۷۴۔ عن علي بن طلق رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "إذا فسا أخذكم في

## ابواب نماز میں وضو ٹوٹ جانے کے احکام

باب جس کا وضو نماز میں ٹوٹ جائے اس کے لئے پہلی نماز پر بناء کرنا جائز ہے اور نماز کا لوٹانا افضل ہے: ۱۳۷۲۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو کسی (نماز میں) تے یا کسیر یا اچھال یا ندی آئے تو اس کو چاہئے کہ (نماز سے) لوٹ کر وضو کرے۔ اور اگر چاہے تو اپنی (پہلی) نماز پر بناء کرے اور وہ اس دوران میں کلام نہ کرے۔ (ابن ماجہ) اور یہ حدیث نواقض وضو میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بناء کا جواز صراحتاً معلوم ہوتا ہے۔

۱۳۷۳۔ نیز حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے اور (نماز میں) اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اپنی ناک پزلے (تاکہ لوگوں کو نیاں ہو کر اسے نکیر آگئی ہے ورنہ ممکن ہے کہ وہ شرم کی وجہ سے وضو نہ کرے اور بلا وضو نماز پڑھے۔) پھر (نماز سے) لوٹ جائے (اور وضو کر کے بناء کرے۔) جیسا کہ پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔ (ابن ماجہ)۔ اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے مجمع الروائد میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور جامع صغیر اور عزیزی میں اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں لوٹنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ اور ہم نے اس کا فائدہ اور اس کی مصلحت اثنائے نماز میں بتلادی ہے۔

۱۳۷۴۔ حضرت علی بن طلحہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں ریح



الصَّلَاةِ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِّ الصَّلَاةَ“، رواه أبو داود و سكت عنه، و صححه أحمد  
 كذا في "عون المعبود" (۸۳:۱)، ورواه ابن حبان في "صحيحه" (الزبلي ۲۵۳:۱)۔  
 ۱۳۷۵: عن علي كرم الله وجهه قال: "إِذَا رَعَتْ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ أَوْ قَاءَ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا  
 يَتَكَلَّمْ وَلْيَنْتِزِعْ عَلَى صَلَاتِهِ"، رواه ابن أبي شيبة، ورجاله رجال الصحيح (الجوهر  
 النقي ۱: ۱۷۱)۔

۱۳۷۶: مالك أنه بلغه أن عبد الله بن عباس رضي الله عنه كَانَ يَزْعِفُ فَيَخْرُجُ فَيَغْسِلُ  
 الدَّمَ، ثُمَّ يَزْجَعُ فَيَنْبِيئُ عَلَى مَا قَدْ صَلَّى، أخرجه مالك في "الموطأ"، كما في "الزرقاني"  
 (۷۵: ۱)، وبلاغات مالك حجة، كما مرفي "المقدمة"۔

خارج ہو جائے تو اسے چاہئے کہ لوٹے اور وضو کرے اور نماز کو لوٹائے (کیونکہ لوٹنا افضل ہے اور بناء جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت  
 عائشہؓ کی حدیث سے اس کا جواز معلوم ہو چکا ہے۔) اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ اور احمد نے اسے صحیح  
 کہا ہے جیسا کہ عون المعبود میں مذکور ہے اور ابن حبان نے (بھی) اسے صحیح میں روایت کیا ہے (زیلعی)۔  
 ۱۳۷۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب کسی کو نماز میں گمیر آجائے یا تے ہو تو اسے چاہئے کہ  
 (جا کر) وضو کرے اور بولے نہیں اور (وضو کے بعد اگر چاہے تو) اپنی (پہلی) نماز پر بناء کرے۔ (ابن ابی شیبہ) اور اس کے راوی  
 صحیح کے راوی ہیں۔ (جوہر نقی)

۱۳۷۶۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انہیں (تھکدراویوں کے ذریعہ سے) یہ بات پہنچی ہے کہ ابن عباسؓ کو (نماز میں) گمیر آتی تو وہ  
 (مسجد سے) نکلے اور خون کو دھوئے، اس کے بعد لوٹے اور جس قدر نماز پڑھ چکے ہوتے، اس پر بناء کرتے۔ اس کو مالک نے موطا  
 میں روایت کیا ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ اور امام مالکؒ جب یہ فرماتے ہیں کہ کٹاں بات مجھے یوں پہنچی ہے تو ان کا یہ فرمانا حجت  
 ہوتا ہے جیسا کہ مقدمہ اعلام السنن میں یہ بحث مذکور ہے۔

فائدہ: اس باب کی بعض احادیث استیفاء پر اور بعض احادیث بناء پر اہل ہیں۔ لہذا احتیاطاً نے دونوں قسم کی احادیث کو عمل میں  
 لاتے ہوئے اس طرح تطبیق دی ہے کہ جائزہ دونوں طریقے ہیں البتہ استیفاء (از سر نو دوبارہ پڑھنا) افضل ہے۔ الحمد للہ اختلاف  
 نے احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ کھانوی قسم کی احادیث پر عمل ہو گیا اور کوئی حدیث بھی مبہم نہیں رہی اور یہی احتیاط کی  
 خوبی ہے کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ احادیث کو عمل میں لایا جائے۔ نیز بناء کا جواز خلفاء راشدین کے عمل سے بھی ثابت ہے۔



### باب فساد الصلاة بطلوع الشمس في أثنائها

۱۳۷۷: عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال: "كنت مع نبي الله ﷺ في مسجدة فاذبحنا ليلتنا حتى إذا كان في وجه الضُّحى غرَسنا، فغلبنا غيبتنا حتى برعت الشمس، قال: فكان أول من استنقظ منا أبو بكر، وكنا لا نؤفِّقُ نبي الله ﷺ من مسامه إذا نام حتى يستنقظ، ثم استنقظ عمر، فقام عند نبي الله ﷺ فعمل نكراً ويزحف مسوئاً حتى استنقظ رسول الله ﷺ، فلما رفع رأسه ورأى الشمس قد برعت فقال: "ارتحلوا"، فساد بنا حتى إذا انقضت الشمس نزل فضلى بنا الغداة (الحديث)۔ وفي رواية عن قتادة: حتى إذا ارتفعت الشمس۔

۱۳۷۸: وفي رواية عن أبي هريرة رضي الله عنه: قال النبي ﷺ: "ليأخذ كل رجل منا بزأس راحلته، فإن هذا منزل قد حضرنا فيه الشيطان" قال: ففعلنا، رواه

### باب اثناء صلوة میں آفتاب کے طلوع ہو جانے سے نماز کا ٹوٹ جانا

۱۳۷۷: حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ تو (اس میں یہ واقعہ پیش آیا کہ) ہم رات بھر چلے یہاں تک کہ جب صبح ہونے کو ہوئی تو ہم نے ایک مقام پر قیام کیا۔ پس وہاں ہمیں بلا اختیار نیند آگئی (اور ہم سو رہے) یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پس ہم میں سے سب سے پہلے جو شخص جاگا وہ ابو بکر صدیق تھے۔ اور ہماری عادت یہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ سوتے ہوتے تو ہم آپ ﷺ کو خواب سے بیدار نہ کرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہی بیدار ہو جاتے۔ (اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں جگایا) اس کے بعد حضرت عمر جاگے۔ (انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کو جگایا تو نہیں لیکن) وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب کھڑے ہوئے اور کبیر کہتے اور آواز بلند کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے۔ پس جب آپ ﷺ نے سرائٹھایا اور آفتاب کو دیکھا کہ طلوع ہو چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں سے چلو پس وہ ہمیں (وہاں سے) لے کر چلے یہاں تک کہ آفتاب سفید ہو گیا۔ تو آپ (سواری سے) اترے اور ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور ابو قتادہ کی روایت میں ہے کہ جب آفتاب اچھا ہو گیا (اس وقت نماز پڑھائی)۔

۱۳۷۸: اور ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی سواری کا سر پکڑے (اور آگے چلے) کیونکہ یہ ایسا مقام ہے جس میں ہمارے پاس شیطان آگیا ہے۔ (اور اس کی وجہ سے ہماری



مسلم (۱: ۲۳۹-۲۴۰)

۱۳۷۹۔ حدثنا علی بن معبد قال: ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَايَةَ قَالَ: أَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِينٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ فِي سَفَرٍ فَنَامَ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمَرَ فَأَذِنَ ثُمَّ انْتَبَرَّ حَتَّى اسْتَعْلَمَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَ فَأَقَامَ فَصَلَّى الصُّبْحَ، رواه الطحاوی فی "معانی الآثار" (۱: ۲۳۳)، وسنده صحیح۔

۱۳۸۰۔ حدثنا ابن مرزوق قال: حدثنا أبو عامر العقدي قال: حدثنا حماد بن سلمة عن عمرو بن دينار عن نافع بن جبير عن أبيه: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: مَنْ يَكْلُونَا اللَّيْلَةَ لَا يَنَامُ حَتَّى الصُّبْحِ؟ فَقَالَ بِلَالٌ: أَنَا فَاسْتَقْبَلَ مَطْلَعَ الشَّمْسِ فَضَرَبَ عَلَى آذَانِهِمْ حَتَّى انْقَضَتْ حُرَّةُ الشَّمْسِ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَوَضَّأَ وَتَوَضَّأُوا۔ ثُمَّ قَعَدُوا هَيِّنَةً ثُمَّ صَلَّوْا رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ صَلَّوْا الْفَجْرَ، رواه الطحاوی فی "معانی الآثار" أيضاً وسنده حسن (۱: ۲۳۴)۔

نماز فوت ہوگئی ہے) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی (اور ہم روانہ ہو گئے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۳۷۹۔ نیز عمران بن حصینؓ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں تھے۔ پس (ایک روز) آپ ﷺ (صبح کے وقت) یہاں تک سوتے رہے کہ آفتاب نکل آیا اور صبح کی نماز قضا ہوگئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے (اذان کا) حکم دیا۔ اس پر اذان دی گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے (فورا نماز نہیں پڑھی بلکہ) انتظار کیا یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے (اقامت کا) حکم دیا، اس پر (اقامت کہنے والے نے) اقامت کہی، اس پر آپ ﷺ نے صبح کی نماز (جامعات) پڑھی۔ (طحاوی) اور اس کی سند صحیح ہے۔

۱۳۸۰۔ نافع بن جبیرؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے۔ پس (ایک روز) آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج ہمارا پہرہ کون دیکھا اس طرح کہ وہ صبح تک نہ سوئے۔ اس پر حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ میں پہرہ دوں گا۔ اس کے بعد بلالؓ نے مقام طلوع شمس کی طرف رخ کیا (اور پہرہ دوینے لگے) اس کے بعد سب لوگ بے اختیار سو گئے یہاں تک کہ انہیں آفتاب کی گرمی نے بیدار کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور آپ ﷺ نے بھی وضو کیا۔ اور ہر ایسی بھی وضو کیا، اس کے بعد ذرا سی در بیٹھے رہے (تاکہ آفتاب اونچا اور روشن ہو جائے) اس کے بعد سب نے صبح کی سنتیں پڑھیں، اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی (طحاوی) اور اس کی سند حسن ہے۔



۱۳۸۱۔ عن عمرو بن غنیمہ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهُ: "صَلِّ الصُّنْعَ، ثُمَّ أَقْبِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتْ فَلَا تُصَلِّ حَتَّى تَرْتَفِعَ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكَفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ أَقْبِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكَفَّارُ" ۱۰ مُخْتَصَرًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، كَذَا فِي "الزَيْلَعِيِّ" (۱: ۱۳۲)، وَفَدَّ تَقَدَّمَ فِي (بَابِ الْأَوْقَاتِ الْمَكْرُوهَةِ)۔

۱۳۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: سَمِعْنَا حَبِيبَ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْطَاطَنِيَّ قَالَ عَمْرُو بْنُ عَرَمٍ: قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنِ الصَّلَاةِ وَمَا قَبِيهَا فَقَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: وَقْتُ الصُّنْعِ بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ شُعَاعُ الشَّمْسِ، فَمَنْ غَفَلَ عَنْهَا فَلَا يُصَلِّيَنَّ حَتَّى تَطْلُعَ وَتَذْهَبَ قُرُونُهَا، فَقَدْ أَذْلَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ عَرَّسَ فَلَمْ يَسْتَقِظْ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ بَعْضُهَا، فَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى ارْتَفَعَتْ، أَخْرَجَهُ الطَّيَالِيسِيُّ فِي "مُسْنَدِهِ" (ص ۳۴۱)، وَرَجَّاهُ تَقَاةٌ مِنْ

۱۳۸۱۔ حضرت عمرو بن عمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم صبح کی نماز پڑھو اس کے بعد اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ آفتاب طلوع نہ ہو جائے۔ پھر جب آفتاب طلوع ہو جائے تو اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ وہ اونچا نہ ہو جائے، کیونکہ وہ شیطان کی پیشانی کے دونوں کناروں کے درمیان طلوع ہوتا ہے (یعنی شیطان اس وقت بالکل آفتاب کے سامنے ہوتا ہے) اور اس وقت کفار (جو سورج کو پوجتے ہیں) اسے سجدہ کرتے ہیں (تو وہ سجدہ شیطان کی طرف ہوتا ہے لہذا یہ وقت شیطان کی پریشانی کا ہے اس لئے اس وقت نماز نہ پڑھو) اس کے بعد نماز پڑھو (اجازت ہے) یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھ چکو۔ اس کے بعد نماز سے رک جاؤ تا وقتیکہ آفتاب بالکل غروب ہو جائے۔ کیونکہ آفتاب شیطان کی پیشانی کے دونوں کناروں کے درمیان غروب ہوتا ہے (بائیں معنی کہ اس وقت شیطان بالکل آفتاب کے سامنے ہوتا ہے) اور اس وقت بھی (آفتاب پرست) کفار اسے سجدہ کرتے ہیں (اس لئے یہ بھی شیطان کی پریشانی کا وقت ہے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے (ذیلی) اور یہ حدیث اوقات مکروہہ کے باب میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۲۔ عمرو بن عرم سے روایت ہے کہ جابر بن زید سے نماز اور اس کے اوقات کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ صبح کا وقت طلوع فجر سے لے کر طلوع شعاع شمس تک ہے۔ پس جو شخص اس وقت کے اندر صبح کی نماز کسی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو اس کو چاہئے کہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک کہ آفتاب طلوع نہ ہو جائے اور اس کی شعاعیں جو ابتداء سے طلوع میں ہوتی ہیں فناء نہ ہو جائیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایک روز تاریکی میں روا نہ ہوئے اور آخر شب میں ایک مقام پر چڑاؤ کیا، اس کے بعد سو گئے اور اس وقت تک بیدار نہ ہوئے جب تک کہ کل آفتاب یا اس کا کچھ حصہ طلوع نہ ہو گیا۔ اس



رجال مسلم، وأخرجه النسائي مختصراً، وسكت عنه (۱۰۲:۱)۔  
 ۱۳۸۳۔ عن يزيد بن أبي بكره أنه قال: واعدنا أبو بكره إلى أرض له، فمسينا إليها فأتيناها  
 ولم يضل العضر، فوضع رأسه فنام، ثم استيقظ وقد تعثر الشمس فقال: أصليتُم  
 العضر؟ قلنا: لا! قال: ما كنت أنتظر غيركم، فأنهّل عن الصلاة حتى غابت  
 الشمس، ثم صلاها، ذكره في "المعتصر من المختصر" (۴:۱) من "مشكل  
 الآثار" بغیر سند، وقال الحافظ في "الفتح" (۴۸:۲): وصح عن أبي بكره و كعب بن  
 عجرة المنع من صلاة الغرض في هذه الأوقات، وهذا يدل على صحة ما أخرجه  
 الطحاوی عن أبي بكره۔

۱۳۸۴۔ عن محمد بن أبي حرملة أن ابن عمر رضی اللہ عنہ "قال وقد أتني بجنازة  
 بغد صلاة الضحى بغلبس: إنا أن نصلوا عليها، وإما أن نتركوها حتى ترتفع الشمس"،  
 أخرجه مالك في "الموطأ" كما في "الفتح" (۱۵۳:۲)۔

کے بعد آپ ﷺ نے اس وقت تک نماز نہ پڑھی جب تک کہ آفتاب اونچا نہ ہو گیا۔ اس کو طہلیسی نے اپنی سند میں روایت کیا ہے  
 اور اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں۔ اور نسائی نے اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ (لہذا یہ حدیث  
 ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

۱۳۸۳۔ یزید بن ابی بکرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بکرہؓ نے اپنی ایک زمین پر ملے کا وعدہ کیا اور وہ وہاں ہم  
 سے پہلے پہنچ گئے۔ اس کے بعد ہم ان کے پاس پہنچے۔ انہوں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی اور وہ سر رکھ کر سو گئے تھے، اس کے بعد  
 وہ ایسے وقت بیدار ہوئے کہ سورج کی حالت بدل چکی تھی۔ تب انہوں نے فرمایا کہ کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا کہ  
 نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے بھی تمہارا ہی انتظار تھا (اور تمہارے انتظار میں میں نے بھی نماز نہیں پڑھی) اس کے بعد انہوں نے  
 نماز میں تاخیر کی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

اس کے بعد انہوں نے عصر کی نماز پڑھی۔ اس کو مختصر میں بلا سند کے روایت کیا ہے۔ اور حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ  
 ابوبکرہؓ اور کعب بن عجرہؓ سے ان اوقات میں فرض نماز سے منع کرنا صحیح طریق سے ثابت ہے، یہ دلیل ہے اس کی کہ طحاوی نے جو  
 ابوبکرہؓ کی روایت بیان کی ہے وہ صحیح ہے۔

۱۳۸۴۔ محمد بن ابی حرملہ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے ایسی حالت میں کہ ان کے پاس صبح کے وقت روشنی سے پہلے فجر کی نماز کے  
 بعد ہٹا دیا گیا تھا، فرمایا کہ یا تو اس پر ابھی نماز پڑھ لیا یا آفتاب کے اونچا ہونے تک متوقف رکھو۔ اس کو مالک نے مؤطا میں  
 روایت کیا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں مذکور ہے۔



۱۳۸۵۔ عن میمون بن مهران قال: كَانَ اَبْنُ عُمرَ يَكْرَهُ الصَّلَاةَ عَلَى الْخَنَازَةِ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَحِينَ نَفَرْتُ، أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَه الْحَافِظُ فِي "الْفَتْحِ" (۲: ۱۵۳)، وَسَنَدُهُ سَحِيحٌ أَوْ حَسَنٌ عَلَى قَاعِدَتِهِ۔

۱۳۸۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوقٍ قَالَ: ثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَأَلْتُ الْحَكَمَ وَحَمَّادًا عَنِ الرَّجُلِ يَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ فَيَسْتَيْقِظُ، وَفَدَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قَالَ: لَا يُصَلِّي، حَتَّى تَنْبَسِطَ الشَّمْسُ، رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ فِي "مَعَانِي الْأَثَارِ" (۱: ۲۳۴) وَسَنَدُهُ حَسَنٌ۔

### باب إِذَا أَحْدَثَ فِي الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ

بعد ما جلس قدر التشهد فقد تمت صلاته

۱۳۸۷۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا أَحْدَثَ يَعْْنِي الرَّجُلُ وَقَدْ جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ جَارَتْ صَلَاتُهُ"، أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: لَيْسَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے چنانچہ اس کو ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کیا ہے اور اس کی سند ان کے قاعدہ سے صحیح یا حسن ہے۔

۱۳۸۸۔ شُعْبَةُ کہتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو سوتا رہے اور صبح کی نماز نہ پڑھ سکے اور ایسے وقت بیدار ہو کر آفتاب نکل آیا ہو تو ان دونوں نے کہا کہ اس وقت تک قضا نہ پڑھے جب تک کہ (آفتاب اونچا نہ ہو جائے اور) صوب پڑھ لیا جائے۔ اس کو طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ کا فرمان کہ "جو وقت پر نماز پڑھنا بھول جائے یا وہ سو یا رہے اور نماز کا وقت نکل جائے تو جب بھی اسے وہ نماز یاد آئے تو فوراً اسے پڑھے" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قضا میں جلدی کی جائے (اسی لئے اختلاف کے نزاع ایک بغیر غدر کے تاخیر کرنا کبیرہ گناہ ہے) لیکن اس کے باوجود طلوع شمس کے وقت آپ ﷺ کا قضا کو مؤخر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ وقت فرض نماز کے قابل نہیں لہذا اگر اشاء نماز میں سورج طلوع ہو جائے تو بعض فرض اس غیر صالح وقت میں واقع ہو گا اس بنا پر اس فرض نماز کے فساد کا حکم لگایا جائے گا۔ نیز ان تمام احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاخیر فی القضا کراہیت زمانیہ کی وجہ سے کی گئی۔

باب قعدہ اخیرہ میں قدر تشہد بیٹھنے کے بعد وضو توڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے

۱۳۸۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی سلام سے پہلے وضو توڑ دے



إسناده بذلك، وفي "النیل" (۴: ۲۰۰): و إنما أشار إلى عدم قوة إسناده؛ لأن فيه عبد الرحمن بن زياد بن أنعم الإفريقي، وقد وثقه غير واحد، منهم زكريا الساجي وأحمد بن صالح المصري، وقال يعقوب بن سفيان: لا بأس به۔ وقال ابن معين: ليس به بأس۔ قلت: فالحديث حسن، وقد مرفى باب عدم افتراض الصلاة والتسليم۔

۱۳۸۸۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشْهِيدِ ثُمَّ أَخَذَتْ فَقَدْ تَمَّ صَلَاتُهُ۔ رواه البيهقي في "السنن" وإسناده حسن (آثار السنن ۱: ۱۵۱)، وقد مرابطاً، وهذا الأثر مؤيد للحديث المرفوع؛ لأنه ليس مما يدرك بالرائي، فله حكم الرفع۔

بجائکہ وہ اپنی نماز کے آخر میں بیٹھ چکا ہے تو اس کی نماز ہوگئی۔ (ابوداؤد و ترمذی)

اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد ٹھیک نہیں ہے۔ اور نیل الاوطار میں ہے کہ ترمذی نے اپنے قول میں اس کی سند کے قوی نہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد بن انعم الإفريقي ہے، حالانکہ اس کو چند ائمہ نقاد نے تشد کہا ہے جن میں سے ذکر یاساجی اور احمد بن صالح مصری بھی ہیں اور یعقوب بن سفیان نے کہا ہے کہ اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں اور ابن معین نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ جب ائمہ نے اس کی توثیق بھی کی ہے تو یہ حدیث حسن ہے اور یہ حدیث درود و سلام کے فرض نہ ہونے کے باب میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۸۔ حضرت علیؑ نے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب مقدار تشہد بیٹھ چکے اور وضو توڑ دے تو نماز پوری ہو جائے گی۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (آثار السنن) یہ روایت بھی گزر چکی ہے۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کا یہ قوی حدیث عبداللہ بن عمروؓ کی تائید کرتا ہے کیونکہ یہ حکم مذکور بالا نے نہیں اس لئے حکم میں مثل مرفوع کے ہے۔

فائدہ: باب تعدد اخیرہ کی فرضیت اور صلوة و سلام کی عدم فرضیت پر کلام پہلی جلد میں گزر چکا ہے۔ وہیں اس کا مطالعہ کر لیا جائے۔ نیز فریق ثانی کا تحلیلہا التسلیم سے سلام کی فرضیت پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ خود انکی حدیث کے راوی حضرت علیؑ کا اپنا عمل اور قوی اس کے خلاف ہے لہذا تحلیلہا التسلیم سے زیادہ سے زیادہ وجوب ظنی ثابت ہوگا اور ہم احناف اس کے قائل ہیں کہ بھول کر سلام نہ کہنے والے پر کجہدہ سہو اور عذر چھوڑنے والے پر اعادہ صلوة واجب ہے اور اگر وہ نہ لوٹائے تو فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا البتہ ایسا کرنا برا ہے (فتاویٰ شامی) نیز تحلیلہا التسلیم اخبار آحاد سے ہے جو فرضیت کے اثبات کے لئے ہمارے نزدیک کافی نہیں۔



### باب فساد الصلاة بكلام الناس مطلقاً

۱۳۸۹- عن معاوية بن الحكم السلمي رضى الله عنه قال: بينما أنا أسلمنى مع رسول الله إذ غطس رجل من القوم، فقلت: يزحمك الله، فرماني القوم بأنصارهم، فقلت: وا تكل أئبنا! ما شانكم تنظرون الى؟ ففعلوا يضربون بأيديهم على أفخاذهم، فلما رأيتهم يصمتونني لكنني سكت، فلما صلى رسول الله ﷺ فإني هو وأمنى ما رأيت معلماً قبله ولا بعده أحسن تعلماً منه، فوالله ما كهرني ولا ضربني ولا شتمني ثم قال: "إن هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، إنما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن"، أو كما قال رسول الله ﷺ الحديث، رواه مسلم (۲۰۳:۱)۔

۱۳۹۰- عن عبد الله رضى الله عنه قال: كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ

#### نماز میں کلامِ ناس مطلقاً فاسد نماز ہے

۱۳۸۹- حضرت معاویہ بن الحکم سلمیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک ایک شخص کو چھینک آئی جس پر میں نے یرحکم اللہ کہا۔ تو مجھ پر لوگوں کی نظریں پڑنے لگیں۔ تب میں نے (متعجب ہو کر) کہا کہ کیا بات ہے، تم مجھے کیوں دیکھتے ہو (میں نے کیا برا کیا۔ یرحکم اللہ ہی تو کہا ہے) اس پر وہ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے۔ تو جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں (تو گویہ میری سمجھ میں نہیں آئی) عمر میں خاموش ہو گیا۔ پس جب کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو قربان ہوں آپ ﷺ پر میرے ماں باپ، میں نے نہ اس سے پہلے کوئی معلم آپ ﷺ سے بہتر تعلیم دینے والا دیکھا نہ اس کے بعد۔ چنانچہ نہ آپ ﷺ نے مجھے ڈانڈا دیا۔ اور نہ مجھے مارا اور نہ برا بھلا کہا (بلکہ ضبط فرمایا) اس کے بعد فرمایا کہ میاں! یہ نماز جو ہے اس میں کوئی بات لوگوں کی گفتگو کی قسم سے (کسی طرح) ٹھیک نہیں (نہ عمدہ نہ سہوہ نہ اصلاح صلوة کے لئے اور نہ کسی اور غرض سے) کیونکہ نماز تو صرف تسبیح اور تکبیر اور قرآن (اور جو ان کے مشابہ ہیں ان) کا نام ہے۔ کچھ ایسا ہی آپ ﷺ نے فرمایا۔ (یعنی گو الفاظ یہ نہ ہوں مگر مضمون یہی تھا) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلامِ ناس مطلقاً (خواہ عمدہ ہو یا نسیاناً، اصلاح صلوة کیلئے ہو یا کسی اور غرض کے لئے ہو کیونکہ شیء بکرہ تحت اہل عموم کا فائدہ دیتا ہے) منافی صلوة اور مطہل صلوة ہے۔

۱۳۹۰- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نماز کے اندر رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتے اور آپ ﷺ ہم کو جواب دیتے تھے۔ (ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ) پس جب ہم نجاشی کے پاس سے (مدینہ) واپس آئے اور ہم نے



فَرَدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلَاةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا، فَقَالَ: "إِنَّ فِي الصَّلَاةِ سُغْلًا"، رواه مسلم (۲۰: ۱)، وزاد النسائي (۱۸۱: ۱) فِيهِ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ يُخْبِثُ مَنْ أَمَرَهُ مَا يَشَاءُ، وَإِنَّهُ قَدْ أَخَذْتُ مِنْ أَمْرِهِ أَنْ لَا يَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ" ۱۱، والمطحاوي (۶۶۱: ۱) بسند صحيح: "وَأِنْ بِمَا أَخَذْتُ قَضَى أَنْ لَا تَتَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ" ۱۲۔ وفي رواية كلثوم الخزاعي: "إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا يَنْبَغِي لَكُمْ، فَقُومُوا لِلَّهِ فَيَبْتِنَ"، فَأَبْرَزْنَا بِالسُّكُوتِ ۱۳، ذكره الحافظ في "الفتح" (۵۹: ۳)۔

۱۳۹۱۔ عن زيد بن أرقم رضي الله عنه قال: كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ، يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ وَهُوَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى تَزَلَّتْ: ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾، فَأَبْرَزْنَا بِالسُّكُوتِ وَنَهَيْنَا عَنِ الْكَلَامِ، رواه مسلم (۲۰: ۱)۔

(سب مادت سابقہ) آپ کو سلام کیا (جبکہ آپ ﷺ نماز میں تھے) تو آپ نے ہمیں جواب نہ دیا۔ اس پر ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ: پہلے تو جب ہم سلام کرتے تو آپ ﷺ (نماز میں ہونے کے باوجود) ہمیں جواب دیتے (لیکن اس مرتبہ کیا بات ہے کہ آپ نے جواب نہیں دیا) آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ نماز میں مشغول ہوتی ہے۔ اس کو سلم نے روایت کیا ہے اور نسائی نے یہ مضمون بڑھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ جو نیا حکم چاہے جاری فرمائے۔ پناہیچ اس نے نماز کے متعلق یہ نیا حکم دیا ہے کہ نماز میں گفتگو نہ کی جائے۔ اور طحاوی نے صحیح سند سے یہ الفاظ بیان کئے ہیں کہ جملہ نئے احکام کے ایک یہ ہے کہ اس نے حکم دیا ہے کہ نماز میں گفتگو نہ کرو اور فتح الباری میں کلثوم خزاعی کی روایت سے یہ مضمون ہے کہ سوائے خدا کی یاد اور ان باتوں کے جو (بحیثیت نمازی ہونے کے) تمہیں نمایاں ہیں اور کوئی کلام نہ کرو اور خدا کے سامنے خاموش کھڑے رہو، بس ہم کو سکوت کا حکم کیا گیا۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی کلامِ ناس کا منافی صلوٰۃ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۳۹۱۔ حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم (بخیر) نماز میں بات چیت کر لیتے تھے۔ یعنی آدمی اپنے پاس والے شخص سے نماز میں بات کر لیتا تھا یہاں تک کہ آیت قوموا للہ قانتین نازل ہوئی۔ اور ہم کو سکوت کا حکم کیا گیا اور گفتگو سے روک دیا گیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی کلامِ ناس کا منافی نماز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ الغرض ہمارے نزدیک سوا کلامِ ناس بھی مضرب صلوٰۃ ہے، باقی شوافع کا یہ استدلال کہ ابن ماجہ میں ایک حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ان اللہ وضع عن امتی الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث رفع اثم پر محمول ہے یعنی آخرت میں گناہ نہیں ہوگا۔ باقی دنیا میں اس پر حکم



۱۳۹۲- حدثنا بونصر ثنا سفيان عن أبي حازم عن سهل بن سعد رضى الله عنه عن النبي ﷺ قال: "من نابه شيء في مملته فليقل شجاعة الله، إنما التشفيق للنساء والتشنيع للرجال" أخرجه الطحاوى (۲۵۹:۱) ، ورجاله رجال الصحيح، وأخرجه الشيخان مطولاً، كما في "أثار السنن" (۱: ۱۳۸)۔

۱۳۹۳- عن أبي هريرة رضى الله عنه عن النبي ﷺ، قال: "التشنيع للرجال والتشفيق للنساء" (رواد الجماعة، وزاد مسلم وأخرون: "في الصلاة") (أثار السنن ۱: ۱۳۸)۔

مرتب ہوگا جیسا کہ نقل فہام میں لکاردہ لازم ہے، نیز قرآن پاک کی آیت وقوموا للہ فانتم منہی بھی مراد ہے کہ کام اس سے سکوت اختیار کیا جائے لہذا ترک کام الناس فراصل نماز میں سے ہے اور قلیل ہے لہذا اس کو سنو کرنے کے لئے قلیل دلیل ضروری ہے جبکہ جو احکام کے قائلین کے پاس غلطی دلائل (اختیار آحاد) ہیں پس وہ احناف کے ایک کئے تابع نہیں بن سکتے اور یہی حال ذوالیہدین کے قصے کا ہے کہ وہ بھی خبر واحد ہے لہذا اس سے امام مالک کا استدلال کرنا اور اصلاح صلوٰۃ کے لئے کام اس کو جائز قرار دینا صحیح نہیں ہے، نیز ذوالیہدین کا قصہ حکایت فصل ہے جس میں محرم نہیں ہوتا جب کہ احناف کے دلائل قوی ہیں جو قاعدہ ولید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز حضرت عمرؓ، ذوالیہدین کے واقعہ کے شاہد ہیں لیکن جب حضور ﷺ کی وفات کے بعد اس قسم کا واقعہ آپ کو پیش آیا تو آپ نے ذوالیہدین والے واقعہ کے خلاف عمل کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قصہ ذوالیہدین احادیث صحیح سے منسوخ ہے (طحاوی ج ۱ ص ۳۳۸)

۱۳۹۴- حضرت بل بن سعد سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آئے اس کو چاہئے کہ سبحان اللہ کہے (اور ہاتھ پر ہاتھ نہ مارے) کیونکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا عورتوں کے لئے ہے اور صحیح مردوں کے لئے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ اور بخاری و مسلم نے اس کو تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ آثار السنن میں ہے۔

۱۳۹۵- حضرت البربرہؓ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صحیح مردوں کے لئے ہے۔ اور تصفیق (یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا) عورتوں کے لئے۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم اور دوسرے حضرات نے فی المسلوٰۃ کا لفظ بھی بڑھایا ہے۔ (یعنی نماز میں صحیح مردوں کے لئے ہے اور تصفیق عورتوں کے لئے) (آثار السنن)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اصلاح صلوٰۃ کے لئے بھی کلام منافی صلوٰۃ ہے۔ اور تصفیق صحیح کا قانون ہے کار ہوتا ہے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصلاح صلوٰۃ کے لئے مرتجع پڑھے اور عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے۔



## باب أن الإشارة المفهمة بغير اللسان لا تقطع الصلاة كالإشارة

بالسلام ونحوه ولكنها تكره من غير حاجة

۱۳۹۴- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُنْطَلِقٌ إِلَى نَبِيِّ الْمُضْطَلِّقِ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى بَعِيرِهِ، فَكَلَّمْتُهُ- فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هَكَذَا، وَأَوْمَأَ زُهَيْرٌ بِيَدِهِ ثُمَّ كَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي هَكَذَا وَأَوْمَأَ زُهَيْرٌ أَيْضًا بِيَدِهِ إِلَى الْأَرْضِ وَأَنَا أَسْمَعُهُ يَقْرَأُ يُؤْمِنُ بِرَأْسِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ تَبَا فَعَلْتَ فِي الَّذِي أَرْسَلْتُكَ لَهُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَكَلِمَكَ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ أَصَلِّي، الْحَدِيثُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ (۱: ۲۰۴)، وَلَفْظُهُ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللَّهُ أَعْلَمُ بِهِ، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْأَوَّلِيِّ، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ، فَقَالَ: "إِنَّمَا مَنَعْنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ أَنِّي كُنْتُ أَصَلِّي" الْخ، قَالَ الْحَافِظُ فِي "الْفَتْحِ" (۳: ۶۹): قَوْلُهُ: ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ

باب۔ نماز میں کسی کام کے لئے ایسا اشارہ کرنا جس سے وہ کام سمجھ میں آتا ہو مفید صلاۃ نہیں ہے

بلکہ بلا ضرورت مکروہ ہے

۱۳۹۳- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بنی المصطلق کو تشریف لے جاتے ہوئے ایک کام کو بھیجا، پس میں ایسی حالت میں واپس ہوا کہ آپ اپنے اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے۔ پس میں نے آپ ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا۔ اس موقع پر زہیر راوی نے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس اشارہ کی کیفیت بیان کی، اسکے بعد میں نے دوبارہ (کلام) کیا (جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اشارہ کا مطلب نہ سمجھتے تھے) تب آپ ﷺ نے پھر یوں اشارہ کیا۔ اس مقام پر زہیر نے بھی اپنے ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں آپ ﷺ کو پڑھتے ہوئے سنتا تھا۔ آپ ﷺ سر سے اشارہ کرتے تھے پس جب آپ ﷺ (نماز سے) فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جس کام کے لئے تمہیں بھیجا تھا، تم نے اس کے متعلق کیا کیا۔ اب تک جو میں نے کچھ نہیں کہا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے تم سے بات کرنے سے اور کوئی چیز مانع نہ تھی۔ جو اس بات کے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری کے یہاں جابرؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو سلام کیا، اس کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ اس سے میرے دل میں وہ بات واقع ہوئی جس کو خدا ہی خوب جانتا ہے (یعنی شاید حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہیں) اس کے بعد میں نے دوبارہ آپ ﷺ کو سلام کیا، اس کا بھی آپ ﷺ نے جواب نہ دیا۔ اب کے میرے دل میں پہلے سے بھی سخت بات واقع ہوئی۔ اس کے بعد میں نے تیسری مرتبہ سلام کیا۔ تو آپ ﷺ نے



ورد علی، ائی نغد انی فرغ من صلاتہ ۱۔ قلت: یدل علیہ ما أخرجه الطحاوی (۲۶۱:۱) بسندہ، و فی آخرہ: فلما سلم رآ علی ۱۔

۱۳۹۵۔ عن أم سلمة رضي الله عنها في الركعتين بعد الغضر قالت: فازسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ، فَوَسَّيْتُ بَحَنَهُ فَوَلَّيْتُ لَه: نَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَزَاكَ تُصَلِّيَهُمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَخْرِي عَنْهُ، فَفَعَلْتُ الْجَارِيَةَ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَخْرْتُ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتُ عَنِ الرُّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْغَضْرِ "الْحَدِيثُ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ (۸۵:۲) واللفظ له و مسلم و آخرون۔

۱۳۹۶۔ عن جابر بن سمرة رضي الله عنه قال: خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: "مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ، أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ (۱۸۱:۱)۔

جواب دیا (اسلئے کہ اب کی مرتبہ نماز سے فارغ ہو چکے تھے) اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے روکا تھا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا (ناراضگی وغیرہ اس کا فتنہ نہیں تھا)۔  
فائدہ: نماز کے اندر آپ ﷺ کے اشارہ کرنے سے، جس کا مقصد ان کو یہ سمجھانا تھا کہ ابھی خاموش رہو میں نماز پڑھ رہا ہوں، ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے اشارے سے نماز نہیں ٹوٹی۔

۱۳۹۵۔ حضرت ام سلمہؓ سے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے باب میں روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پاس لونڈی کو بھیجا۔ اور اس سے یہ کہہ دیا کہ تو آپ ﷺ کے پاس کھڑی ہونا اور یہ کہنا کہ یا رسول اللہ ﷺ ام سلمہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آجکام دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ انہیں پڑھتے ہیں۔ (آیا حکم سابق منسوخ ہو گیا یا اور کوئی بات ہے)۔ اب اگر وہ ہاتھ سے اشارہ کریں تو تو ان کے پاس سے ہٹ جانا۔ چنانچہ لونڈی نے ایسا ہی کیا اور آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا جس پر وہ لونڈی آپ ﷺ کے پاس سے ہٹ گئی۔ پس جب آپ ﷺ واپس ہوئے تو فرمایا کہ اے ابوامیہ کی بیٹی! تو نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کی بابت دریافت کیا تھا۔ اس کو بخاری و مسلم اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور الفاظ مذکورہ بخاری کے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی اشارہ کا مقصد صلوة نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۳۹۶۔ حضرت جابر بن سمرةؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے (اور دیکھا کہ ہم سلام پھیرتے وقت سلام کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں) تو آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں ہم ہلانے والے گھوڑوں کی دھوکے کی طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں (ایسا مت کیا کرو بلکہ نماز میں ساکن رہا کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔



۱۳۹۷۔ وَغَنَّهُ قَالَ: سَلِّتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكُنَّا إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِينَا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَتَنَظَّرَ لَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: "مَا شَأْنُكُمْ تُشِيرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟" إِذَا سَلَّمْتَ أَخَذْتُكَ فَلْيَلْتَمِثْ إِلَى صَاحِبِهِ، وَلَا يُؤْمَرُ بِبَيْدِهِ"، أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ (۱: ۱۸۱) أَيْضًا، وَفِي لَفْظٍ لَهُ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، وَأَشَارَ بِبَيْدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "عَلَامٌ تُؤْمُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ إِنَّمَا يَكْفِي أَخَذْتُكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فِجْذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمَ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ"، أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا۔

**فائدہ:** چونکہ یہ اشارہ بلا ضرورت تھا اس لئے آپ نے اس سے روکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت اشارہ مکروہ ہے۔  
۱۳۹۷۔ نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو ہماری عادت تھی کہ جب ہم سلام پھیرتے، تو (زبان کے ساتھ) اپنے ہاتھوں سے بھی السلام علیکم، السلام علیکم کہتے (اس لئے ہم نے اس وقت بھی ایسا کیا) پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیکھا اور فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم اپنے ہاتھوں سے یوں اشارہ کرتے ہو جیسے وہ دم بلانے والے گھوڑوں کی دمیں ہوں۔ تم کو چاہیے کہ جب کوئی تم میں سے سلام پھیرے تو صرف اپنے ساتھی کی طرف ملتفت ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ نیز ایک روایت میں ان سے یوں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو (سلام پھیرتے وقت) السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور (سلام پھیرنے والا) اپنے ہاتھ سے دونوں طرف (دائیں بائیں) اشارہ بھی کرتا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھوں سے یوں کیوں اشارہ کرتے ہو جیسے کہ وہ دم بلانے والے گھوڑوں کی دمیں ہوں، تم میں سے ہر ایک کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھے رہے، اس کے بعد دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کرے۔ اس کو بھی مسلم نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** نیز جب انتہاء صلوٰۃ میں اشارہ بالسلام ممنوع ہے تو اثناء صلوٰۃ میں بطریق اولی اشارہ بالید لہذا السلام ممنوع ہوگا پس نماز میں سلام کا جواب ہاتھ کے اشارہ سے دینا بھی ممنوع ہے۔

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت اشارہ مکروہ ہے۔ نیز یہ حدیث قوی حکم کلی صریح ہے اس بات میں کہ نماز میں سلام کے لئے اشارہ منع ہے۔ باقی وہ روایات جن میں ہاتھ کے ساتھ اشارہ سے سلام کا جواب دینا ثابت ہوتا ہے وہ ایک واقعہ کی حکایت ہے جس میں عموم نہیں ہوتا لہذا احادیث احناف قوی ہونے کی بنا پر فعلی احادیث سے راجح ہیں۔ اور ان حرمت والی احادیث سے راجح ہیں۔ لہذا احادیث کی تاریخ جمہول ہے لہذا محرم احادیث راجح ہوں گی۔



## باب عدم فساد الصلاة بفهم العسلى ما يقال له و جواز الكلام معه عند الحاجة

۱۳۹۸: عن خوات بن حیر رضی اللہ عنہ قال: کُنْتُ أَسْأَلُ وَاذِخْلُ مِنْ خَلْفِي يَقُولُ: حَقْتُ فَإِنَّا لَنَا إِلَيْكَ حَاجَةٌ فَالْتَمَعْتُ فَاذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ الطِّرَافِيُّ فِي "الْكَبِيرِ"، وَفِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رِزْدٍ بِأَسْلَمَ نَسَعَهُ ابْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ، وَوَقَّعَهُ أَبُو حَاتِمٍ وَمَعْنُ بْنُ عَبَسٍ، وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ أَمَثَلُ مِنْ أَخِيهِ (مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ: ۱۷۴)، وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ فِي الرَّ لَعْنِي بَعْدَ الْعَصْرِ، وَفَدَسْرَانِغَا.

## باب عدم فساد الصلاة بالبكاء من الخشية ونحوها

۱۳۹۹: عن عبد الله بن الشحر رضى الله عنه: رأيت رسول الله ﷺ يُصَلِّي بِنَا وَفِي صَدْرِهِ لَزِيْزَةٌ هُوَ ضَوْتُ أَنْبَظِرْ إِذَا غَلَّتْ. - كَازِيْرُ الْفَرَجِ فِي الْبُكَاءِ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

باب نمازی کے دوسرے شخص کی بات سمجھنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور اس سے بغیر ورت

کوئی بات کہنا جائز ہے

۱۳۹۸: حضرت خوات بن حیرہ روایت ہے: "وہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھا کر ایک شخص میرے پیچھے سے یہ کہنے لگا کہ نماز کو فسخ کر، کیونکہ میں آپ سے کام ہے، میں نے منہ پھیر کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ اس کو طہرائی نے روایت کیا اور اس کی سند میں عبد اللہ بن زید بن اسلم ہے۔ جس کو ابن مسکن وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور ابو حاتم اور سنن بن مسکن نے توثیق کی ہے۔ اور ابو داؤد نے کہا ہے کہ وہ اپنے بھائی سے بھڑ ہے (نسخ الاثر) اور اس باب میں ام سلمہ سے بھی عصر کے بعد کی دو روایتوں کے متعلق روایت ہے اور وہ مفتریب گذر چکی ہے۔

فائدہ: اس سے مضمون باب میں ثابت ہے کہ کوئی نے آپ ﷺ سے نہایت نماز کلام کیا۔ اور آپ ﷺ نے اسے سمجھا اور اشارہ سے جواب دیا اور باوجود اس کے نماز پر کوئی اثر نہ پڑا اور نہ آپ ﷺ نے نماز کے بعد اسے منع کیا کہ نماز پڑھنے والے سے بات نہیں کرنی چاہیے۔ اور اس حدیث کے دوسرے صحیح شواہد بھی ہیں جو بخاری ج ۱ ص ۹۵ اور مسلم ج ۱ ص ۹۷ میں حضرت عائشہ سے امامت ابو بکر کے سلسلے میں مروی ہیں۔

باب خدا کے خوف سے یا اس کے مثل دوسرے سبب سے نماز میں روٹنا مقصد نماز نہیں ہے

۱۳۹۹: حضرت عبد اللہ بن العقیل روایت ہے: "وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں نماز پڑھاتے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کے پیچھے سے رونے کے سبب ایسی آواز آتی تھی جیسے باغی پکے میں ہوتی ہے۔ اس کو ابو داؤد، نسائی نے اور



والنسائی والترمذی فی "الشمالی"، و إسناده قوی، و صححه ابن خزيمة و ابن حبان و الحاكم، و وہم من زعم أن مسلماً أخرجه (فتح الباری ۲: ۱۷۳)۔

۱۴۰۰ عن غبّی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: مَا كَانَ فِينَا فَارِسٌ يَوْمَ بَدْرٍ غَيْرَ الْبَقْدَادِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا فِينَا إِلَّا نَائِمٌ إِلَّا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ يُصَلِّي وَيَبْكِي حَتَّى أَصْبَحَ، رَوَاهُ ابْنُ خَزِيمَةَ فِي "صَحِيحِهِ" (الترغيب ۲: ۸۷)، و ابن حبان فی "صحیحه" (نیل ۲: ۲۲۰)۔

۱۴۰۱ عن عبد الله بن شداد قَالَ: سَمِعْتُ نَشِيجَ عُمَرَ وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ يَقْرَأُ: ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَخُزْنِي إِلَى اللّٰهِ﴾ آيَةً، أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ (۹۹: ۱) تعليقا، و وصله سعيد بن منصور عن ابن عيينة عن إسماعيل بن محمد بن سعد سمع عبد الله بن شداد بهذا وزاد: فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَأَخْرَجَهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ مِنْ طَرِيقِ عُبَيْدِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ عُمَرَ نَحْوَهُ (فتح الباری ۲: ۱۷۲)۔

۱۴۰۲ عن غَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ: مُرُّوا تَرَدُّي نَفْسِي فِي شَأْنٍ مِّنْ رَّوَايَةٍ كَيْفَ أَدْرَأُكَ سِدْقِي هُوَ۔ اور ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (فتح الباری) اور جس نے یہ کہا کہ اسے مسلم نے روایت کیا ہے اسے دھوکا ہوا ہے۔

۱۴۰۰: حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم میں غزوہ بدر میں سوائے مقداد کے اور کوئی گھوڑے پر سوار نہ تھا، ایک واقعہ تو یہ ہے اور دوسرا واقعہ یہ ہے کہ رات کے وقت ہم سب سوتے تھے سوائے رسول اللہ ﷺ کے کہ وہ درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور دور رہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسی حالت میں صبح کر دی۔ اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (ترغیب) اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا ہے۔ (نیل)

۱۴۰۱: عبد اللہ بن شداد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز ایسی حالت میں سنی کہ میں آخر صبح میں تھا۔ اور وہ وَاِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَخُزْنِي إِلَى اللّٰهِ پڑھ رہے تھے۔ اس کو بخاری نے تعلیقا روایت کیا ہے اور سعید بن منصور نے اس کو موصولا روایت کیا ہے اور یہ بڑھایا ہے کہ یہ واقعہ صبح کی نماز میں ہوا اور ابن منذر نے عبید بن عمیر کی روایت سے اسی کے مثل روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

۱۴۰۲: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس پر عرض کیا کہ ابو بکر صدیقؓ جب آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کے سبب لوگوں کو قرات نہ سنا سکیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ حضرت عمرؓ کو حکم دیجئے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ انہیں کے الفاظ ہیں۔



اَلَا تَنْصَلُّنَا بِالنَّاسِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ لَهَا: اِنْ اَتَانِيْكَ اِذَا فَمَ فِى مَعَامَلِكَ لَمْ نَسْمَعْ النَّاسَ مِنْ الشَّكَاةِ فَمُرْ عُمَرَ، الْحَدِيثُ، رَوَاهُ السَّخَارِيُّ وَالْمِصْبَعُ لَهٗ (۹۹:۲)۔

### باب حکم التَّنَحُّجِ وَالتَّنْفِخِ فِى الصَّلَاةِ

۱۴۰۳ھ عن ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ كَانَ يَحْتَسِي اَنْ تَنْخُوَ التَّنْفِخُ كَلَامًا، رَوَاهُ السَّيْهِيُّ بِاسْتِنَادٍ صَحِيحٍ (نَبِيْلُ الْأَوْطَارِ ۲: ۲۱۹)، وَرَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَسْعُودٍ فِى "سَه" عَنْهُ بَلْفُظُ: "التَّنْفِخُ فِى الصَّلَاةِ كَلَامٌ"، كَمَا فِى "النَّبِيْلُ" أَيْضًا (۲: ۲۱۸)، وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِى "مُصَنَّفِهِ" عَنْهُ بِاسْتِنَادٍ حَسَنٍ بَلْفُظُ سَعِيدُ بْنُ مَسْعُودٍ، وَرَوَى عَنْهُ أَيْضًا بِاسْتِنَادٍ صَحِيحٍ أَنَّهُ قَالَ: "التَّنْفِخُ فِى الصَّلَاةِ يَنْفُخُ الصَّلَاةَ"، (عَمْدَةُ الْقَارِئِ ۳: ۷۲۶)۔

**فائدہ:** قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ روئے مطلقاً مقصد صلوة ہو خواہ آخرت کی وجہ سے روئے ہو یا کسی دنیاوی سبب سے، لیکن چونکہ ان روایات سے روئے کا مقصد صلوة نہ ہونا ثابت ہوتا ہے خواہ آواز ہو جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے کی روایت میں مصنف نے بتایا آواز جیسا کہ دوسری روایت سے ظاہر ہے اس لئے احناف نے قیاس کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرتے ہوئے یہ حکم لگایا ہے کہ آخرت کے سبب سے روئے مقصد صلوة نہیں لیکن چونکہ یہ روئے جو ان احادیث میں مذکور ہے ظاہر ہے کہ ہر آخرت سے متعلق تھا اور کسی دنیاوی سبب سے نہ تھا۔ اس لئے عنوان باب میں "خدا کے خوف اور اس کی مثل" کی قید لگائی گئی اس لئے کسی دنیاوی سبب سے نہ روئے میں روئے جائز نہیں بلکہ مقصد صلوة ہے۔

**فائدہ:** قرآن کی آیت وَإِذَا تَنَاسَلْنَا غُلَبْنَاهُمْ أَنْتَ الرَّحْمَنُ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا (ترجمہ: جب ان پر رب رحمن کی آیات پڑھی جاتی ہیں وہ روئے ہوئے عاجزی کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں)۔ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ (آخرت کے سبب سے) نماز میں روئے جائز ہے۔

### باب نماز میں کھنکارنے اور پھونک اور پھنکارا مارنے کے حکم میں

۱۴۰۳ھ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ اندیشہ کرتے تھے کہ (نماز میں) پھونک مارنا (علماً) کلام (اور مقصد نماز) ہو۔ اسکو پہنچنے نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔ (نیل) اور سعید بن مسعود نے اسکو اپنی سنن میں بدین عنوان روایت کیا ہے کہ نماز میں پھونک مارنا کلام ہے (نیل) اور ابن ابی شیبہؓ نے اپنے مصنف میں جید سند سے اسکو سعید بن مسعود کے الفاظ سے روایت کیا ہے، نیز ان سے باسناد صحیح روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز میں پھونک مارنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ (عمدة القاری)

**فائدہ:** اس حدیث سے پھونک کا مقصد صلوة ہونا معلوم ہوتا ہے مگر عمل اس کا یہ ہے کہ پھونک آواز کے ساتھ ہو اور اس سے تم از تم اور خوف پیدا ہوتے ہوں اور غلطی اس کا امر دنیوی ہو (مثلاً کسی درد یا معصیت کی وجہ سے ہو) کیونکہ اگر بلا آواز کے ہو یا آواز



۱۴۰۴۔ وکیع عن سفیان عن الحسن بن عبید اللہ عن أبی الضحی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: اَلْتَفَخُ فِی الصَّلَاةِ کَلَامٌ، کَذَا فِی "المدونة الكبرى" (۱۰۲:۱) لمالك، وسنده صحيح على شرط مسلم۔

۱۴۰۵۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِ الْكُسُوفِ: فَجَعَلَ (النَّبِيُّ ﷺ) يَنْفَخُ فِي أَجْرِ سُجُودِهِ مِنَ الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَ يَبْكِي، وَيَقُولُ: "أَلَمْ تَعَذِّبْنِي هَذَا وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ" رواه النسائي (۲۱۸:۱) مطولا، و أبو داود (۴۶۲:۱)، وسكت عنه، و لفظه: ثُمَّ نَفَخَ فِي آخِرِ سُجُودِهِ فَقَالَ: أَفْ أَفْ، ثُمَّ قَالَ "زَبَّ أَلَمْ تَعَذِّبْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ، أَلَمْ تَعَذِّبْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ"، الحديث۔

سے ہو کر اس سے حرف نہ پیدا ہوتے ہوں یا صرف ایک حرف پیدا ہوتا ہو تب وہ کلام کے حکم میں نہیں ہو سکتی۔ اور اگر دو یا زیادہ حرف پیدا ہوتے ہوں تو وہ کلام کے حکم میں تو ہے مگر جب کہ اس کا فضا امر آخری ہو تو وہ مفید صلوة نہیں کیونکہ کلام متعلق بآخرت مفید صلوة نہیں۔ کیونکہ یہ رحمت وغنوی دعا کے حکم میں ہے۔

۱۴۰۳۔ نیز حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز میں پھوک مارنا کلام (اور مفید صلوة) ہے (حدیث امام مالک) اور اس کی سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔

۱۴۰۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حدیث کسوف میں بیان کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ دوسری رکعت کے آخری تجدد میں پھونکارنے اور رونے لگے اور فرمانے لگے کہ آپ نے مجھ سے ایسی حالت میں کہ ہم آپ سے معافی چاہتے ہوں اس کا (یعنی عدم نزول عذاب کا) وعدہ نہ فرمایا تھا۔ اس کو سنائی نے مطولاً روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے بھی اسے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث امام ابوداؤد کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے پھونکارا مارا اور اف اف کیا، اس کے بعد فرمایا کہ اے اللہ! کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ آپ ان کو میرے ان میں موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ دیں گے؟ کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ آپ انہیں ایسی حالت میں عذاب نہ دیں گے کہ وہ آپ سے معافی چاہتے ہوں؟

فائدہ: اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ خوف خدا سے پھونکارا مارنا اور اف اف کہنا مفید صلوة نہیں۔

تبیین: حق تعالیٰ نے وعدہ خلافی نہیں کی تھی اور جناب رسول اللہ ﷺ بھی جانتے تھے کہ حق تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وعدہ خلافی نہ کرنا حق تعالیٰ کا اختیار فی فعل ہے اور نہ وہ اس کے لئے مجبور ہیں اور نہ وعدہ خلافی کرنے میں ان کو کسی کا ڈر ہے پس جب کہ انہوں نے آثارِ قہر نمایاں دیکھے تو ان کو اندیشہ ہوا کہ مبادا صفت یفعل اللہ ما یشاء اور لایستل عما یفعل صفت عدم اخلاف پر غالب آجائے اور وہ عذاب نازل فرما دیں اس لئے انہوں نے حق تعالیٰ سے عاجزا و درخواست کی تاکہ وہ صفت آزاد نہ خود مختار نہ تصرف کو صفت عدم اخلاف پر غالب نہ ہونے میں اس لئے اس درخواست



۱۱۰۶۔ عن نربدة رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال "ثلاث من أجمعاء ان يتوب الزَّحْلُ وغو فائمه، او يفسح حنثه قبل ان يفرغ من مسلانه، او ينفع في شخوده" رواه الزرار، ورجاله رجال الصَّحیح ، كدامی "معجم الروائد" (۱: ۱۷۵)، وكذا قال العراقي أيضا (نبيل الأوطار ۲: ۲۱۹)۔

۱۱۰۷۔ عن عبدالله بن نجی عن علی رضى الله عنه قال: كان لى من رسول الله ﷺ ساعة أتبه فيها، فإذا أتيتُه إستأذنتُ، ان وجدتُ يُصَلِّي فتتخع دخلتُ، وإن وجدتُ فارغاً أذن لى، أخرجه النسائى (۱: ۱۷۸ و ۱۷۹)، وسكت عنه، وفي لفظ له: كان لى من رسول الله ﷺ مذخلاً، مذخلاً بالليل، ومذخلاً بالشَّهَار، فكُنْتُ إذا دخلتُ بالليل تنزع لى، وفي لفظ له: فكُنْتُ أتبه كُلَّ سَخِرٍ، فإن تنزع إنصرفتُ إلى أهلى والّا دخلتُ عليه، قال الحافظ في

میں کوئی اشکال نہیں اور یہ حدیث اہل بدعت کے مقابلہ میں درست محبت ہے، جو نہ اکوہ و غلافی سے عاجز مانتے ہیں۔ نعلانی اللہ عن دلالت اور حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اختیار سے وہ و غلافی نہیں کرتے لیکن وہ اس کے لئے مجبور نہیں ہیں، جیسا کہ حدیث سے صراحت ظاہر ہے۔

۱۴۰۶۔ حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں بائیس کوہ پہن لی ہیں۔ (۱) آدمی کھڑا ہو کر پیشاب کرے یا (۲) پہلی نماز سے فارغ ہونے سے پیشتر اپنی پیشانی کو (گردے) صاف کرے یا (۳) (گردے) صاف کرنے کے لئے) سجدہ میں چوک مارے۔ اس کو بار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں جیسا کہ صحیح الترمذ میں ہے اور ایسا ہی عراقی نے بھی کہا ہے (تخل)

قاعدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں چوک مارنا مکروہ ہے مگر اس سے وہی چوک مراد ہے جس سے ایسی آواز نہ پیدا ہو جو دُخروں یا زیاہ پر مشتمل ہو نہ نماز قاسد ہو جائے گی۔

۱۴۰۷۔ عبد اللہ بن نجی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا ایک وقت مقرر تھا جس میں میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ پس جس وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دل میں اجازت لینا تھا اب اگر میں آپ ﷺ کو نماز پڑھتے پایا اور آپ ﷺ کھڑے رہتے تو میں اندر چلا جاتا اور اگر میں آپ ﷺ کو فارغ پایا تو آپ ﷺ مجھے اجازت دے دیتے، اس کو نہائی نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے اور اس کے ایک قصہ میں یہ مضمون ہے کہ میرے لئے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو حاضر بائیس تھے، ایک حاضر کی رات میں اور



”التلخیص“ (۱۱۰:۱) بعد أن أخرجه بلفظ: فَإِنْ وَجَدْتَهُ يُصَلِّيْ فَسَبَّحْ دَخَلْتُ، ثم أخرجه بلفظ: فَتَنَخَّنْ بدل فسبح، كذا رواه ابن ماجه، وصححه ابن السكّن، وقال البيهقي: هذا مختلف في إسناده ومتنه، قيل: سبّح، وقيل: تنحّن، قال: ومداره على عبدالله بن نجی۔ قلت: واختلف عليه فقيل: عنه عن علي، وقيل: عن أبيه عن علي، وقال ابن معين: لم يسمعه عبد الله من علي، بينه وبين علي أبوه۔ قلت: وفي متنه اختلاف آخر فجعل التنحن مرة علامة الإذن وأخرى علامة عدمه۔

### باب أن الفتح على الإمام في الصلاة لا يفسدها

لكنه يكره من غير ضرورة

۱۴۰۸ھ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى صَلَاةً فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فِيهَا ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِأَنِّي بِي كَغَيْبٍ : أَصَلَّيْتُ مَعْنًا؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَفْتَحَ عَلَيَّ؟ قلت: رواه أبو داود خلا قوله: أن تفتح علي، رواه الطبراني ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱: ۱۶۹)۔

ایک حاضری دن میں، پس جب کہ میں رات میں حاضر ہوتا تو آپ ﷺ میرے لئے کھار دیتے اور انہیں کے ایک لفظ میں یوں ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس ہرج کو آتا اب اگر وہ کھار دیتے تو میں اپنے مکان کو واپس ہو جاتا۔ ورنہ آپ ﷺ کے پاس چلا جاتا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھارنا جب کہ غرض صحیح سے ہو تو نہ وہ مکروہ ہے اور نہ مفسدہ صلوٰۃ۔ اور چونکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کھارنا صوت محض بلا حرف ہوتا تھا اس لئے یہ حدیث اثر خلع امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ میں سے کسی کے خلاف نہیں۔

### باب امام کو نماز میں لقمہ دینا مفسدہ صلوٰۃ نہیں۔ ہاں بلا ضرورت مکروہ ہے

۱۴۰۸ھ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھی تو آپ ﷺ کو اس میں قصاب لگا۔ پس جب آپ ﷺ نماز سے لوٹے تو آپ ﷺ نے ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ (جس وقت مجھے قصاب لگا) کیا تم (اس وقت) ہمارے ساتھ شامل تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہیں مجھے لقمہ دینے سے کس چیز نے روکا؟ اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اسے راویوں کی توثیق کی گئی ہے (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ اسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر اس میں ”ان تفتح علی“ لفظوں میں نہیں ہے۔ (ہاں مراد ہے)۔



[illegible][illegible]

١٩١١: من أن عند الرخص التلبي فلا حال على، وحسب الله عنه: إذا استعظمتم الإمام  
 دعيتم، صححه الحافظ في "التلخيص" (١: ١٩٣)، وعمره في "كبر الصالح" (١: ٢٤١)  
 إلى التلبي بعد "إذا استعظمتم الإمام دعيتم"، وعمره أيضاً إلى أن ينع، والحدود  
 (٢١٩: ١) يضاف: قال غير: من التلبي أن ينع على الإمام إذا استعظمتم

١٩٥٦: عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: "إذا نزلها إلا ما رواه عن رسول الله - وأما كلامه -"

میں نے یہ سنا کہ وہ ایک بڑی بے رحم اور بے رحمی سے اپنے مخالفین کو مار دیتا تھا۔ میں نے یہ سنا کہ وہ ایک بڑی بے رحم اور بے رحمی سے اپنے مخالفین کو مار دیتا تھا۔ میں نے یہ سنا کہ وہ ایک بڑی بے رحم اور بے رحمی سے اپنے مخالفین کو مار دیتا تھا۔

فقداء فیجائیوں نے غریبوں کی خدمت میں ہاتھ دیا۔

۱۱۔ "خود بخود" ہے۔ اور بعد ہے کہ ہم کتاب رسول ﷺ کے زبانی ان لوگوں کو حق پر آ کر رہے تھے۔ اس کو کہتے تھے کہ تم خود بخود ایمان لائے اور ہم نے ان کو ایمان نہیں دیا۔

فائدہ اٹانے کے لیے کسی قسم کے کامیابی کا قیاس ہے۔

[illegible]

فانما في ذلك لعلهم يتقون

۱۳۳۰ء۔ حضرت مجددی مسیحی نے "ایک سے کوئی" نامی قراءت سے دو جلدوں پر قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔



رواہ الطبرانی فی "الکبیر" ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۱: ۱۶۹)۔  
 ۱۴۱۳ھ عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "يَا عَلِيُّ! لَا تَفْتَحْ عَلَى  
 الْإِنَامِ فِي الصَّلَاةِ" رواہ ابو داود (۲: ۸۹۰)، قال: أبو إسحاق لم يسمع من الحارث إلا أربعة  
 أحاديث ليس هذا منها ۱، قلت: وسيأتي الكلام عليه۔  
 ۱۴۱۴ھ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ غِبِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "الْتَسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ  
 لِلنِّسَاءِ"۔ رواہ الجماعة، وزاد مسلم وآخرون: "فِي الصَّلَاةِ" (۱: ۱۳۸)، وذكره البخاری  
 فی باب الأحکام بصيغة الأمر: "فَلْيَسْبِحِ الرِّجَالُ وَلْيُصَفِّقِ النِّسَاءُ"، قاله الحافظ فی  
 "الفتح" (۳: ۶۳)۔

نماز میں بولنا ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد)  
 فائدہ: مراد یہ ہے کہ بلا ضرورت لقمہ نہ دو کیونکہ عند الضرورت لقمہ دینے کا جواز معلوم ہو چکا ہے۔ اور منافقت کراہت تخریکی پر  
 محمول ہے۔

۱۴۱۳ھ۔ حارث اعمود حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! نماز میں امام کو  
 لقمہ نہ دے۔ اس کو ابو داود نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوالخلی نے اس روایت کو حارث سے نہیں سنا کیونکہ انہوں نے اس سے  
 کل چار حدیثیں ہی سنیں اور یہ حدیث ان میں نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی بحث آئے گی۔

فائدہ: اس سے بھی مراد یہی ہے کہ بلا ضرورت لقمہ نہ دو کیونکہ بضرورت لقمہ دینے کا جواز خود حضرت علیؓ سے ثابت ہے۔

۱۴۱۳ھ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تصفیق یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا  
 عورتوں کے لئے ہے۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم اور دوسرے لوگوں نے فی الصلوٰۃ کا لفظ بھی روایت کیا ہے  
 (آثار السنن) اور بخاری نے باب الاحکام میں امر کے صیغہ سے روایت کیا ہے۔ یعنی مردوں کو چاہئے کہ تسبیح کہیں اور عورتوں کو  
 چاہئے کہ ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔ چنانچہ یہ مضمون حافظ نے فتح الباری میں بیان کیا ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ مردوں کو نماز میں امام کو غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے سبحان اللہ کہنا جائز ہے۔ پس جب کہ انہیں سبحان  
 اللہ کہنا جائز ہے تو بخیر من القراءۃ کے وقت الفاظ قرآن کا تکلم بالاولیٰ جائز ہوگا۔ نیز اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت کو  
 چاہئے کہ امام کو لقمہ نہ دے لیکن اگر وہ لقمہ دے دے گی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسا کہ بجائے ہاتھ پر ہاتھ مارنے کے سبحان اللہ کہنے  
 سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ خلاصہ باب یہ ہے کہ احادیث جواز عند الضرورت پر محمول ہیں اور احادیث عدم جواز عدم ضرورت اور  
 جلدی لقمہ دینے پر محمول ہیں۔



## باب فساد الصلاة بالقراءة من المصحف

۱۴۱۵- عن رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ أنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَّمَ رَجُلًا الصَّلَاةَ فَقَالَ: "إِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ، وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللَّهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ"، رواه ابوداود والترمذی، وقال: حدیث حسن (نیل الأوطار ۲: ۱۱۸)

۱۴۱۶- عن عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَخْذَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ فَعَلَّمَنِي مَا يَجُزُّنِي، قَالَ: "أَقُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ"، رواه احمد وابوداود والنسائی، والدارقطنی وابن الجارود وابن حبان والحاكم، وفي إسناده إبراهيم السكسكى، وهو من رجال البخاری، قال ابن القطان: ضعفه قوم فلم يأتوا بحجة ۱- (نیل الأوطار ۲: ۲۱۸)، قلت: فالحدیث لأقل من أن يكون حسنا۔

۱۴۱۷- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ: نَهَانَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ غُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ نَقُومَ

## باب نماز میں قرآن میں دیکھ کر قراءت کرنا مفسدِ صلاۃ ہے

۱۳۱۵- حضرت رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز سکھائی تو فرمایا کہ اگر تیرے پاس قرآن ہو (یعنی تجھے قرآن یاد ہو) تو قرآن پڑھ ورنہ الحمد للہ اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہہ لے اس کے بعد رکوع کر۔ اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے (نیل الاوطار)

۱۳۱۶- حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں کچھ بھی قرآن نہیں پڑھ سکتا۔ آپ ﷺ مجھے کوئی ایسی چیز سکھادیجئے جو مجھے کافی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کہہ لو۔ اس کو احمد، ابوداؤد، نسائی، دارقطنی، ابن الجارود، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابراہیم سکسکی ہے، جو کہ بخاری کے راویوں میں سے ہے۔ ابن القطان نے کہا ہے کہ لوگوں نے اسے بلا دلیل ضعیف قرار دیا ہے۔ (نیل) میں کہتا ہوں کہ ایسی حالت میں کم از کم یہ حدیث حسن ہوگی۔

فائدہ۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں دیکھ کر پڑھنا منافی صلوۃ ہے ورنہ بصورت عدم حفظ قرآن قرآن میں دیکھ کر پڑھنے کا حکم دیا جاتا اور عجیب و غریب کی طرف انتقال جائز نہ ہوتا۔

۱۳۱۷- حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ نے اس سے منع فرمایا کہ ہم قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں اور ہم کو اس سے بھی منع کیا کہ سوائے بالغ کے کوئی اور ہماری امامت کرے۔ اس کو ابن



النَّاسِ فِي الْمُضْطَحِّ، وَنَهَانَا أَنْ يُؤْمَنَا إِلَّا الْمُخْتَلِمَ، رَوَاهُ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ، كَذَا فِي "كَنْزِ الْعَمَالِ" (۲۴۶:۴)، وَلَمْ أَقِفْ لَهُ عَلَى سَنَدٍ۔

### باب لا یقطع الصلاۃ مرور شیء

۱۴۱۸ عن انس رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى بِالنَّاسِ فَمَرَّتَيْنِ أَيْدِيهِمْ حِمَارًا، فَقَالَ غَيَاشُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ: سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ الْمُسَبِّحُ آيَةً سُبْحَانَ اللَّهِ؟ قَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي سَمِعْتُ أَنَّ الْحِمَارَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ، قَالَ: "لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ"، رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ (۱: ۱۴۱)، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ، وَقَالَ صَاحِبُ "التَّنْقِيحِ": وَهُمْ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي "تَعْلِيلِهِ" إِيَّاهُ بِصَخْرَيْنِ عَبْدِ اللَّهِ، فَظَنَّهُ الْكُوفِيُّ الْمَعْرُوفَ بِالْحَاجَبِيِّ، وَأَنَّهُ ابْنُ حَرْمَلَةَ الرَّاوِي عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ ابْنُ عَدَى وَلَا ابْنُ حَبَانَ، بَلْ ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَانَ فِي "الثَّقَاتِ"، وَقَالَ النَّسَائِيُّ: صَالِحٌ، كَذَا فِي "نَصَبِ الرَّايَةِ" (۲۵۹: ۱)۔

ابن داؤد نے روایت کیا ہے جیسا کہ کنز العمال میں ہے۔ مگر مجھے اس کی سند نہیں معلوم ہوئی۔  
**فائدہ:** اس حدیث کی اگرچہ سند معلوم نہیں ہو سکی لیکن یہ حدیث قیاس صحیح کے ساتھ مؤید ہے کیونکہ اس میں تلقین من الغیر ہے اور تعلیم و تعلم منافی صلوة ہے۔ نیز حمل قرآن اور اس میں نظر کرنا اور اوراق کو الٹ کر نا عمل کثیر ہے اور عمل کثیر مفسد صلوة ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا ممنوع ہے اور اصل نبی میں فساد صلوة ہے۔ لہذا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔  
**تنبیہ:** لیکن یاد رکھئے کہ قرآن سے دیکھ کر پڑھنا غیر حافظ کے لئے مفسد صلوة ہے کیونکہ اس میں تلقین من الغیر ہے البتہ حافظ کے لئے بالا جماع مفسد صلوة نہیں کیونکہ اس میں تلقین من الغیر کی خرابی نہیں پائی جاتی (وہ جزم فی غیۃ المستملی) جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے غلام ذکوان رمضان المبارک میں مصحف سے حضرت عائشہؓ کی امامت کرتے تھے۔ اور وہ حافظ تھے۔

### باب کسی چیز کا سامنے سے گزرنا مفسد صلوة نہیں

۱۴۱۸: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ان کے سامنے سے ایک گدھا گذرا۔ اس پر عیاش بن ابی ربیعہ نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ یہ سبحان اللہ کہنے والا کون تھا۔ عیاش نے عرض کیا کہ میں تھا۔ کیونکہ میں سے بنا تھا کہ گدھا (نماز کے سامنے گزر کر) نماز توڑ دیتا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ (یہ غلط ہے) نماز کو کوئی شئی (آگے سے گزر کر) نہیں توڑتی۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔



۱۴۱۹- عن ابی أمامة رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ"، رواه الطبرانی فی "الکبیر"، وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱: ۱۶۷)۔

۱۴۲۰- عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ، وَادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ" أخرجه أبوداود (۳: ۳۷۶)، وسکت عنه، وفيه مجالد بن سعید، تکلم فيه غير واحد، وأخرج له مسلم مقرونا، وهو صدوق جائز الحديث عند يعقوب بن سفيان والعجلي، كما في "التهذيب" (۱۰: ۴۰، ۴۱)، فالحديث حسن۔

۱۴۲۱- عن إبراهيم بن يزيد ثنا سالم بن عبد الله عن أبيه أن رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالُوا: "لَا يَقْطَعُ صَلَاةَ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ، وَادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ"، أخرجه الدارقطني، وأعله صاحب التحقيق بإبراهيم هذا وهو الخوزي المكي، قال أحمد والنسائي: متروك، وقال ابن معين: وليس بشيء، كذا في "نصب الراية" (۱: ۲۵۹)۔ قلت: حسن له الترمذي (۱: ۱۰۰) حديث الزاد والراحلة في الحج، وقال: تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه، وقال ابن عدی: هو في عداد من يكتب حديثه وإن كان قد نسب إلى الضعف، كذا في "التهذيب" (۱: ۱۸۰)، فالحديث حسن، وأخرجه مالك في "الموطأ"

۱۴۱۹- حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی (یعنی سامنے گزرنے سے) اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (مجمع الزوائد)

۱۴۲۰- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی ہاں جہاں تک تم سے ہو سکے آگے سے گزرنے والی شے کو دفع کرو کیونکہ وہ شیطان ہے (یعنی اپنے اثر کے لحاظ سے کیونکہ اس سے نمازی کے شغور میں غل پڑتا ہے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا، اور اس پر کلام نہیں کیا۔ (لخصاً یہ حدیث حسن صحیح ہے)

۱۴۲۱- سالم اپنے باپ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی ہاں جہاں تک ہو سکے اس کو دفع کرو (اور آگے سے نہ گزرنے دو) اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ابراہیم مختلف فیہ ہے۔ اس لئے یہ حدیث حسن ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اسی روایت کو مالک نے دھوی عن سالم عن ابیہ موقوفاً روایت کیا ہے اور موقوف اس باب میں علنا مرفوع ہے کیونکہ ابی بات استہما سے نہیں کی جاسکتی۔



(ص ۵۵) سن الزهری عن سالم عن أبيه موقوفاً، وسنده من أصح الأسانيد، والموقوف في مثله له حكم الرفع، فإنه مما لا يقال بالرأي۔

۱۴۲۲۔ عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أقبلت زاكباً على جمار آتان وأنا يومئذ قد ناهزت الاختلام، ورسول الله ﷺ يصلي بالناس بمنى إلى غير جدار، فمررت بين يدي بغض الصعب، فنزلت وأرسلت آتان ترتع ودخلت في الصعب، فلم ينكر ذلك عليّ أحد۔ (رواه البخاري (۷۱:۱))، ولفظ البزار: وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُونَةَ لَيْسَ شَيْءٌ يَسْتُرُهُ (فتح: ۱۵۶:۱)، رواه أبو يعلى بلفظ: فَتَرَلْنَا عَنْهُ وَتَرَكْنَا الْجِمَارَ يَأْكُلُ مِنْ بَقْلِ الْأَرْضِ، فَدَخَلْنَا مَعَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ رَجُلٌ: كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ؟ قَالَ: لَا، وَرِجَالَهُ رَجُلَ الصَّحِيحِ (مجمع الزوائد ۱: ۱۶۷)۔

۱۴۲۳۔ وأخرج أبو داود (۲۶۱:۱) عن الفضل بن عباس رضي الله عنه، وسكت عنه بلفظ: أَنَا نَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ فِي بَادِيَةِ لَنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ، فَصَلَّى فِي ضَخْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُنْرَةٌ، وَجَمَارَةٌ لَنَا وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَمَا بَالِي ذَلِكَ ۱۔

۱۳۲۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک مادہ خرمینی ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت قریب البلاغ تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے کوئی دیوار نہ تھی۔ پس میں صف کے ایک حصہ کے سامنے کو گدھا اور اتر پڑا اور گدھی کو چرے چھوڑ دیا اور صعب نماز میں شامل ہو گیا۔ اس فعل کی وجہ سے مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور بزار کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی ﷺ فرض نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے کوئی چیز نہ تھی جو آپ ﷺ کے آگے آڑ ہوئی (فتح) اور ابو یعلیٰ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ ہم اس سے اترے اور ہم نے گدھے کو زمین کا گھاس پات چرے چھوڑ دیا اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں داخل ہو گئے۔ اس پر کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ ﷺ کے سامنے نیزہ یا عصا (بطور سترہ) تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد) ۱۳۲۳۔ اور ابوداؤد نے فضل بن عباس سے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے) کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ہم اپنے ایک جنگل میں تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ عباسؓ تھے۔ پس آپ ﷺ نے جنگل میں نماز پڑھی ایسی حالت میں کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی سترہ نہ تھا۔ اور ہماری گدھی اور کتیا آپ ﷺ کے سامنے کھلیں (اجمل کو) کر دی تھیں سو آپ ﷺ نے اس کی پرواہ نہیں کی۔



### باب استحباب السترة فی ممر الناس وذكر ما يتعلق بها

۱۴۲۴- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اَنْ رَّسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تَلَقَّاءَ وَجْهِهِ شَيْئًا ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَلْيَخُطْ خَطًّا ، ثُمَّ لَا يَصُرَّهُ مِنْ مَرْتَيْنِ يَذْنُوْهُ"۔ اخرجہ أحمد وابن ماجہ وصححه ابن حبان، ولم يصب من زعم أنه مضطرب بل هو حسن (بلوغ المرام ۱: ۳۸)۔

۱۴۲۵- عن سيرة بن معبد رضی اللہ عنہ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَيْسَ لِلرَّجُلِ فِي صَلَاتِهِ الشَّهْمُ ، وَإِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ بِشَهْمٍ" رواه احمد وأبو يعلى والطبرانی فی "الكبير" ، ورجال أحمد رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱: ۱۶۵)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے سے کسی چیز کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹی لہذا جن احادیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نمازی کے سامنے سے عورت، گدھے اور کالے کتے کا گزرنے کا طاع صلوٰۃ اور نماز کو توڑنے والا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ شروع صلوٰۃ کے لئے قاطع ہے، یہ مراد نہیں کہ مطلقاً نمازی ٹوٹ جاتی ہے اور یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں کافر کا لفظ بھی ہے حالانکہ اس بات پر اجماع ہے کہ نمازی کے سامنے سے کافر کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹی۔ نیز سعید بن منصور نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ سے بھی یہی قول نقل کیا ہے کہ نمازی کے سامنے سے کسی چیز کا بھی گزرنا طاع صلوٰۃ نہیں۔

باب لوگوں کی گزرگاہ کے موقع پر سترہ کے مستحب ہونے اور اس کے متعلق احکام کے بیان میں  
۱۳۲۳- حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے تو چاہیے کہ اپنے منہ کے سامنے کوئی چیز کرے۔ اگر کچھ نہ ملے تو لاشعیٰ لکڑی کر لے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو ایک لکیر ہی کھینچ لے، پھر کسی کے گزرنے سے اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور جس نے اسے مضطرب کہا ہے یہ اس کی غلطی ہے بلکہ یہ حدیث حسن ہے (بلوغ المرام)۔

فائدہ: اس حدیث سے لکیر کا سترہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس حدیث کی صحت مختلف فیہ ہے۔ پس جن کے نزدیک حدیث ثابت ہے وہ لکیر کے سترہ ہونے کے قائل ہیں اور جن کے نزدیک ثابت نہیں وہ اس کے قائل نہیں۔ بہر حال کسی اور چیز کے نہ ہونے کی صورت میں اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

۱۳۲۵- حضرت ہریرۃ بن معبدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز میں تیر بھی سترہ بن سناٹے۔ پس جب کوئی آدمی نماز پڑھے تو تیر کو سترہ بنا لے۔ اس کو احمد، ابویعلیٰ اور طبرانی نے کیا ہے میں روایت کیا ہے اور احمد۔ راوی صحیح۔ ادنیٰ



۱۴۲۶۔ عن طلحة رضى الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤَخَّرَةِ الرَّحْلِ فَلْيَصِلْ وَلَا يُبَالِ مِنْ مَرَّ وَرَاءَ ذَلِكَ"، رواه مسلم (۱: ۱۹۰)۔

۱۴۲۷۔ عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَرْكُزُ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَغْرِزُ الْغَزْرَةَ وَيُصَلِّي إِلَيْهَا، رواه مسلم (۱: ۱۹۰)۔

۱۴۲۸۔ عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْغَزْرَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَائَهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّعْرِ فَمَنْ نَمَّ اتَّخَذَهَا الْأَمْرَاءُ، أخرجه مسلم (۱: ۱۹۰) والبخارى (۱: ۴۷۳)۔

۱۴۲۹۔ عن أبي هريرة رضى الله عنه مرفوعاً: "يُغْزَىءُ مِنَ الشُّرَّةِ بِمِثْلِ مُؤَخَّرَةِ الرَّحْلِ وَلَوْ فِي (مَجْمَع الزَّوَادِ)۔

فائدہ: اس حدیث سے تیر کا سترہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی کے حکم میں وہ کھڑی ہے جو تیر کے برابر موٹی ہو۔  
۱۳۲۶۔ حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے اپنے سامنے ایسی شے کھڑی کر لے جسے کجاوہ کا پچھلا ڈنڈا (جو کہ ایک ہاتھ لبا ہوتا ہے) تو بے تکلف نماز پڑھے اور کسی کے اس کے پیچھے سے گزرنے کی پرواہ نہ کرے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ ایک ہاتھ لبا ہونا چاہیے۔  
۱۳۲۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سامنے ایک چھوٹا نیزہ گاڑ لیتے تھے اور اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔  
فائدہ: اس حدیث سے سترہ کی افضلیت معلوم ہوئی۔

۱۳۲۸۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو چھوٹا نیزہ کھڑا کرنے کا حکم دیتے۔ وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا کیا جاتا اور آپ ﷺ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے تھے۔ اور ایسا ہی آپ ﷺ سفر میں کرتے تھے۔ اسی لئے امراء و حکام نے (جن کو نماز پڑھانا پڑتی ہے) چھوٹا نیزہ رکھنا شروع کئے ہیں۔ اس کو مسلم اور بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا سترہ سب کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ سترہ صرف رسول اللہ ﷺ کے سامنے تھا اور ہر شخص کے سامنے نہ تھا، اور نہ بیان کیا جاتا۔

۱۳۲۹۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سترہ اتنا لبا کافی ہے جتنا کجاوے کا پچھلا ڈنڈا (یعنی ایک ہاتھ لبا) اگرچہ بال جیسا یا یک ہو (یعنی بصورت نہ ہوئے سترہ کے پتلا سترہ بھی کافی ہے)۔ یہ حدیث شرطِ شستن پر صحیح ہے مگر انہوں نے اسے



بِدَقَّةٍ شَفَرَةً“ هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه مفسرا، قاله الحاكم في “المستدرک” (۲۵۲:۱)، وأقره الذهبي عليه في “تلخيصه”، وقال: على شرطهما۔

۱۴۳۰۔ عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: “إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى سُرَّةِ وَلَيْدُنْ مِنْهَا“، رواه أبو داود (۲۵۸:۱)، وسكت عنه، وقال النووي في “الخلاصة” اسناده صحيح، ورواه ابن حبان في “صحيحه” بلفظ: “إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى سُرَّةِ فَلْيَدْنُ مِنْهَا، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَمُرُّ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا، وَلَا يَدْعُ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ“ (زبلي ۱: ۲۶۲)۔

۱۴۳۱۔ عن سهل بن سعد رضي الله عنه قال: كَانَ بَيْنَ مُصَلِّي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَرُّ الشَّاةِ، رواه البخاري (۷۱:۱)۔

۱۴۳۲۔ عن نافع أن عبد الله رضي الله عنه كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ نَشَى قَبْلَ وَجْهِهِ حِينَ يَدْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قَبْلَ ظَهْرِهِ، فَمَشَى حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قَبْلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعَ، صَلَّى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِيهِ،

مفسر روایت نہیں کیا، یہ حاکم نے مستدرک میں کہا ہے اور ذہبی نے اسے قائم رکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ شرط تین پر صحیح ہے۔  
۱۴۳۰۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ سترہ کی طرف نماز پڑھے اور اس سے قریب ہو۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ اور نووی نے خلاصہ میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے بدیں الفاظ روایت کیا ہے کہ جب کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اس سے قریب ہو کیونکہ (دور ہونے کی حالت میں) شیطان اس کے اور سترہ کے درمیان گزریگا (شیطان سے مراد اس جگہ ہرگز نہ دالہ ہے، خاص اٹلیس نہیں) اور اسے چاہیے کہ کسی کو اپنے سامنے سے نہ گزرنے دے (زبلی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ کا قریب ہونا مناسب ہے۔  
۱۴۳۱۔ حضرت کھل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اور دیوار کے درمیان بقدر ایک بکری کے گزرنے کی جگہ رہتی تھی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جدہ گاہ اور سترہ کے درمیان اتنا فاصلہ مناسب ہے کہ ایک بکری گزر جائے۔  
۱۴۳۲۔ نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو جس وقت داخل ہوتے اس وقت اپنے منہ کی سیدھ میں چلے جاتے۔ اور دروازہ کو چپے کر لیٹے۔ پھر یہاں تک چلے کہ ان کے اور ان کے سامنے کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ



الحديث أخرجه البخارى (۷۲:۱)۔

۱۴۳۳ عن المقداد بن الأسود رضى الله عنه قال: مَا زَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّيَ إِلَى غُودٍ وَلَا غُمُودٍ وَلَا شَجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهُ عَلَى حَاجِبِهِ الْإِيْمَنُ أَوْ الْإِيْسَرِ وَلَا يَضْمُدُهُ ضَمْدًا، رواه أبو داود (۲۵۶:۱)، وسكت عنه۔

۱۴۳۴ عن ابن عباس رضى الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي فَصَاءٍ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ شَيْءٌ، رواه أحمد و أبو داود والنسائي، وقال المنذرى: ذكر بعضهم أن فى إسناده مقالا ۱۱، كذا فى "النيل" (۲:۲۴۹)، وفى "مجمع الزوائد" (۱:۱۶۷): فيه الحجاج بن أرطاة وفيه ضعف ۱۱، وعزاه إلى أحمد وأبى يعلى۔ قلت: ابن أرطاة حسن الحديث، كما مرفى "المقدمة"، وفى الكتاب أيضا سرائرا، وإنما ذكرته اعتضادا لما مرفى الباب السابق عنه، وعن أخيه الفضل۔

۱۴۳۵ عن أنس بن مالك رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "سُتْرَةُ الْإِيْمَانِ سُتْرَةٌ مَن خَلْفَهُ"،

روہ جاتا پھر نماز پڑھتے۔ اس سے ان کا مقصود اس جگہ کا تلاش کرنا تھا جس کے متعلق انہیں بلالؓ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی کھڑے ہونے کی جگہ اور سترہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ مناسب ہے۔ ۱۳۳۳: حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ جس ٹکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے تھے اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو کے سامنے کرتے اور ٹھیک سامنے نہ کرتے تھے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ کو دائیں یا بائیں ابرو کے مقابل ہونا مناسب ہے۔

۱۳۳۳: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک میدان میں ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی چیز نہ تھی۔ اس کو احمد، ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور منذری نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی سند میں کلام ہے۔ (نیل) اور مجمع الزوائد میں اس کو احمد اور ابویعلیٰ کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ اس کی سند میں حجاج بن ارطاة ہے اور اس میں کزوری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن ارطاة جن ائمہ یہ ہے جیسا کہ مقدمہ اعلاء السنن اور خود کتاب میں بار بار گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اسے ابن عباسؓ اور فضل بن عباسؓ کی ان حدیثوں سے مؤید ہونے کی وجہ سے ذکر کیا ہے جو باب سابق میں گزر چکی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ واجب نہیں ہے۔



رواہ الطبرانی فی "الأوسط"، وفیہ سوید بن عبدالعزیز وهو ضعیف (مجمع الزوائد ۱: ۱۶۷)۔ قلت: قال الحافظ فی "التقریب" لین الحدیث (ص ۸۲) "وفی" "التہذیب" (۴: ۲۸۷)۔ قال عثمان الدارمی عن دحیم: ثقة وكانت له أحادیث یغلط فیہا، وقال علی بن حجر: "أننی علیہ ہشیم خیرا، وقال ابن حبان بعد ما أورده أحادیث منا کبر: وهو ممن أستخیر اللہ فیہ لأنہ یقرب من الثقات، وضعفہ آخرون فهو حسن الحدیث علی الأصل الذی أصلناہ فی "المقدمة"۔

باب کراهة المرور تحریماً بین یدی المصلی فی موضع السجود من غیر حائل وجوازہ فی المسجد الحرام للطوافین مطلقاً وفی غیرہ وراء موضع السجود

۴۳۶ عن بسر بن سعید قال: أرسلنی أبو جہیم إلی زید بن خالد أسأله عن النمازین

۱۳۳۵: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے (اور ان کے لئے علیحدہ ستروں کی ضرورت نہیں)۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں لایا ہے اور اسکی سند میں سوید بن عبدالعزیز ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔ (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ سوید مذکور مختلف فیہ ہیں، دہم نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہیں مگر ان کی کچھ حدیثیں ایسی بھی ہیں جن میں وہ غلطی کرتے ہیں۔ ہشیم نے ان کی تعریف کی ہے۔ اور ابن حبان نے ان کی منکر حدیثیں ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق خدا سے میں استخارہ کرتا ہوں کیونکہ وہ (بظاہر) ثقات کے مشابہ ہیں اور دوسرے لوگوں نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ اس لئے اس قاعدہ کی بنا پر جو ہم نے مقدمہ اعلیٰ السنن میں بیان کیا ہے وہ حسن الحدیث ہیں۔

قاعدہ ۱۳۳۶: حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ اور یہ مضمون حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے بھی مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

باب نمازی کے سامنے سے اس کے سجدہ کے مقام کے اندر بلا حائل کے گذرنا مکروہ تحریمی ہے اور مسجد حرام میں طواف کرنے کے لئے نمازی کے سامنے سے گذرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح غیر مسجد حرام میں مقام سجدہ سے باہر گذرنا بھی مکروہ نہیں ہے:

۱۳۳۶: بسر بن سعید سے مروی ہے کہ مجھے ابو جہیم نے زید بن خالد کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ میں ان سے نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے متعلق دریافت کروں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو (اس کے نزدیک) چالیس سال ای جَدَّ کُزَّار بناس



بِذِي الْمُضَلَّى، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُضَلَّى مَاذَا عَلَيْهِ كَانَ لَأَنْ يَتُومَ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يُعْرَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ"، رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱: ۶۶)۔

۱۴۳۷۔ حدثنا أبو بكر بن شيبه ثنا وكيع عن عبيد الله بن عبد الرحمن ابن موهب عن عمه - هو عبيد الله بن عبد الله بن موهب -

۱۴۳۸۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي ﷺ: "لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ مَالَهُ فِي أَنْ يُعْرَبَ بَيْنَ يَدَيْ أَحِبِّهِ مُغْتَرِضًا فِي الصَّلَاةِ كَانَ لَأَنْ يُقِيمَ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ مِنَ الْخَطْوَةِ التَّيْنِ خَطَاها"، رواه ابن ماجه (ص ۶۸)، ورجاله رجال الجماعة إلا عبيد الله وعمه، والأول قد

سے بہتر ہو کر وہ اس کے سامنے سے گزرے۔ اس کو بزار نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد)

فائدہ: یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے لیکن اس میں ابو العضر کو اس بارے میں شک ہے کہ ابو جحیم نے چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال فرمائے لیکن مذکورہ بالا حدیث سے اس کی تعین ہو گئی کہ چالیس سال فرمائے۔

فائدہ: اس حدیث سے نماز کی کے سامنے سے گزرنے کا گناہ ہوتا معلوم ہوا لیکن نہ اس حدیث سے سامنے کی کوئی حد معلوم ہوئی اور نہ اس باب کی کسی دوسری حدیث سے۔ لہذا اثبات حد کے لئے احادیث سترہ سے مد لینے کی ضرورت ہوگی اور یوں کہا جائے گا کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی کے سامنے سے گزرنے مطلقاً منوع نہیں بلکہ اس وقت منوع ہے جب کہ مرد سترہ کے اندر ہو۔ اور سترہ کے متعلق چونکہ یہ حکم ہے کہ نماز کی کو سترہ کے قریب ہونا چاہیے جیسا کہ ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موضع سترہ مصلیٰ (نمازی) کے قریب ہے، لیکن اس قریب کی تحدید نہ ہوئی کہ کس قدر قریب ہے، لہذا اس کی تحدید کے لئے کہا جائے گا کہ کل بن سعدؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سجدہ گاہ اور دیوار کے درمیان اس قدر فاصلہ تھا کہ جس میں ایک بکری گزر جائے۔ اور نافعؓ کی روایت سے جو کہ انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ کے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق بیان کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور کعبہ کی دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہ کو نماز سے تقریباً تین ہاتھ کے فاصلہ پر ہونا چاہیے۔ پس ان احادیث سے سترہ کا مقام معلوم ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نماز کی سے تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر گزرنے منوع ہے اور اس سے باہر گزرنے منوع نہیں ہے اور عنوان باب میں سجدہ کے مقام سے یہی فاصلہ مراد ہے پس عنوان باب میں مقام سجدہ کی قید بھی ثابت ہو گئی۔

۱۳۳۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو معلوم ہو جائے کہ اسے نماز کے اندر اپنے بھائی کے سامنے چڑھان میں گزرنے سے کیا سزا ہوگی تو اس کے لئے سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم سے بہتر معلوم ہو جو وہ



اختلف فيه، والثاني مقبول، وفي "نصب الراية" (۱: ۲۶۱): رواه ابن حبان في "صحیحه"، وكذا عزاه الحافظ في "الفتح" (۱: ۴۸۳) إلى ابن حبان وابن ماجه، ولم يتكلم عليه، فهو حسن أو صحيح عنده۔

۱۴۳۹- عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى جِمَارٍ أَتَانِ يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزَتْ الْإِخْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بَيْنِي إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَزْتُ بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضَ الصَّغَى، فَتَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّغَى، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ، رواه البخاري (۱: ۷۱)، ورواه البزار بلفظ: وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ لَيْسَ شَيْءٌ يَسْتُرُهُ كَذَا فِي الْفَتْحِ (۱: ۱۵۶)، وللحافظ، وقد مر في الباب السابق، وسند البزار صحيح أيضًا، كما في "النيل" (۲: ۲۵۶)۔

چلا ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں۔ بجز عبید اللہ اور اس کے چچا کے۔ سو عبید اللہ مختلف ذریعہ ہونے کی وجہ سے حسن اللہ سے ہے اور اس کا چچا مقبول ہے۔ اور نصب الراية میں ہے کہ اس کو ابن حبان نے اپنی تصحیح میں روایت کیا ہے اور فتح الباری میں اس کو ابن حبان اور ابن ماجہ کے حوالہ سے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے لہذا یہ ان کے قاعدہ سے حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے نماز کے سامنے سے گزرنے کا سخت گناہ ہوتا معلوم ہوا اور یہ بات زائد معلوم ہوئی کہ گزرتا اس وقت گناہ ہے جب کہ چوڑاں میں ہو اور اگر نماز کی سیدھ میں چلا جائے تو گناہ نہیں۔

۱۴۳۹: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ مادہ خر پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت قریب البلوغ تھا اور رسول اللہ ﷺ کو گوں کوٹنی میں نماز پڑھا رہے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے کوئی دیوار (وغیرہ بطور سترہ کے) نہ تھی۔ پس میں صف کے ایک حصہ کے سامنے سے گزرا۔ اور مادہ خر سے اتر پڑا اور اسے چہ نے چھوڑ دیا اور خود صف میں شامل ہو گیا۔ اور باوجود اس فعل کے مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور بزار نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسولی اللہ ﷺ فرض نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز نہ تھی جو آپ ﷺ کو چھپاتی ہو (تج)۔ اور یہ حدیث باب گذشتہ میں گذر چکی ہے۔ اور بزار کی سند بھی صحیح ہے جیسا کہ نسل میں مصرح ہے۔

فائدہ: مؤلف نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نماز کے سامنے گزرتا مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ابن عباسؓ پر صف کے ایک حصہ کے سامنے سے گزرنے پر اعتراض ہوتا بلکہ اس وقت ممنوع ہے جب کہ قریب سے گزرتا اور ابن عباس قریب سے نہ گزرتا ہوں گے بلکہ دور سے گزرتا ہوں گے اس لئے ان پر اعتراض نہ ہوا۔ نیز اس حدیث سے ابوسعید کی حدیث کہ "نماز کی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو نہ چھوڑے" کی تخصیص ہو گئی کہ ابوسعید کی حدیث امام اور مفرد کے ساتھ خاص ہے اور مقتدی کے سامنے سے گزرتا ممنوع نہیں، اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں اور بخاری میں مذکور ابو حذیفہ کی حدیث نمبر ۳۹۳ سے بھی یہی



۱۴۱۰۔ عن ابن جریج عن کثیر بن کثیر بن المطلب عن أبيه عن جده قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ - أَيْ النَّاسِ - سُرْتَةٌ - أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَأَصْحَابُ "السنن" أَيْضًا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَرِجَالُهُ مُوْتَقُونَ إِلَّا أَنَّهُ مَعْلُومٌ، فَقَدْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ أَحْمَدَ عَنْ ابْنِ عِيْنَةَ قَالَ: كَانَ ابْنُ جَرِيْجٍ أَخْبَرَنَا بِهِ هَكَذَا، فَلَقِيتُ كَثِيْرًا فَقَالَ: لَيْسَ مِنْ أَبِي سَمْعَةَ، وَلَكِنْ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ عَنْ جَدِي - قُلْتُ: ابْنُ جَرِيْجٍ حَافِظٌ مُتَّقِنٌ وَتَابِعَهُ ابْنُ عَمِّ الْمَطْلَبِ ابْنُ أَبِي وَدَاعَةَ عِنْدَ الطَّحَاوِيِّ (۱: ۲۶۷)، فَرَوَاهُ عَنْ كَثِيْرٍ مِنْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِذَلِكَ ۱۰ - فَلَعَلَّ كَثِيْرًا سَمِعَهُ أَوَّلًا مِنْ أَبِيهِ، ثُمَّ نَسِيَهُ فَرَوَاهُ عَنْ بَعْضِ أَهْلِهِ عَنْ جَدِهِ، وَأَنْكَرَ رَوَايَتَهُ عَنْ أَبِيهِ لِنَسْيَانِهِ، وَمِثْلُهُ لَا يَضُرُّ، وَنَاهَيْكَ بِصَحْتِهِ إِخْرَاجُ النَّسَائِيِّ (۱: ۱۲۳) [ياہ بطریق کثیر بن کثیر عن أبيه عن جده، و سکوتہ عنہ۔]

۱۴۱۱۔ عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ

معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے۔

۱۳۴۰۔ ابن جریج کثیر بن کثیر بن المطلب سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام میں ایسی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ ان کے اور (طواف کرنے والے) لوگوں کے درمیان کوئی چیز آ نہ تھی۔ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور اصحاب سنن نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کے راوی موقن ہیں لیکن ان میں نقص یہ ہے کہ کثیر نے اس کو اپنے باپ سے روایت کرنے سے انکار کیا ہے چنانچہ ابوداؤد نے احمد سے اور انہوں نے ابن عیینہ سے روایت کی ہے، کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے اسی طرح روایت کی تھی، سو میں کثیر سے ملا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اسے اپنے باپ سے نہیں سنا، بلکہ میرے بعض گھر کے آدمیوں نے میرے دادا سے روایت کی ہے۔ میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ یہ نقص کوئی نقص نہیں۔ کیونکہ ابن جریج حافظ متقن ہیں اور اس روایت میں متفرق بھی نہیں بلکہ مطلب بن ابی وداعہ کے بیچے کے بیٹے نے بھی اس کو کثیر بن کثیر سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ وہ اپنے باپ اور ان کے باپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی روایت کو طحاوی نے روایت کیا ہے جس ممکن ہے کہ انہوں نے اسے اپنے باپ سے سنا ہو اور روایت کر دیا ہو اس کے بعد بھول گئے ہوں اور اپنے گھر کے بعض آدمیوں سے روایت کیا ہو اور بھول جانے کی وجہ سے اپنے باپ کی روایت سے انکار کر دیا ہو، سو ایسا انکار یکہ بعض نہیں اور اس حدیث کی صحت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نسائی نے اس کو عن کثیر عن ابیہ عن جده روایت کر کے اس پر اعتراض نہیں کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھنے والے کے سامنے بلا سترہ کے طواف کر سکتے ہیں۔

۱۳۴۱۔ حضرت امام حسنؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کے قریب بلا سترہ کے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ مرد اور



يُطَوُّفُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ بِغَيْرِ سُرَّةٍ مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ، رواه الطبرانی فی "الكبير"، وفيه باسین الزیات وهو متروک ۱۰ (مجمع الزوائد: ۱۶۷: ۱)۔ قلت: کان من کبار فقہاء الکوفة و مفتیہا، وقال عبد الرزاق: أهل مكة يقولون: ابن جریج لم یسمع من ابن الزبیر، إنما سمع باسین، کذا فی "المیزان" للذهبی (۳: ۲۸۰)۔ قلت: ومثله لا یتروک لتهمه فی دینہ، فلعل ضعفه من قبل الحفظ والإتقان، أو للاشتغال بالفقه، زاد فی "الجوهر المضيئة" عن عباس الدورى سمعت ابن معین یقول: یاسین الزیات یمانی، وکان یفتی برأى أبی حنیفة، وإنما ذکرته اعتضاداً لما قبله۔

### باب استحباب رد المصلی المار بین یدیه

#### داخل السترة و بیان طریق الدفع

۱۴۴۲ھ حدثنا شبیب بن فروخ قال: ناہی لیمان بن المغيرة قال: نا ابن هلال۔

یعنی حمید۔ قال: بینما أنا وصاحب لی نتذاکر حدیثاً إذ قال أبو صالح السماء: أنا عورتم آیت ﷺ کے سامنے طواف کرتے تھے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں یاسین زیات ہیں جو کہ متروک ہیں۔ (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ یاسین کو ف کے بڑے فقہاء اور اہل فتویٰ میں سے تھے۔ عبد الرزاق نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج کو ابن زبیر سے سنا نہیں مگر یاسین زیات کو ہے۔ (میزان ذہبی) پس ایسا شخص دین میں متہم ہونے کی وجہ سے متروک نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ان کا ضعف حفظ و اتقان کی کمی۔ یا فقہ میں مشغولی کی وجہ سے ہوگا۔ جو اہر مہیضہ میں عباس دوری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابن معین سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ یاسین زیات یعنی تھے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے اور میں نے اس روایت کو پہلی روایت کی تائید کے لئے بیان کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حجر اسود کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ جب آپ ﷺ حجر اسود کے متصل نماز پڑھیں گے اور لوگ آپ ﷺ کے سامنے کو گزریں گے تو وہ ضرور آپ ﷺ کے موضع سجود میں سے گزریں گے۔ کیونکہ بین یدیک کا لفظ عرفاً قریب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور بعد کے لئے مستعمل نہیں ہوتا۔

باب نمازی کے سامنے سترہ کے اندر کو گزرنے والے کو لوٹا دینے کے مستحب ہونے اور

#### اس کے طریق کے بیان میں

۱۴۴۲ھ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ وہ جبہ کے دوڑ ایک اینٹی ٹی کی طرف نماز پڑھ رہے تھے جو ان کا لوگوں سے سترہ ہو گئی تھی کہ نبی الی معیط کا ایک جوان آدمی آیا اور چلا کہ ان کے سامنے سے گزرتا ہے تو ابو سعید نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر



أحدثك ما سمعت من أبي سعيد ورأيت منه، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَبِي سَعِيدٍ يُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، إِذْجَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ مِنْ بَنِي أَبِي مُعَيْطٍ أَرَادَ أَنْ يُجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَدَفَعَ فِي نَحْرِهِ فَنَظَرَ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيِ أَبِي سَعِيدٍ، فَعَادَ فَدَفَعَ فِي نَحْرِهِ أَشَدَّ مِنَ الدَّفْعَةِ الْأُولَى، فَمَثَلَ قَائِمًا فَتَالَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ، ثُمَّ زَاخَمَ النَّاسَ فَخَرَجَ فَدَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَى إِلَيْهِ مَا لَفِيَ، قَالَ: وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ عَلَى مَرْوَانَ، فَقَالَ لَهُ مَرْوَانَ: نَالَكَ وَلَإِنْ أَخْبَيْكَ جَاءَ يَشْكُوكُ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يُجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْ فِي نَحْرِهِ، فَإِنْ أَبَى فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ"، رواه مسلم (۱: ۱۹۷)، واللفظ له والبخاری، ورواه الإسماعيلي - أي في "مسندخرجه على البخاری" - بلفظ: "فَإِنْ أَبَى فَلْيَجْعَلْ يَدَهُ فِي صَدْرِهِ، وَيَدْفَعْهُ (فتح الباری ۱: ۴۸۱)۔"

بیچے کو بتایا اس پر اس نے دیکھا تو اسے سوائے ابوسعید کے سامنے کے اور کوئی گزرگاہ نہ نظر آئی اس لئے اس نے دوبارہ سامنے سے گزرتا چاہا تو ابوسعید نے اس مرتبہ دراز رو سے دھکا دیا جس پر وہ دوہیں کھڑا رہ گیا اور ابوسعید کو سخت ست کہنے لگا، اس کے بعد وہ لوگوں کو چکر کر نکل گیا، اور مروان کے پاس جا کر اس واقعہ کی شکایت کی۔ راوی کہتے ہیں کہ ابوسعید بھی مروان کے پاس گئے تو اس نے ان سے کہا کہ تمہارا اور تمہارے بیچے کا کیا قصہ ہے، وہ تمہاری شکایت کرنے آیا تھا۔ تب ابوسعید نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسی شے کی طرف نماز پڑھ رہا ہو جو اس کا لوگوں سے سترہ بنے، پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرتا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے ہٹا دے پس اگر وہ اس پر بھی نہ مانے تو چاہیے کہ اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور الفاظ مسلم کے ہیں۔ اور اسماعیلی نے اپنے مستخرج میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ اگر وہ نہ مانے تو اسے چاہیے کہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیل دے۔ (فتح الباری)

فائدہ: اس حدیث سے گزرنیوالے کو روک دینے کا احتیاب اور اس کا طریقہ معلوم ہوا کہ اول نرمی سے روکے اور اگر وہ نہ مانے تو سختی سے پیچھے کو دھکیل دے جیسا کہ اسماعیلی کی روایت اور ابوسعید کے طریقہ عمل سے ظاہر ہے۔ اور اس سے آپ ﷺ کے اس حکم کے کراسے چاہئے کہ اس سے لڑے معنی معلوم ہو گئے کہ اس سے ہتھیار سے جنگ مراد نہیں بلکہ سختی سے روکنا مراد ہے کیونکہ ابوسعید نے (جو حدیث کے راوی ہیں) اس پر یوں عمل نہیں کیا کہ گزرنے والے کا ہتھیار سے مقابلہ کیا ہو۔ بلکہ سختی سے روکا ہے اور اسماعیلی کی روایت میں اس کی تفسیر صاف لفظوں میں موجود ہے۔ نیز اسلاف کا اس پر اجماع ہے کہ اس سے مراد اذاعت ہی ہے نہ کہ حقیقی جنگ لہذا بعض شوافع کا اس سے حقیقی جنگ مراد لینا سراسر مروج اور غلط ہے۔



۱۴۴۳: حدیثنا أبو بکر بن أبی شیبۃ ثنا و کعب عن أسامة بن زید عن محمد بن قیس هو قاص عمر بن عبد العزيز عن أبيه عن أم سلمة رضى الله عنها ، قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي حُجْرَةٍ أَوْ سَلَمَةٍ ، فَمَرَّتَيْنِ يَذِيهِ عَبْدُ اللَّهِ أَوْ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ ، فَقَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا فَرَجَعَ ، فَمَرَّتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا فَمَضَتْ ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ : "هُنَّ أَغْلَبُ" - رواه ابن ماجه وعزاه فى "النيل" (۲: ۲۵۷) إلى أحمد أيضا ، وقال: الحديث فى إسناده مجهول ، وهو قيس المدني (لم يرو عنه غير ابنه) وبقية رجاله ثقات

۱۵: قلت: وسياىى الجواب عن هذا الطعن ، والحديث عندنا حسن -

۱۴۴۴: عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الْمُرُورَ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي يَقْطَعُ نِصْفَ صَلَاتِهِ ، رواه ابن أبى شيبه (فتح البارى ۱: ۴۸۲) وهو حسن أو صحيح على قاعدته -

۱۳۳۳: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عبد اللہ یا عمر بن ابی سلمہ نے آپ ﷺ کے سامنے سے گزر جانا چاہا تو آپ ﷺ نے اسے ہاتھ کے اشارہ سے روکا اور وہ لوٹ گیا۔ اس کے بعد زینب بنت ام سلمہ گزرنے لگی تو آپ ﷺ نے اسے بھی ہاتھ کے اشارہ سے روکا لیکن وہ نہ رکی اور سامنے سے گزر گئی۔ پس جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمر قوتوں میں خود راکئی زیادہ اور مادۂ اطاعت کم ہے یہ نسبت مردوں کے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور نعل میں اس کو احمد کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول العین شخص یعنی قیس مدنی ہے، جس سے اس کے بیٹے کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔ (صاحب نعل الاوطار کا یہ کہنا ہے کہ یہ قیس مدنی مجہول ہے غلط ہے کیونکہ اس کی روایت کو مسلم نے کتاب التوبہ میں اور نسائی وغیرہ نے ذکر کیا ہے پس یہ اختلاف معزز نہیں ہے اسی طرح اگر کسی راوی سے صرف اس کا بیٹا روایت کرے اور وہ بیٹا ثقہ ہو تو وہ روایت صحیح اور قاطل احتجاج ہوتی ہے جیسا کہ کتب ائمہ میں ایسی روایات مذکور ہیں۔ مزید تفصیل تدریب الراوی ص ۴۵ پر ملاحظہ فرمائیں مترجم)۔ اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں پس یہ حدیث کم از کم حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر گزرنے والا روکنے سے نہ رکے تو قوت سے روکنا لازم نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے زینب کو قوت سے نہیں روکا۔ پس قوت سے نہ روکنا افضل ہے اور قوت سے روکنا رخصت ہے۔

۱۳۳۳: حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرتا اس کی آدمی نماز خراب کرتا ہے (کیونکہ اس سے صورت نماز میں تو غلط نہیں آتا مگر عین نماز اور روح نماز یعنی شمع میں غلط پڑتا ہے) اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (فتح الباری) اور یہ حدیث حافظ کے قاعدہ پر حسن یا صحیح ہے۔



۱۴۴۵- عَنْ غَمَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَوْ يَعْلَمُ الْمُصَلِّي مَا يَنْقُصُ مِنْ صَلَاتِهِ بِالْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيْهِ مَاصِلِي إِلَّا إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ- رواه أبو نعيم، قال الحافظ: وهما وإن كانا موقوفين لفظاً فحكمهما حكم الرفع، لأن مثلهما لا يقال بالرأى (فتح الباری ۱: ۴۸۲)، قلت: وهذا الكلام يشعر بصحة الأثرين عنده-

### باب أن العمل القلبي لا يبطل الصلاة

۱۴۴۶- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ وَهُوَ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّائِبِينَ، فَإِذَا قُضِيَ الْبَدَاءُ أَقْبَلَ، حَتَّى إِذَا نُوبَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثَوُّبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ: أَذْكَرُ كَذَا أَذْكَرُ كَذَا، لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُهُ، حَتَّى يَظُلَّ الرَّجُلُ لَا يَذَرِي كَيْفَ صَلَّى" رواه البخاری (۱: ۸۵)، وزاد مسلم

۱۳۳۵- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر نماز پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز میں کیا کمی آتی ہے تو وہ کبھی بغیر کسی سترہ کے نماز نہ پڑھے۔ اس کو ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے ان دونوں روایتوں یعنی اثر ابن مسعود اور اثر عمرؓ کی نسبت کہا ہے کہ یہ دونوں اگرچہ لفظاً موقوف ہیں مگر حکماً مرفوع ہیں کیونکہ ایسی بات تیس سے نہیں کی جاسکتی۔ (فتح الباری) مؤلف کہتے ہیں کہ اس کلام میں ان دونوں روایتوں کی صحت کی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ: ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ نماز کے آگے سے گزرنے سے اس کی نماز میں نقصان آتا ہے، تو نمازی کو اس نقصان سے بچنے کے لئے گزرنے والے کو روکنا بہتر ہوگا۔ بشرطیکہ روکنے سے یہ نسبت ترک کے زیادہ نقصان نہ ہو ورنہ ترک افضل یا واجب ہوگا۔

تنبیہ: اس باب کی احادیث سے عمل قلیل کا غیر مفید صلوة ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو کہ اس سے تیسرے باب کا عنوان ہے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

### باب فعل قلب مفید صلوة نہیں

۱۳۳۶- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سنے۔ پس جب کہ مؤذن اذان ختم کرتا ہے تو پھر واپس آتا ہے اور جب اقامت کہی جاتی ہے تو پھر واپس چلا جاتا ہے۔ اور جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آتا ہے اور نماز کی اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ یعنی کہتا ہے فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر (یعنی ان باتوں کو یاد دلاتا ہے جو اس کے خیال میں تمہیں یہاں تک کہ آدمی (ان: ایالات میں الجہر کر) ایسا ہو جاتا ہے کہ اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم نے



(۲۱۱:۱) ”فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ“۔

۱۴۴۷ھ: عن حمran مولى عثمان بن عفان رضى الله عنهما أنه رأى عثمان رضى الله عنه دغا بالوضوء فدكر القصة يطولها، قال: ثم قال رأيت النبي ﷺ يتوضأ نحو وضوئى هذا، وقال: ”من توضأ نحو وضوئى هذا ثم صلى ركعتين لا يحدث فيهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه“، أخرجه البخارى ومسلم وأبو داود والنسائى، كذا فى ”عمدة الأحكام“ (۳۲:۳۳)، وحاشيته۔

۱۴۴۸ھ: عن عمر رضى الله عنه قال: إني لأخيب جزيّة البعريّ وأنا فى الصلوة، رواه ابن أبى شيبة، ورجاله ثقات (فتح البارى ۷۱:۳)۔

۱۴۴۹ھ: وعنه قال: إني لأجهز جيبى وأنا فى الصلوة، علقه البخارى ووصله ابن أبى شيبة بإسناد صحيح عن أبى عثمان النهدي عنه بهذا سواء (فتح البارى ۷۱:۳)۔

۱۴۵۰ھ: عن همام بن الحارث أن عمر رضى الله عنه سئل المغرب فلم يقرأ، فلما انصرف اتاوا برحالهيا ہے کہ جب کسی کو یہ یاد نہ رہے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو (یقین پر بناء کرے۔ اور) آخر میں بیٹھے ہوئے (سہو کے لئے) دو رکعت (مع تقدہ کے) کر لے۔

فائدہ: اس سے خیالات اور وساوس کا مفید صلوة نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۴۳۷ھ: حضرت عثمان بن عفان کے مولى حمran سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان کو دیکھا کہ آپ نے وضو کا پانی منگایا، اس کے بعد ایک مفصل مضمون بیان کیا۔ اس کے بعد کہا کہ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے میری طرح وضو کیا، اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص اس طرح وضو کرے، اس کے بعد یوں دو رکعتیں پڑھے کہ ان میں اپنے جی سے باتیں نہ کرے تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیگے۔ اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (عمدة الاحکام مع حاشیہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حدیث نفس مفید صلوة نہیں دہنہ بجائے اس کے ترک پر اگر کے بیان کے یوں کہا جاتا کہ جو شخص حدیث النفس میں مشغول ہو اس کی نماز نہ ہوگی۔ البتہ جس اجر کا شروع پر وعدہ کیا گیا ہے اس سے محروم ہو جائے گا۔

۱۴۳۸ھ: حضرت عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نماز میں بحرین کے جزیہ کا حساب کرتا ہوں۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (فتح الباری)

۱۴۳۹ھ: نیز حضرت عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نماز میں (نعم کے مقابلہ کے لئے) فوج ارسال کرتا ہوں (یعنی اس کی تدبیر کرتا ہوں) بخاری نے اس کو تعلقاً روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے اسے باسناد صحیح موصول روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

۱۴۵۰ھ: امام بن الحارث سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے مغرب کی نماز پڑھی تو اس میں قرأت نہیں کی پس جب آپ نماز سے



قَالُوا: يَا أَبَیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّكَ لَمْ تَقْرَأْ فَقَالَ اِنِّیْ حَدَّثْتُ نَفْسِیْ وَاَنَا فِی الصَّلَاةِ بِعَبْرِ جَهَنَّمَ  
مِنَ الْمَدِیْنَةِ حَتّٰی دَخَلْتُ الشَّامَ، ثُمَّ اَعَادَ وَاَعَادَ الْقِرَاءَةَ، رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فِی  
کِتَابِ الْمَسَائِلِ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ (فتح الباری ۷۱:۳)۔

### باب أن العمل القلیل لا یبطل الصلوة

۱۴۵۱۔ عن أبی قتادة الأنصاری رضی اللہ عنہ أنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَائِلٌ  
أَمَامَةً بِنْتُ زَيْنَبٍ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا بِنِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ غَنْدِ شَمْسٍ، فَإِذَا سَجَدَ  
وَضَعَهَا، وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (۷۴:۱) ولمسلم: زَايَنَةُ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمُ النَّاسِ  
وَأَمَامَةُ عَلَى غَائِبِهِ (فتح ۴۸۹:۱)۔

فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ آپؐ نے قرأت نہیں کی۔ انہوں نے فرمایا کہ بات یہ تھی کہ میں نماز میں اپنے جی سے اس قافلہ کے  
متعلق بات چیت کر رہا تھا جس کو میں نے مدینہ سے روانہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ شام (ملک) میں داخل ہوا (اس مشغولی میں قرأت  
سے ذہول ہو گیا) اس کے بعد نماز کا اعادہ کیا اور اس میں قرأت کی۔ اس کو صالح بن احمد نے کتاب المسائل میں روایت کیا ہے اور اس  
کے راوی ثقہ ہیں (فتح الباری)

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ عمل قلب مفید صلوٰۃ نہیں۔ ورنہ حضرت عمرؓ نماز میں ایسا نہ کرتے۔ یہ تو جب ہے کہ حضرت عمرؓ  
قصداً ایسا کرتے ہوں۔ اور اگر یہ خیالات ان کو الہامی طور پر آتے ہوں تو پھر وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر کلام نفسی بھی کلام لفظی کی طرح  
مفسد ہوتا تو قصد و عدم قصد دونوں صورتوں میں مفسد ہوتا اور اس صورت میں اعادہ نماز واجب ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ پس ثابت ہوا  
کہ کلام نفسی مفسد نہیں۔ باقی آپؐ کا نماز کا اعادہ کرنا اس بنا پر نہیں تھا کہ آپؐ خیالات میں متفرق تھے بلکہ اس بنا پر تھا کہ آپؐ نے  
قرأت نہیں کی تھی جو کہ فرض ہے لہذا ترک فرض کی وجہ سے اعادہ ہے۔

### باب عمل قلیل مفسد صلوٰۃ نہیں

۱۳۵۱۔ حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ، منہ و زنب اور ابی العاص کی بیٹی (رضی اللہ عنہم) یعنی اپنی نواسی کو اٹھائے  
ہوئے نماز پڑھ رہے تھے پس جس وقت کھدہ کرتے تو اسے اتار دیتے اور جس وقت کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے، اس کو بخاری نے روایت  
کیا ہے۔ اور مسلم نے یوں روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ امامہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے لوگوں کی امامت  
فرما رہے تھے۔ (فتح الباری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ فرض نماز کا تھا اور ابوداؤد کی روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل قلیل خود حضور ﷺ کی  
طرف سے تھا۔



۱۴۵۲- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أُمِدُّ رَجُلِي فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَرَفَعْتُهَا فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا، (رواه البخاری ۱: ۱۶۵۰)۔

۱۴۵۳- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي وَالْحَسَنُ عَلَى ظَهْرِهِ، فَإِذَا سَجَدَ نَعَاهُ، رَوَاهُ ابْنُ عَدَى، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ (التلخیص الحبیہ ۱: ۱۶)۔

۱۴۵۴- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً، فَقَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ غَرَضَ لِي فَنَسُدُّ عَلَيْهِ، لِيَقْطَعَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَأَمْكِنَنِي اللَّهُ مِنْهُ فَدَعَا الْحَدِيثَ، قَالَ النُّصْرَبِيُّ شَمِيلٌ: فَدَعَا بِالذَّالِ الْمَعْجَمَةِ أَيْ خَفَتَهُ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (۱: ۱۶۱)۔

۱۴۵۵- عَنْ الْأَزْهَرِيِّ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نَقَاتِلُ الْخُرُورِيَّةَ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى حُرُوبِ نَهْرٍ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَإِذَا لِحَافٌ ذَاتِيهِ بِيَدِهِ، فَجَعَلَتِ الدَّائِيَّةُ تَنَازَعُهُ وَجَعَلَ يَتَّبِعُهَا، قَالَ شُعْبَةُ: هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُولُ: اللَّهُمَّ افْعَلْ بِهَذَا الشُّنْخِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الشُّنْخُ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ، وَإِنِّي غَرَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِتَّ غَرَوَاتٍ أَوْ

۱۴۵۶- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کی حالت میں آپ ﷺ کے جب قبلہ میں پاؤں پھیلانے ہوئے ہوتی تھی، پس جب آپ ﷺ سجدہ کرتا چاہتے تو میرے پاؤں کو دبا دیتے (اور میں پاؤں ہٹا لیتی) پھر جب آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تو میں پھر پاؤں پھیلا لیتی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۴۵۷- حضرت انس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ حسنؓ آپ ﷺ کی پشت پر تھے۔ پس جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو آپ ﷺ نے انہیں اتار دیا۔ اس کو ابن عدی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (بخاری ص ۱۶۱)۔

۱۴۵۸- حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھی تو فرمایا کہ شیطان میرے سامنے آیا اور مجھ پر حملہ کیا تا کہ میری نماز قبیح کر دے جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کا گلا دبا دیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۴۵۹- ازہری بن قیس سے روایت ہے کہ ہم مقام اہواز میں خوارج سے جنگ کر رہے تھے پس اس اثنا میں کہ میں نہر کے کنارہ پر تھا کہ ایک شخص نماز پڑھنے آیا (اور نماز شروع کی)۔ اس کے گھوڑے کا لگام اس کے ہاتھ میں تھا، پس گھوڑا اس سے لگام چھڑانے لگا اور وہ اس کے پیچھے جانے لگا۔ شعبہ نے کہا ہے کہ یہ ابو ہریرہؓ تھے، پس خوارج میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اسے اللہ! اس بڑھے کے ساتھ ایسا اسیا کر (کہ نماز میں بھی گھوڑے کی مشغولی نہیں چھوڑتا) پس جب وہ بڑھے سے نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں نے تمہاری بات سنی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ جہاد کئے ہیں اور میں نے آپ ﷺ کی تسبیح و تحمید کا



سَمِعَ غَزْوَابَ أَوْ ثُمَانِي، وَشَهِدْتُ تَبَسِيرَهُ وَإِنِّي إِن كُنْتُ أَنْ أَرْجِعَ مَعَ دَائِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْزَا تَرْجِعَ إِلَيَّ مَالِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (۱: ۱۶۱)۔

۱۵۶: عن جابر رضي الله عنه في حديث الكسوف: ثُمَّ تَأَخَّرَ وَتَأَخَّرَتِ الصُّفُوفُ، خَلْفَهُ حَتَّى انْتَهَيْنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى انْتَهَى إِلَى النِّسَاءِ، ثُمَّ تَقَدَّمَ وَتَقَدَّمَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى قَامَ فِي مَقَامِهِ، الْحَدِيثُ، أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ (۱: ۲۹۷)۔

باب أن الدعاء في الصلاة بما لا يجوز لا يبطلها إذا لم يكن من كلام الناس  
۱۵۷: عن أبي هريرة رضي الله عنه قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ وَقُمْنَا مَعَهُ، فَقَالَ

شَابِكُ: کیا ہے (اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ فعل نماز کے منافی نہیں ہے) اور یہ بات کہ میں اپنے گھوڑے کو لئے ہوئے واپس ہوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اسے ایسی حالت میں چھوڑ دوں کہ وہ اپنے مانوس مقام کی طرف لوٹ جائے اور مجھے زحمت ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فَاكِدُ: ابو ہریرہؓ کا یہ فعل عملِ قلیل پر محمول ہے کیونکہ عملِ کثیر بالا جماع مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

۱۵۸: حضرت جابرؓ سے حدیث کسوف میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیچھے بیٹھے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے پیچھے کی صفیں بھی بیچھے نہیں یہاں تک کہ ہم عورتوں کے مقام تک پہنچ گئے اور ابو بکرؓ راوی حدیث نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کے مقام تک پہنچ گئے اس کے بعد آپ ﷺ آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے ساتھ لوگ بھی آگے بڑھے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فَاكِدُ: اس سے مشی فی الصلوٰۃ کا مفسد نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یوں کہا جائے گا کہ اس قدر مشی بدفعات تھی اور ہیثم و مسلسل تھی۔ ورنہ عملِ کثیر کی حد میں آ جائے گی اور عملِ کثیر بالا جماع مفسد ہے۔

فَاكِدُ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ عملِ قلیل مفسدِ صلوٰۃ نہیں البتہ عملِ قلیل اور عملِ کثیر کی پہچان میں مختلف اصول بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر وہ عمل جس میں دونوں ہاتھوں کی احتیاج ہو کثیر ہے اور جس عمل میں دونوں ہاتھوں کی ضرورت نہ ہو وہ قلیل ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ہر وہ عمل جسے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ نمازی نماز میں ہے تو وہ عملِ قلیل ہے اور اگر دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ نماز میں نہیں ہے تو وہ عملِ کثیر ہے اور یہی توجہ زیادہ صحیح ہے (بدائع متابع)

باب نماز میں نامناسب دعا مفسدِ صلوٰۃ نہیں بشرطیکہ وہ کلامِ ناس سے نہ ہو۔

۱۵۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوئے پس ایک گنوار نے نماز میں کہا کہ اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے سلام



أَغْرَابِي وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ: اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلَا تَرْزُقْ مَعَنَا أَحَدًا، فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ لِلْأَغْرَابِيِّ: "لَقَدْ تَعَجَّرْتَ وَاسِعًا"، يُرِيدُ رَحْمَةَ اللَّهِ - أَخْرَجَهُ الْجَمَاعَةُ غَيْرِ ابْنِ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ (نِيلِ الْأَوْطَار ۲: ۲۱۷)۔

### باب ماجاء فی إجابة الأبوين فی الصلاة

۱۴۵۸۔ قال الليث: حدثني جعفر بن ربيعة عن عبد الرحمن بن هرمز قال: قال أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: نَادَتْ امْرَأَةً ابْنَهَا، وَهُوَ فِي صُومَعَتِهِ قَالَتْ: يَا جَرِيحُ! قَالَ: اللَّهُمَّ أُنْبِ صَلَاتِي، فَقَالَتْ: يَا جَرِيحُ! قَالَ: اللَّهُمَّ أُنْبِ صَلَاتِي، قَالَتْ: يَا جَرِيحُ! قَالَ: اللَّهُمَّ أُنْبِ صَلَاتِي وَصَلَاتِي لَا يَمُوتُ جَرِيحٌ حَتَّى يَنْظُرَ فِي وَجْهِهِ النَّبِيُّ ﷺ، وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صُومَعَتِهِ زَاعِيَةً تَزْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ، فَقِيلَ لَهَا: بِمَنْ هَذَا الْوَلَدُ؟

پھر اتو اس گوار سے کہا کہ تو نے ایک فراخ چیز کو (جو کہ تمام عالم کو اپنے اندر سائے ہوئے ہے) یعنی خدا کی رحمت کو بہت تنگ کر دیا (کہ اس کو صرف دو شخصوں تک محدود کر دیا، یہ مناسب نہیں)۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے۔ بجز ابن ماجہ اور ترمذی کے (مثل) فائدہ: آپ نے اس دعا پر تو اعتراض کیا مگر نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رحمت وحدایت وغیرہ کی دعاء دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی کرنا مستحب ہے۔

### باب ماں باپ کو نماز میں جواب دینے کے بیان میں

۱۳۵۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور وہ اپنے عبادت خانہ میں (نماز میں مصروف) تھا، ماں نے کہا کہ اے جریج! (گریج ماں کی آواز سن کر متحیر ہوا اور) اس نے کہا کہ اے اللہ (میں کیا کروں ایک طرف) میری ماں ہے اور (دوسری طرف) میری نماز ہے، اس نے پھر پکارا کہ اے جریج! اس نے پھر یہی کہا کہ اے اللہ (میں کیا کروں ایک طرف) میری ماں ہے اور (دوسری طرف) میری نماز ہے (ماں کا خیال کہتا ہوں تو نماز کو نقصان پہنچتا ہے) نماز کا خیال کرتا ہوں تو ماں کو تکلیف ہوتی ہے)۔ اس نے (تیسری دفعہ) پھر کہا کہ اے جریج! اس نے پھر یہی کہا کہ اے اللہ (میں کیا کروں)۔ ایک طرف) میری ماں اور (دوسری طرف) میری نماز ہے (جب تیسری مرتبہ بھی جواب نہ دیا تب) اس (کی ماں نے) بددعا کی اور (اس کا اے اللہ جریج اس وقت تک نہ مرے جب تک وہ فاحشہ عورتوں کی صورت نہ دیکھ لے۔ (گریج کو اس کی یہ بددعا لگ گئی) اور (اس کی صورت یہ ہوئی کہ) اس کے عبادت خانہ کے قریب ایک عورت بکریاں چرا کرتی تھی۔ اس کو زنا سے بچ پیدا ہوا۔ اس پر اس سے پوچھا گیا کہ یہ بچ کس کا ہے اس نے کہا کہ جریج کا ہے۔ اس نے اپنے عبادت خانہ سے اتر کر میرے ساتھ زنا کیا تھا۔ جریج (کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس) نے کہا کہ کہاں ہے وہ عورت جو تہمت ہے کہ اس کا بچہ میرا ہے۔ (وہ عورت بلائی گئی تو) اس نے کہا کہ میں لڑکے تم



قَالَتْ: بَيْنَ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ هَذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي قَالَ يَابَانُوسُ! مَنْ أَنْتُكَ؟ قَالَ: زَاعِيُ النِّعَمِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (۱: ۶۱۱)، هَكَذَا تَعْلِيْقًا، وَوَصَلَهُ الْإِسْمَاعِيلِيُّ مِنْ طَرِيقِ عَاصِمِ بْنِ عَلِيٍّ أَحَدِ شَيْوخِ الْبُخَارِيِّ عَنِ اللَّيْثِ مَطْوَلًا، كَذَا فِي "فَتْحِ الْبَارِي" (۳: ۶۳)۔

۱۴۵۹۔ ناخفص (بن غياث) عن ابن أبي ذئب عن محمد بن المنكدر قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا دَعَيْتُكَ أُمَّتُكَ فِي الصَّلَاةِ فَأَجِبْهَا، وَإِذَا دَعَاكَ أَبُوكَ فَلَا تُجِبْهُ"، رَوَاهُ الْإِسْمَاعِيلِيُّ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي "مُصَنَّفِهِ" (۵۰۴) وَذَكَرَهُ الْعَيْنِيُّ فِي الْعَمْدَةِ (۳: ۷۱۶)، وَرِجَالُهُ خَرَجُوا لَهُ وَكَتَبُوا لَهُ بَابُ كُنْ هُوَ۔ اس نے کہا کہ فلاں چڑھا۔ اس کو بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ اور اسماعیلی نے اس کو موصول کہا ہے۔ (فتح الباری)

فائدہ: اور حسن بن سفیان وغیرہ نے حوثب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر جرجع ہوتا تو چاہتا کہ ماں کو جواب دینا اپنے رب کی (اس طرح) عبادت سے بہتر ہے (فتح الباری)

فائدہ: ان حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ نماز میں ماں کو جواب دینا اولیٰ ہے مگر شرط یہ کہ نماز نفل ہو۔ کیونکہ نفل میں وہ توسع ہے جو فرض میں نہیں اور نفل نماز تطوع ہے اور ماں کی پکار کا جواب دینا واجب ہے۔ (عمدة القاری) چنانچہ مہمان کی خاطر سے نفل روزہ توڑ دینا جائز ہے لیکن فرض روزہ نہیں توڑا جاسکتا۔ اس لئے جرجع کی نماز کو بھی نفل پر محمول کیا جائے گا۔

مترجم کہتا ہے کہ نفل و فرض کی یہ تفصیل نہ حدیث میں مذکور ہے اور نہ قیاس سے ثابت ہے۔ کیونکہ فرض روزہ اور فرض نماز میں فرق ہے۔ فرض روزہ اگر توڑ دیا جائے گا تو وہ قضا ہو جائے گا کیونکہ اس کے وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ایک مرتبہ توڑ کر دوبارہ وقت کے اندر رکھ دیا جائے برخلاف فرض نماز کے اس کے وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ ایک مرتبہ توڑ کر دوبارہ وقت کے اندر پڑھ لی جائے۔ پس اس بات میں نفل اور فرض نمازیں یکساں ہیں۔ برخلاف نفل و فرض روزہ کے کہ ان میں فرق ہے کیونکہ نفل روزہ توڑ دینے سے قضا نہیں ہوتا کیونکہ نفل کے لئے کوئی وقت معین نہیں پس اس کو ایک مرتبہ توڑ کر دوبارہ ادا کرنا ایسا ہے جیسا کہ فرض نماز کو ایک مرتبہ توڑ کر وقت کے اندر دوبارہ پڑھنا۔ برخلاف فرض روزہ کے کہ وہ توڑ دینے سے قضا ہو جائے گا۔ پس فرض نماز نفل نماز اور نفل روزہ کے ہے نہ کہ مثل فرض روزہ کے۔ اس لئے اس کا فرض روزہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ پس فرض نماز میں بھی نماز توڑ کر جواب دینا اولیٰ اور بہتر ہے۔

۱۴۵۹ھ۔ محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز میں تیری ماں تجھے بلائے تو اسے جواب دے اور جب تیرا باپ تجھے بلائے تو جواب نہ دے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں مگر یہ روایت مرسل ہے۔ اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب ماں اور باپ دونوں ایک وقت میں آواز دیں تو ماں کو جواب دے اور باپ کو نہ دے۔ (لیکن اگر یہ صورت ہو کہ کسی ماں یا باپ کو کھارتی ہے اور کسی باپ تو دونوں کو جواب دینا بہتر ہے۔)



رجال الجماعة إلا أنه مرسل، ومعناه: إذا دعواك معاً، كما يدل عليه الأثر الآتي۔

۱۴۶۰۔ عن بكر بن عبد الله بن الربيع الأنصاري رضي الله عنه مرفوعاً: "عَلِمُوا أَوْلَادَكُمْ السَّبَاحَةَ وَالرَّيَاثَةَ، وَنِعْمَ لَهُوَ الْمُؤْمِنَةُ فِي بَيْتِهَا الْمَغْرُلُ، وَإِذَا دَعَاكَ أَبَوَاكَ فَاجِبْ أُمَّكَ"، رواه ابن مندة في "المعرفة"، وأبو موسى في "الذيل"، والديلمی فی "مسند الفردوس" بإسناد ضعيف، لكن له شواهد، كذا في العزيزي (۲: ۴۰۴)، ورواه الديلمي بسند ضعيف أيضاً۔

۱۴۶۱۔ عن جابر رضي الله عنه مرفوعاً: "إِذَا كُنْتَ تُصَلِّي فِدَعَاكَ أَبَوَاكَ فَاجِبْ أُمَّكَ وَلَا تَجِبْ أَبَاكَ"۔ كذا في "كنز العمال" (۸: ۲۸۱)۔

۱۴۶۲۔ عن طلق بن علي رضي الله عنه مرفوعاً: لَوْ أَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ أَوْ أَحَدَهُمَا وَقَدْ افْتَتَحَتْ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَقُرَأَتِ الْفَاتِحَةُ، فَدَعَنْتِي أَبِي يَأْتِيهِمْ لَأَجِبْتُهُمَا، رواه أبو الشيخ، كذا في "كنز العمال" (۸: ۲۸۱)، ولم أقف له على سند، وإنما ذكرته اعتضاداً۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی فرض اور نفل کی تفصیل نہیں ہے لہذا فرض نماز میں بھی جواب دینا بہتر ہے۔

۱۴۶۰۔ بکر بن عبد اللہ بن الربیع انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو تیرا اور تیرا انداز کی سکھلاؤ اور گھر میں مومن عورت کے دل پہلانے کی چیز چھوہو اور جب تیرے ماں اور باپ دونوں تجھے بلائیں (اور تو دونوں کی اطاعت نہ کر سکے) تو ماں کی اطاعت کو مقدم کر۔ اس کو ابن مندہ نے معرفت میں اور ابو موسیٰ نے ذیل میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اپنا ضعیف روایت کیا ہے لیکن وہ وہیہ بالمشاہد ہے۔ (عزیزی)

فائدہ: اس روایت کو باب سے تعلق نہیں، کیونکہ حدیث میں عموم ہے کہ یہ بلا نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔ نیز اس میں اجابت فعلی کا ذکر ہے۔ کیونکہ اجابت فعلی ہی میں تعارض ہو سکتا ہے۔ اور اجابت قولی جو کہ نماز میں ہوتی ہے اس میں تعارض نہیں کیونکہ دونوں کو معاً جواب دیا جاسکتا ہے لہذا یہ حدیث مفید مدعا سے مؤلف نہیں۔

۱۴۶۱۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھتا ہو اور تجھے تیرے ماں اور باپ (جستہ یا خنرفہ) بلائیں تو تو ماں کی دعوت کا جواب دے اور باپ کی پکار کا جواب نہ دے۔ (کیونکہ باپ کے لئے نماز کو نہیں توڑا جاسکتا جیسا کہ محمد بن المنکدر کی روایت سے مفہوم ہوتا ہے) اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے (کنز العمال) لیکن ہم نے اس کو بطور تائید ہی پیش کیا ہے)

۱۴۶۲۔ طلق بن علی سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک ہوتا اور میں نے عشاء کی نماز شروع کی ہوتی اور فاتحہ پڑھ چکا ہوتا پھر میری ماں مجھے اے محمد! کہہ کر پکارتی تو میں اس حالت میں بھی اسے جواب دیتا۔ اس کو ابوالشیخ نے روایت کیا ہے (کنز العمال)



## أبواب مکروهات الصلاة

### باب کراهة العبث ومسح الحصى بغير ضرورة في الصلاة

۱۴۶۳ھ عن معقوب رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال: لَا تَمْسَحُ الْحَصَى وَأَنْتَ تُصَلِّي إِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَوَاجِدَةً، رواه الائمة الستة في "کتبہم" (زیلعی ۱: ۲۹۴)،

۱۴۶۴ھ حدثنا وكيع ثنا ابن أبي ذئب عن شرحبيل أبي سعد عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ مَسْحِ الْحَصَى فَقَالَ: "وَاجِدَةً، وَلَآنَ تُمَسِّكُ عَنْهَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ بَائِثَةٍ نَاقَةٍ كُلُّهَا سُوءُ الْحَدَقِ"۔ رواه ابن أبي شيبة في "مصنفه" (زیلعی ۱: ۲۶۴)، ورجاله رجال الجماعة غير شرحبيل، وهو مختلف فيه، كما تدل عليه ترجمته

مؤلف کہتا ہے کہ مجھے اس کی سند نہیں معلوم ہوئی۔ اس لئے میں نے اس کو صرف تائید اورایت کیا ہے۔

**فائدہ:** یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اجابت فی الصلوٰۃ ماں کے ساتھ مخصوص ہے اور باپ کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ جیسا کہ محمد بن الحنفیہ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجابت اُمّ نفل نماز کے سات مخصوص نہیں بلکہ فرض کا بھی وہی حکم ہے جو نفل کا۔

## مکروهات نماز (ان باتوں کا بیان جو نماز میں مکروہ ہیں)

### باب نماز میں فضول حرکتیں کرنا اور بلا ضرورت کنکریاں صاف کرنا مکروہ ہے

۱۳۶۳ھ۔ حضرت معقوبؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس حالت میں کہ تو نماز پڑھ رہا ہو، کنکریوں کو صاف نہ کر اور اگر بغیر درت تجھے کتنا ہی جو وصف ایک مرتبہ کر لے اس کو اسبابِ سحاح سے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ (زیلعی) **فائدہ:** اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز میں بلا ضرورت کنکریوں کا صاف کرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ اور ضرورت کی حالت میں ایک مرتبہ صاف کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس سے ضرورت دفع ہو جائے گی اور اس کے بعد حرکت فضول ہوگی۔

۱۳۶۳ھ۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (نماز کی حالت میں عجمہ کے مقام سے) کنکریاں صاف کرنے کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (ضرورت کے لئے) ایک مرتبہ اجازت ہے اور اگر تم (کسی قدر تکلیف گوارا کر لو اور) ایک مرتبہ بھی صاف نہ کرو تو یہ تمہارے لئے ان سوافتنیوں سے زیادہ بہتر ہوگا جن کی آنکھوں کے ڈھیلے سیاہ ہوں۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے (زیلعی) اور اس کے راوی علاوہ شرحبیل کے جماعت کے راوی ہیں۔ اور شرحبیل بھی قابلِ اعتماد ہیں کیونکہ ان کو ابن حبان نے ثقاہت میں ذکر کیا ہے۔ نیز ابن حبان اور ابن خزیمہ نے ان کی روایات کو اپنی ان کتابوں میں درج کیا ہے جن میں انہوں نے صحیح روایتیں درج کرنے کا التزام کیا ہے۔



فی "تہذیب التہذیب" (۴: ۳۲۰)، وفی "التقریب" (ص ۸۴): صدوق اختلط بآخروہ  
 ۱۔ قلت: ذکرہ ابن حبان فی "الثقات"، وخرج ہو وابن خزیمہ حدیثہ فی  
 "صحیحہما"، کما فی "تہذیب التہذیب"، فثبت أنہما لم یعمدا علی اختلاطہ  
 وجرحہ، ویفہم هذا المعنی من ترجمتہ فی "تہذیب التہذیب" بالنظر الدقیق۔

۱۴۶۵۔ نأخبرنا مالک أخبرنا مسلم بن أبی مریم عن علی بن عبد الرحمن المعادی أنه  
 قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَأَنَا غَبِثُ بِالْحَضِي فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفْتُ نَهَانِي وَقَالَ:  
 اِضْغَعْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَضْغَعُ الْخَ، رواه محمد (فی موطأ الإمام محمد ۱۰۶)،  
 ورجالہ رجال مسلم۔

۱۴۶۶۔ عن یحیی بن أبی کنیر مرسلاً أنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَرِهَ لَكُمْ سِتًّا: اَلْغَبِثُ فِي الصَّلَاةِ،  
 وَالْمَنُّ فِي الصَّدَقَةِ، وَالرُّثْفُ فِي الصِّيَامِ، وَالضَّخْكَ عِنْدَ الْقُبُورِ، الْحَدِيثُ، رواه سعید بن  
 منصور، کذا فی "الجامع الصغیر" للسیوطی، وضعفه بالرمز، ولكن ذکرته لکونه  
 متأیذا لما قبلہ (۷۱: ۱)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ بھی صاف نہ کرنا عزیمت ہے۔ اور بہتر ہے۔

۱۴۶۵۔ علی بن عبد الرحمن معادی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے نماز میں نکلنے سے کہتے  
 ہوئے دیکھا تو جس وقت میں نماز سے فارغ ہو کر لوٹنے لگا تو انہوں نے مجھے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تمہیں نماز میں وہی کام  
 کرنا چاہیے جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے (اور نکلنے سے کہنا ان افعال میں سے نہیں ہے لہذا اسے ترک کرنا چاہئے۔) اس کو امام محمد  
 نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے فضول حرکات کی کراہت معلوم ہوئی۔

۱۴۶۶۔ یحییٰ بن ابی کثیر سے مرسل طور پر روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے لئے چھ باتوں کو ناپسند فرمایا  
 ہے، نماز میں فضول حرکتیں کرنا، خیرات دے کر اسان جتنا روزہ میں فحش باتیں کرنا، قبروں کے قریب ہنسنا وغیرہ وغیرہ۔ اس کو سعید  
 بن منصور نے روایت کیا ہے اور گویوطی نے اس کو جامع صغیر میں ذکر کر کے اس کے ضعیف ہونے کا اشارہ کیا ہے مگر ہم نے اسے اس  
 لئے ذکر کیا ہے کہ روایات سابقہ اس کی تائید و تقویت ہوتی ہے۔

فائدہ: اس سے بھی فضول حرکات کا کمرہ ہونا ظاہر ہے۔



## باب النهی عن فرقة الأصابع

۱۴۶۷۔ حدثنا يحيى بن حكيم ثنا أبو قتيبة ثنا يونس بن أبي إسحاق وإسرائيل بن يونس عن أبي إسحاق عن العارث عن علي بن رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا تُفَقِّعْ أَصَابِعَكَ وَأَنْتَ فِي الصَّلَاةِ، رواه ابن ماجه (ص ۶۹/۱)۔ قلت: رجال إسناده ثقات، كما نرى غير العارث فإنه مختلف فيه، ولا يضر الاختلاف فيه۔

## باب النهی عن التخصر فی الصلاة

۱۴۶۸۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ التَّخْصُرِ فِي الصَّلَاةِ، رواه الجماعة إلا ابن ماجه (نيل الأوطار ۲: ۲۳۱)۔  
 ۱۴۶۹۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الْأَخْتِصَارُ فِي الصَّلَاةِ رَاخَةٌ أَهْلِ النَّارِ، رواه البيهقي قال العراقي: وظاهر إسناده الصحة (نيل الأوطار ۲: ۲۳۲)، ورواه ابن حبان في "صحيحه"، كما في "شرح الإحياء" (۳: ۹۲)، ولكن ليس فيه لفظ: في الصلاة،

## باب نماز میں انگلیاں چٹکانا ممنوع ہے

۱۳۶۷۔ حارث اعمور سے مروی ہے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس حالت میں کہ تم نماز میں ہو اس حالت میں انگلیاں نہ چٹکاؤ۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ بجز حارث اعمور کے کہ وہ مختلف فیہ ہے مگر اختلاف مضرب نہیں۔

فائدہ: نماز میں انگلیاں چٹکانا مکروہ تحریمی ہے (رد المحتار وجہ الرائق)

## باب نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے

۱۳۶۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے اندر کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے یا شامہ ابن ماجہ کے (نیل)

۱۳۶۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی حالت میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا دوزخیوں کے آرام لینے کے مشابہ ہے (کیونکہ وہ کوکھ پر ہاتھ رکھ کر آرام حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اس لئے نماز کے لئے یہ فعل مناسب نہیں۔ یہ معنی تو اس وقت ہیں جب کہ اہل نار سے مراد عام دوزخی ہوں اور اگر اس سے مراد خاص دوزخی یعنی یہود ہوں جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ فعل مشابہ ہے فعلی یہود کے کہ وہ نماز میں ایسا کرتے ہیں اس لئے مناسب



وفی "الترغیب" (۸۹:۱): عزاء الی "صحیحی ابن خزیمہ وابن حبان" بلفظ البیہقی۔

### باب النهی عن الالتفات فی الصلاة

۱۴۷۰۔ عَنْ غَائِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: "هُوَ إِخْتِلَافُ الشَّيْطَانِ مِنَ صَلَاةِ الْعَبْدِ"، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (۱۰:۱)۔  
 ۱۴۷۱۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "يَا بُنَيَّ! إِيَّاكَ وَالْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ هَلَكَةٌ، فَإِنْ كَانَ لَا يَذْفُقُ التَّطَوُّعَ لَا فِي الْفَرِيضَةِ"، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَنَهُ (۷۶:۱)۔

نہیں۔ مترجم) اس کو بتائی نے روایت کیا ہے۔ اور عراقی نے کہا ہے کہ بظاہر اس کی سند صحیح ہے (مثل الاوطار) اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے جیسا کہ شرح احیاء میں ہے لیکن اس میں فی الصلوٰۃ کا لفظ نہیں ہے اور ترفیع میں بتائی ہی کے لفظ سے اسے صحیح ابن حبان و صحیح ابن خزیمہ کی طرف منسوب کیا ہے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ابن حبان میں بھی لفظ فی الصلوٰۃ موجود ہے پس اگر صحیح ابن حبان میں یہ لفظ موجود ہے جیسا کہ ترفیع سے ظاہر ہے تب تو اس کا مضمون باب پر دلالت کرتا ظاہر ہے اور اگر اس میں یہ لفظ نہیں ہے جیسا کہ شرح احیاء سے معلوم ہوتا ہے تو یہ روایت مضمون باب پر اپنے اطلاق سے دلالت کرے گی۔ پس یہ روایت بہر حال ہمارے لئے مفید ہے۔ مترجم)۔

### باب نماز میں ادھر ادھر دیکھنا ممنوع ہے

۱۴۷۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں (من موڑ کر) ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان کا ایک جھوٹا ہے جس سے وہ آدمی کی نماز میں سے کچھ (برکات) جھپٹ لیتا ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ادھر ادھر دیکھنے کی ممانعت ظاہر ہے۔

۱۴۷۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹا! نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے بچ کیونکہ ایسا کرنا بڑی تباہی ہے (کیونکہ اس سے گونا گونا گوند نہ ہو مگر اس سے اس میں نقصان ضرور آتا ہے) اب اگر تمہیں ایسا کرنا ہی ہو تو خیر نفل میں کر لینا (کیونکہ اگر نفل سرے سے نہ پڑھتا تب بھی گنجائش تھی اب تو صرف نقصان ہی ہے)۔ اور فرض میں ہرگز نہ کرنا (کیونکہ فرض میں نقصان بڑے خسارہ کی بات ہے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا مکروہ ہے، مفید صلوٰۃ نہیں اور ترمذی میں جو آتا ہے کہ حضور ﷺ نماز میں دائیں بائیں دیکھتے تھے تو یہ بیان جواز پر یا ضرورت پر محمول ہے۔



### باب النهی عن الإقعاء

۱۴۷۲ھ عن أبی ہُرَیْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ بِثَلَاثٍ، وَنَهَانِي عَنْ ثَلَاثٍ، فَنَهَانِي عَنْ نَقْرَةٍ كَنَقْرَةِ الذَّنَبِ، وَإِقْعَاءِ كَأَقْعَاءِ الْكَلْبِ، وَالتَّفَاتِ كَالْتَفَاتِ الثَّغْلَبِ، رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو يَعْلَى وَالطَّبْرَانِيُّ فِي "الْأَوْسَطِ" وَإِسْنَادُ أَحْمَدَ حَسَنٌ (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۳)۔

۱۴۷۳ھ عن الحارث عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "يَا عَلِيُّ! أَحِبُّ لَكَ مَا أَحَبُّ لِنَفْسِي، وَأَكْرَهُ لَكَ مَا أَكْرَهُ لِنَفْسِي، لَا تَقْعُ بَيْنَ السَّخَدَتَيْنِ"، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (۴۷: ۱)، وَالْحَارِثُ مُخْتَلَفٌ فِيهِ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ رِجَالُ مُسْلِمٍ، فَالْإِسْنَادُ مُحْتَجٌّ بِهِ۔

### باب کتے کی نشست بیٹھنا ممنوع ہے

۱۴۷۲ھ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے نہایت ہی گہرے دوست (محمد رسول اللہ ﷺ) نے مجھے تین باتوں کا حکم دیا اور تین باتوں سے منع کیا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے مرغوں کی طرح ٹھونکنے مارنے (یعنی جلدی جلدی نماز پڑھنے) سے اور (نماز کے اندر) کتے کی نشست بیٹھنے سے اور لمبائی کی طرح ادھر ادھر دیکھنے سے منع فرمایا، اس کو امام احمد اور ابویعلیٰ نے اور بیہم اوسط میں طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی سند حسن ہے (مجمع الزوائد)۔

۱۴۷۳ھ۔ حارث اور سے روایت ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! میں تمہارے لئے وہی شئی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لئے وہی شئی ناپسند کرتا ہوں جو کہ اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں (اس تنبیہ کے بعد میں تم سے کہتا ہوں کہ) تم دو وجہوں کے درمیان کتے کی نشست نہ بیٹھنا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں حارث مختلف فیہ ہے اور اختلاف معزز نہیں۔ اور باقی تمام راوی مسلم کے راوی ہیں۔ لہذا حدیث قابلِ حجت ہے۔

**فائدہ:** کتے کی نشست سے مراد یہ ہے کہ اپنی سرین زمین پر رکھ کر اپنی دونوں پنڈلیاں کھڑی کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ دے۔ اور بعض نے کہا کہ کتے کی نشست سے مراد یہ ہے کہ اپنے پاؤں کو کھڑا کر کے اس کی ایڑیوں پر بیٹھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔ بہر حال یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ اس میں جلسہ مسنونہ کا ترک لازم آتا ہے اور ترک سنت کراہت سے خالی نہیں۔ لہذا ابی الدانق و عتایہ البیان و ابی (تفہیم النہایہ۔ ۲: ۲۳۴) باقی مسلم میں ابن عباسؓ سے اور بیہم میں ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ سے جو اقواء کرنا معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حالت عذر پر محمول ہے (بشرطیکہ یہ بیٹھنا ان کی طرف سے نماز میں ثابت ہو) جیسا کہ موطا مالک میں ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس طرح بیٹھنا سب صلوٰۃ نہیں بلکہ میں اپنی بیماری کی وجہ سے اسے ترجیح دیتا ہوں۔ ورنہ خارج صلوٰۃ پر محمول ہوگا۔ نیز اگر مانع اور صبح میں تعارض ہو تو تاریخ کے معلوم نہ ہونے کی صورت میں مانع راجح ہوتا ہے۔ لہذا ایسا بیٹھنا مکروہ ہوگا۔



### باب النهی عن رفع البصر إلى السماء في الصلاة

۱۴۷۴: عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَيْتَنَّهُنَّ أَقْوَامٌ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ أَوْ لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ (۱۸۰:۱)۔

### باب النهی عن الصلاة حال كون المصلی معقوص الشعر

۱۴۷۵: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُضَلَّى الرَّجُلُ وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ، رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي "الكبير"، وَرِجَالَهُ رَجَالُ الصَّحِيحِ، (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۶)۔

۱۴۷۶: عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّهُ مَرَّ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَهُوَ يُصَلِّي وَكَانَ عَقَصَ صَفَرَتَهُ فِي قَفَاهُ فَحَمَاهُ، فَانْتَفَتَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ مُغَضِبًا، فَقَالَ: أَقْبِلْ عَلَيَّ صَلَاتِكَ وَلَا تَغَضِبْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (۵: ۱)، وَقَالَ: حَسَنٌ۔

### باب نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا ممنوع ہے

۱۴۷۴: حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں وہ باز آ جائیں ورنہ (ان کی نظریں جحیم لی جائیگی اور) وہ ان کی طرف واپس نہ کی جائیں گی۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

### باب بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا ممنوع ہے

۱۴۷۵: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ مرد ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ اس کا سر بندھا ہو۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)

۱۴۷۶: حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ حسن بن علیؓ پر ایسی حالت میں ان کا گدہ بوا کہ وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ انہوں نے اپنے سر کے بالوں کو گوندھ کر ان کو سر کی پچلی طرف باندھ رکھا تھا۔ سوانہوں نے (یہ حالت دیکھ کر) ان کو کھول دیا۔ حسن نے غصہ ہو کر ان کی طرف کس نکھیں سے دیکھا (کہ میں نے تو محنت سے بال باندھے تھے اور تم نے باوجود ان کو کھول دیا) اس پر انہوں نے کہا کہ غصہ نہ کیجئے نماز پڑھتے رہے کیونکہ میں نے (انکو باوجود نہیں کھوا) بکہ۔ رسول اللہ ﷺ نے سناتے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ یہ (فعل) بوجہ اپنے ممنوع ہونے کے (شیطان کا حصہ ہے) اور اس سے ذریعہ سے نماز میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے (اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: جوڑا باندھنے کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں بہر حال تمام صورتیں احادیث بائیں بنا پر مرد و تحریمی ہیں۔



### باب النهی عن کف الشعر والشوب

۱۴۷۷- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "أَبْرُتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَغْطُمٍ وَلَا أَكُثُّ شَعْرًا وَلَا تَوْبًا"، رواه البخاری (۱۱۳:۱)۔

### باب النهی عن السدل و عن تغطية الفم في الصلاة

۱۴۷۸- عَنْ عطاء عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يَغْطِيَ الرَّجُلُ فَاَهُ ، رواه أبو داود (۲۴۵:۱)، وفي "الزليعي" (۲:۲۶۹) : ورواه ابن حبان في "صحيحه"، والحاكم في "المستدرک"، وقال الحاكم : حديث صحيح على شرط الشيخين ۱، وعزاه العزیزی (۳:۳۹۱) إلى الإمام أحمد والأربعة، ثم قال : بإسناد صحيح۔

باب النهی عن قیام الإمام فوق مقام المأمومین و کراهة قیامه فی المحراب

۱۴۷۹- عَنْ همام أَنَّ حُذَيْفَةَ أُمَّ النَّاسِ بِالْمَدَائِنِ عَلَى دُكَّانٍ فَأَخَذَ أَبُو مَسْعُودٍ بِقَمِيصِهِ

### باب بالوں اور کپڑے کو سینٹا ممنوع ہے

۱۴۷۷- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سات ہڈیوں پر جدہ کرنے کا حکم کیا گیا ہے اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں (نماز کے اندر جدہ کی حالت میں) نہ بالوں کو سینٹوں اور نہ کپڑے کو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

### باب نماز میں چادر کو بلا آٹھل کے اوڑھنا اور منہ کو (ہاتھ وغیرہ سے) بند کرنا ممنوع ہے

۱۴۷۸- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں چادر کو بلا آٹھل کے اوڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی کہ آدمی نماز میں اپنا منہ بند کرے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور شرط شیخین پر کہا ہے اور عزیزی نے اس کو امام احمد اور سنن اربعہ کی طرف نسبت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ انہوں نے اسے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔

### باب مقتدیوں کے بنسبت امام کا اونچی جگہ پر کھڑا ہونا اور اسکے محراب کے اندر کھڑا ہونا ممنوع ہے

۱۴۷۹- امام سے مروی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے مقام مدائن میں ایک چبوترہ کے اوپر کھڑے ہو کر لوگوں کی امامت کی، اس پر







كَانَتْ لِبَلْكَانَيسٍ فَلَا تَسْبَهُوْا بِأَهْلِ الْكِتَابِ، يَغْنَى أَنَّهُ كَرِهَ الصَّلَاةَ فِي الطَّلَاقِ، رَوَاهُ الْبَزَارُ وَرَجَالُهُ مُوْتَقُونَ (مجمع الزوائد ۱: ۱۴۸)۔

### باب عدم کراہۃ الصلاۃ الی ظہر رجل يتحدث

۱۴۸۳۔ حدثنا وكيع عن هشام بن الغاز عن نافع قال: كَانَ ابْنُ عُمرَ إِذَا لَمْ يَجِدْ سَبِيلاً إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ قَالَ لِي: وَلَيْتَنِي ظَهَرْتُكَ، رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي "مُصَنَّفِهِ" (زَيْلَعِي ۱: ۲۶۹)، وَرَجَالُهُ رِجَالُ الْجَمَاعَةِ إِلَّا أَنَّ مُسْلِمًا لَمْ يَخْرُجْ لَهُ شَامٌ هَذَا۔

### باب عدم کراہۃ الصلاۃ الی السیف ونحوہ

۱۴۸۴۔ عَنْ ابْنِ عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَزْكُرُ الْعَنْزَةَ وَ يُصَلِّيُ إِلَيْهَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ اہل میں معابد یہود کے لئے تھیں (جو کہ اس غرض کے لئے بنائی جاتی تھیں کہ امام ان میں کھڑے ہو کر امامت کرے) تو تم ایسا کر کے اہل کتاب کے مشابہ نہ بنو۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو ناپسند فرمایا، اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کردہ ہیں (مجمع الزوائد)

**فائدہ:** ترجمہ سے یہ اشکال بھی دور ہو گیا کہ خود محراب میں بنانے میں بھی اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ ہے۔ کیونکہ یہود کے محرابوں کے بنانے کی غرض اوتھتی یعنی امام کا اس کے اندر کھڑا ہونا اور ہمارے محراب میں بنانے کی غرض یہ نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر محراب سے باہر کھڑے ہو کر سجدہ محراب میں کرے تو جائز ہے۔

باب کسی ایسے شخص کی پیٹھ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جو بیٹھا ہو یا تہمتیں کرتا ہو یا خاموش ہو مگر

نماز نہ پڑھتا ہو، مکروہ نہیں ہے

۱۴۸۳۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جس وقت کسی ستون کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو مجھ سے فرماتے کہ تم میری طرف پیٹھ کرلو (تا کہ تم سترہ بن جاؤ) اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (زیلعی) اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔ بجز ہشام ابن الغزالی کے کہ اس سے صرف مسلم نے روایت نہیں کی۔

**فائدہ:** مضمون ظاہر ہے کہ چونکہ ابن عمرؓ نے نافع کو صرف اپنی طرف پیٹھ کرنے کا حکم دیا اور یہ نہیں کہا کہ تم کوئی بات نہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا باتیں کرنا مضر نہیں بشرطیکہ باتیں ایسی نہ ہوں جو متوش قلب مصلی ہوں، البتہ کسی آدمی کے چہرے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ اس پر نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت کی احادیث دال ہیں۔

باب تلوار وغیرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں:

۱۴۸۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (سترہ کے لئے) چھوٹا نیزہ گاڑ کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے



### باب کراهۃ الصلاۃ بالتمائیل فی بعض الصور

۱۴۸۵- عَنْ غَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جِبْرِئِيلُ فِي سَاعَةِ يَأْتِيهِ فِيهَا، فَجَاءَتْ بِكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ، وَفِي يَدِهِ عَصَا، فَأَلْقَاهَا مِنْ يَدِهِ، وَقَالَ: "مَا يَخْلِفُ اللَّهُ وَغَدَهُ وَلَا رُسُلُهُ ثُمَّ التَفَتَ فَإِذَا جَرُّوْهُ كَلْبٌ تَحْتَ سَرِيرِهِ، فَقَالَ: يَا غَائِشَةُ! مَنَى دَخَلَ هَذَا الْكَلْبُ هَهُنَا؟ فَقَالَتْ: وَاللَّهِ مَا دَرَيْتُ فَأَمَرَّ بِهِ فَأَخْرَجَ، فَجَاءَ جِبْرِئِيلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَاعْدَتْنِي فَجَلَسْتُ لَكَ فَلَمْ تَأْتِ؟" فَقَالَ: مَنَعْنِي الْكَلْبُ الَّذِي فِي بَيْتِكَ، إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا سُورَةٌ" رواه مسلم (۱۹۹:۲)۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے نیزے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ پس کواد وغیرہ دوسرے ہتھیاروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ نہ ہوگا۔

### باب بعض حالات میں تصاویر کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے:

۱۴۸۵- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں فلاں وقت آپ ﷺ کے پاس آؤں گا۔ چنانچہ آپ نے اس وقت پرانے آنے کا انتظار کیا لیکن وہ اس وقت نہ آئے، رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت انہی تھی، آپ ﷺ نے اسے ہاتھ سے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ نہ خدا وعدہ ظالی کرتا ہے اور نہ اس کے پیغام رساں، (آخر بات ہے تو کیا ہے) اس کے بعد آپ ﷺ نے منہ موڑا تو دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ﷺ کے چنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ! یہ پلا یہاں کب آیا تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ اللہ مجھے خبر نہیں۔ آپ ﷺ نے اس کے کٹالے کا حکم دیا اور وہ نکال دیا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ نے مجھ سے فلاں وقت آنے کا وعدہ فرمایا تھا، میں انتظار میں بیٹھا رہا۔ لیکن آپ تشریف نہ لائے (اس کی کیا وجہ ہے؟) انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کتے نے آنے سے روکا جو آپ کے مکان میں موجود تھا کیونکہ ہم اس گھر میں نہیں جاتے جہاں کتا یا تصویر ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: تصویر سے مراد ذی روح کی تصویر ہے کیونکہ غیر ذی روح مثلاً درخت وغیرہ کی تصویر مکروہ نہیں، اسی طرح اگر تصویر نمازی کے موضوع قیام میں ہو تو جب بھی نماز مکروہ نہیں کیونکہ اس طریقے سے تصویر کی عبادت نہیں بلکہ اس کی احسان ہے اسی طرح اگر تصویر نہایت چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو نظر نہ آئے تب بھی اس کے ہوتے ہوئے نماز مکروہ نہیں کیونکہ نہایت چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی۔



### باب کراهۃ تغمیض البصر فی الصلاة

۱۴۸۶- عَنْ ابْنِ عُثَّامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلَا يُغَمِّضُ عَيْنَيْهِ"، رواه الطبرانی فی "الثلاثة" (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۵)۔

### باب کراهۃ التثاؤب والعطاس فی الصلاة

۱۴۸۷- عَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْكُرُ التَّثَاؤُبَ فِي الصَّلَاةِ، رواه الطبرانی فی "الكبير" (الجامع الصغير ۲: ۱۰۲)، وحسنه برمزہ۔

۱۴۸۸- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَلْتَثَاؤُبُ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا نَاءَ بَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ، رواه الترمذی وقال: حسن صحيح (۱: ۴۹۱)۔

### نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے

۱۳۸۶- حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔ اس کو طبرانی نے اپنی معارج مشکوٰۃ میں روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد)

فائدہ: سنت یہ ہے کہ نماز میں نظر موضح ہو اور آنکھیں بند کرنے میں اس سنت کا ترک لازم آتا ہے اس لئے آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے۔ نیز چونکہ ہر عضو کا عبادت میں حصہ ہے اسی طرح آنکھ کا بھی عبادت میں حصہ ہے اور وہ موضح ہو کر دیکھنا ہے، نیز آنکھیں بند کرنے کو حدیث میں فعل یہ بود کہا گیا ہے اس لئے بھی مکروہ ہے۔ البتہ اگر دیکھنے میں خشوع میں کمی کا خوف ہو تو آنکھیں بند کرنے میں کوئی کراہت نہیں بلکہ آنکھیں بند کرنا افضل ہوگا کیونکہ مقصود تو کمال خشوع ہے۔ (بدائع ۲: ۲۷۷)

### باب نماز میں جمائی لینا اور چھینکنا مکروہ ہیں:

۱۳۸۷- حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں جمائی لینے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور جامع صغیر میں اس کو بیان کر کے اس کے حسن ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت میں جمائی کی کراہت مخصوص ہے لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر جمائی اختیار سے ہو تو اس کی کراہت شرعی ہوگی اور اگر بلا اختیار ہو تو اس کی کراہت طبعی ہوگی۔

۱۳۸۸- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں جمائی کا آنا شیطان کے اثر سے ہے لہذا جس وقت کسی کو جمائی آنے تو اس کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے منہ کو بند کرے (تا کہ حتی الامکان مزاحمت و دفعہ شیطان متحقق ہو اور شیطان پورے طور پر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔



۱۴۸۹۔ عن أبي اليقظان عن عدى بن ثابت عن أبيه عن جده رضى الله عنه رفعه قال: "الْعُطَاسُ وَ النَّعَاسُ وَ التَّنَاقُطُ فِي الصَّلَاةِ وَ الْخَيْضُ وَ الْقَيْءُ وَ الرُّعَاثُ بَيْنَ الشَّيْطَانِ"، رواه الترمذی (۹۹:۲)، وقال: غریب لا نعرفه إلا من حدیث شریک عن أبي اليقظان ۱۷، قلت وله شاهد موقوفاً۔

۱۴۹۰۔ عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: "التَّنَاقُطُ وَ الْعُطَاسُ فِي الصَّلَاةِ بَيْنَ الشَّيْطَانِ"، رواه الطبرانی فی "الكبير"، ورجالہ موثقون (مجمع الزوائد ۱۷۶:۱)۔

### باب کراهة الصلاة مع مدافعة الأخبثين

۱۴۹۱۔ عن غائصة أني سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا وَهُوَ يَذِافِعُ الْأَخْبَثَانِ"، رواه مسلم (۲۰۸:۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں بلا اختیار جمائی کا آنا مکروہ شرعی نہیں بلکہ مکروہ طبعی ہے، ہاں جمائی آنے کی حالت میں مزہ کھانا مکروہ شرعی ہے۔

۱۴۹۲۔ عدى بن ثابت کے دادا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چھینک، اگھ، جمائی، خض، تے، نکیر، یہ سب شیطان کی طرف سے ہیں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، ہمیں جہاں تک علم ہے اس کے روایت کرنے ۱۰۔ صرف شریک ہیں جو کہ اس کو ابو الیقظان سے روایت کرتے ہیں۔ (میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے شواہد میں پس حدیث حسن ہے)۔ ۱۴۹۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نماز میں جمائی اور چھینک شیطان کے اثر سے ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں۔ (مجمع الزوائد)

فائدہ: اس روایت میں اور اس کے اوپر والی روایت میں نماز میں چھینک کو اثر شیطان فرمایا ہے اس لئے مکروہ ہوگی، مگر مترجم کہتا ہے کہ کسب مذہب میں چھینک کی کراہت میری نظر سے نہیں گذری اور نہ صرف اثر شیطان ہو تا کراہت کی دلیل ہو سکتا ہے کیونکہ اوپر والی روایت میں خض، تے اور رعاث کو بھی اثر شیطان فرمایا گیا ہے حالانکہ وہ مکروہ شرعی نہیں۔ باقی یہ اعتراض کہ حدیث ابو ہریرہ میں (جو معصف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے) فرمایا گیا ہے کہ اللہ چھینک کو پسند فرماتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شدہ عطاس (چھینک) یا نماز میں عمدہ چھینک لینا مکروہ ہے اس لئے حضرت ابو ہریرہ کی موقوف حدیث غیر عمدہ یا غیر شدت پر محمول ہوگی۔

### باب پاخانہ پیشاب کے تقاضے کی حالت میں نماز مکروہ ہے

۱۴۹۴۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کھانے کی موجودگی اور پاخانہ پیشاب کے تقاضے کی حالت میں نماز (مناسب) نہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔



۱۴۹۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَا يَجِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَقَنٌ حَتَّى يَتَخَفَتْ"، رواه أبو داود (۳۴:۱)، وسكت عنه، وأخرجه  
الحاكم في "المستدرک"، كما في "کنز العمال" (۱۱۲:۴)، ولم يتعبه بشيء، فيرو  
صحيح على قاعدته۔

### باب کراهة التشمیک فی الصلاة وفي مقدما تھا

۱۴۹۳- عَنْ مَوْلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ: بَيْنَا أَنَا مَعَ أَبِي سَعِيدٍ، وَهُوَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
إِذَا دَخَلْنَا الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ فِي وَسْطِ الْمَسْجِدِ مُخْبِئًا مُشَبَّكَ أَصَابِعَهُ بَعْضُهَا فِي  
بَعْضٍ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمْ يَقْطِعِ الرَّجُلُ لِإِشَارَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ  
أَبِي سَعِيدٍ، فَقَالَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكُنْ، فَإِنَّ التَّشْبِيكَ مِنَ الشَّيْطَانِ،

۱۳۹۲- حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے لئے جو  
خدا اور نبی پر ایمان رکھتا ہو یہ بات (پورے طور پر) حلال نہیں کہ وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ وہ پانچاں پیشاب کو روکے ہوئے  
ہو۔۔۔ (نہ وہ (ان سے فارغ ہو کر) بچکا ہو جائے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے، اور اس پر سکت کیا ہے۔ نیز اسے حاکم نے  
متدرک میں روایت کیا ہے، اور اس کو کنز العمال میں نقل کر کے اس پر کلام نہیں کیا ہے لہذا وہ ان کے قاعدہ پر صحیح ہوگی۔

فائدہ ۵: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر اہت کی وجہ سے یہ کہ شدت بھوک یا قحطائے  
پیشاب، پانچاں کی حالت میں نماز میں شروع اور اطمینان حاصل نہ ہوگا البتہ اگر وقت کم ہو اور پیشاب یا قحط یا کھانے میں مشغولیت کی  
صورت میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ حفاظتِ وقت حصولِ خشوع سے اہم اور  
ضروری ہے۔

### باب نماز اور متعلقات نماز میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا مکروہ ہے

۱۳۹۳- حضرت ابوسعید خدریؓ کے ایک آزاد کردہ غلام جو کہ صحابی ہیں کہتے ہیں کہ میں ابوسعید کے ساتھ تھا اور ابوسعید رسول اللہ ﷺ  
کے ساتھ تھے۔ اسی حالت میں ہم مسجد میں داخل ہوئے، پس ہم دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص گوٹ مارے انگلیوں میں انگلیاں ڈالے  
ہوئے وسط مسجد میں بیٹھا ہے، اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک خاص اشارہ کیا لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کے اشارہ کو نہ  
سمجھا۔ اس پر آپ ﷺ نے ابوسعید کی طرف ملامت ہو کر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں ہو تو اس کو چاہئے کہ انگلیوں میں  
انگلیاں نہ ڈالے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے اور تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز میں ہوتا ہے جب تک کہ وہ مسجد میں ہے  
تاکہ تم اس سے بچ سکو۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (مجمع الزوائد)



وَأَن اخذكم لا يزال في صلاة ما كان في المسجد حتى يخرج منه ، رواه أحمد وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱: ۱۵۲)۔

۱۴۹۴۔ عن كعب بن عجرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : " إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ ثُمَّ خَرَجَ غَائِبًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي الصَّلَاةِ "۔ رواه أبو داود وصححه ابن خزيمة وابن حبان (فتح الباری ۱: ۴۶۸)۔

۱۴۹۵۔ عن كعب بن عجرة رضى الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا قَدْ شَبَّكَ أَصَابِعَهُ فِي الصَّلَاةِ ، فَفَرَّجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ، رواه ابن ماجه (ص ۶۹)، رجاله رجال الجماعة إلا شيخ ابن ماجه، وهو صدوق له غرائب، فالسند يحنث به۔

### باب الكراهة عن اشتغال الصماء في الصلاة

۱۴۹۶۔ عن أبي سعيد الخدري رضى الله عنه قَالَ : "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ" ، وَاللَّبْسَتَانِ : اِشْتِمَالُ الصَّمَاءِ ، وَالصَّمَاءُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلَى أَحَدِ عَاتِقَيْهِ ، فَيَبْدُو أَحَدُ شِقَيْهِ قَائِمًا ؛ جب صلوة محکم (یعنی صرف مسجد میں ہونے کی حالت) میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی ممانعت ہے تو صلوة حقیقی میں اس کی ممانعت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔ الغرض صلوة محکم میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی کراہت عبارت الھس سے اور صلوة حقیقی میں اس کی کراہت عبارت الھس سے ثابت ہوئی اور یہی حکم تمام توابع صلوة کا ہے کہ ہر تابع صلوة کی حالت میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا مکروہ ہے البتہ صلوة محکم و حقیقی سے باہر انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا اگر اراۃ اصابع کے لئے ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ خود حضور ﷺ نے المؤمن للمومن کالبینان فرماتے ہوئے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر سمجھایا۔

۱۴۹۷۔ حضرت کعب بن جرحہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص وضو کر چکے اور اس کے بعد مسجد کے قصد سے چلو تو اس کو چاہئے کہ وہ انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے کیونکہ وہ اس حالت میں (صماء) نماز میں ہے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے (فتح الباری)۔

۱۴۹۸۔ حضرت کعب بن جرحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے اندر انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے ہے تو آپ ﷺ نے اس کی انگلیاں کھول دیں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں باشتہاء ابن ماجہ سے شیخ کے اور ان کی تعدیل کی تھی ہے لہذا سند قابلِ احتیاج ہے۔

باب نماز میں اشتغال صماء مکروہ ہے :

۱۴۹۹۔ حضرت ابو حمید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے پہنوں سے منع فرمایا ہے۔ ایک پہنہ اشتغال صماء ہے



لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ، وَالْثَبْتُ الْآخَرَى: إِحْتِبَاءُهُ بِثَوْبِهِ، وَهُوَ جَالِسٌ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ،  
رواه البخاری (۶۵:۲)۔

باب استحباب الزينة للصلاة وكرهاتها في ثياب البذلة وفي ثوب  
واحد من غير حاجة

۱۴۹۷ عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ " إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَلْبَسْ ثَوْبِيهِ،  
فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ يُزَيَّنَ لَهُ "، رواه الطبرانی في "الكبير"، وإسناده حسن، (مجمع الزوائد  
۱: ۶۲۰)۔ وتمامہ: "فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ ثَوْبَانِ فَلْيَتَرْتَّبْ إِذَا صَلَّى، وَلَا يَنْسَمِلْ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ  
إِسْتِمَالًا لِنَجْوَاهُ"، كذا في "الدر المنثور" (۷۹:۳)۔

اور صناعہ کی تفسیر (بعض علماء کے نزدیک) یہ ہے کہ اپنے کپڑے کو ایک کندھے پر ڈال لے جس سے اس کا ایک طرف کا جسم نکلا ہو  
جائے۔ (اور ثامی میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ایک کپڑے میں اس طرح لپٹ جائے کہ ہاتھ نہ نکال سکے) اور دوسرا  
پہنا دے اس طرح پر گوت مارتا ہے جس سے سر نکلا رہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: جب حضور ﷺ نے مٹاٹا ان پہنا دوں سے منع فرمایا ہے (جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے) تو نماز میں ان کی کراہت بطریق  
اولیٰ تا:۔۔۔

باب: از کے لئے ترستن مستحب ہے، اور بلا ضرورت کار و باری کپڑوں اور صرف ایک کپڑے میں نماز  
پڑھنا مکروہ ہے۔ اور ضرورت میں مضائقہ نہیں:

۱۳۹۹ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اس کو چاہئے کہ  
اپنے دونوں کپڑے (لنگی اور چادر) پہنے کیونکہ حق تعالیٰ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے لئے ترستن کیا جائے۔ اس کو طبرانی نے  
کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (مجمع الزوائد) اور درمنثور میں اس میں اس مضمون کا اضافہ ہے کہ اگر اس کے  
پاس دو کپڑے نہ ہوں (بلکہ صرف ایک ہی کپڑا ہو) تو نماز پڑھتے وقت اس کو لنگی کے طور پر استعمال کرے (کیونکہ چادر کے طور پر  
استعمال کرنے میں سر کھلنے کا اندیشہ ہے۔ مترجم) اور ایک کپڑے میں اس طرح بھی نہ لپٹے جس طرح یہود لپٹتے ہیں (غالبا یہودی  
استمال سنا ہے جس کو اوپر منع فرمایا گیا ہے۔ مترجم)۔

فائدہ: اس حدیث میں حضور ﷺ نے نماز میں ترستن کی ترغیب دی ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب نماز کے پاس دو کپڑے ہوں  
اور نہ ضرورت کے وقت ایک کپڑے میں نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں ہے جیسا کہ خود بخاری کی حدیث ہے کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز  
پڑھے تو اس کے دونوں کناروں کو مخالف کندھوں پر ڈال دے۔ اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جن کپڑوں میں آدمی



۱۴۹۸۔ عن عبد اللہ بن بريدة عن أبيه رضى الله عنه قال: نهى رسول الله ﷺ أَنْ يُصَلِّيَ فِي بَحَابٍ لَا يَتَوَشَّحُ لَهُ ، وَنَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ فِي سَرَاوِيلَ ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ ، أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي "المستدرک" (۲۵:۱) ، وصححه على شرط الشيخين ، وأقره الذهبي في "تلخيصه" له۔

۱۴۹۹۔ عن أبي هريرة مرفوعاً: "لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى غَايِقِهِ بِنُتْ شَيْءٌ" ، أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ، كَذَّافِي "الدر المنثور" (۷۹:۳)۔  
 ۱۵۰۰۔ عن أبي الدرداء رضى الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : "أَحْسَنُ مَا زُرْتُمُ اللَّهَ بِهِ فِي قُبُورِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ"۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ - كَذَّافِي الدر المنثور (نفس المرجع)۔  
 قلت: قال ابن ماجة (ص ۶۶۳): حدثنا محمد بن حسان الأزرق ثنا عبد المجيد بن أبي رواد ثنا مروان بن سالم عن صفوان بن عمرو عن شريح بن عبيد الحضرمي عن أبي الدرداء به ۱۔ ومروان هذا ضعيف متهم ، وإنما ذكرته اعتضاداً۔

دنیاء کی طرف پر بڑوں کے پاس جانے میں عار محسوس کرتا ہے ان میں نماز پڑھنا بھی محروم ہے جیسا کہ مرآۃ الفلاح وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص اپنی محنت مزدوری والے کپڑوں میں نماز پڑھ رہا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو ان کپڑوں میں کسی بڑے آدمی کے پاس چلا جائے گا۔ تو اس نے کہا کہ نہیں تو اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہیں اس بات کے کہ اس کے لئے زیئت اختیار کی جائے اور اللہ کے فرمایاں لُحْدُوا زَيْنَتُكُمْ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

۱۳۹۸۔ حضرت بريدةؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی ایک چادر وغیرہ میں اس طرح نماز پڑھے کہ اس کا آنکھ نہ مارے (کیونکہ اول تو یہ سہل ثوب ہے جو کہ ممنوع ہے ، دوسرے اس میں سر کھلنے کا اندیشہ ہے مترجم)۔ نیز آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ آدمی صرف چادر میں نماز پڑھے اور چادر اوڑھے ہوئے نہ ہو (لیکن اگر لباس کا پتہ ہو تو خود چادر کے قائم مقام ہو جائے گا۔ مترجم) اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور شعبین کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے اور ابی نعیم میں اس پر اعتراض نہیں کیا۔  
 ۱۳۹۹۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طور پر نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اس کو بخاری ، مسلم ، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (در منثور)۔

۱۵۰۰۔ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہتر چیز جس کے ساتھ تم اپنی قبروں اور اپنی مسجدوں میں خدا سے طوسفیدی ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے لہذا ہم نے احتیاجاً اس کو ذکر نہیں کیا بلکہ محض تانیہ کے لئے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے سفید لباس کا لٹا دینا افضل ہوتا معلوم ہوتا ہے۔



## باب استحباب الصلاة على الأرض وما أنبتته

### وجوازها على فراش أهله

۱۵۰۱۔ عن علي رضي الله عنه مرفوعاً: نِعَمَ الْمَذْكُورُ السَّبِيحَةُ وَأَنْ أَفْضَلَ مَا تُسَجَّدُ عَلَيْهِ الْأَرْضُ وَمَا أَنْبَتَتْهُ الْأَرْضُ، رواه الديلمي بسند ضعيف (كنز العمال ۴: ۱۱۳)۔

۱۵۰۲۔ عن أنس بن مالك رضي الله عنه أَنَّ جَدَّتَهُ لَمَلِكَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِبَطْنِهَا صَنَعَتْ لَهُ فَاكُلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: "قُولُوا فَلَا حَبْلَ لَكُمْ قَالَ: أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ اسْوَدَّ عَنْ طُولِ مَا لَيْسَ فَتَضَخْتُ بَمَاءٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيمَ وَرَأَاهُ وَالْعَجُوزَ بَيْنَ وَرَائِنَا، فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رُكْعَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ، رواه البخاري (۵۵: ۱)۔

۱۵۰۳۔ عن غَابِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ يَنْسُطُهُ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ، رواه

باب زمین اور اس سے پیدا ہونے والی چیزوں پر نماز مستحب ہے، اور اپنی بیوی کے بستر پر

نماز جائز ہے:

۱۵۰۱۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیخ نہایت عمدہ یاد دہانی کرنے والی ہے اور سجدہ کرنے کے لئے بہتر چیز زمین اور زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں (مثلاً چٹائی اور بوریاد وغیرہ) ہیں۔ اس کو دیلمی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال)

فائدہ: محرم ضعیف حدیث سے ایک فعل کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

۱۵۰۲۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ان کی مائی ملکہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک کمانے کے لئے مدعو کیا، جس کو انہوں نے تیار کیا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کھایا، اس کے بعد فرمایا کہ اچھا اٹھو تاکہ میں تمہارے لئے نماز پڑھوں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں کھایا اور ایک پرانا بوریاد یا جو زیادہ دنوں تک استعمال میں رہنے سے سیاہ ہو گیا تھا، لایا۔ پس میں نے اسے سرسری طور پر پانی سے دھویا اور رسول اللہ ﷺ (اس پر) کھڑے ہوئے اور میں اور ایک یتیم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ہمارے پیچھے بڑھیا (ملکہ) کھڑی ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد واپس ہو گئے۔ اس کی بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۵۰۳۔ حضرت غابشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بوریاد یا جو کدوہ بچھا لیتے تھے اور اس پر نماز پڑھتے تھے۔ اس



البخاری۔

۱۵۰۴۔ وفی مسلم من حدیث أبی سعید رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي عَلَى خَصِيرٍ (فتح الباری ۴: ۱۳۷)۔

۱۵۰۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى خُمْرَةٍ، فَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ! إِزْفَعِي خَصِيرَكَ، فَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ يَفْتِنُ النَّاسَ"، رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱: ۱۶۵)۔

۱۵۰۶۔ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ، رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح (۱: ۱۶۵)۔

۱۵۰۷۔ عَنْ سَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ، رواه البخاری (۱: ۵۵)۔

۱۵۰۸۔ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ لَا يُصَلِّي أَوْ لَا يَسْجُدُ إِلَّا عَلَى الْأَرْضِ، رواه الطبرانی فی "الكبير" (مجمع الزوائد ۱: ۱۶۵)۔

کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۵۰۴۔ اور مسلم میں ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بوریے پر نماز پڑھتے دیکھا۔ (فتح الباری)۔

۱۵۰۵۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (میرے) چھوٹے سے بوریے پر نماز پڑھتے تھے۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہؓ اپنا بوریا اٹھا لو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگوں کو (غلط فہمی کی) بار میں نہ ڈال دے (ہاں میں نے کہ شاید لوگ یہ دیکھ کر کہ رسول اللہ ﷺ ایسے بوریے پر نماز پڑھتے ہیں ایسے ہی بوریوں پر نماز پڑھنے کی کوشش کریں) اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۵۰۶۔ حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک چھوٹی سی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کو ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۵۰۷۔ حضرت سیمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چھوٹی سی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۵۰۸۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن مسعودؓ صرف زمین کی کسی شے پر ہی نماز پڑھتے تھے یا جہدہ کرتے تھے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد)



۱۰۰۹۔ حدثنا يحيى بن بكير قال: ناالليث عن عقيل عن ابن شهاب قال: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي ، وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ إِغْيَاضِ الْجَنَازَةِ۔

۱۰۱۰۔ حدثنا عبد الله بن يوسف قال: ناالليث عن يزيد عن عراك عن عروة أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَ عَائِشَةُ مُعْتَرِضَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَنَامَانِ عَلَيْهِ، وَاهمَا الْبُخَارِيُّ (۱: ۵۶)۔

۱۰۱۱۔ عن عائشة رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُصَلِّي فِي لُحُوبِ بَنَاتِهِ، رواه الترمذی (۱: ۷۷)، وقال : حسن صحيح، وقد روى في ذلك رخصة عن النبي ﷺ اهـ۔ قلت: وهو الحديث السابق المروى في البخاری۔

فائدہ: عائشہؓ کا مشافعا غایت موضوع تھا ورنہ سداوہ اس کے دوسری اشیاء پر نماز پڑھنا یا سجدہ کرنا خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور ابن مسعودؓ اس سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔

۱۰۰۹۔ عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیوی کے بستر پر نماز پڑھتے تھے حالانکہ وہ بیوی ان کے اور قبلہ کے درمیان یوں لیٹی ہوتی تھیں جس طرح جنازہ رکھا ہو۔

۱۰۱۰۔ نیز عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اور عائشہؓ ان کے اور قبلہ کے درمیان چوڑاؤ میں لیٹی ہوتی تھیں اور نماز اسی بستر پر پڑھتے تھے جس پر وہ دونوں سوتے تھے۔ ان دونوں کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۰۱۱۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات کے اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز نہ پڑھتے تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ اس باب میں رخصت بھی مروی ہے۔ عارف نے کہا ہے کہ اس میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس کو اوپر بخاری کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ (یعنی یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے بستر پر نماز پڑھتے تھے)۔

فائدہ: بستر پر نماز پڑھنے اور اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز نہ پڑھنے کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ بستر اس وقت ملوث اور مرتن نہ ہوتے تھے چنانچہ مروی ہے کہ آپ ﷺ کا بستر ٹاٹ کا تھا اور عورتوں کے اوڑھنے کے کپڑے اکثر ملوث اور مرتن ہوتے ہیں اس لئے بستر پر نماز پڑھنے میں نماز سے بے اتفاقی کا احتمال نہ تھا اور اوڑھنے کے کپڑوں میں اس کا احتمال تھا اس لئے آپ ﷺ بستر پر نماز پڑھ لیتے تھے اور اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز نہ پڑھتے تھے۔ لیکن مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت کی حالت تھی وہ ایسی تھی کہ ان کے اوڑھنے کے کپڑے ایسے مرتن اور ملوث ہوں کہ جو نماز سے بے اتفاقی کا سبب ہوں۔ بالخصوص رات کے وقت اندھیرے کی حالت میں اس لئے یوں کہنا مناسب ہے کہ اوڑھنے کے کپڑوں میں جو نماز نہ پڑھتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات ان کو اوڑھے ہوئے ہوتی تھیں اور وہ اتنے لمبے چوڑے نہ ہوتے تھے کہ نماز کی حالت میں اوڑھ کر اتنے باقی رہیں کہ ازواج



### باب کراہیۃ أن يتخذ الرجل مكانا معينا من المسجد بغير وجه

۱۵۱۲ عن عبدالرحمن بن شبل رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَلَاثٍ: عَنْ نَقَرَةِ الْغُرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّجْعِ، وَأَنْ يُؤْكِنَ الرَّجُلُ الْمَقَامَ لِلصَّلَاةِ، كَمَا يُؤْكِنُ الْبَغِيزُ، رواه النسائي، وسكت عنه (۱۶۸:۱)، وفي "نبيل الأوطار" (۷۲:۳)، سكت عنه أبو داود و المنذرى، والراوى له عن عبدالرحمن بن شبل هو تميم بن محمود قال البخارى: فى حديثه نظر ۱-  
قلت: نصحيح الثلاثة بتسكوتهم عنه على قاعدتهم يدل على أنه حجة عندهم، وقد عرف غير مرة أن الاختلاف غير مضر، وفى لفظ أبى داود (۳۲۲:۱): أَنَّ يُؤْكِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ، وصححه السيوطى فى "الجامع الصغير" (۱۹۲:۲) بالرمز-

۱۵۱۳ احديثنا المكي بن ابراهيم قال: نايزيد بن أبى عبيد قال: كُنْتُ أَنِى مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، فَبُصِّلَنِي عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُضْحَفِ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! أَرَأَيْكَ تَتَخَرَّى

مجى اوڑھ لیں برخلاف بسر کے کروہ اتا ہوتا تھا کراواج کے لئے رہنے کی حالت میں اس پر نماز پڑھی جا سکے۔ اس کے علاوہ ان کے اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز پڑھنے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ خود اپنی چادر وغیرہ کافی تھی برخلاف بسر کے کہ اس پر نماز پڑھنے میں گونہ ضرورت تھی پس حاصل یہ ہوا کہ اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز نہ پڑھنے کا نشانہ کہت نہ تھی بلکہ اس کی وجہ عدم ضرورت اور جو مانع تھا۔ اور بسر پر نماز پڑھنے کا نشانہ تھی ضرورت فی الجملہ اور عدم مانع تھا، اب کوئی تعارض نہ رہا اور یہ ثابت ہو گیا کہ نماز فی نفسہ دونوں میں غیر مکروہ ہے اور اگر کوئی مانع ہو جیسے احتمال تہی وغیرہ تو اس وقت دونوں کا حکم یکساں ہے اس لئے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

### باب نمازی کا مسجد میں بلا وجہ اپنے لئے کوئی جگہ معین کر لینا مکروہ ہے

۱۵۱۴: حضرت عبدالرحمن بن قبلہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین باتوں سے منع فرمایا۔ ایک کو سے کی طرح غصائیں مارنے (یعنی جلدی جلدی نماز پڑھنے) سے اور دوسرے رندہ کی طرح (سجدہ میں) زمین پر ہاتھ پھیلائے سے اور تیسرے اس سے کہ آدمی (بلا وجہ) نماز کے لئے اپنے لئے یوں جگہ مقرر کر لے جیسے اونٹ مقرر کر لیتا ہے۔ اس کو سنا، ابوداؤد اور سنن ابی داؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور ابوداؤد کی حدیث میں یہ لفظ ہیں کہ (حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ) آدمی مسجد میں اپنے لئے جگہ مقرر کر لے اور یہی نے جامع صغیر میں اس کی صحت کا اشارہ کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے جگہ مقرر کرنے کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔

۱۵۱۳: یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں کہ میں سلسلہ میں ابوالکوخ کے ساتھ مسجد میں آتا تو وہ اس ستون کے قریب نماز پڑھتا تھا جو کہ اس جگہ کے قریب ہے جہاں قرآن شریف رکھا رہتا ہے، ایک مرتبہ میں نے ان سے کہا کہ اے ابومسلم! یہ کیا بات ہے کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ



الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ؟ قَالَ: فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا، رواه إمام الدنيا أبو عبد الله البخاري رضي الله عنه (فتح الباری ۲: ۱۹۲)۔

### باب عدم کراہیۃ قتل الحیۃ والعقرب فی الصلاۃ

۱۵۱۴۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقَتْلِ الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ: الْحَيَّةُ وَالْعَقْرَبُ، رواه الترمذی، وقال: حسن صحيح (۵۱: ۱)۔

۱۵۱۵۔ عن عائشة رضي الله عنها قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ نُبَيْنُ ابْنِ طَالِبٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَخَرَّ يُسَلِّئُ فَقَامَ إِلَى جَنْبِهِ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ، فَجَاءَتْ عَقْرَبٌ حَتَّى انْتَهَمَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ تَرَكْتُهُ، فَذَهَبَتْ نَحْوَ عَلَيٍّ فَضَرَبَتْهَا بِنَعْلِهِ حَتَّى قَتَلَهَا، فَلَمْ يَرِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقَتْلِهَا بَأْسًا، رواه الطبرانی فی "الأوسط" وأبو يعلى، وفي طريق الطبرانی عبد الله بن صالح كاتب الليث، قال عبد الملك بن شعيب: ابن الليث ثقة مأمون وضعفه الأئمة أحمد وغيره، آپ اسی ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی ستون کے قریب نماز پڑھنے کی کوشش کرتے دیکھا ہے۔ (بخاری)

فائدہ: اس روایت سے تعین مکان کا جواز معلوم ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی روایت میں ممانعت کی بہت تنزیہ پر محمول ہے اور اس روایت میں اباحت ضرورت پر محمول ہے۔ یا پہلی حدیث میں جو ممانعت ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ دوسروں کو اس جگہ بیٹھنے سے منع کرے۔ اور کہے کہ یہ تو میری جگہ ہے اور دوسری حدیث میں اباحت اس صورت میں ہے جب کہ یہ تعین کسی مباح مصلحت سے ہو اور دوسروں سے مزاحمت نہ کرے۔ پس اب کوئی تعارض نہ رہا۔

### باب نماز میں سانپ اور بچھو کا مارنا مکروہ نہیں ہے

۱۵۱۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں دو سیاہ چیزوں کے مارنے کا حکم دیا ہے ایک سانپ، دوسرا بچھو۔ اس کو ترک مذکر روایت کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

۱۵۱۵۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسے وقت آئے کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، پس دو بھی آپ ﷺ کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، اتنے میں ایک بچھو آیا اور رسول اللہ ﷺ تک پہنچا، اس کے بعد وہاں سے بڑھ کر حضرت عائشہؓ تک پہنچا، اس پر حضرت عائشہؓ نے اسے جوتے سے مار دیا، پس جناب رسول اللہ ﷺ نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خیال فرمایا۔ اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ عبد اللہ بن صالح کتاب اللیث کے بارے میں عبد الملک بن شعیب کہتے ہیں کہ وہ ثقہ اور مامون ہے اور بعض ائمہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور ابویعلیٰ کے راوی بھی صحیح کے راوی ہیں سوائے معاویہ بن یحییٰ صدیقی کے، اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ زہری سے ان کی روایات درست ہیں اور یہ مذکورہ روایت بھی انہیں میں سے ہے۔

فائدہ: میرے سے ناقص خیال میں یہ آتا ہے کہ اگر اس بچھو وغیرہ کی طرف سے ایذا کا خطرہ ہو تو نماز میں اس کو مارنا واجب ہے کیونکہ



ورجال أبی یعلی رجال الصحیح غیر معاویہ بن یحیی الصدفی وأحادیثه عن الزهری مستقیمہ كما قال البخاری وهذا منها، وضعفه الجمهور ("مجمع الزوائد ۱: ۱۷۵)۔

### باب المواضع التي تكره فيها الصلاة

۱۵۱۶: عن عبد الله - يعني ابن مسعود - رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مِنْ شَرِّ أَرَضٍ النَّاسِ مَنْ تَذَرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ ، وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ - رواه الطبرانی في الكبير وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱: ۱۵۳)۔

۱۵۱۷: عن أنس رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَيْنَ الْقُبُورِ - رواه البزار ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۱: ۱۵۳)۔

۱۵۱۸: عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "أَلَا رَضٌ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْحَمَامَ وَالْمَقْبَرَةَ" - أخرجه أبو داود (۱: ۱۵۴) وسكت عنه، وفي "فتح الباری"

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا تَلْقُوا أَبَايَكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور اس ایذا کی حالت میں اسے نہ مارنا ہے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جو حرام ہے۔

### باب ان مقامات کے بیان میں جن میں نماز مکروہ ہے

۱۵۱۹: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بدترین لوگوں میں سے ایک وہ لوگ ہیں جن کی زندگی میں قیامت آئے گی اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو قبروں کو مسجد گاہ بناتے ہیں۔ اسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی اسناد حسن ہے (مجمع الزوائد)

فائدہ: اس روایت میں قبروں کو مسجد گاہ بنانے کی سخت ممانعت ہے، اور ایسے لوگوں کو بدترین اشخاص فرمایا گیا ہے اور جو قبروں کو مسجد گاہ بنانے کا یہ مطلب ہے کہ قبروں کو مسجد گاہ بنائے جیسا کہ آج کل مزارات پر ہوتا ہے لیکن اس سے مقابلہ میں نماز کی کراہت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس میں ایسا مسجد گاہ ہے۔

۱۵۲۰: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبروں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح ہیں (مجمع الزوائد)

فائدہ: مطلب ظاہر ہے۔ اس سے قبر پرستوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ مقابلہ میں نماز پڑھنے اور خدا کو مسجد گاہ کرنے سے منع فرماتے ہیں کیونکہ اس میں ایسا مسجد گاہ ہے تو وہ قبر پرستی کی کیسے اجازت دے سکتے ہیں۔

۱۵۱۸: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمام زمین (بشرطیکہ پاک ہو) اس قابل ہے



(۴۴۱:۱): رواہ أبو داود والترمذی ورجاله ثقات، لكن اختلف فی وصله وإرساله، وحکم مع ذلك بصحته الحاکم وابن حبان ۱۰۱ وقال صاحب الإمام: حاصل ما علل به الإرسال وإذا كان الواصل ثقة فهو مقبول، کذا فی " التلخیص الحبیر" (۱۰۷:۱) وفی "نیل الأوطار" (۱۸:۲): قال ابن حزم: أحادیث النهی عن الصلاة إلى القبور والصلاة فی المقبرة أحادیث متواترة لا یسع أحد أن رکها ۱۰۱-

۱۰۱۹- عن أبي مرثد الغنوی رضی الله عنه، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تُجْلِسُوا عَلَيْهَا " - رواه الجماعة إلا البخاری وابن ماجه، کذا فی "نیل الأوطار" (۱۹:۲)-

۱۰۲۰- عن أبي هريرة رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ " - رواه الترمذی (۴۶:۱) وقال: حسن صحيح- وفی "نیل الأوطار" (۲۳:۲): ذکر ابن حزم أن أحادیث النهی عن الصلاة فی أعطان الإبل متواترة بنقل تواتر یوجب العلم ۱۰۱-

کہ وہاں نماز پڑھی جاسکے بجز حمام اور مقبرہ کے (کیونکہ حمام میں تصاویر ہوتی ہیں اس لئے وہاں تعبدی تصاویر کا ایہام ہے۔ اور قبرستان میں تعبدی قبر کا۔ مترجم) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اس سے سکوت کیا ہے۔ اور حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور ابن حزم نے کہا ہے کہ قبروں کی طرف منہ کر کے اور قبرستان کے اندر نماز پڑھنے کی ممانعت کی حدیثیں متواتر ہیں، کسی کو گنجائش نہیں کہ ان پر عمل ترک کرے۔

۱۵۱۹: حضرت ابوہریرہ غوثیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو (کہ اس میں قبروں کی تعظیم اور تعبد کا ایہام ہے) اور نہ ان پر بیٹھو (کہ اس میں ان کی اہانت ہے) اس کو جماعت نے روایت کیا ہے باسثناء بخاری اور ابن ماجہ کے (نیل الاوطار)

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ قبروں کی نہ تعظیم ہونی چاہیے اور نہ ہی توہین۔

۱۵۲۰: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بھیڑ بکریوں کی نشست گاہوں میں نماز پڑھو (اجازت ہے) غر اونٹوں کی نشست گاہ میں نماز نہ پڑھو۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن صحیح ہے اور ابن حزم نے کہا ہے کہ اونٹوں کی نشست گاہوں میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی حدیثیں متواتر ہیں جو کہ مفید علم یقینی ہیں۔

فائدہ: مترجم کہتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب جیسا کہ طحاوی سے معلوم ہوتا ہے



۱۵۲۱: عن ابن عباس قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَانِثَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَجَذِّينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔ رواه الترمذی وحسنه (۴۳:۱)۔

۱۵۲۲: حدثنا علی بن داود و محمد بن أبی الحسین قالوا: ثنا أبو صالح حدثني الليث حدثني نافع عن ابن عمر عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "سَنُعْ مَوَاطِنَ لَا تُجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ: ظَاهِرُ نَيْبِ اللَّهِ، وَالْمَقْفَرَةُ، وَالْمَزْبَلَةُ، وَالْمَجْزَرَةُ، وَالْحَمَامُ، وَعَطْنُ الْإِبِلِ، وَمَحَجَّةُ الطَّرِيقِ"۔ رواه ابن ماجة (ص: ۵۵) وصححه ابن السكك (التلخيص الحبير: ۸۰:۱)۔

۱۵۲۳: عن أبي صالح الغفاری أَنَّ عَلِيًّا رضى الله عنه مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ يَسِيرُ فَبَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ يُؤَذِّنُهُ بِصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَلَمَّا بَرَزَ مِنْهَا أَمَرَ الْمُؤَذِّنُ فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: إِنَّ جَبِيَّ عَلَيْهِ

اس باب میں یہ ہے کہ کئی نغمہ نہ مرضِ غم (کریوں کا بازہ) ہوتا ہے جو اصلۃً یا موجبِ کراہت ہے اور نہ عطین اہل (اونوں کا بازہ) ہوتا۔ اس لئے اس بات میں دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی دونوں میں نمازِ بلا کراہت جائز ہے۔ یہاں عارض مثلاً مقام کا تپاک ہونا یا وہاں نماز پڑھنے سے قلب کا شوش ہونا وغیرہ سواں کے لحاظ سے بھی دونوں کا حکم یکساں ہے۔ پس اگر عارضِ مرضِ غم میں پایا جائے تو اور عطین اہل میں نہیں پایا جاتا تو مرضِ غم میں نمازِ ناجائز یا مکروہ ہوگی اور عطین اہل میں ناجائز یا مکروہ نہیں ہوگی اور اگر واقعہ بالکس سے تو حکم بالکس ہوگا۔ دہی حدیث جس میں یہ حکم ہے کہ مرضِ غم میں نماز پڑھ لو مگر معاطین اہل میں نہ پڑھو تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ معاطین اہل میں چونکہ تحققِ عارضِ اغلب و اکثر تھا اس لئے آپ ﷺ نے بظاہر مطلق طور پر ممانعت فرمادی۔ اور مرضِ غم میں عارض کا تحقق اغلب و اکثر نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے بظاہر مطلق طور پر اجازت دی اور چونکہ حکم عارضِ پرمی ہے۔ اس لئے اگر معاطین اہل میں عارض نہ پایا جائے اور مرضِ غم میں عارض پایا جائے تو حکم بدل جائے گا۔ اس تقریر پر حدیث و مذہب میں موافقت ہو جائے گی۔

۱۵۲۱: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور ان پر مساجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔

۱۵۲۲: حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات مقامات میں بغیر کراہت کے نماز جائز نہیں۔ (۱) خانہ کعبہ کے اوپر اور (۲) قبرستان میں اور (۳) کوڑا خانہ میں اور (۴) اس مقام میں جہاں جانور ذبح ہوئے ہیں اور (۵) حمام میں اور (۶) اکثر حالات میں (اونوں کی نشست کاہوں میں اور (۷) شاہراہ عام میں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن السکک نے اسے صحیح کہا ہے (تفہیم حیر)۔

۱۵۲۳: حضرت ابوصالح غفاری سے روایت ہے کہ اثنائے سفر میں حضرت علیؓ کا شہرِ بابل پر گذر ہوا، اسی حالت میں ان کا منہ ذن ان کو نماز عصر کی اطلاع کرنے آیا (آپؓ نے اس کی اطلاع پر التفات نہ کیا) پس جب کہ آپؓ اس سے نکل گئے تو منہ ذن کو حکم دیا اس نے



السَّلَامُ نَهَانِي أَنْ أَصَلِّيَ فِي الْمَقْبَرَةِ، وَنَهَانِي أَنْ أَصَلِّيَ فِي أَرْضِ بَابِلَ، فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ - رواه أبو داود وسكت عليه (۱: ۱۸۳)۔

۱۵۲۴۔ عن عبد الله بن أبي المحلى قال: كُنَّا مَعَ عَلِيٍّ فَمَرَرْنَا عَلَى الْحَسَنِ الَّذِي بِبَابِلَ فَلَمْ يَصِلْ حَتَّى أَجَاؤَهُ أَيْ نَعْدَاهُ - وَمِنْ طَرِيقِي أُخْرَى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَا كُنْتُ لِأَصَلِّيَ فِي أَرْضِ بَابِلَ. حَسَنَ اللَّهُ بِهَا ثَلَاثَ وَرَّارٍ - رواه ابن أبي شيبة (فتح الباری ۱: ۴۴۲) - وهو حسن أو صحيح على قاعدته۔

### باب کراهۃ التمطی فی الصلاة

۱۵۲۵۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا: نَهَى أَنْ يَتَمَطَّى الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ، أَوْ عِنْدَ النِّسَاءِ إِلَّا عِنْدَ إِمْرَأَتِهِ أَوْ جَوَارِيهِ - أخرجه الدارقطني في الأفراد كذا في الجامع الصغير (۲: ۱۹۴) وضعفه بالرمز، قلت: والقياس يساعده، وبه قال العلماء، وهو علامة القبول

اقامت کئی پس جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا کہ میرے محبوب (محمد ﷺ) نے مجھے منع کیا ہے کہ میں قبرستان میں یا ارض بابل میں نماز پڑھوں کیونکہ (مقبرہ میں تو قبر پرستی کا ایہام ہے اور) ارض بابل رحمت سے دور ہے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جن مقامات میں قبر آتی نازل ہوا ہے ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۱۵۲۳۔ عبد الله بن أبي محلى سے روایت ہے کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ تھے سو ہمارا گدراں دھنساؤ کے مقام پر ہوا جو بابل میں واقع ہے، پس آپؐ نے وہاں نماز نہ پڑھی تاؤتیکہ آپؐ وہاں سے گزر گئے۔

نیز دوسرے طریق سے حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں ایسی زمین پر نماز نہیں پڑھ سکتا تھا جس میں لوگوں کو دھنسا گیا ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری) اور وہ ان کے قاعدہ پر حسن یا صحیح ہے۔

### باب نماز میں انگڑائی لینا مکروہ ہے

۱۵۲۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں انگڑائی لینے اور اپنی بیوی اور اپنی لونڈیوں کے سوا دوسری عورتوں کے سامنے انگڑائی لینے سے منع فرمایا۔ اس کو دارقطنی نے افراد میں روایت کیا ہے اور جامع صغیر میں اس کو بذریعہ رح (یعنی اشارۃ) کے ضعیف کہا ہے۔

مولف کہتے ہیں کہ گودھ حدیث ضعیف ہے مگر قیاس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور علماء کے نزدیک معمول ہے۔ یہ دلیل ہے



کما ذکرناه فی المقدمة لا سیما فی فضائل الأعمال۔

### باب کراهة عد الآی والتسبیح بالید فی الفریضة دون النوافل

۱۵۲۶۔ عن مکحول عن أبی امامة ووائلہ بن الأسقع قالاً: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ عَدِ الْآيِ فِي الْمَكْتُوبَةِ وَرَخْصَ فِي السُّبْحَةِ۔ رواه أبو موسى الاصبهانی، قاله فی الإمام (شرح الإمام للشیخ العلامة ابن دقیق العید) کذا فی البناية شرح الهدایة للبعینی (۱: ۸۱۲) ولم أقف علی سندہ ولكن فقهاؤنا عملوا به، وهو علامة قبول الحدیث کما مر۔

### باب جواز اللحظ بمؤخر العینین من غیر لی العنق فی الصلاة

۱۵۲۷۔ عن الفضل بن موسی عن عبد الله بن سعید بن أبی هند عن نور بن یزید عن

اس کی کہ حدیث ہے اصل نہیں ہے پھر فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معمول ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں انگڑائی لینے کی ممانعت ہے، اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر انگڑائی خود بخود آئے تو اگر اسے روک سکتا ہے تو روک لے کیونکہ نماز مقام حضور مع اللہ ہے اور انگڑائی لینا آداب حضور کے خلاف ہے اور اگر نہیں روک سکتا ہے تو معذور ہے اور خود بخود انگڑائی لینا بغیر اس کے کہ انگڑائی آئے نہ کر وہ تحریمی ہے جیسا کہ شامی میں ہے اور غالباً حدیث میں یہی انگڑائی مراد ہے اور دوسری عورتوں کے سامنے انگڑائی لینے کی ممانعت اس لئے ہے کہ انگڑائی بیجاں نفس اور میلان جناس کی علامت ہے اور ایسی علامت کا اظہار دوسری عورتوں کے سامنے ممنوع ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب آتوں اور تسبیحوں کا فرض نماز میں انگلیوں پر گنا مکروہ ہے، اور نفل میں مکروہ نہیں

۱۵۲۸۔ قول: اداہمۃ اور داہمۃ بن الاسقع۔ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے آیتوں کے فرض نماز میں (انگلیوں پر) گننے سے منع فرمایا ہے اور نفل میں اجازت دی ہے۔ اس کو ابو موسیٰ اصبہانی نے روایت کیا ہے جیسا کہ بتایہ شرح پر ایہ میں امام شرح الامام سے نقل کیا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ مجھے اس کی سند نہیں معلوم ہوئی مگر فقہاء کا اس پر عمل ہے لہذا مقبول ہے۔

فائدہ: یعنی انگلیوں یا دھاکے وغیرہ سے گنا مکروہ ہے اور دل سے گنا اور یاد رکھنا بالاحقاق مکروہ نہیں اور زبان کے ذریعے گنا بالاحقاق مفید صلوٰۃ ہے اور جامع صغیر (۱۰: ۲) میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ منہ ﷺ بھی نماز میں آیات کنا کرتے تھے تو حضور ﷺ کا گنا دل کے نکلنے پر محمول ہے۔

### باب نماز میں بلا گردن موڑے صرف گوشہ چشم سے دیکھنا جائز ہے

۱۵۲۹۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں (کوشہ چشم سے) دائیں بائیں دیکھ لیا کرتے تھے اور



عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُلَحِّظُ فِي الصَّلَاةِ يَمِينًا وَشِمَالًا ، وَلَا يَلْوِي عُقْفَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ۔ أخرجه الترمذی والنسائی وابن حبان في صحيحه ، والحاكم في " المستدرک " وصححه على شرط البخاری ، وقال ابن القطان في كتابه: هذا حديث صحيح وإن كان غريباً لا يعرف إلا من هذه الطريق ، وأخرجه البزار في مسنده۔

۱۵۲۸۔ عن مندل بن علی عن الشیبانی عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى يُلَاحِظُ أَصْحَابَهُ فِي الصَّلَاةِ يَمِينًا وَشِمَالًا ، وَلَا يَلْتَفِتُ۔ وفيه مندل بن علی ضعفه النسائی وغيره وليه ابن عدی ، وقال: إنه ممن يكتب حديثه اه (زيلعي ۱: ۲۶۵ و ۲۶۶) قلت: قال ابن أبي حاتم: سمعت أبي يقول: سألت يحيى بن معين عن مندل وحبان قال: ما بهما بأس ، قال أبي كذلك۔ أقول: وكان البخاری أدخل مندلا في الضعفاء فقال أبي: يحول اه۔ وقال العجلي: جائز الحديث۔ وقال ابن سعد: ومنهم من يشتهى حديثه ويوثقه وكان خيراً فاضلاً كذا في " التهذيب " (۱: ۲۹۹) فهو حسن الحديث۔

۱۵۲۹۔ حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة عن ملازم بن عمرو عن عبد الله بن بدر عن عبد الرحمن بن علي بن شيبان عن أبيه رضي الله عنه قال: خَرَجْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَيْعَةِ كَرْنِ مَوْكِرَ نَزِدِكَيْتُمْ تَحْتَهُ اس كوتر ذِي نَسَائِي اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور حاکم نے شرط بخاری پر صحیح کہا ہے۔ اور ابن القطان نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اگرچہ غریب ہے، کیونکہ صرف اسی طریق سے معلوم ہوئی ہے (زیلعی)۔

۱۵۲۸۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے اصحاب کو نماز میں (کوشہ چشم سے) دائیں بائیں دیکھتے تھے اور منہ نہ موڑتے تھے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں مندل بن علی ہے۔ اس کو نسائی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور ابن عدی نے اسے ست کہا ہے اور کہا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے (زیلعی)۔ مؤلف کہتا ہے کہ ابن معین، ابو حاتم، علی اور ابن سعد نے اس کی توثیق کی ہے لہذا وہ حسن الحدیث ہے۔

۱۵۲۹۔ حضرت علی بن شیبان سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس آپ ﷺ نے اپنے کوشہ چشم سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع اور جہدہ میں اپنی



فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَيْنَا خَلْفَهُ ، فَلَمَّحَ بِمُؤْخِرِ عَيْنَيْهِ رَجُلًا لَمْ يَقُمْ صَلَّيْنَاهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ ، فَقَالَ : إِنَّهُ لِأَصْلَافَةٍ لَمْ يَلَمْ يَقُمْ صَلَّيْنَاهُ - رواه ابن ماجه في سننه وابن حبان في صحيحه (زيلي ۱: ۲۶۶)۔ قلت: سند ابن ماجه رجاله كلهم ثقات كما لا يخفى على من طالع "التقريب" و"التهذيب"۔

### باب جواز التبسم في الصلاة

۱۵۳۰۔ عن الوازع بن نافع عن أبي سلمة بن عبد الرحمن حدثنا جابر رضي الله عنه أن رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ الْعَصْرَ فَتَبَسَّمَ فِي الصَّلَاةِ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قِيلَ لَهُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! تَبَسَّمْتَ وَأَنْتَ تُصَلِّي ؟ فَقَالَ : إِنَّهُ مَرٌّ مِثْكَائِيلُ وَعَلَى جَنَاحِهِ غَبَارٌ فَضَحِكَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمْتُ إِلَيْهِ ، وَهُوَ رَاجِعٌ مِنْ طَلَبِ الْقَوْمِ - أخرجه الطبراني في معجمه (الكبير) وأبو يعلى الموصلي في مسنده، والدارقطني في سننه وسكت عنه ، والوازع بن نافع ضعيف جدا، وقال ابن حبان : إنه كثير الوهم فيبطل الاحتجاج به اه (زيلي ۱: ۳۰) وفي كرسيد مي نہیں کرتا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو (روک و جدہ میں) اپنی کرسید می نہ کرے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔ اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (زلی ۱)۔ مؤلف کہتے ہیں کہ ابن ماجہ کے راوی سب ثقہ ہیں جیسا کہ تقریب و تہذیب کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بغیر گردن موڑے کو سرچشم سے دائیں بائیں دیکھا جائز ہے۔ لیکن بظاہر حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا دائیں بائیں دیکھنا مقتدیوں کے احوال جاننے کی ضرورت کے تحت تھا۔ لہذا بغیر ضرورت کے نہ دیکھا ہوا ہے۔

### باب نماز میں تبسم جائز ہے

۱۵۳۰۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ پس جس وقت آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھتے ہوئے تبسم فرمایا تھا (اسکی کیا وجہ تھی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت میکائیل علیہ السلام میرے سامنے ایسی حالت میں گذرے کہ ان کے بازو پر گرد آویڑا اور مجھے دیکھ کر فحشہ اس پر میں مسکرایا اور میکائیل علیہ السلام کفار کے تعاقب سے واپس ہو رہے تھے۔ اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا لیکن اس کی سند میں وازع بن نافع ہے جو کثرت پر ہے۔ اور ابن حبان نے اسے کثیر الراوی کہا ہے لہذا یہ حدیث قابل حجت نہیں (زلی ۱)۔ اور مجمع الزوائد میں ہے کہ طبرانی میں وازع مذکور کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس سے گذرے جب کہ میں نماز پڑھا تو حضرت جبرائیل مجھے دیکھ کر فحشہ توں بھی اس پر مسکرایا۔ فائدہ: گو یہ حدیث ضعیف ہے مگر آراء رجال سے بہتر ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ آنے والی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔



روایۃ أخرى للطبرانی فی الکبیر: مَرْبِئِي جَبْرِئِيلُ وَأَنَا أَصْلَى فَضَحَكَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمْتُ إِلَيْهِ۔  
وفی الوازع أيضا (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۴)۔

۱۵۳۱۔ عن ابن أبي لیلی عن أبي الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً: " إِذَا ضَحَكَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ فَقَلْبُهُ الْوُضُوءُ وَ الصَّلَاةُ، وَإِذَا تَبَسَّمَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ " أخرجه ابن حبان فی کتاب الضعفاء له قالہ الزیلعی (۳۰: ۱) وقال الحافظ فی الدراریہ (۱۴): وابن أبي لیلی ضعیف - قلت : هو مختلف فیہ وثقه العجلی ، وضعفه أحمد وغيره: ( مجمع ۱: ۴۰ )  
وحسن له الترمذی (۱۱۱: ۱) غیر ما حدیث فهو حسن۔

### باب کراہۃ التورک فی الصلاۃ والتریع فیہا إلا بعدر

۱۵۳۲۔ عن أنس رضی اللہ عنہ مرفوعاً: نَهَى ( ﷺ ) عَنِ الْإِقْعَاءِ وَالتَّوْرُكِ فِي الصَّلَاةِ۔  
أخرجه أحمد فی مسنده والبیہقی ، وصححه السيوطی فی الجامع الصغير رمزاً (۲: ۱۸۸)۔

۱۵۳۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نماز میں مبتلا ہو اس پر اعادة وضو نماز لازم ہے اور جب کدو مکرانے تو اس پر کچھ (موافقہ) نہیں۔ زیلعی نے کہا ہے کہ اس کو ابن حبان نے اپنی کتاب الضعفاء میں روایت کیا ہے۔ اور حافظ نے درایہ میں کہا ہے کہ اس کی سند میں ابن ابی لیلی ضعیف ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ ابن ابی لیلی مختلف فیہ ہے چنانچہ علی نے اس کی توثیق کی ہے اور ترمذی نے اس کی بہت سی روایات کو حسن کہا ہے لہذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں ٹھک سے مراد قبضہ ہے اور تقریر استدلال یہ ہے کہ اس میں قسم پر مطلقاً موافقہ کی گئی ہے جو کراہت تحریمی کو بھی شامل ہے۔ اس لئے اس سے قسم کا جواز ثابت ہوتا ہے اور قسم کی تشریف یہ ہے کہ آدمی کے سرف و دانت ظاہر ہوں اور آواز قطعاً پیدا نہ ہو۔ لیکن یاد رکھیے کہ محض امر ونہی کی بنا پر ہنسنا کراہت تتریبی سے خالی نہیں کیونکہ یہ عدم خشوع سے خالی نہیں۔ اور وضو ﷺ کا ہنسنا امر ونہی کے لئے نہ تھا۔

### باب نماز میں بلا عذر کو لمبے کے بل اور پلو تھی مار کر بیٹھنا مکروہ ہے:

۱۵۳۲۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کئے کی طرح اور کو لمبے کے بل بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اس کو احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور سیوطی نے جامع صغیر میں اسے اشارۃً صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کو لمبے کے بل بیٹھنا مکروہ ہے، باقی مالک بن حوریت کی وہ حدیث جس میں کو لمبے کے بل بیٹھنے کا اثبات ہے وہ عذر پر محمول ہے۔



۱۵۳۳- عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: لَأَنْ يَغْيِلَسَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّضْفَتَيْنِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَغْيِلَسَ فِي الصَّلَاةِ مُتَرَبِّعًا۔ أخرجه عبد الرزاق في مصنفه (کنز العمال ۴: ۲۳۴)۔

### باب کراہۃ التمايل فی الصلاة واستحباب سکون الأطراف فیها

۱۵۳۴- عن أسماء بنت أبي بكر عن أم رومان عن أبي بكر رضی اللہ عنہ مرفوعاً " إِذَا قَامَ اخَذَ كُمَ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْكُنْ اطْرَافَهُ ، وَلَا يَمِيلْ كَمَا تَمِيلُ الْيَهُودُ ، فَإِنْ سَكُنَ الْأَطْرَافَ فِي الصَّلَاةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ "۔ رواه الحاكم في " المستدرک " وقال: غريب وفيه ثلاثة من الصحابة (کنز العمال ۴: ۱۱۳) قلت: ولم يتعقبه السيوطي بشيء، فهو صحيح على قاعدته، والغرابۃ بمعنی التفرد ليست بعلۃ۔

۱۵۳۳: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آدمی دو جگہ ہوتے پھروں پر بیٹھ جائے یا اس سے بہتر ہے کہ نماز میں پلوٹھی مار کر بیٹھے۔ اس کو عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں مشیم بن شہاب ہے اور وہ مختلف فیہ ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں لہذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں پلوٹھی مار کر بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ باقی مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور یہ حدیث کہ حضرت ابو بکرؓ پلوٹھی مار کر اور ایک لگا کر نماز پڑھتے تھے، غدر پر محمول ہے۔ اور اس پر دلیل بخاری میں مذکور یہ حدیث ہے کہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ (یعنی اپنے والد) کو نماز میں پلوٹھی مارتے ہوئے دیکھا تو میں نے بھی پلوٹھی مارنی شروع کر دی حالانکہ میں نو جوان تھا، اس پر ابن عمرؓ نے مجھے منع فرمایا اور فرمایا کہ دایاں پاؤں کھڑا کرنا اور بائیں کو مڑ کر اس پر بیٹھنا ہی سنت ہے، میں نے عرض کیا کہ آپ پلوٹھی مارتے ہیں، اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ برداشت نہیں کر پاتے یعنی ذکر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں، اسی طرح وہ تمام احادیث جن میں خود حضور ﷺ کے پلوٹھی مارنے کا ذکر ہے کہیں سنی اور غدر پر محمول ہیں۔

### باب نماز میں ہلنا اور جھومنا مکروہ ہے

۱۵۳۴: حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اپنے اعضاء کو ساکن رکھے اور یوں نہ ہلے جیسے بیہودہ ہلے ہیں۔ کیونکہ نماز میں اعضاء کا ساکن ہونا نماز کا مکمل ہے (یعنی اس سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے)۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسے غریب کہا ہے (کنز العمال)۔ خوف کہتا ہے کہ سیوٹی نے اس پر کوئی تعاقب نہیں کیا۔ اس لئے یہ ان کے قاعدہ سے صحیح ہے۔ اور غرابۃ بمعنی تفرد علت قاعدہ نہیں۔

فائدہ: ابن عمرؓ مرآت النعمان میں اس بات کی سرایت ہے کہ انہوں نے نماز میں جھومنا مکروہ ہے۔



### باب کراهۃ التلثم فی الصلاة و تغطية الأنف فیہا

۱۵۳۵- عن نافع: أن ابن عمر رضی اللہ عنہ کان یخزہ أن یصلی الرجل وهو متلثم۔  
أخرجه عبدالرزاق فی مصنفه (کنز العمال ۲۲۴: ۴) وحسنه العراقي فی تخريج الإحياء (۱۴۰: ۱)۔

۱۵۳۶- عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا یصلین أحدکم وثوبہ علی أنفہ، فإن ذلک خطم الشیطان۔ رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، وفيه ابن لهيعة وفيه كلام (مجمع الزوائد ۱۷۵: ۱)۔ قلت: هو حسن الحديث۔

### باب کراهۃ التذبیح فی الصلاة

۱۵۳۷- عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قال: أراه رفعه: "إذا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلَا يُذْبَحْ كَمَا يُذْبَحُ الْحِمَارُ، وَلَكِنْ لِيَقِمَ صَلَاتُهُ"، رواه الدارقطني وفي إسناده أبو سفيان طريف بن شهاب وهو ضعيف (التلخيص الحبير ۹۱: ۱)۔ قلت: حسن له الترمذی، وقال

### باب نماز میں منہ پر دہان بند باندھنا اور ناک ڈھکنا مکروہ ہے

۱۵۳۵- حضرت نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ آدمی دہان بند باندھے ہوئے نماز پڑھے، اس کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور عراقی نے تخریج الاحیاء میں اس کو حسن کہا ہے۔

۱۵۳۶- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے کہ اس کی ناک پر اس کا پٹا ہو کہ وہ شیطان کی مہار ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر اور الأوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس میں کلام ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ وہ حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: نماز کے دوران منہ پر دہان بند باندھنا یا ناک ڈھکنا مکروہ ہے اور فقہاء احناف نے اس کی صراحت کی ہے۔

### باب رکوع میں کمر اوچی اور سر نیچا کرنا مکروہ ہے

۱۵۳۷- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے اور عائشہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو گدھے کی طرح کمر اوچی اور سر نیچا نہ کرے بلکہ اپنی کمر کو سیدھا رکھے۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابوسفیان طریف بن شہاب ہیں اور وہ ضعیف ہیں (تخصیص حیر)۔ مؤلف کہتا ہے کہ ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس سے ثقات نے روایت کی ہے اور اس کی اسانید درست ہیں جیسا کہ اعلاء کی جلد ثانی اور احیاء السنن کی جلد اول میں گذر چکا ہے۔



ابن عدی: روى عنه الثقات، وأسانيده مستقيمة، كما مر فى الجزء الثانى من "الإعلاء".

**باب كراهة مسح التراب عن الوجه وكراهة مس اللحية إلا بعذر**  
 ۱۵۳۸- عن بريدة رضى الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "ثَلَاثٌ مِنَ الْجَفَاءِ" وَفِيهِ: "أَوْ يَمْسُحُ جَبْهَتَهُ قَبْلَ أَنْ يَفْرُعَ مِنْ صَلَاتِهِ" - رواه البزار ورجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۵) وقد مر الحديث بتمامه فى (باب النفخ فى الصلاة).  
 ۱۵۳۹- عن ابن عباس رضى الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَمْسُحُ وَجْهَهُ فِى الصَّلَاةِ - رواه الطبرانى فى الأوسط ورجال موقوفون (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۵).  
 ۱۵۴۰- وعنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْسُحُ الْعَرَقَ عَنْ وَجْهِهِ فِى الصَّلَاةِ - رواه الطبرانى فى الكبير وفيه خارجه بن مصعب وهو ضعيف جدا (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۵) قلت: كلا! فقد قال مسلم: سمعت يحيى بن يحيى وسئل عن خارجه فقال: مستقيم الحديث عندنا فائدة: همارے فقہاء نے صراحتاً اسے مکروہ کہا ہے۔

**باب نماز میں بلا عذر چہرہ سے مٹی پونچھنا اور ڈاڑھی کو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔**  
 ۱۵۳۸- حضرت بريدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں گنوار ہیں کی ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اپنی چیشانی کو (مٹی سے) پونچھے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد) یہ پوری حدیث نماز میں پھونک مارنے کے بیان میں گمراہی ہے۔  
فائدہ: اس حدیث سے مٹی پونچھنے کی کراہت ثابت ہے۔  
 ۱۵۳۹- حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے چہرہ کو نہ پونچھتے تھے۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور اس کے راوی توفیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔  
فائدہ: اس سے بھی مٹی پونچھنے کی کراہت ثابت ہے۔

۱۵۴۰- نیز ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے چہرہ سے پسینہ پونچھتے تھے (یعنی جب کہ آپ ﷺ کو اس سے تشویش ہوتی تھی لہذا یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض نہیں)۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں خارجه بن مصعب ہیں جو کہ بہت کمزور ہیں (مجمع الزوائد)۔ مؤلف کہتا ہے خارجه ہرگز ضعیف نہیں کیونکہ مسلم نے کہا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ سے خارجه کے حلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ہمارے نزدیک مستقیم اللہ سے ہے جیسا کہ تہذیب میں ہے۔



کذا فی "التہذیب" (۷۸:۳)۔

۱۵۴۱: محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد، قال: رأيتُ إبراہیمَ يُصَلِّي في المَكانِ فِيهِ الرُّمْلُ وَالتُّرابُ الكَثِيرُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وَجْهِهِ قَبْلَ أَنْ يُنْصَرَفَ۔ أخرجه في كتاب الآثار (ص ۲۵) وقال محمد: لا نَرَى بَأْسًا بِمَسْحِهِ ذَلِكَ قَبْلَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ، لِأَنَّ تَرْكَهُ يُؤْذِي الْمُصَلِّي، وَرُبَّمَا شَعَلَهُ عَنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ ۱۵۔

۱۵۴۲: عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً: رَأَى رَجُلًا يَغْتَبِ بِلَحْيَتِهِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: "لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هَذَا لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهُ"۔ رواه الحَكيم الترمذی فی نوادره بسند ضعيف، ورواه ابن أبي شعبة في المصنف، وفيه رجل لم يسم، كذا في تخریج الإحياء لنعراقي (۱: ۱۲۵) وفي العزیزی (۲: ۲۰۳): قال الشيخ: حديث حسن لغيره ۱۵۔

۱۵۴۳: عن ابن عمر رضي الله عنه مرفوعاً: كَانَ رُبَّمَا يَضَعُ يَدَهُ عَلَى لِحْيَتِهِ فِي الصَّلَاةِ مِنْ

فأُفكره: اس سے ضرورت پید نہ پونچھنا ثابت ہے اور اس کے حکم میں مٹی وغیرہ ہے۔

۱۵۴۱: حضرت حماد سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابراہیمؒ کو دیکھا کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھ رہے تھے جہاں مٹی اور ریت بہت تھی اور قبل از فرار اپنے چہرہ سے مٹی پونچھتے تھے (کیونکہ چہرہ پر مٹی زیادہ لگ جاتی تھی جو ان کو پریشان کرتی تھی)۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم تشہد اور سلام سے پہلے مٹی پونچھنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے کیونکہ اس کے جھوڑنے سے نماز کو تکلیف ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ اس کو نماز سے غافل کر دیتی ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔

فأُفكره: آخری دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت اور عذر کی صورت میں چہرے سے مٹی وغیرہ پونچھنا جائز ہے اور وہ ضرورت اتنی زیادہ مقدار میں مٹی وغیرہ لگ جانا ہے جو پریشان کن ہو یا خشوع فی الصلوٰۃ سے مانع ہو البتہ بغیر عذر کے چہرہ سے مٹی پونچھنا مکروہ ہے جیسا کہ باب کی پہلی دو احادیث سے ثابت ہے۔

۱۵۴۲: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں اپنی داڑھی سے کیلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضا میں بھی خشوع ہوتا۔ اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور ان کی سند میں ایک راوی ایسے ہیں جن کا نام نہیں لیا گیا (تخریج الاہیاء للہرقانی) اور عزیزی میں ہے کہ شیخ نے اسے حسن لغيرہ کہا ہے۔

فأُفكره: اس سے بھی با ضرورت داڑھی کو ہاتھ لگانے کی کراہت ثابت ہے۔

۱۵۴۳: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنی داڑھی پر ہاتھ رکھ لیتے تھے بغیر اس کے کہ وہ اس



غیر غنیب۔ أخرجه البيهقي وابن عدی وإسناده ضعيف (العزیزی ۱: ۱۴۱) ورواه ابو یعلی عن عمرو بن حریث سرفوعاً بلفظ: رُبَمَا نَسِ إِيْحَيْتَهُ فِي الصَّلَاةِ وَفِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الخطاب وهو ضعيف ، وقد ذكره ابن حبان في الثقات ، ورواه عن الحسن مرسلاً أيضاً (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۶)۔ قلت : فالحدیث حسن بتعدد طرقہ۔

## باب کراہۃ صف القدمین فی الصلاة واستحباب التراوح بینہما

### وکراہۃ الاعتماد علی الجدار ونحوہ

۱۵۴۴۔ عن ابن مسعود ؓ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا صَافًا أَوْ صَافِيًا قَدَمَيْهِ فَقَالَ: أَخْطَا هَذَا السُّنَّةَ۔ أخرجه سعيد بن منصور كذا في "تخريج الإحياء" للمعراقی (۱: ۱۳۷) وسكت عنه ، وأخرجه عبد الرزاق بلفظ: مَرَّ ابْنُ مَسْعُودٍ بِرَجُلٍ صَافٍ بَيْنَ قَدَمَيْهِ، فَقَالَ: أَتَاهَذَا فَقَدْ أَخْطَا

سے پھیلے (غالباً یہ فعل فکر آخرت کے غلبہ کی وجہ سے ہوتا تھا لہذا پہلی حدیث کے خلاف نہیں)۔ اس کو پہلی اور ابن عدی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (عزیزی) اور ابو یعلیٰ نے عمرو بن حریث سے روایت کی ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنی ڈاڑھی کو ہاتھ لگاتے تھے اور اس کی سند میں محمد بن الخطاب ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔ اور ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے اور حسن نے اس کو مرسل روایت کیا ہے (مجمع الزوائد)۔ مؤلف کہتا ہے کہ تعدد طرق سے حدیث حسن ہے۔  
فائدہ: اس سے بجز روت ڈاڑھی کو ہاتھ لگانے کا جواز ثابت ہوتا ہے یعنی اس صورت میں ڈاڑھی کو ہاتھ لگانا مکروہ ہے جو کھیل کے طریقے پر ہو جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور اگر ڈاڑھی کو ہاتھ لگانا کھیل کے طریقے پر نہ ہو تو جائز ہے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

باب نماز میں دونوں پاؤں پر برابر زور دینا مکروہ ہے اور کبھی ایک پاؤں پر زور دینا اور کبھی دوسرے پر

مستحب ہے اور نماز میں دیوار وغیرہ سے سہارا لینا مکروہ ہے

۱۵۴۳۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو (نماز میں) دونوں پاؤں پر برابر زور دینے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے سنت کو چھوڑ دیا (کیونکہ سنت یہ ہے کہ کبھی ایک پاؤں پر زور دے اور کبھی دوسرے پر لیکن اس نے ایسا نہیں کیا) اس کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور عراقی نے تخریج احیاء میں اسے نقل کر کے اس پر کلام نہیں کیا اور کنز العمال میں عبد الرزاق کی روایت سے یوں کہا ہے کہ ابن مسعودؓ کا ایک شخص پر گد ر ہوا جو کہ دونوں پاؤں پر برابر زور دینے ہوئے تھا۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ اس نے



السُّنَّةُ، لَوْ رَآوْهُمَا كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ۔ کذا فی کنز العمال (۲۰۵:۴) وقال الطحاوی فی "معانی الآثار" (۱۴۵:۱): وکمن قام فی الصلاة أمر أن یراوح بین قدمه۔ وقد روى ذلك عن ابن مسعود، ذکره محتجاً به علی أن تفريق الأعضاء أولى من إلصاق بعضها ببعض، واحتجاج المحدث الحافظ الناقد بحديث دلیل علی صلاحیته له۔

۱۵۴۵۔ عن زید بن أسلم أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: لَا يُضَلِّي أَحَدُكُمْ وَهُوَ ضَامٌ وَرَكْبٌ۔ أخرجه مالك فی "الموطأ" (کنز العمال ۲۲۵:۴)۔ وهو صحيح علی قاعدته۔

۱۵۴۶۔ عن قتادة قال: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْإِغْتِمَادِ عَلَى الْجِدَارِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: إِنَّا لَنَفْعَلُهُ وَإِنَّ ذَلِكَ يَنْقُصُ مِنَ الْآخِرِ۔ أخرجه عبد الرزاق کذا فی "کنز العمال" (۲۲۴:۴) ولم أقف له علی سند، ولكن القياس يعاضده، وبه قال فقهاؤنا۔

سنت کو چھوڑ دیا۔ اگر یہ باری باری سے ہر ایک پاؤں پر زور دیتا تو یہ مجھے (موافق سنت کی وجہ سے) زیادہ پسند ہوتا۔ اور طحاوی نے ابن مسعودؓ کی اس روایت سے احتجاج کیا ہے اور محبتِ ناکہ کا کسی روایت سے احتجاج کرتا اس کے قابلِ حجت ہونے کی دلیل ہے۔  
فائدہ: یعنی سنت یہ ہے کہ تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور دے اور پھر دوسرے پاؤں پر تاکہ زیادہ دیر قیام کر سکے، البتہ بغیر سکون کے دائیں بائیں ہلے رہنا مکروہ ہے۔

۱۵۴۵۔ رید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے کہ وہ دونوں سریوں کو ملائے ہوئے ہو۔ اس کو امام مالکؒ نے موطا میں روایت کیا ہے (کنز العمال)۔ مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حدیث کنز العمال کے قاعدہ سے صحیح ہے۔  
فائدہ: مؤلف نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ دونوں پاؤں کو ملا کر وہ ہے اور ان میں فاصلہ ہونا مسنون ہے۔ تقریر استدلال یہ بیان کی ہے کہ سریوں کو ملا کر قدامت میں کے ملانے کو مستلزم ہے۔ اور سریوں کا ملا کر وہ تو قدیم کا ملا کر بھی مکروہ ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ عنوانِ باب سے اس حدیث کو تعلق نہیں اور خود یہ امر بھی خدشہ ہے کہ سریوں کا ملا کر قدامت میں کو مستلزم ہے۔

۱۵۴۶۔ قتادہ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ سے نماز کے اندر دیوار سے سہارا لینے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایسا کرتے ہیں اور اس سے (نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ) ثواب میں کمی آجاتی ہے۔ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے (کنز العمال)۔  
مؤلف کہتے ہیں کہ مجھے اس کی سند نہیں معلوم ہوئی کہ قریب اس کا مؤید ہے اور یہ بھی ہمارے فقہاء کا قول ہے اور ابن عمرؓ کا یہ قول نوافل پر محمول ہے۔



۱۵۴۷: حدثنا محمد بن عبد الملك الغزال نا عبد الرزاق عن معمر عن إسماعيل بن أمية عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه قال: نهى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَغْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلَى يَدَيْهِ إِذَا نَهَضَ فِي الصَّلَاةِ. وقال أحمد بن حنبل: نهى أَنْ يَجْلِسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ وَهُوَ مُغْتَمِدٌ عَلَى يَدَيْهِ. رواه أبو داود وسكت عنه (۳۷۷:۱) ورجاله رجال الجماعة خلا شيخ أبي داود وهو ثقة أيضاً۔

### باب جواز أخذ القملة وقتلها ودفنها في الصلاة

۱۵۴۸: محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا عاصم بن أبي النجود عن أبي رزین عن عبد الله بن مسعود أنه أَخَذَ قُمَّلَةً فِي الصَّلَاةِ فَدَفَنَهَا ثُمَّ قَالَ: أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءَ وَأَمْوَاتًا. أخرجه في كتاب الآثار له (ص: ۳۰) وسنده حسن۔ فإن عاصمًا من رجال مسلم والبخاری أخرجا له مقروناً، وأبو رزین اسمه مسعود بن مالك الأسدي ثقة فاضل من رجال مسلم والأربعة۔ كذا في "التقريب" (۶: ۹۳۲)۔

۱۵۴۹: عن عبد الرحمن بن الأسود قال: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه يَقْتُلُ الْقُمَّلَةَ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى يَظْهَرَ دُمُهَا عَلَى يَدَيْهِ۔ أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ۱۵۴۷: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی نماز میں اٹھتے وقت ہاتھوں پر سہارا کرے۔ اور امام احمد بن حنبلؓ نے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی نماز میں ہاتھوں پر سہارا کر کے بیٹھے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا اور اس کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں۔ جز ابوداؤد کے شیخ کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔  
فائدہ: جب اپنے اعضا پر سہارا ممنوع ہے تو دیوار وغیرہ پر بالاولیٰ ممنوع ہوگا۔ لہذا ابن عمرؓ کی حدیث نوافل پر محمول ہوگی کہ نوافل میں دیوار کا سہارا لینا جائز ہے۔

### باب نماز میں جوں کا پکڑنا اور مارنا اور دفن کرنا جائز ہے

۱۵۴۸: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جوں کو نماز میں پکڑنا اور دفن کر دیا اور یہ آیت پڑھی اَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءَ وَأَمْوَاتًا (یعنی کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو اپنے ساتھ ملانے والا نہیں بنایا) اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۱۵۴۹: حضرت عبد الرحمن بن الاسودؓ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نماز میں جوں کو قتل کرتے یہاں تک کہ اس کا خون ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوگا۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (کنز العمال)



## ابواب أحکام المساجد

### باب النهی عن البول وإلقاء کل نجاسة فی المسجد

۱۵۵۰۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يُبُولُ فِي الْمَسْجِدِ ، فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : مَهْ مَهْ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَا تُزْرِمُوهُ دَعْوُهُ - فَزَكَّوْهُ حَتَّى بَالَ ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ : " إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِبَشِيءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ ، إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ " - أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، قَالَ : فَأَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَسَنَنَهُ

فائدہ: ان دونوں روایتوں سے جوں کے نماز کے اندر پکڑنے اور مارنے اور دفن کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ ہی مذہب ہے حنفیہ کا، چنانچہ امام محمدؒ نے کتاب الاطعمہ میں کہا ہے کہ ہمارے نزدیک جوں کے نماز کے اندر مارنے اور اس کے دفن کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ نماز میں جو جس دھونڈا کرے بلکہ اگر وہ کسی جگہ کاٹ یا اس کی سرسراہٹ سے تشویش ہو یا اتفاقاً نظر پڑ جائے تو اسے پکڑ کا مار دے، کانٹے اور سرسراہٹ کی صورت میں تو جواز قیل ظاہر ہے اور اتفاقاً نظر پڑ جانے کی صورت میں اس لئے کہ اس صورت میں مصلیٰ کا قلب اس سے متوش ہوگا کہ ایسا نہ ہو کہیں کاٹ لے یا اپنی سرسراہٹ سے تکلیف دے اور پھر ہاتھ نہ آئے اور اسات و کراہت جو امام صاحب اور امام ابو یوسف سے مروی ہے وہ خواہ مخواہ جودوں کے تلاش کرنے پر محمول ہوگی۔

## احکام مساجد کے ابواب

### باب مسجد میں پیشاب کرنا یا اور کسی قسم کی نجاست ڈالنا ممنوع ہے

۱۵۵۰۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے، ایک اعرابی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا، اس پر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اس سے کہا کہ رک رک۔ راوی انسؓ فرماتے ہیں کہ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا پیشاب بند نہ کرو (مبادا کوئی بیماری پیدا ہو جائے) اسے پیشاب کر لینے دو پس صحابہ نے اس سے تعرض نہ کیا اور اس نے پیشاب کر لیا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ کیا میں مسجد میں پیشاب یا دوسری کسی پلیدی کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ یہ تو خدا کی یاد نماز اور قراءۃ قرآن کے لئے موزوں ہیں یا اسی مضمون کے کچھ الفاظ رسول اللہ ﷺ نے فرمائے، اس کے بعد آپ ﷺ نے حاضرین میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس پر پانی کا ایک ڈول بہا دے، چنانچہ وہ ڈول لایا اور اس پر بہا دیا۔ اس کو سلم نے روایت کیا ہے۔



غلیہ۔ رواہ مسلم (۱: ۱۳۸)۔

## باب النہی عن زخرفة المساجد ورفع بنائها

### وجواز استحکامها ونقشها قليلا

۱۵۵۱۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " مَا أَبْرَتْ بِنَشِيدِ الْمَسَاجِدِ " قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتَزُخْرِفْنَهَا كَمَا زُخْرِفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى۔ أخرجه أبو داود (۱: ۱۷۰)۔ وفي النیل (۲: ۳۶): رجاله رجال الصحيح اهـ۔ وفي "بلوغ المرام" (۱: ۴۳): وصححه ابن حبان اهـ۔

۱۵۵۲۔ عن أنس رضي الله عنه مرفوعاً: " إِنُنَا الْمَسَاجِدُ وَاتَّخَذُوهَا جِمًّا " رواه ابن أبي شعبة والبيهقي والعقيلي۔ قال الشيخ: حديث حسن (العزیزی ۱: ۲۳)۔

۱۵۵۳۔ عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى غَفْدٍ فَأُكِدَ: اس سے مسجد میں کسی قسم کی نجاست ڈالنے کی ممانعت ظاہر ہے۔ نیز حضور کے فرمان انما ہولذکر اللہ (بیضہ ص) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد کے علاوہ مسجد میں کوئی اور کام جائز نہیں، البتہ بغا دوسرے کام بھی جائز ہیں۔

### باب مساجد کو مزیّن کرنا اور ان کی عمارت کو بلند کرنا ممنوع ہے اور ان کو مضبوط کرنا اور ان میں

#### قدرے نقش ونگار کرنا جائز ہے

۱۵۵۱۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مساجد کے عايشان بنانے کا حکم نہیں دیا گیا اور ابن عباس نے فرمایا کہ تم مسجدوں کو ایسا مزیّن کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ اپنے معابد کو مزیّن کرتے ہیں۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور نیل میں ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور بلوغ المرام میں ہے کہ اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

۱۵۵۲۔ انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجدیں بناؤ اور انہیں ایسا بناؤ کہ ان کی پھتوں پر ابھار (جیسے لڑجوں اور مندروں میں ہوتا ہے) نہ ہو۔ اس کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی اور عقيلي نے روایت کیا ہے اور شیخ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے (عزیزی)۔

فأُكِدَ: جو تاویل حدیث کی ہم نے کی ہے کہ گرجوں اور مندروں جیسا ابھار نہ ہو اس سے معلوم ہو گیا کہ اس حدیث سے مساجد پر عمارتوں اور کتبہوں کی ممانعت مقصود نہیں اور نہ اس زمانہ میں ان کا بنانا حدیث کے خلاف ہے۔ فافہم۔

۱۵۵۳۔ عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبویؐ کی کئی اینٹوں کی بنی ہوئی قس



رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنِيًّا بِاللَّيْلِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيدُ وَعُغْمُهُ خَشَبُ النَّخْلِ، فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِاللَّيْلِ وَالْجَرِيدِ، وَأَعَادَ عُغْمَهُ خَشَبًا، ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَرَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً، وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْفَقَصَةِ، وَجَعَلَ عُغْمَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنقُوشَةٍ، وَسَقْفُهُ بِالسَّاجِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (۶۴:۲)۔

### باب استحباب اتخاذ المساجد في المحلات و تنظيفها

۱۰۵۴۔ عن عروة بن الزبير عن مَن حَدَّثَهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَضَعُ الْمَسَاجِدَ فِي دُورِنَا وَأَنْ نُضْلِحَ صُنْعَتَهَا وَنُظَهِّرَهَا۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ (مجمع الزوائد ۱: ۱۴۷)۔

۱۰۵۵۔ عن عائشة رضي الله عنها قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِنَاءَ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ، وَأَنْ نُنْظِفَ وَنُظَيِّبَ۔ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ (۱۷۳:۱) وَسَكَتَ عَنْهُ، وَفِي "النَّيْلِ" (۴۰:۲): رَجَالُهُ ثَقَاتُ:

اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی اور اس کے ستون کھجوروں کے تنوں کے تھے، سو ابوبکر صدیقؓ نے تو اس میں کوئی چیز زیادہ نہیں کی، ہاں حضرت عمرؓ نے اس (کی وسعت) میں زیادتی کی (لیکن طریقہ تعمیر میں کوئی زیادتی نہ کی) اور اسے اسی ساخت پر جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی جی ایٹھوں اور کھجور کی شاخوں سے بنایا اور کھجوروں کے تنوں کے ستون لگائے، اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اس کو بڑا اور اس کی وسعت میں بہت زیادتی کر دی اور منقش پتھروں اور چونے سے اس کی دیوار بنائی اور منقش پتھروں کے اس میں ستون لگائے اور سراج کی لکڑی کی چھت ڈالی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مساجد میں استحکام اور قلیل نقش و نگار جائز ہیں لیکن زیادہ تکلفات اور شان و شوکت ممنوع ہے بلکہ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مسجد کی تزئین سے بہتر ہے کہ یہ رقم فقراء کو دی جائے۔

### باب محلوں میں مسجدیں بنانا اور ان کو صاف رکھنا شرعاً پسندیدہ ہے

۱۰۵۴۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اپنے محلوں میں مسجدیں بنائیں اور ان کو اچھا بنائیں اور ان کو پاک رکھیں۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے (مجمع الزوائد)۔

۱۰۵۵۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور ان کو صاف ستھرا رکھا جائے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا اور نسل الاوطار میں ہے کہ اسے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مساجد کو پاک اور صاف رکھا جائے۔ لہذا مساجد کو گھونٹوں سے پاک کرنا بھی اس حکم میں داخل ہے۔ باقی ابوداؤد کی وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پرنسوں کو اپنے گھونٹوں میں رہنے دو یعنی ان کو نہ گراؤ، وہ مذکورہ



### باب کراهۃ إلقاء القملة فی المسجد

۱۵۵۶۔ عن رجل من الأنصار أن رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ الْقُمَّلَةَ فِي ثَوْبِهِ فَلْيَضْرُهَا وَلَا يُلْقِهَا فِي الْمَسْجِدِ۔ رواه أحمد ورجاله موقوفون (مجمع الزوائد ۱: ۱۵۰۰)۔

۱۵۵۷۔ عن شيخ من أهل مكة من قريش قال: وَجَدَ رَجُلٌ فِي ثَوْبِهِ قُمَّلَةً فَأَخَذَهَا لِيَطْرَحَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا تَفْعَلْ رُدَّهَا إِلَى ثَوْبِكَ حَتَّى تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ"۔ رواه أحمد ورجاله ثقات إلا أن محمد بن إسحاق عنده وهو مدلس (مجمع الزوائد ۱: ۱۵۰۰)۔

قلت: صحح و حسن له الترمذی (۱: ۱۷ و ۱۵۰) مع عننته فالحديث حسن

### باب استحباب لزوم المسجد والنهي عن اتخاذه طريقاً

۱۵۵۸۔ عن أبي الدرداء رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "الْمَسْجِدُ بَيْتٌ كُلُّ تَهَيٍّ، وَتَكْفُلُ اللَّهُ لِمَنْ كَانَ الْمَسْجِدُ بَيْتَهُ بِالرُّوحِ وَالرَّحْمَةِ وَالْجَوَازِ عَلَى الصِّرَاطِ إِلَى الْإِصْلَاحِ"۔

بالاحادیث کی بہاں گھنٹوں پر محمول ہے جو غیر مساجد میں ہوں۔ اسی طرح مساجد میں جو پائل کرنا بھی مکروہ ہے۔ باقی جو حدیث میں آپ ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ توفضاً اللہ فی المسجد تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں تھے لیکن پانی مسجد سے باہر گرنا تھا۔

### باب مسجد میں جوں ڈالنا مکروہ ہے

۱۵۵۶۔ ایک انصاری صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے اپنے کپڑے میں جوں پائے اس کو چاہیے کہ اسے بند رکھے اور مسجد میں نہ ڈالے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۵۵۷۔ اہل مکہ میں سے ایک عربی شخص روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کے کپڑے میں جوں ملی، اس نے اسے پکڑ لیا اور مسجد میں پھینکا تا چاہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد سے نکلے تک اسے اپنے کپڑے ہی میں رکھ۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں مگر محمد بن اسحاق مدلس ہے اور روایت میں معنیہ کیا ہے (مجمع الزوائد)۔ مؤلف کہتا ہے کہ ترمذی نے محمد بن اسحاق کی روایت کو باوجود معنیہ کے حسن اور صحیح کہا ہے لہذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں جوں وغیرہ مار کر گرانا مکروہ ہے البتہ ان کا مارنا وغیرہ جائز ہے جیسا کہ پیچھے معلوم ہو چکا۔

### باب اکثر اوقات مسجد میں رہنا شرعاً پسندیدہ ہے اور اس کو راہ گزر بنانا ناپسندیدہ ہے

۱۵۵۸۔ ابوالدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد ہر مقل کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جس کا گھر مسجد ہو آسائش اور رحمت اور پل صراط ہے گزر کر حق تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت تک پہنچنے کا مدار ہے۔ اس کو بطبرانی نے کبیر اور اوسط میں اور



رَضَوَانِ اللّٰهِ اِلَى النَّجْنَةِ“۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والأوسط، والبخاری وقال: إسناده حسن۔ قلت: ورجال البزار كلهم رجال الصحيح (معجم الزوائد: ۱۰۱)۔  
 ۱۰۵۹۔ وعن أبی هريرة رضي الله عنه سرفوعا: "سَبْعَةُ يَظْلُهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلُّ إِلَّا ظِلُّهُ" وَذَكَرَ فِيهِمْ: "وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ"۔ رواه الشيخان وغيرهما (الترغيب ص ۵۷)۔

۱۰۶۰۔ وعن سرفوعا: مَا تَوَطَّنَ رَجُلٌ الْمَسَاجِدَ لِلصَّلَاةِ وَالذِّكْرِ إِلَّا تَنَبَّشَتْ اللّٰهُ تَعَالَى إِلَيْهِ كَمَا تَنَبَّشَتْ أَهْلُ الْغَائِبِ بَعَائِبِهِمْ إِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ"۔ رواه ابن ماجه وابن خزيمة وابن حبان والحاكم وقال: صحيح على شرطهما۔ (الترغيب - ص ۵۷)۔  
 ۱۰۶۱۔ عن أبی سعيد رضي الله عنه سرفوعا: إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿إِنَّمَا يَغْتَمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾۔ رواه الترمذی وقال: حسن غريب، والحاكم وصححه، وابن خزيمة وابن حبان في بزار نے روایت کیا ہے اور بزار کے راوی تمام اللہ میں (معجم الزوائد)۔

۱۰۵۹۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات شخص ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اپنے (عرش کے) سایہ میں سایہ دے گا اور ان سات شخصوں کی تفصیل فرمائی اور ان میں اس شخص کو بھی شمار کیا جس کا دل مسجد میں لگا ہو (پس جب کہ مسجد میں دل لگنے کی یہ فضیلت ہے۔ تو خود مسجد میں رہنے کی کس قدر فضیلت ہوگی) اس کو شیخین وغیرہ نے روایت کیا ہے (ترغیب)۔

۱۰۶۰۔ نیز ابو ہریرہ سے ہی مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص نماز و ذکر کے لئے مسجد میں رہنا اختیار کر لیتا ہے، حق تعالیٰ اس سے یوں خوش ہوتے ہیں جیسے یامع باہر گئے ہوئے شخص کے گھر والے اس وقت خوش ہوتے ہیں جب کہ وہ سفر سے ان کے پاس واپس آتا ہے۔ اس کو ابن ماجہ، ابن خزيمة، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ شرط شیخین پر صحیح ہے۔

۱۰۶۱۔ ابو سعید خدری سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم کسی کو مسجد میں آنے کا عادی دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مساجد کو وہی آباد کرتے ہیں جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں (اور یہ شخص مسجد کو آباد کرتا ہے اس لئے مؤمن ہے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور ابن خزيمة اور ابن حبان نے اسے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (ترغیب)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں رہنا نہایت فضیلت کی چیز ہے، لیکن یاد رکھئے کہ یہ فضیلت اس وقت ہے جب کہ مسجد



صحیحہما، (الترغیب ص ۵۷)۔

۱۵۶۲۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَتَخَذُوا الْمَسَاجِدَ طُرُقًا إِلَّا لِدُكْرٍ أَوْ صَلَاةٍ۔ رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد: ۱۵۲)۔

۱۵۶۳۔ عن أبي عمرو الشيباني قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يُعْسُ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَجِدُ سَوَادًا إِلَّا أَخْرَجَهُ إِلَّا زَجْلًا مُصَلِّيًّا۔ رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون (مجمع الزوائد: ۱۵۱)۔

۱۵۶۴۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَمُرَّ الرَّجُلُ فِي طَوْلِ الْمَسْجِدِ وَغَرَضُهُ لَا يُصَلِّي فِيهِ رَكَعَتَيْنِ"۔ رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح إلا أن سلمة بن كهیل وإن كان سمع من الصحابة لم أجده رواية عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد - السابق)

کے حقوق بھی ادا کرے۔

۱۵۶۲۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم مسجدوں کو راہ گذر نہ بناؤ، ہاں ان میں خدا کی یاد یا نماز کے لئے آؤ۔ اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۵۶۳۔ ابو عمرو شیبانی سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ کو مسجد میں گشت لگانے اور جس کو مسجد میں پاتے اسے نکال دیتے، بجز اس کے جو نماز پڑھ رہا ہو (یا اور کوئی ایسا کام کر رہا ہو جو مسجد کے شایان شان ہے اور جس کے لئے مسجد بنائی گئی ہیں)۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی موثق ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکر و عبادت کے علاوہ کوئی دوسرا کام مثلاً نیند وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص نیند وغیرہ میں ہو تو اس کو نکالا جاسکتا ہے البتہ کسی عذر کی بنا پر یا معکف کے لئے مسجد میں سونا وغیرہ جائز ہے جیسا کہ طبرانی کی اوسط میں ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ جب میں حضور ﷺ کی خدمت سے فارغ ہوتا تو میں مسجد میں آکر لیٹ جاتا کیونکہ میرا کوئی مکان نہ تھا۔

۱۵۶۴۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نخلہ علامات قیامت کے ایک علامت یہ ہے کہ آدمی تمام مسجد میں پھر لگائے گا مگر وہ کہتے ہیں بھی اس میں نہ پڑھے گا۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں بجز اس کے کہ سلمہ بن کہیل کو ابن مسعودؓ سے سنا ہے نہیں ہے اگرچہ اور صحابہ سے ان کو سنا حاصل ہے (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ذکر و عبادت کے مسجد سے نکل جانا مذموم ہے اس لئے مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے



## باب کراہۃ إدخال الصبيان والمجانين فی المسجد وکراہۃ رفع

الصوت وتناشد الأشعار ونحوہ فیہ إلا ما کان لغرض شرعی

۱۵۶۵: عن مکحول رفعہ إلى معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ورفعہ معاذ إلى النبی ﷺ قَالَ: "جَبُّوا مَسَاجِدَکُمْ صَبَّانَکُمْ وَخُصُومَانِکُمْ وَخُذُواکُمْ وَشِرَائِکُمْ وَبَیْعَکُمْ وَجَمِروها یَوْمَ جَمْعِکُمْ، وَاجْعَلُوا عَلَیْ أَنْوَابِهَا مَظَاهِرَکُمْ"۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ومکحول لم یسمع من معاذ (مجمع الزوائد ۱: ۱۵۲)۔

۱۵۶۶: انورواہ ابن ماجہ عن واثلہ وزاد بعد قولہ: "صَبَّانَکُمْ"، "وَمَجَابِیْنُکُمْ" وبعد قولہ: "وَخُصُومَانِکُمْ"، "وَزَرَفَ أَنْوَابِکُمْ"، وَإِقَامَةَ خُذُواکُمْ، وَسَلَّ سُبُوفَکُمْ" وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر برمزہ (۱: ۱۴) ولكن هذا الضعیف تأید بالاول المقطع . والا نقطاع لا یضر عندنا۔

۱۵۶۷: عن السائب بن یزید قَالَ: کُنْتُ قَائِمًا فِی الْمَسْجِدِ فَخَصَّیْنِ رَجُلٌ فَتَطَرْتُ إِلَیْهِ ضروری ہے کہ وہ درکعت نماز ضرور پڑھے تاکہ اس مذمت سے نکل جائے۔

## باب مسجد میں بچوں اور دیوانوں کا لانا اور اس میں بلا ضرورت شرعی آواز بلند کرنا اور

اشعار پڑھنا وغیرہ افعال مکروہ ہیں

۱۵۶۵: مکحول، معاذ سے روایت کرتے ہیں اور معاذ رسول اللہ ﷺ سے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مساجد کو اپنے بچوں اور اپنے جھگڑے قصوں اور اپنی حدود (سزاؤں) اور اپنی خرید و فروخت سے علیحدہ رکھو اور جمعہ کے روز ان میں دھوئی دیا کرو (اگر ضرورت ہو) اور اپنی پاکی کے مقاصد (جیسے وضو کی نالی، غسل خانہ وغیرہ) ان کے دروازوں پر (یعنی مسجد کی حد سے باہر) بناؤ۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اور یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ مکحول کو معاذ سے سماع حاصل نہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۵۶۶: ابن ماجہ نے واثلہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ اپنے بچوں کو، اپنے پاگلوں کو، اپنے جھگڑو کو اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو، اپنی حدود کے قائم کرنے کو اور ٹکواروں کے سونٹنے کو مسجدوں سے دور رکھو۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن باقی کی حدیث صحیح منقطع سے مؤید ہے لہذا حسن ہے۔

۱۵۶۷: سائب بن یزید سے مروی ہے کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے میرے ایک نکمری ماری میں نے جو اس کی طرف دیکھا تو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا کہ امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ ہیں، اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لاؤ، میں انہیں ان



فَإِذَا عُمِرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَقَالَ : إِذْ هَبْتُ فَأَتَيْتَنِي بِهَذَيْنِ فَبَجَّيْتُ بِهِمَا ، فَقَالَ : بِمَنْ أَتَيْنَا مِنْ أَيْنِ أَتَيْنَا؟ قَالَا : مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ . قَالَ : لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا ، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . رواه البخاری (۱: ۱۶۷)۔

۱۵۶۸۔ مالک کہنے لگا کہ عمر بن الخطاب بنی زحہ فی ناحیۃ المسجد تسمی الجلیجاء، وقال: من كان يريد أن يلغظ أو ينشد شعرا أو يرفع صوته فليخرج إلى هذه الرحبة، كذا أخرجه يحيى بلاغا ولغيره مالک عن أبي النضر مولى عمر بن عبد الله عن سالم عن أبيه موصولا، كذا في الزرقانی علی الموطأ (۱: ۱۴۳)۔

۱۵۶۹۔ عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ أنه نهى عن تنشيد الأشعار في المسجد، وعن التبع والتمراء فيه، وأن يتخلف الناس فيه يوم الجمعة قبل الصلاة۔ وفي الباب عن بريدة وجابر وأنس، قال أبو عيسى: حديث عبد الله بن عمرو بن العاص حديث حسن، وشعيب هو ابن محمد بن عبد الله بن عمرو بن كعب بن لاياقو آپ نے فرمایا کہ تم کون ہو یا فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے باشندے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس شہر کے باشندے ہو تو میں تمہیں سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے، لیکن بخاری میں ہی ایک حدیث مروی ہے کہ کعب بن مالک کا کسی سے ادا و قرض کے بارے میں جھڑا ہوا تو آوازیں بلند ہونے لگیں، تو آپ ﷺ نے اپنے حجرے میں سے باہر نکل کر فرمایا کہ اے کعب! اس کا قرض دیدو لیکن آپ ﷺ نے اس رفیع صوت پر تکبر نہ فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا مباح ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ منع کی احادیث متفاضل رفیع صوت پر محمول ہیں، جب کہ جوازی حدیث اس رفیع صوت پر محمول ہے جو متفاضل نہ ہو۔

۱۵۶۸۔ امام مالک کہتے ہیں کہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ عمر بن الخطاب نے مسجد کے گوشہ میں ایک حصہ بطور گھن کے رکھ چھوڑا تھا جس کا نام طمیا تھا اور فرمایا تھا کہ جس کو بائیں کرتا ہوں یا اشعار پڑھنے ہوں یا آواز بلند کرنی ہو وہ اس گھن میں آجائے۔ یعنی تو اس کو امام مالک سے بلافاہی روایت کیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس کو امام مالک سے یوں روایت کیا ہے کہ وہ ابو النضر مولى عمر بن عبد الله سے اور وہ سالم سے اور وہ عبد الله بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ پس یہ سند موصول ہے۔

۱۵۶۹۔ عمرو بن شیبہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مسجد میں اشعار پڑھنے اور اس میں خرید و فروخت کرنے اور جو کچھ روز نماز سے پہلے اس میں لوگوں کے نکمھا کرنے سے منع فرمایا۔ اس باب میں بريدة اور جابر و انس سے بھی روایات ہیں۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ عبد الله بن عمرو بن العاص کی روایت حسن ہے اور بخاری نے کہا ہے کہ میں



العاص، قال محمد بن اسماعیل: رأیت أحمد وإسحاق و ذکر غیرهما یحتجون بحديث عمرو بن شعيب، رواه الترمذی (۴۳:۱) وفي فتح الباری (۴۵:۱): إسناده صحيح إلى عمرو فمن يصحح نسخته يصححه اهـ۔

۱۵۷۰۔ عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَضَعُ لِحْشَانِ بْنِ مَرْثَدَةَ فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَوْ قَالَتْ: يُنَافِعُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْحَدِيثَ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ (۱۰۷:۲)۔

۱۵۷۱۔ عن أبي عبد الله مولى شداد بن الہاد أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يقول: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُنْشَأْ لِهَذَا"۔ رواه مسلم (۲۱۰)۔

### باب كراهة الضحك الكثير وعمل الصنعة في المسجد

۱۵۷۲۔ عن أنس رضي الله عنه مرفوعاً: "الضَّحْكُ فِي الْمَسْجِدِ ظُلْمَةٌ فِي الْقَبْرِ"۔ رواه

نے امام احمد اور بخاری بن راہو یہ اور دوسرے لوگوں کو عمرو بن شعیب کی روایت سے احتجاج (یعنی حجت پکارتے) کرتے دیکھا ہے۔ (کذا فی الترمذی) اور فتح الباری میں ہے کہ اس حدیث کی سند عمرو بن شعیب تک صحیح ہے لہذا جو لوگ عمرو بن شعیب کی کتاب کو صحیح کہتے ہیں وہ اس کو بھی صحیح کہیں گے۔

۱۵۷۰۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ حسان بن ثابتؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے جس پر کھڑے ہو کر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فخر میں انکار کا قائل کرتے۔ یا حضرت عائشہؓ نے یوں فرمایا کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انکار کے حلوں کی مدافعت کرتے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے۔

فائدہ: اس روایت سے بھروسہ شرعی مسجد میں بلند آواز سے شعر پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے میلاد و مرتبہ پر سونڈ لانی صحیح نہیں کیونکہ یہ مجلس میلاد تہجی بلکہ یہ جہاں لسانی تھا انکار پر۔ فافہم۔

۱۵۷۱۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کو مسجد میں اپنی گم شدہ چیز کو (جو مسجد سے باہر گم ہوئی ہو) تلاش کرتے (تھے) مسجد میں اس غرض سے تلاش کی تھی کہ اس میں ہر جگہ کے لوگ ہوتے ہیں شاید کسی کو علم ہو (تو اس کو یہ کہہ دینا چاہیے کہ خدا تجھے وہ شے واپس نہ دے کیونکہ مساجد اس غرض سے نہیں بنائی گئیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اصل کلی ہے کہ ہر وہ کام جس کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی مسجد میں کرنا ممنوع ہے۔ مثلاً گم شدہ چیز کی تلاش یا تعزیرت وصول کرنے کے لئے مسجد میں بیٹھا وغیرہ، ہاں اگر بیٹھنے کے لئے کوئی اور مکان نہ ہو تو مسجد میں تعزیرت کے لئے بیٹھنا جائز ہے۔

### باب مسجد میں فضول ہنسنا اور اس میں کوئی پیشہ کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے

۱۵۷۲۔ انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں (فضول) ہنسنا قبر میں تاریکی کا سبب ہے۔ اس کو دیلمی نے مسند



الدیلمی فی مسند الفردوس بسند ضعیف، (کنز العمال ۱۴۲: ۴)۔  
 ۱۰۷۳ عن عثمان رضی اللہ عنہ مرفوعاً: "جَنَّبُوا صَنَاعَكُمْ مَسَاجِدَ كُمْ"۔ رواہ الدیلمی  
 فی مسند الفردوس بإسناد ضعیف، (کنز العمال نفس المرجع)۔

### باب جواز دخول المُحَدِّثِ المسجد

۱۰۷۴ عن الأشعث أنَّ عَلِيًّا بَالَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَأَجْتَاَزَ فِيهِ قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ۔ رواہ  
 الضیاء المقدسی فی صحیحہ المسمی بالمختارۃ (کنز العمال ۲۶۱: ۴)۔

### باب آداب دخول المسجد

۱۰۷۵ عن عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ  
 افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"۔ وَإِذَا خَرَجَ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رِزْقِكَ"۔ رواہ الضیاء

الفردوس میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے (کنز العمال)۔

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن قواعد عامہ سے مؤید ہونے کی بنا پر حجت ہے۔

۱۵۷۳: حضرت عثمانؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسجد کو اپنے کارنگروں سے علیحدہ رکھو یعنی مسجد میں پیشہ ور کارنگری جیسے ستار کا کام یا  
 لوہار کا کام وغیرہ نہ ہونا چاہیے۔ اس کو بھی دیلمی نے مسند الفردوس میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے (کنز العمال)۔

### باب مسجد میں بلا وضو جانا جائز ہے

۱۵۷۴: اشعث سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے پیشاب کیا اور قبل وضو کے مسجد میں داخل ہوئے اور اس میں سے گزر گئے۔ اس کو  
 ضیاء مقدسی نے مختارہ میں روایت کیا ہے (کنز العمال)۔

فائدہ: یہ روایت مقصود پر اس طرح دال ہے کہ عبور موقوف ہے دخول پر پس جواز دخول اس سے ثابت ہو گیا، لیکن یاد رکھیے کہ اگر احتیاج کرنا  
 ضروری ہے اور نہ نجاست کے ہوتے تو نے مسجد میں داخل ہونا درست نہیں جیسا کہ قبل میں منطقی مسجد کے باب سے معلوم ہو چکا۔

### باب دخول مساجد کے آداب

۱۵۷۵: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ  
 (یعنی اے اللہ مجھ پر رحمت کے دروازے کھول دے) اور جب اس سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے کہ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ  
 رِزْقِكَ (یعنی اے اللہ مجھ پر اپنے رزق کے دروازے کھول دے) اس کو ضیاء مقدسی نے مختارہ میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور وہ  
 کنز العمال کے اصول پر صحیح ہے۔



المقدسی فی المختارة (کنز العمال ۴: ۲۶۱) وهو صحيح على قاعدته۔

۱۵۷۶۔ عَنْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَقُولُ : " بِسْمِ اللَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ " - فَإِذَا خَرَجَ قَالَ : " بِسْمِ اللَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ " - رواه عبد الرزاق في مصنفه وابن أبي شيبه والضياء المقدسي في المختارة (كنز العمال ۴: ۲۶۱) وهو صحيح على قاعدته أيضًا، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير رمزا (۱۰۵: ۲)۔

۱۵۷۷۔ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ: " أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ " وَقَالَ: " إِذَا قَالَ ذَلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ: حَفِظَ مِنِّي سَائِرَ الْيَوْمِ " - رواه أبو داود، وحسنه السيوطي في الجامع الصغير رمزا (۱۰۵: ۲)۔

۱۵۷۸۔ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ رواه مسلم (مشكاة: ۵۳: ۱)۔

۱۵۷۹۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جس وقت باہر تشریف لاتے تو فرماتے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ فَضْلِكَ۔ اس کو عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اور ضیاء مقدسی نے قنادہ میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور یہ بھی اس کے قاعدہ سے صحیح ہے۔ اور سیوطی نے جامع صغیر میں بذریعہ اشارہ کے اس کی تحسین کی ہے۔

۱۵۸۰۔ ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فرماتے اور فرمایا کہ جب کوئی ایسا کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ مجھ سے آج تمام دن کے لئے محفوظ ہو گیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور سیوطی نے جامع صغیر میں اشارہ اس کی تحسین کی ہے۔

۱۵۸۱۔ ابواسید سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے مسجد میں جائے تو یوں کہے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب اس سے باہر آئے تو یوں کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)



۱۵۷۹۔ عن أنس رضي الله عنه أنه كان يقول: مِنَ السَّنَةِ إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ أَنْ تَبْدَأَ بِرِجْلِكَ الْيُمْنَى ، وَإِذَا خَرَجْتَ أَنْ تَبْدَأَ بِرِجْلِكَ الْيُسْرَى۔ أخرجه الحاكم في "المستدرک" قاله الحافظ في الفتح (۱: ۴۳۷) وقال : والصحيح أن قول الصحابي من السنة كذا محمول على الرفع، وذكر البخاري تعليقا: كَانَ ابْنُ عُمرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنَى ، إِذَا خَرَجَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى۔

### باب كراهة البزاق والمخاط في المسجد

#### وعن يمين المصلي وأمامه في الصلاة مطلقا

۱۵۸۰۔ عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُحَاسَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ، وَقَالَ إِنَّ أَخَذَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَأَنَّه يَنَاجِي رَبَّهُ أَوْ أَنَّ رَبَّهُ يَنْبِئُهُ وَيَبَيِّنُ الْقِبْلَةَ، فَلَا يَنْزِقَنَّ أَخَذَكُمْ قَبْلَ قِبْلَتِهِ ، وَلَكِنْ غَنِّ بَسَارَهُ أَوْ تَحْتَ قَدْبِهِ، ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِذَائِهِ فَصَبَّقَ فِيهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: أَوْ يَفْعَلْ هَكَذَا، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (۱: ۱۵۸)۔

۱۵۷۹۔ انسؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ یہ امر سنت ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو اس میں پہلے اپنا دایاں پاؤں رکھو اور جب اس میں سے نکلو تو پہلے بائیں پاؤں نکالو۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے اور حافظ نے یہ بھی کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب مسجداً پر جانا ہو تو اس سے قبل اسی بات سنت ہے تو اس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد ہوتی ہے اور بخاری نے تعلیقا روایت کیا ہے کہ ابن عمرؓ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے اپنا دایاں پاؤں رکھتے تھے اور جب نکلے تو پہلے بائیں پاؤں نکالتے۔

باب مسجد میں تھوک اور ریخت ڈالنا مکروہ ہے اور نماز میں دائیں جانب یا آگے تھوکرنا اور

ریخت ڈالنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ مسجد ہو یا کوئی اور مقام

۱۵۸۰۔ انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھار کا ٹھم مسجد میں قبلہ کی جہت میں دیکھا تو آپ ﷺ کو یہ بات سخت گراں گذری حتیٰ کہ آپ ﷺ کے چہرہ میں اس کا اثر محسوس ہوا، اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے صاف کیا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ حق تعالیٰ سے شکوہ کرتا ہے یا یہ ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ اس کے اوپر قبلہ کے درمیان ہوتے ہیں۔ لہذا کسی کو نہ چاہیے کہ وہ اپنے قبلہ کی جہت میں تھوکے بلکہ بائیں جانب تھوکے یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے، یا پاؤں کے کھانے پکڑے کے اندر رسلہ کرے اور اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔



۱۵۸۱۔ وفی روایۃ لہ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً: " فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا۔"  
 ۱۵۸۲۔ وفی "فتح الباری" (۱: ۲۹): وروی ابن أبی شیبۃ من حدیث حذیفۃ موقوفاً فی  
 هذا الحدیث، قال: "وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ كَاتِبُ الْحَسَنَاتِ۔"  
 ۱۵۸۳۔ وفی الطبرانی من حدیث أبی أمامۃ فی هذا الحدیث: " فَإِنَّهُ يَقُومُ بَيْنَ يَدَيِ  
 اللَّهِ، وَمَلَكُهُ عَنْ يَمِينِهِ وَقَرْنُهُ عَنْ يَسَارِهِ۔"  
 ۱۵۸۴۔ عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: " أَلْبَزَانِ فِي الْمَسْجِدِ  
 حَظِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا۔"۔ رواہ البخاری (۵۹: ۱)۔

۱۵۸۵۔ عن أبی سعید الخدری أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُحِبُّ الْعَرَاجِينَ وَلَا يَزَالُ فِي يَدِهِ سِنُّهَا،  
 فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَرَأَى نُحَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ مُغَضَّبًا فَقَالَ:  
 أَيْسَرُ أَحَدُكُمْ أَنْ يُبْصِقَ فِي وَجْهِهِ؟ إِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَأَنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رَبَّهُ  
 عَزَّوَجَلَّ، وَالْمَلَكُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَتَغَلَّبُ عَنْ يَمِينِهِ وَلَا فِي قِبْلَتِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ  
 أَوْ تَحْتَ قَدْبِهِ، فَإِنْ عَجَلَ بِهِ أَمْرٌ فَلْيَتَغَلَّبْ هَكَذَا، وَوَصَفَ لَنَا ابْنُ عَجَلَانَ ذَلِكَ أَنْ يَتَغَلَّبَ فِي

۱۵۸۱۔ اور ابو ہریرہ کی ایک مرفوع روایت میں دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے دائیں جانب فرشتہ

ہوتا ہے۔

۱۵۸۲۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں حذیفہؓ سے موقوفہ مروی ہے کہ اس کے دائیں جانب نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔

۱۵۸۳۔ اور طبرانی نے اسی روایت کو ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے مگر اس میں یوں مذکور ہے کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اس کے  
 دائیں جانب اس کا فرشتہ ہوتا ہے (یعنی نیکیاں لکھنے والا فرشتہ) اور بائیں جانب اس کا جوڑی دار (یعنی شیطان) ہوتا ہے۔

۱۵۸۴۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکانا غلطی ہے اور اس کی تلائی اس کو ذن کر دیتا ہے (اگر  
 جکی زمین ہو ورنہ اسے صاف کر دیتا ہے)۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں تھوکانا مطلقاً گناہ ہے۔

۱۵۸۵۔ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کھجور کی شاخیں مرغوب تھیں، اس لئے وہ اکثر کھجور کی شاخ ہاتھ میں رکھتے  
 تھے، سو ایک روز آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور آپ ﷺ نے قبلہ کی جانب میں کھنکار کا ٹم دیکھا، تو خفا ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ  
 ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم سے کسی کو یہ بات پتہ ہے کہ کوئی اس کے سامنے تھو کے، جب کہ ایسا نہیں ہے تو تم کو نماز میں قبلہ کی جانب  
 نہ تھوکانا چاہئے کیونکہ جب کوئی شخص نماز میں قبلہ رخ ہوتا ہے تو وہ اس وقت اپنے رب کی طرف منہ کئے ہوئے ہوتا ہے اور فرشتہ اس کے  
 دائیں جانب ہوتا ہے لہذا اس کو چاہیے کہ نہ وہ اپنے دائیں جانب تھو کے نہ اپنے قبلہ کی جانب تھو کے، بلکہ اسے چاہئے کہ بائیں جانب



ثَوْبِهِ ثُمَّ يَرُدُّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ - رواه أبو داود (۱۷۹:۱) وسكت عنه، وفي "فتح الباری"  
: [إسناد صحيح (۱: ۲۹۹)۔

۱۵۸۶ عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه مرفوعاً: قال: "مَنْ تَنَحَّجَ فِي الْمَسْجِدِ  
فَلْيَقْبِضْ نَحَاسَتَهُ أَنْ تُصِيبَ جِلْدَ مُؤْمِنٍ أَوْ ثَوْبَهُ فَتُؤْذِيَهُ" - رواه أحمد بإسناد حسن ("فتح  
الباری" ۱: ۲۸۸)۔

### باب کراہۃ حدیث الدنیا فی المسجد إذا جلس له فیہ

۱۵۸۷ عن أنس رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَنْخَلُفُونَ  
فِي مَسَاجِدِهِمْ وَلَيْسَ هَمَّتُهُمْ إِلَّا الدُّنْيَا لَيْسَ لِلَّهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ فَلَا تَجَالِسُوهُمْ" : رواه

تھوکے یا پاؤں کے نیچے تھوکے اور اگر زیادہ جلدی ہو تو یوں کر لے۔ اور ابن عجلان راوی نے اس اشارہ کی یوں توضیح کی ہے کہ اپنے  
کپڑے میں تھوک کر اسے مل دیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ اور فتح الباری میں ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۵۸۶: سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ جو شخص مسجد میں کھکار ڈالے تو اس کو چاہیے کہ اپنی کھکار کو کسی سے چھپا دے مبادا کسی  
مسلمان کے جسم یا کپڑے کو گھمٹے سے تکلیف دے۔ اس کو احمد نے سند حسن روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

فائدہ: احادیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت نماز میں تھوک ڈالنے کی گنجائش ہے۔ لیکن اس کے بعد چاہئے کہ اسے  
دُفن کر دے یا صاف کر دے تاکہ دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ نیز ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں تھوکنے کی ممانعت اس  
لئے نہیں ہے کہ پاخانہ پیشاب کی طرح خود تھوک مسجد کی شان کے خلاف ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کو دفن کرنے کا حکم نہ ہوتا کیونکہ  
دُفن کرنے سے مسجد کا تلوث دفع نہیں ہوتا کیونکہ مسجد تحت اِطْرِئ تک مسجد ہے بلکہ اس سے صرف مسلمانوں کی تکلیف دفع ہوتی ہے اور  
اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ پورے پر تھوکنا یہ نسبت پورے کے نیچے تھوکنے کے زیادہ برا ہے نہ کہ اس کا عکس جیسا کہ متاخرین فقہاء کا  
خیال ہے۔ فلہذا یہ اور باتیں جانب تھوکنے کی اجازت اس صورت میں ہے کہ جب باتیں جانب کوئی نہ ہو اور اگر باتیں جانب بھی  
کوئی ہو اپنے کپڑے میں لیکر مل دینا یا بہتر ہے۔ اور تھوکنے کی اباحت عذر کی بنا پر ہے در نہ بغیر عذر کے مسجد میں تھوکنا مطلقاً مکروہ ہے  
جیسا کہ حدیث میں اسے خطیہ کہا گیا ہے۔

### باب مسجد میں دنیا کی باتوں کے لئے جمع ہونا مکروہ ہے

۱۵۸۷: انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ وہ مسجدوں میں جھگڑتے کریں گے اور ان کا  
مقصود دنیا کے سوا کچھ نہ ہوگا خدا کو ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، سو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور صحیح  
کہا ہے (نصابی کبری)۔



الحاکم وصححه، (الخصائص الكبرى ۱۰۶:۲)۔

۱۰۵۸۸۔ عن عبد الله — یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ — قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَكُونُ حَدِيثُهُمْ فِي مَسْجِدِهِمْ لَيْسَ لِلَّهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ"۔ رواه ابن حبان في صحيحه (الترغيب ۵۴:۱)

باب کراہۃ دخول من أكل الثوم والبصل وكل ماله رائحة كريهة في المسجد إلا بعد إزالة الرائحة وكراہۃ إخراج الريح فيه أيضًا

۱۰۵۸۹۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ اَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ فَلَا يَفْرِئَنَّ مَسْجِدَنَا حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهَا"۔ يَعْنِي الثُّومَ۔ رواه مسلم (۲۰۹:۱)۔

۱۰۵۹۰۔ عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ اَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَغْتَرِلْنَا، أَوْ لِيُغْتَرَلَ مَسْجِدَنَا، وَلْيَفْعَدْ فِي بَيْتِهِ"، وَأَنَّهُ أَتَى بِقَدْرِ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهُ رِيحًا، فَسَأَلَ فَأَخْبَرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ: قَرَّبْتُهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا رَأَاهُ

۱۵۸۸۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعد کے زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی گفتگوئیں مسجد میں ہوں گی، خدا کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (ترغیب)

فائدہ: ان احادیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ قصد ادنیٰ کوئی گفتگو کے لئے مسجد میں اکٹھا ہونا جیسا کہ آج کل سیاسی لوگوں نے طریق اختیار کر رکھا ہے کہ مسجد کو اپنی سیاست کا اکھاڑا بنا رکھا ہے، سخت ممنوع ہے۔ اور اسی طرح ان احادیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ مسجد میں بلا ضرورت اور خواہ مخواہ ادنیٰ باتیں کرنا بھی ممنوع ہے گو مسجد میں اس قصد سے نہ آیا ہو۔

باب مسجد میں لہسن یا پیاز یا اور کوئی بدبودار چیز کھا کر یا اس کا استعمال کر کے قبل اس کی بو کے زائل

کرنے کے مسجد میں آنا اور اس میں ریح خارج کرنا مکروہ ہے

۱۵۸۹۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ بڑی لہسن یعنی لہسن کھائے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے تا وقتیکہ اس کی بو زائل نہ ہو جائے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۵۹۰۔ اور جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے ہمارے مسجد سے علیحدہ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور آپ ﷺ کے پاس ایک باغی لائی گئی جس میں مختلف بڑیاں تھیں، آپ ﷺ نے اس میں ایک خاص قسم کی بو محسوس کی تو آپ ﷺ نے در فیات کیا کہ اس میں کیا کیا بڑیاں ہیں، اس لانے والے نے جو بڑیاں اس میں تھیں بیان کر دیں۔ آپ



كُرْهًا أَكَلَهَا قَالَ: "كُلْ فَإِنِّي أَنَا حَيٌّ مِّنْ لَا تُتَاجَىٰ"۔ رواه مسلم (۲۰۹:۱)۔

۱۰۹۱۔ عن جابر رضي الله عنه قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ النَّبْصِ وَالْكُرْاثِ فَعَلَبْنَا الْحَاجَةَ فَأَكَلْنَا مِنْهَا ، فَقَالَ: "مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُتَنَبِّئَةِ فَلَا يَفْرِيَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَأْذَى بِمَا يَتَأَذَى مِنْهُ الْإِنْسُ"۔ رواه مسلم (۲۰۹:۱) وفي رواية له عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه عن النبي ﷺ قَالَ: "مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ النَّبْصَةِ النَّوْمِ، وَقَالَ مَرَّةً: مَنْ أَكَلَ النَّبْصَ وَالنُّوْمَ وَالْكُرْاثَ فَلَا يَفْرِيَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَى بِمَا يَتَأَذَى مِنْهُ بَنُو آدَمَ۔

۱۰۹۲۔ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِيَّاكُمْ وَهَاتَيْنِ النَّبْصَتَيْنِ الْمُتَنَبِّئَتَيْنِ أَنْ تَأْكُلُوهُمَا وَتَدْخُلُوْنَ مَسَاجِدَنَا، فَإِنْ كُنْتُمْ لَابِذًا أَكَلُوهُمَا فَافْتَلُوهُمَا بِالْأَبَارِ قَتْلًا"۔ رواه الطبرانی فی "الأوسط" ورجاله موقوفون، (مجمع الزوائد ۱: ۱۴۹)۔

۱۰۹۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَصْطَلِي عَلَى

ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کو دے دو، وہ کھائے گا، جب اس نے دیکھا تو اس نے بھی اس کے کھانے کو پسند نہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کھالو تمہارے لئے مضائقہ نہیں۔ کیونکہ تمہیں اس سے گفتگو کا اتفاق نہیں ہوتا جس سے مجھے ہوتا ہے (یعنی جبریل علیہ السلام سے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۵۹۱۔ نیز جاہل سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پیاز اور گندے کے کھانے سے منع فرمایا، سو ہم بعض وجوہ سے ان کے کھانے کے لئے مجبور ہوئے، اس لئے ہم نے انہیں کھایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو یہ بدبودار بھڑی کھائے اس کو چاہیے کہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے کیونکہ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم کی ایک اور روایت میں جاہل سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اس بھڑی یعنی پسینہ کھائے اور کبھی کہا کہ جو کوئی پیاز اور پسینہ اور گندے کھائے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے کیونکہ جن چیزوں سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے ان سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

۱۵۹۲۔ انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان بدبودار بھڑیوں (یعنی پسینہ اور پیاز) کے کھانے سے محترز رہو، جو صحابہ تم ہماری مسجد میں آتے ہو اب اگر تمہیں انہیں کھانا ہو تو ان کو پکا کر ان کی بو کو ماریا کرو۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی توحیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۵۹۳۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس وقت تک آدمی کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک



أَخَذَكُمْ مَاذَا فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يُخْدِثْ ، تَقُولُ . اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ اِزْحَمْهُ“۔ رواہ البخاری (۱۶۳:۱) ورواہ الترمذی (۴۴:۱) وقال : حسن صحيح بلفظ: ” لَا يَزَالُ أَخَذَكُمْ فِي صَلَاةٍ مَاذَا يَنْتَظَرُهَا۔ وَلَا تَزَالُ الْمَلَائِكَةُ تَصَلِّيُ عَلَى أَخَذَكُمْ مَاذَا فِي الْمَسْجِدِ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ اِزْحَمْهُ مَا لَمْ يُخْدِثْ “

### باب جواز قص الرؤيا وسما عها في المسجد وجواز الكلام المباح

والضحك فيه إذا لم يدخل فيه لأجله بل للعبادة

۱۵۹۴۔ عن سمرة بن جندب رضى الله عنه قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى بِنَا الصُّبْحِ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ يَوْجِهِ، وَقَالَ: ” هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا اللَّيْلَةِ ؟ “۔ رواہ الترمذی (۵۳:۲) وقال: حسن صحيح۔

۱۵۹۵۔ عن جابر بن سمرة رضى الله عنه قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي كَرِهَ نَازِ بِرُؤْيَا نَازِيٍّ جَدَّ مِثَارٍ بِهٖ تَوَقُّفٌ لِّاسْكَافِ مَوْضِعِهِ لِيَعْنِي وَهٖ يَوْمٌ كَيْفَ رَجَعَتْ فِي كَرَاهِيَةِ اللَّهِ! اے نبی! اس پر رحم فرما۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو بدیں مضمون روایت کیا ہے کہ آدمی اس وقت تک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ نماز کا منتظر رہے، اور فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک کہ وہ مسجد میں رہے اور یوں کہتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! اے نبی! اسے بخش دے اور اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ہونا کالنا انتہائی برا ہے کہ وہ ملائکہ کی دعا سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ نیز یہ پیامد بس وغیرہ کھا کر مسجد میں داخل ہونے کی کراہت ہر مسجد کے بارے میں ہے، صرف مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

باب مسجد میں خواب بیان کرنا اور اس میں اس کا سننا اور اس میں مباح کلام کرنا اور اس میں ہنسنا

جب کہ اس میں صرف انہی باتوں کے لئے نہ گیا ہو بلکہ اصل مقصود عبادت ہو اور یہ امور تابع

ہوں اور فضول اور لایعنی نہ ہوں، جائز ہے

۱۵۹۳۔ سمرة بن جندب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھا چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کہ کسی نے آج شب کوئی خواب دیکھا ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یسین عزم کا خواب خصوصاً صحابہ کا خواب اجزاء نبوت میں سے ہے لہذا یہ آخرت سے ہی متعلق ہوتا ہوگا۔

۱۵۹۵۔ اور جابر بن سمرة سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جس جگہ نماز پڑھتے تھے وہاں سے طلوع آفتاب تک نہ اٹھتے تھے



يُضَلَّى فِيهِ الصُّبْحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوا يَتَخَذَتُونَ  
فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيُضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُونَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - رواه مسلم  
(مشكاة: ۳۴۷)

۱۵۹۶۔ وفي السَّمَائِلِ لِلتِّرْمِذِيِّ (۱۷): بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ هَذَا  
قَالَ: جَالَسْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ، وَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُونَ النَّبِيَّ  
وَيَتَذَكَّرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌ، وَزُبَّانًا تَبَسَّمُ مَعَهُمْ۔

باب جواز نثر المال وتقسيمه في المسجد وجواز إنزال الكافر وربطه فيه  
۱۵۹۷۔ قال إبراهيم — يعني ابن طهمان — عن عبد العزيز بن صهيب عن أنس رضي  
الله عنه قال: أتى النبي ﷺ بِعَالٍ مِنَ الْبُخَرِيِّينَ فَقَالَ: أَنْتَرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَكَانَ أَكْثَرَ مَا  
أَتَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى  
الصَّلَاةَ جَاءَ فِجَلَسَ إِلَيْهِ فَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ الْحَدِيثَ، رواه البخاري (۶۰:۱)۔

پھر جس وقت کہ آفتاب طلوع ہو جاتا اس وقت اٹھے اور لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہوتے تھے اور جاہلیت کے واقعات بیان کر کے  
ہنستے تھے اور رسول اللہ ﷺ تمہم فرماتے ہوتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ امور بطور خوش گویوں کے نہ ہوتے تھے بلکہ ان کا کوئی مقصد صحیح ہوتا ہوگا۔

۱۵۹۸۔ انہی جاڑے مروی ہے کہ مجھے سو مرتبہ سے زیادہ ایسی حالت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضری کا اتفاق ہوا کہ  
آپ ﷺ کے اصحاب شعر پڑھتے اور جاہلیت کے واقعات بیان کرتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ خاموش رہتے ہوتے تھے، اور کبھی کبھی  
تمہم بھی فرماتے تھے۔

فائدہ: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ غرض صحیح کے لئے ہوتا تھا اور محض خوش گویاں نہ ہوتی تھیں۔

باب مسجد میں مال کا ڈالنا اور اس کا اس میں تقسیم کرنا اور اس میں کافر کو ٹھہرانا اور اس کو باندھنا جائز ہے  
۱۵۹۹۔ انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے مسجد میں ڈال دو اور یہ ان تمام  
مالوں سے زیادہ تھا جو آپ ﷺ کے پاس آئے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لائے اور مال کی طرف  
التفات نہ فرمایا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کے پاس تشریف لائے اور وہاں آکر بیٹھ گئے اور جس کی کو آپ دیکھتے تھے اس میں  
سے آپ ﷺ اسے دیتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔



۱۵۹۸۔ ثنا وکعب قال: ثنا سفیان — هو الثوری — عن یونس عن الحسن أن وفد تَقِیْب قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فِي قُبَّةٍ لَهُ فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ مُشْرِكُونَ، فَقَالَ: إِنَّ الْأَرْضَ لَا يُنَجِّسُهَا شَيْءٌ - رواه أبو بکر بن أبی شیبہ فی مصنفه (۵۵۹:۲)۔

قلت: رجاله رجال الجماعة وهو مرسل۔

۱۵۹۹۔ عن الحسن عن عثمان بن أبی العاص رضی اللہ عنہ: أن وفد تَقِیْب لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْزَلَهُمْ الْمَسْجِدَ لِيَكُونُ أَرْقَ لِقُلُوبِهِمْ، الحديث رواه أبو داود وسكت عنه۔ وقال المنذرى: وقد قيل: إن الحسن البصري لم يسمع من عثمان بن أبی العاص (”عون المعبود“ ۱۳۶:۳)۔ قلت: قال البزار: روى عن عثمان بن أبی العاص وسمع منه (زيلعى ۱: ۱۴۷)۔

۱۶۰۰۔ عن أبی هريرة في قصة ثمانية بن أثال: فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، وَأَنَّهُ ﷺ مَرَّ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَهُوَ مَرْبُوطٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَمَرَ بِإِطْلَاقِهِ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ۔ أخرجه البخارى فى المغازى مطولا، وكذا أخرجه مسلم، وصرح ابن إسحاق فى المغازى من

فائدہ: لیکن مسجد میں مال رکھنا اس صورت میں درست ہے کہ جب یہ مال رکھنا نماز و عبادت سے مانع نہ ہو۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس سے عام مسلمانوں کو نفع ہو، کا بھی یہی حکم ہے مثلاً پینے کے لئے پانی کا رکھنا۔

۱۵۹۸: حسن بصریؒ نے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قبیلہ ثقیف کا وفد حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد میں اپنے قبر میں تشریف فرما تھے (تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ان کو مسجد میں ٹھہرا دو) لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو مشرک (اور گندے) لوگ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمین ان کی گندگیوں سے ناپاک نہ ہوگی۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں مگر وہ مرسل ہے۔ (اور ہمارے ہاں خیر القرون میں ارسال معترضین)

۱۵۹۹: حسن بصریؒ، عثمان بن ابی العاصؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت وفد ثقیف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اسے مسجد میں ٹھہرایا تاکہ مسلمانوں کی عبادت کو دیکھ کر ان کے دل نرم ہوں۔ الحدیث۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا اور عون المعبود میں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حسن کو عثمانؒ سے سماع حاصل نہیں ہے لیکن زرطی میں ہے کہ بزار نے کہا ہے حسن کو عثمانؒ سے سماع حاصل ہے۔

۱۶۰۰: ابو ہریرہؓ سے ثمانہ بن اثال کے قصہ میں مروی ہے کہ لوگوں نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا اور رسول اللہ ﷺ تین دن میں تین مرتبہ اس کے پاس ایسی حالت میں تشریف لائے کہ وہ ستون سے بندھا ہوا تھا (اور آپ ﷺ نے اس پر ٹکیر نہ فرمائی) اور تیسرے دن اس کے کھول دینے کا حکم دیا۔ اس کو بخاری نے کتاب المغازی میں مفصل اور مسلم نے روایت کیا ہے اور ابن ابی نطلق نے



هذا الوجه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ هُوَ الَّذِي أَسْرَهُمْ بِرَبِّطِهِ۔ كذا في "فتح الباری" (۱: ۴۶۲)۔  
 ۱۶۰۱۔ عن عطية بن سفيان بن عبد الله قال: قَدِمَ وَقَدْ تَقَيَّفَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ، فَضَرَبَ لَهُمْ قُبَّةً فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا أَسْلَمُوا صَامُوا مَعَهُ۔ رواه الطبرانی في الكبير، وفيه محمد بن إسحاق وهو مدلس وقد عنعنه، ("معجم الزوائد" ۱: ۱۵۳)۔ قلت: قد مر في هذا الكتاب ما يتعلق بابن إسحاق، وقد تأيد حديثه هذا بالأحاديث المذكورة قبله۔

۱۶۰۲۔ عن ابن عباس رضي الله عنه قال: بَعَثْتُ بَنُو سَعْدٍ بِنَ بَكْرٍ ضَمَامَ بِنَ ثَعْلَبَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَلَانَاخَ بَعِيرُهُ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، الْحَدِيثَ رواه أبو داود (۱: ۱۸۲) وسكت عنه۔

### باب لا يحل للجنب والحائض والنفساء دخول المسجد

۱۶۰۳۔ عن عائشة رضي الله عنها تقول: جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَوُجُوهُ بُيُوتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةً فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: "وَجَّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ"، ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَمْ يَصْنَعْ

مغازي میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے اسے (ستون مسجد) باندھنے کا حکم دیا تھا (فتح الباری)

۱۶۰۴۔ عطیہ بن سفیان بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جس وقت ولید ثقیف رمضان میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں قبہ قائم کرنے کا حکم دیا پس جب کہ وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں محمد بن الحنفی واقع ہے جو کہ دلس ہے اور اس نے اس میں معوضہ کیا ہے (معجم الزوائد)۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس کتاب میں محمد بن الحنفی کے متعلق بحث گزر چکی ہے، بمعوضہ احادیث مذکورہ بالا سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

۱۶۰۵۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنی سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو (بجائے کفر) جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو اس نے اپنے اؤٹ کو مسجد کے دروازہ پر ٹھکا اور اس کا پاؤں باندھ دیا اور خود مسجد میں چلا گیا۔ الحدیث۔ اس کو ابو داود نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے، (لہذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین اور کفار مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور آیت انما المشرکون نجس فلا یقرؤا المسجد الحرام بعد عاصمہم هذا ان کے لئے مسجد میں داخل ہونے سے مانع نہیں کیونکہ اس آیت میں وہ دخول منور ہے جو طہر الاستیلا ہو۔ اور یہی حکم تمام مساجد کا ہے، بعضوں کا مسجد میں فرق کرنا اس مسئلہ کے اندر فقہی ذوق کے خلاف ہے۔

### باب جنبی، حائضہ اور نفساء کے لئے مسجد میں جانا جائز نہیں

۱۶۰۶۔ عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ایسی حالت میں تشریف لائے کہ صحابہؓ کے مکانات کے دروازے مسجد میں



الْقَوْمَ شَيْئًا رَجَاءً أَنْ يَنْزِلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ بَعْدُ، فَقَالَ: " وَجَّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، فَإِنِّي لَا أَجِلُ الْمَسْجِدَ لِخَائِضٍ وَلَا جَنْبٍ "۔ رواہ ابو داود (۹۳:۱) وسکت عنه ، وحسنہ ابن القطان ، وأجاب عن كلام بعضهم فيه كما هو مفصل في " الزیلعی " (۱۰۱:۱)

باب جواز بناء المسجد في مكان البيعة ومحل الطواغيت بعد

كسرها وفي مقابر المشركين بعد نبشها

۱۶۰۴ عن قيس بن طلق عن أبيه طلق بن علي رضي الله عنه قال: خَرَجْنَا وَفُذْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعَنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ ، وَأَخْبَرَنَاهُ أَنَّ بَارِزَنَا بَيْعَةً (بكسر الباء معبد النصراري واليهود) لَنَا ، فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طَهُورِهِ ، فَذَعَا بَمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضَّمَصْ ، ثُمَّ صَبَّهُ فِي إِذَاوَةٍ وَأَسْرَنَاهُ ، فَقَالَ: أَخْرُجُوا ، فَإِذَا أَنْتُمْ أَرْضَكُمْ فَأَكْسِرُوا بَيْعَتَكُمْ وَأَنْضَحُوا مَكَانَهَا بِهَذَا الْمَاءِ وَاتَّخِذُوهَا مَسْجِدًا۔ قُلْنَا: إِنَّ الْبَلَدَ بَعِيدٌ۔ الْحَدِيثُ ، رواه الإمام النسائي وسكت عنه (۱۰۴:۱) وفي " نيل الأوطار " (۳۲:۲): وأما من دون قيس بن طلق فهم ثقات۔ ۱۰۵۔

تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان مکانات کے رخ مسجد سے پھردو۔ آپ ﷺ پھر تشریف لائے لیکن لوگوں نے اس خیال سے کہ شاید یہ حکم منسوخ ہو جائے اس پر (فوراً) عمل درآمد نہ کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ پھر مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ان مکانات کے رخ بدل دو کیونکہ میں مسجد کو حاضر عورت اور جنسی کے لئے حلال نہیں کرتا۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ابن القطان نے اسے حسن کہا ہے اور ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو بعض لوگوں نے اس روایت پر کئے ہیں۔ چنانچہ یہ امور زہد علمی میں مفصل مذکور ہیں۔

فائدہ: سعید بن مسعود کی وہ حدیث، جو انہوں نے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے کہ میں نے اصحاب رسول ﷺ کو جنسی ہونے کی حالت میں نماز کا وضو کر کے مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہے، کا جواب ہے کہ یہ متوقف، موقوف، مرفوع حدیث کے معارض نہیں، بن سکتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے صحابہ نے ممانعت کے حکم کو اپنے فہم کے مطابق کراہت متزہبی پر محمول کیا ہو۔

باب گر جا اور مندروں کی جگہ اور مشرکین کے قبرستان میں ان کی قبروں کو کھودنے کے بعد مسجد بنانا جائز ہے ۱۶۰۳:۔ طلق بن علی سے مروی ہے کہ ہم بحیثیت وفد کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے بیعت اسلام کی اور ہم نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ ہمارے وطن میں ہمارا ایک گر جا ہے اور ہم نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا تو آپ ﷺ نے پانی مانگا اور آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا اور گلی کی پھر آپ ﷺ نے اسے ایک برتن میں ڈالا اور ہم سے کہا کہ اسے لے جاؤ، جب تم اپنے وطن پہنچو تو جاؤ دینا اور وہاں یہ پانی چھڑک دینا اور اسے مسجد بنالینا، ہم نے عرض کیا کہ ہمارا وطن دور



قلت: قیس مختلف فیہ ، وقال ابن القطان : یقتضی أن یکون خبره حسنا لا صحیحا ، كما فی میزان الاعتدال (۱: ۳۵۰) وفي التقریب (ص - ۱۷۴): صدوق - قلت: فالحدیث إسناده حسن عند ابن القطان ، وصحیح عند النسائی -

۱۶۰۵۔ عن عثمان بن أبی العاصی رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ أمره أن یجعل مسجداً الطائیف حیث کان طواغیثهم - رواه أبو داود وابن ماجه ورجال إسناده ثقات ، ( نیل الأوطار ۲: ۳۱) قلت: هذا لفظ أبی داود وقد سکت عنه هو والمنذری ، فهو حجة عندهما أيضاً -

۱۶۰۶۔ عن أنس رضی اللہ عنہ فی حدیث طویل: فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقُيُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنَبِشَتْ ، ثُمَّ بِالْخَرْبِ فُسَوِيَتْ ، وَبِالنَّخْلِ قُطِعَ ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ - رواه البخاری (۱: ۶۱) -

ہے اے الخ۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے ، گویا نسائی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ابن القطان نے کہا ہے کہ اس خبر کو صحیح نہ ہونا چاہیے بلکہ حسن ہونا چاہیے کیونکہ اس کی سند میں قیس بن طلق واقع ہے۔ الغرض ابن القطان کے ہاں یہ حدیث حسن اور نسائی کے ہاں صحیح ہے۔

فائدہ: کفار کے عبادت خانے ان علاقوں میں گرائے جائیں گے جو علاقے غلبہ سے فتح کئے گئے ہیں۔ اور اگر علاقے صلح سے فتح کئے گئے ہیں اور ان کے عبادت خانوں کے توڑنے کی شرط بھی منکھور کرائی گئی ہے تو بھی ان کے عبادت خانے توڑے جائیں اسی میں شک و شبہ اسلام ہے اور اگر ان کے عبادت خانوں کو توڑنے کی شرط منظور نہ کرائی گئی ہو تو نہ توڑے جائیں۔

۱۶۰۵۔ عثمان بن ابی العاصیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ وہ طائف کی مسجد اس جگہ بنا لیں جہاں ان کے بت تھے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر اس نے اور منذری نے سکوت کیا ہے ، لہذا وہ ان کے نزدیک حجت ہے۔ اور نیل الاوطار میں ہے کہ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے راوی ثقات ہیں۔

۱۶۰۶۔ انسؓ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد کے بنانے کے وقت مشرکین کی قبروں کے اکھاڑنے کا حکم دیا لہذا وہ اکھاڑی گئیں ، اس کے بعد گڑھوں کے پر کرنے کا حکم دیا اور وہ ہموار کئے گئے ، اس کے بعد کھجوروں کے درختوں کے کاٹنے کا حکم دیا اور وہ کاٹے گئے اور وہاں مسجد نبویؐ بنائی گئی۔ اور کھجوروں کے تنوں کو مسجد کے قبلہ میں برابر برابر کھڑا کیا گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔



### باب أى المساجد أفضل؟

۱۶۰۷۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً: لِيُصَلَّ الرَّجُلُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يَلِيهِ وَلَا يَتَّبِعُ الْمَسَاجِدَ۔ رواه الطبرانی فی الکبیر بإسناد حسن کذا فی العزیزی (۲۹۹:۳) وحسنه بالرمز فی الجامع الصغير (۱۱۸:۲) أيضاً۔

۱۶۰۸۔ عن حذيفة بن اليمان رضی اللہ عنہ قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "فَضْلُ الدَّارِ الْقَرِيبَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ عَلَى الدَّارِ الشَّامِعَةِ كَفَضْلِ الْغَزَايِ عَلَى الْقَاعِدِ"۔ رواه أحمد وفيه ابن لهيعة وفيه كلام (مجمع الزوائد ۱: ۱۴۸)۔ قلت: قد مر أنه حسن الحديث، وقد قال العزیزی: إسناده حسن (۱۹:۳)۔

۱۶۰۹۔ عن عبد الله بن الزبير رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ أَنَّهُ قَالَ: "صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي

### باب کوئی مسجد افضل ہے

۱۶۰۷:۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے قریب کی مسجد میں نماز پڑھے اور دوسری مسجدوں کو نہ ڈھونڈتا پھرے (کیونکہ اس کی نماز کے لئے قریب کی مسجد افضل ہے)۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں بسند حسن روایت کیا ہے (عزیزی) اور جامع صغیر میں اس کو اشارہ ہے۔

۱۶۰۸:۔ اور حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ مسجد کے قریب والے گھر کو اس سے دور والے گھر پر ایسی فضیلت ہے، جیسے غازی کو ترک جہاد کر کے گھر میں بیٹھے رہنے والے پر۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں ابن لصیعہ ہے اور اس میں کلام ہے۔ لیکن مؤلف کہتا ہے کہ گذشتہ مباحث میں گذر چکا ہے کہ ابن لصیعہ حسن الحدیث ہے اور عزیزی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: چونکہ مکان قریب کو یہ فضیلت بیچتر قریب مسجد کے حاصل ہوئی ہے اس لئے اس سے مسجد قریب کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اور ابو داؤد میں مذکور حدیث "الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجراً" (کہ دور کی مسجد میں نماز پڑھے کا ثواب زیادہ ہے) کا مطلب یہ ہے کہ اگر قریب میں کوئی مسجد نہ ہو تو پھر گھر میں نماز نہ پڑھے بلکہ دور کی مسجد میں ہی چلا جائے اور اس تکلیف پر اسے زیادہ ثواب ہوگا یعنی یہ مطلب نہیں کہ قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ ہاں اگر قریب کی مسجد میں امام بدعتی ہے یا اور کوئی عذر شرعی ہے تو پھر دور کی مسجد میں جانا بہتر ہے۔

۱۶۰۹:۔ عبد اللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز علاوہ مسجد حرام کے دوسری مسجدوں میں ہزار نمازوں سے بڑھ کر ہے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز میری اس مسجد میں نماز سے سو گنا بڑھ کر ہے۔ اس کو نسائی نے اپنی سنن میں



هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِي مَاسِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةٍ فِي مَسْجِدِي هَذَا بِمِائَةِ صَلَاةٍ - رواه السائی فی سننه، وأحمد فی مسنده بإسناد صحيح، كذا فی زاد المعاد (۹:۱) - وصححه ابن حبان، قال ابن عبد البر: اختلف علی ابن الزبیر فی رفعه ووقفه، ومن رفعه أحفظ وأثبت، ومثله لا یقال بالرأی كذا فی "فتح الباری" (۵:۳) وقال الذہبی: إسناده صالح كذا فی المرقاة (۴:۱) - وفی "الترغیب" (۲:۱) بعد عزوه إلى البزار بمعناه: إسناده صحيح -

۱۶۱۰ - عن أبي الدرداء رضي الله عنه رفعه: الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ، وَالصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِي بِأَلْفِ صَلَاةٍ، وَالصَّلَاةُ فِي بَيْتِ الْمَقْدَسِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلَاةٍ - رواه البزار والطبرانی، قال البزار: إسناده حسن (فتح الباری ۵:۳)

۱۶۱۱ - عن جابر رضي الله عنه مرفوعاً " صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مِائَةُ أَلْفِ صَلَاةٍ ، وَصَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي أَلْفُ صَلَاةٍ، وَفِي بَيْتِ الْمَقْدَسِ خَمْسِمِائَةِ صَلَاةٍ " رواه البيهقي فی شعب الإيمان ، قال الشيخ : حديث حسن (العزیزی ۲: ۳۶۴) قلت: وحسنه أيضاً فی الجامع الصغير ولكن بالرمز (۴:۲) -

اور احمد نے اپنی سند میں مسند صحیح روایت کیا ہے (زاد المعاد) اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس روایت میں ابن زبیر پر اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض اس کو مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور بعض موقوفاً لیکن جس نے مرفوعاً روایت کیا ہے وہ زیادہ قوی ہے اور زیادہ محفوظ ہے۔ اور موقوف بھی حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسی بات اجتہاد سے نہیں کی جاسکتی۔ کذا فی فتح الباری - اور ذہبی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد صالح ہے۔ کذا فی المرقاة - اور ترغیب میں اسی مضمون کو بزار کی طرف نسبت کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۶۱۰ - ابوالدرداء سے مرفوعاً مروی ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز عام مسجدوں میں نماز سے ایک لاکھ مرتبہ بڑی ہوئی ہے، اور میری مسجد میں نماز ان سے ایک ہزار مرتبہ، اور بیت المقدس میں ایک نماز ان سے پانچ سو مرتبہ۔ اس کو بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور بزار نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔ (فتح الباری)

۱۶۱۱ - جابر سے مرفوعاً مروی ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کا ہے اور میری مسجد میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کا ہے اور بیت المقدس میں پانچ سو نمازوں کا ثواب ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الايمان میں روایت کیا ہے اور شیخ نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے اور جامع صغیر میں بھی اس کو اشارہ سے حسن کہا ہے۔



۱۶۱۲۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً " صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا كَأَلْفِ صَلَاةٍ فِيَمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ، وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ كَصِيَامِ أَلْفِ شَهْرٍ فِيَمَا سِوَاهَا ، وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ بِالْمَدِينَةِ كَأَلْفِ جُمُعَةٍ فِيَمَا سِوَاهَا " - رواه البيهقي في شعب الإيمان قال الشيخ: حديث حسن (العزیزی ۲: ۳۶۴)۔

۱۶۱۳۔ عن أسيد بن ظهير الأنصاري رضي الله عنه وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُحَدِّثُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ : " الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ " - رواه الترمذی (۴۳: ۱) وقال : حسن غريب ، وعزاه العزیزی والسيوطی إلى ابن ماجه ، والحاكم والإمام أحمد أيضاً ثم صححاه۔

۱۶۱۴۔ عن جابر رضي الله عنه مرفوعاً: " صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيَمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيَمَا سِوَاهُ " - رواه ابن ماجه ورجال إسناده ثقات ، وفي بعض النسخ: " مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِيَمَا سِوَاهُ " ، فعلى الأول معناه: فيما سواه إلا مسجد المدينة ، وعلى الثاني معناه: من مائة صلاة في

۱۶۱۲۔ اور ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ اور مسجدوں میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اور ہینہ میں ایک رمضان کے روزے دیگر مقامات میں ہزار مہینوں کے روزوں کے برابر ہیں اور ہینہ میں ایک جمعہ دیگر مقامات میں ہزار جمعوں کے برابر ہے۔ اس کو تہیتی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے، شیخ نے کہا ہے کہ حدیث حسن ہے (عزیزی)۔

۱۶۱۳۔ اسید بن ظہیر رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسجد قباء میں ایک نماز عمرہ کے برابر ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور عزیزی اور سیوطی نے اس کو ابن ماجہ اور حاکم اور احمد کی طرف بھی نسبت کیا ہے۔ اور اسے دونوں نے صحیح کہا ہے۔

۱۶۱۴۔ جابرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا یا شتاہ مسجد حرام کے دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گونہ بہتر ہے۔ اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا یا شتاہ میری مسجد کے دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے لاکھ گونہ بہتر ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں اور بعض نسخوں میں " سو گونہ بہتر ہے " آیا ہے، سو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے سو گونہ بہتر ہے۔ کذا فی فتح الباری۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس حدیث کو کوزینی نے احمد اور ابن ماجہ کی طرف نسبت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند کھری ہے۔ اور حافظ منذری نے ترمذی میں اسے پہلے لفظ سے ابن ماجہ کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح سندوں سے مروی ہے اور میرے پاس دو نسخے ابن ماجہ کے ہیں جن میں لفظ اول ہی ہے



مسجد المدینہ، کذا فی "فتح الباری" (۵۱:۳)۔ قلت: الحدیث عزاء العزیزی إلى الإمام أحمد (۲: ۲۶۴) وابن ماجہ، وقال: إسناده جيد۔ وعزاء الحافظ المنذرى فى الترغيب إليهما باللفظ الأول، ثم قال: بإسنادين صحيحين (۲۰۵:۱) وفى النسختين لسنن ابن ماجہ عندی ذکر اللفظ الأول فقط، فالغالب أن بعض النسخ المذکور غیر صحیح۔

۱۶۱۵ عن عامر بن سعد وعائشة بنت سعد سمعا أباهما يَقُولُ: لَأَنْ أَصَلِّيَ فِي مَسْجِدٍ قُبَاءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔ رواه الحاكم وقال: إسناده صحيح على شرطهما۔ (الترغيب ۲۰۷:۱)۔

۱۶۱۶ وفى "فتح الباری" (۵۶:۳): روى عمر بن شبه فى أخبار المدينة بإسناد صحيح عن سعد بن أبي وقاص رضى الله عنه قَالَ: لَأَنْ أَصَلِّيَ فِي مَسْجِدٍ قُبَاءٍ رَكْعَتَيْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ آتِيَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ مَرَّتَيْنِ، لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي قُبَاءٍ لَضَرَبُوا إِلَيْهِ أَكْبَادَ الْإِبِلِ۔ قلت: ولا يقال ذلك بالرأى بل بالسمع، فهو مرفوع عند العلماء۔

### باب كراهة شد الرحال للصلاة إلى موضع سوى المساجد الثلاثة

۱۶۱۷ عن شهر بن حوشب قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ وَذَكَرْتُ عَنْهُ الصَّلَاةُ فِي الطُّورِ،

اور لفظ ثانی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض نفع جن کا ابن حجر نے ذکر کیا ہے صحیح نہیں ہیں۔

۱۶۱۵۔ عامر بن سعد اور عائشہ بنت سعد سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد سعد بن ابی وقاصؓ کو کہتے سنا ہے کہ میں مسجد قباء نماز پڑھوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مسجد بیت المقدس میں نماز پڑھوں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے شرط بخین پر صحیح کہا ہے (ترغیب)۔

۱۶۱۶۔ اور فتح الباری میں ہے کہ عمرو بن شہب نے اخبار مدینہ میں سند صحیح عامر بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ میں مسجد قباء میں صرف دو رکعتیں نماز پڑھوں یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں بیت المقدس میں دو مرتبہ نماز پڑھوں۔ لوگوں کو اگر معلوم ہوتا کہ مسجد قباء میں کس درجہ فضیلت ہے تو لوگ اونٹوں پر سفر کر کے یہاں آتے۔ اھ۔ مؤلف کہتے ہیں کہ یہ مضمون اجتہاد سے ناشی نہیں ہو سکتا اس لئے علماء کے نزدیک مسجد کی روایت حکما مرفوع ہوگی۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا افضل ہے مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے سے۔

باب نماز کے لئے سوائے تین مسجدوں کے اور مقامات کی طرف سفر کرنا پسندیدہ ہے

۱۶۱۷۔ شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ ابو سعید خدریؓ کے سامنے کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر ہوا تو انہوں نے (اے تاپسند فرمایا اور)



فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّي أَنْ يُشَدَّ رِحَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْتَبِعِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي"۔ رواه الإمام أحمد، وشهر حسن الحديث وإن كان فيه بعض الضعف كذا في "فتح الباری" (۵۳:۳) قلت: فالإسناد حسن وهو مفسر لحديث البخاری: "وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى"۔

کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والے کو نہ چاہیے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادہ سے سفر کرے بجز مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اور شہر بن حوشب حسن الحدیث ہے اگرچہ اس میں کمی قدر کمزوری ہے۔ کہ کافی فتح الباری۔ مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور یہ بخاری کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے کہ کسی مقام کی طرف سفر نہ کیا جائے۔ بجز تین مسجدوں کے (ایک مسجد حرام (دوسری مسجد رسول اللہ ﷺ اور (تیسری مسجد اقصیٰ)۔ (یعنی حدیث بخاری میں شذر حال سے خاص نماز کے لئے سفر کرنا مراد ہے نہ کہ دوسرے اغراض کے لئے جیسا کہ زیارتِ روضہ نبوی جیسا کہ اہل ظاہر کا خیال ہے۔

فأما: أعراس مني عنها يزيارت قبري على الصلوة والسلام كوقاياس نہ کیا جائے جیسا کہ بعض اہل ظاہر نے اس میں تشدد کیا ہے۔ کسی نے نفس سفر میں کام کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کیا ہے۔ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْحَدِيث - حالانکہ اس حدیث کی تفسیر خود دوسری حدیث میں آگئی ہے۔ فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لَا يَنْبَغِي لِلْمُطَلِّي أَنْ يُشَدَّ رِجَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْتَبِعِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا مِنْ مَنَتهَى الْمَقَالِ لِلْمُفْتَى صَدْر الدِّينِ۔ (یعنی نماز کے ارادے سے سفر کرنا درست نہیں سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے) (کہ نماز کے ارادہ سے ان تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا جائز ہے)۔ اور کسی نے اجتماع سے منع کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کیا ہے لَا تَجْعَلُوا أَقْبَرِي عِبَادًا، حالانکہ وہاں نہ کوئی تاریخ معین ہے نہ اجتماع میں تداعی یا اہتمام ہے، اور عید کے یہ دعویٰ لازم ہیں اور بعض نے خیر القرون میں یہ سفر منقول نہ ہونے سے استدلال کیا ہے حالانکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے جو کہ طویل القدر تابعی ہیں، ثابت ہے کہ وہ روضہ اقدس پر صرف سلام پہنچانے کے لئے قعداً قاصد کو بھیجتے تھے اور کسی سے کبیر منقول نہیں، تو یہ ایک قسم کا اجماع ہو گیا۔ اور جب دوسرے کا سلام پہنچانے کے لئے سفر جائز ہے تو خود اپنا سلام عرض کرنے کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ لانه اقرب الى الضرورة لكونه عملاً لنفسه۔ اور وہ روایت یہ ہے نبی خلاصۃ الوفاء ص ۴۷ للمسموودی المتوفی سنہ ۱۰۱۱ھ۔ وقد استفاض عن عمر بن عبدالعزیز انه كان يرید البرید من الشام يقول سلم لی علی رسول اللہ ﷺ وقال الامام ابو بکر بن عمر بن ابی عاصم النبیل من المتقدمین فی مناسک له التزم فیها الثبوت (لعل المراد انه لا یروی فیها الا الروایات الثابتة المقبولة عند اهل الفن) وكان عمر بن عبدالعزیز یبعث بالرسول قاصداً من



۱۶۱۸-قلت: وفي المسند: ثنا هاشم حدثنا عبد الحميد حدثني شهر قال: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَذَكَرَتْ عِنْدَهُ صَلَاةٌ فِي الطُّورِ ، فَقَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : " لَا يَنْبَغِي لِمُطَيِّئٍ أَنْ تَشُدَّ رِحَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْبَغِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا، وَلَا يَنْبَغِي لِامْرَأَةٍ دَخَلَ الْإِسْلَامَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا مَسَافِرَةً إِلَّا مَعَ بَعْلِ أَوْ مَعَ ذِي مَحْرَمٍ مِنْهَا، وَلَا يَنْبَغِي الصَّلَاةُ فِي سَاعَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْفَجْرِ إِلَى أَنْ تَرْتَجِلَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، وَلَا يَنْبَغِي الصَّوْمُ فِي يَوْمَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ: يَوْمَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ ، وَيَوْمَ النُّخْرِ "۔ رواه الإمام أحمد في مسنده (۶۴:۳) ونقله في النيل (۴:۳۲۷) بلفظ: أنه قد ثبت بإسناد حسن في بعض ألفاظ الحديث: " لَا يَنْبَغِي لِمُطَيِّئٍ أَنْ يُشَدَّ رِحَالُهَا إِلَى مَسْجِدٍ تَنْبَغِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى "۔ قلت: أما رجال سند المسند

الشام الى المدينة ليقري النبي صلى الله عليه وسلم السلام ثم يرجع ( كذا كتب النى المولى محمد شفيق من الديوبند ) قلت ان رحيل البريد هذا لم يكن للصلاة في المسجد وهذا ظاهر لا شبهة فيه۔ (یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قصد بھیجتا یہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کے لئے تھا بلکہ بلاشبہ روزہ نبویؐ پر سلام پہنچانے کیلئے تھا) اور نسائی باب ساعة الاجابة يوم الجمعة میں جو بصرہ بن ابی بصرہ کا قول ہے۔ لولفبتك (با اباهریة) من قبل ان تاتيه (ای الطور) لم تاته۔ اور اس پر حدیث لا تحمل المطی الا الی ثلثة مساجد سے استدلال فرمایا تو اس سے مطلق سفر لا یارة الطور کی ممانعت لازم نہیں آئی۔ بلکہ سفر باعقاد قربت سے ممانعت ہے، کیونکہ اس کا قربت ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں،۔ اور اگر کسی سفر کا موجب قربت ہونا ثابت ہو یا سفر باعقاد قربت نہ ہو تو وہ اس میں داخل نہیں۔ اسی طرح علم کی غلب میں اسفار بھی اس حدیث کے تحت داخل نہیں۔ الفرض محض نماز و عبادت کے لئے ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور طرف سفر کرنا ممنوع ہے۔ باقی اغراض کے لئے ممنوع نہیں۔

۱۶۱۸- شہر بن حوشب فرماتے ہیں کہ جب ابو سعید خدریؓ کے پاس مقام طور پر نماز پڑھنے کا تذکرہ ہوا تو میں نے ابو سعید خدریؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے کے ارادہ سے کسی مسجد کا سفر کرنا مناسب نہیں سوائے تین مسجدوں کے یعنی مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبویؐ کے اور کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر سے بغیر اپنے شوہر یا عہد کے سفر کرے اور ان کی دو گز میں سے نماز پڑھنا جائز نہیں ایک توجع کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک اور دوسرے عصر کی نماز کے بعد سورج کے غروب ہونے تک اور سال کے دونوں یعنی عید الفطر کے دن اور قربانی کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں (مسند احمد) پس یہ حدیث حسن قوی ہے۔ اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں سوائے عبدالحمد کے (القریب۔ تہذیب المعجم۔ ی)



فالأول ثقة ثبت من رجال الجماعة ، والثاني صدوق ، قال أبو طالب عن أحمد : حديث عن شهر مقارب كان يحفظها وقال أحمد بن صالح المصري ثقة احاديثه عن شهر صحيحة ، وبقي رجاله رجال مسلم ، فالحديث حسن قوى رجاله رجال مسلم غير عبد الحميد وتحقيق السند مأخوذ من "التقريب" و "تهذيب التهذيب"۔

### باب فضيلة مكة على المدينة في ثواب الأعمال

۱۶۱۹۔ عن ابن جريج قال: أخبرني سليمان بن عتيق وعطاء عن ابن الزبير أَنَّهُمَا سَمِعَا يَقُولُ: صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِيهِ ، وَبُشَيْرُ إِلَى مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ ۔ رواه عبد الرزاق (فتح الباری ۳: ۵۰) ۔ قلت: رجاله رجال الجماعة غير سليمان ، فإن الترمذی والبخاری لم يخرجاه۔

۱۶۲۰۔ وفي "المعرفة" (۱: ۴۵۰-۴۴۶): وصح عن عمر قال ابن حزم: بسند كالشمس في الصحة أَنَّهُ قَالَ: صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ۔

۱۶۲۱۔ وصح عن عبد الله بن الزبير رضي الله عنه قَالَ: الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

### باب ثواب اعمال میں مکہ کو مدینہ پر فضیلت ہے

۱۶۱۹۔ ابن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسجد حرام میں ایک نماز اس مسجد یعنی مسجد نبوی ﷺ میں ایک سو نماز سے بہتر ہے۔ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اس کے تمام راوی باشتاء سلیمان کے، جماعت کے راوی ہیں اور سلیمان کو اس لئے مستثنیٰ کیا ہے کہ ترمذی اور بخاری میں ان کی روایت نہیں ہے۔

۱۶۲۰۔ اور معرفة میں ہے کہ حضرت عمرؓ سے بسند صحیح، جس کو ابن حزم نے سنداً اقتضس کہا ہے، مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مسجد حرام میں نماز مسجد نبوی میں نماز سے سو گونا سو گونا افضل ہے۔

۱۶۲۱۔ اور عبد اللہ بن الزبیرؓ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز مسجد نبوی میں نماز سے سو گونا سو گونا بہتر ہے۔ اور ابن حزم اور ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ دو دلیل القدر صحابی مسجد حرام کو مسجد نبوی ﷺ پر فضیلت دیتے ہیں اور کوئی صحابی ان کی مخالفت نہیں کرتا لہذا یہ بخیر لہ ان کے اجماع کے ہو گیا اور مقصود بھی مسجد حرام میں ثواب کی فضیلت کو ثابت کرنا ہے۔  
 فائدہ: اس سے مسجد حرام کی فضیلت مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ثابت ہوتی ہے نہ کہ مکہ کی فضیلت۔ نہ پ۔



تَفْضُلُ عَلَى مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَنْعَةِ ضَعْفٍ۔ قَالَ ابْنُ عَبْدِ البرِّ وَابْنُ حَرَمٍ : فَهَذَانِ صَحَابِيَانِ جَلِيلَانِ يَقُولَانِ بِفَضْلِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ عَلَى مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَلَا مُخَالَفَ لِهَؤُلَاءِ مِنَ الصَّخَايَةِ فَصَارَ كَالْإِجْمَاعِ مِنْهُمْ فِي ذَلِكَ۔

### باب جواز القضاء فی المسجد ویکرہ إقامة الحدفہ

۱۶۲۲۔ عن سهل بن سعد أَنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيْقُنْتُ ؟ فَتَلَا عَنَّا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ ، كَمَا فِي الْفَتْحِ (۱: ۴۳)۔

۱۶۲۳۔ و ذکر البخاری تعلیقاً: وَلَا عَن عُمَرَ عِنْدَ سَيِّدِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَقَضَى شُرَيْعَ وَالشَّعْبِيُّ وَيَخْنِي بْنُ يَغْفَرٍ فِي الْمَسْجِدِ۔ وَ ذَكَرَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ (۱: ۱۳۷) مِنْ وَصَلِهِ۔

۱۶۲۴۔ وَفِيهِ أَيْضًا : أَخْرَجَ الْكِرَائِسِيُّ فِي أَدَبِ الْقَضَاءِ مِنْ طَرِيقِ أَبِي الزِّنَادِ ، قَالَ : كَانَ سَعْدُ بْنُ إِثْرَاهِيمَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَمْرٍو بْنُ حَزْمٍ وَإِنُّهُ وَمُحَمَّدُ بْنُ صَفْوَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ بْنُ شُرْحَبِيلٍ يَقْضُونَ فِي "مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ" ، وَذَكَرَ ذَلِكَ جَمَاعَةٌ آخَرُونَ۔

### باب مسجد میں مقدمہ کا فیصلہ کرنا جائز ہے اور مسجد میں حد قائم کرنا مکروہ ہے:

۱۶۲۲۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بتائیے تو کسی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو (مشغول جماع) دیکھ لے تو کیا اسے قتل کر دے، اس کے بعد اس شخص نے اور اس کی بیوی نے مسجد میں لعان کیا اور میں اس وقت موجود تھا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)۔

۱۶۲۳۔ اور بخاری نے نے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے منبر کے قریب دو شخصوں کے درمیان لعان کرایا اور شرح اور ضعی اور یحییٰ بن یحییٰ نے مسجد میں فیصلہ کیا اور حافظ نے فتح الباری میں ان کا پتہ بتایا ہے جنہوں نے ان روایات کو موصول کیا ہے۔

۱۶۲۴۔ نیز فتح الباری میں کہا ہے کہ کرائسی نے باب القضاء میں ابوالزناد کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سعد بن ابراہیم اور ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور ان کے صاحبزادے اور محمد بن صفوان اور محمد بن مصعب بن شریحیل رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں فیصلہ کیا کرتے تھے اور اس کو اور لوگوں نے بھی بیان کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں مقدمات کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔ باقی بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ مسجد میں قضاء کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے، کیونکہ قضاء میں فریق کے طور پر شرک اور حائضہ بھی پیش ہو سکتی ہے حالانکہ شرک نجس ہے اور حائضہ ممنوع الدخول ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرک اعتقاد نجس ہے نہ کہ ظاہر اور شرک کو مسجد نبویؐ میں منبر اتانا خود حضور ﷺ سے ثابت ہے اور حائضہ سے قاصد کے ذریعے یا لامذمہ سے باہر جا کر تفتیش کر سکتا ہے اور احادیث میں یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم مساجد میں



۱۶۲۵۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : أتى رجل رسول الله ﷺ وهو في المسجد فناداه فقال: يا رسول الله ! إني زنيْتُ، فأعرضَ عنه ، فلَمَّا شَهِدَ على نفسه أَرْبَعًا قال: أبلتْ جُنُونٌ ؟ قال : لا ! قال: " اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ " - أخرجه البخاري في كتاب الاحكام (۱۳: ۱۳۸) مع "فتح الباری" -

۱۶۲۶۔ عن طارق بن شهاب قال: أتى عمرُ بنُ الخطَّابِ برجلٍ في حَدِّهِ، فقال: أخرجْه من المسجدِ ثُمَّ اضْرِبْه، أخرجه ابن أبي شيبة وعبد الرزاق وسنده على شرط الشيخين ، وذكره البخاري تعليقاً، ويذكر عن علي نحوه ، وفي سنده من فيه مقال كذا في "الفتح" (۱۳: ۱۳۸) -

### باب جواز عقد النكاح في المسجد

۱۶۲۷۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " اغْلِبُوا هذا النِّكَاحَ ، وَاجْعَلُوهُ في الْمَسْجِدِ ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالْأُذُنُوفِ " أخرجه الترمذی وقال : هذا حديث على مقدمات کے فیعلے فرمایا کرتے تھے اور مسجد میں بیٹھنا قضاء کے لئے اس لئے بھی بہتر ہے کہ ہر امیر و غریب یہاں پہنچ سکتا ہے۔

۱۶۲۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرماتے تھے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا (الغرض اس نے چار دفعہ ایسا ہی کہا) پس جب وہ چار مرتبہ اپنے اوپر زنا کی گواہی دے چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو دیوانہ ہے، اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے (مسجد سے باہر) لے جاؤ اور سنگسار کرو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۶۲۶۔ طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے (مسجد میں) ایک شخص کسی حد کے معاملہ میں پیش کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ اسے مسجد سے باہر لے جاؤ، اس کے بعد اسے (حد) مارو۔ اس کو ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند شیخین کی شرط پر ہے۔ اور اس کو بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ اور حضرت علیؓ کے حلق بھی اس قسم کا مضمون بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس کی سند میں بعض وہ راوی ہیں جن میں کلام ہے۔ (فتح)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حد مسجد سے باہر ہی قائم کی جائے کیونکہ محدود کے جسم سے خون نکل آنے سے مسجد کے ملوث ہونے یا آوازوں کے بلند ہونے سے مسجد کی بے حرمتی ہونے کا اندیشہ ہے۔

### باب مسجد میں نکاح پڑھنا جائز ہے

۱۶۲۷۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو اور اس کو مساجد میں منع کیا کرو (کیونکہ وہاں بہت سے لوگ موجود ہوتے ہیں) اور ڈھپڑوں (دف) سے بھی اس کا اعلان کیا کرو (تاکہ جو لوگ موجود نہ ہوں ان کو بھی خبر



حسن غریب (۱: ۱۲۹)۔

### باب حکم دخول المسجد متنعلاً

۱۶۲۸۔ عن عبد الله بن السائب رضي الله عنه قال: رأيت النبي ﷺ يصلي يوم الفتح و وضع نعليه عن يساره۔ رواه أبو داود (۱: ۱۲۹)۔

۱۶۲۹۔ عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه مرفوعاً: "إذا جاء أحدكم المسجد فليُنظر فإن رأى في نعليه قدراً أو أذى فليمسحه وليبصل فيهما"۔ رواه أبو داود في باب الصلوة في النعل (۱: ۳۵۸) وسكت عنه۔

۱۶۳۰۔ عن شداد بن أوس قال: قال رسول الله ﷺ: خالفوا اليهود، فإنهم لا يبصلون في

ہو جائے) اس کو زہدی نے روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے۔

فائدہ: نیز چونکہ احناف کے ہاں نکاح میں عبادت کا معنی پایا جاتا ہے اور مسجد بھی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے، لہذا نکاح کا مسجد میں ہونا مسجد کے متانی نہیں۔

### باب مسجد میں جوتے پہنے ہوئے جانے کے حکم میں

۱۶۲۸۔ حضرت عبد اللہ بن السائبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے روز ایسی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جوتے آپ ﷺ کے بائیں جانب رکھے ہوئے تھے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے مسجد میں ننگے پاؤں جانا اور ننگے پاؤں نماز پڑھنا ثابت ہے۔

۱۶۲۹۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اسے چاہیے کہ پہلے دیکھ لے کہ اس کے جوتوں میں کوئی ناپاکی یا گندگی لگی ہو تو اسے پونچھ دے اور ان میں نماز پڑھ لے۔ اس کو بھی ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)

فائدہ: اس سے مسجد میں جوتوں سمیت جانے اور نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہے۔

۱۶۳۰۔ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے، تم ان کی مخالفت کرو (اور پاک جوتوں اور موزوں میں نماز پڑھ لیا۔ رو) اس کو بھی ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا (لہذا سکوت عنہا حدیث صحیح یا حسن ہیں)۔



يَعَالِيَهُمْ وَلَا خِفَافِهِمْ۔ رواه أبو داود أيضًا وسكت عنه۔



فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مجھے پاؤں مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا اور اسی طرح پاک جو یہ پمیں کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا دونوں باتیں جائز ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ حدیث شہاد بن اوس کا یہ مطلب نہیں کہ یہود کی مخالفت کے لئے ہر مسلمان کو ہر حالت میں جوتا پہن کر نماز پڑھنا لازم یا افضل ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود کے یہاں جوتوں اور موزوں میں نماز جائز نہیں اس لئے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرو تا کہ یہود کی مخالفت ہو جائے، پس یہود کی مخالفت تو اس تشریح سے ہو گئی۔

اب رہ گئیں چند باتیں۔ اول یہ کہ حدیث شہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی حکم بغیر جوتوں کے نماز پڑھنا ہے اور جوتوں میں نماز پڑھنے کی اجازت مخالفت یہود کیلئے ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے زمانہ میں نصاریٰ کا عمل یہ ہے کہ وہ جوتوں سمیت اپنے معابد میں جاتے اور نماز پڑھتے ہیں اور ان کی مخالفت یہود کی مخالفت سے اہم ہے۔ تیسرے یہ بات کہ اس وقت جہالت اور بددینی غالب ہے اس لئے جوتوں سمیت مساجد میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی عام اجازت کی صورت میں عوام کے جہالت اور بددینی کے غلبہ کی وجہ سے مساجد کے کھوٹ اور محجس کا احتمال غالب ہے۔ ان وجوہ سے آج کل احتیاط اسی میں ہے کہ مساجد میں جوتوں سمیت داخل ہونے سے روکا جائے۔



## ابواب الوتر

### باب وجوب الوتر، و بیان وقتہ

۱۶۳۱- عن یزیدہ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ بِنَاءٍ، الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ بِنَاءٍ" رواه أبو داود في باب فيمن لم يوتر (۵۳۴:۱) وسكت عنه، ورواه الحاكم في "المستدرک" وصححه (۳۰۶:۱) وقال: أبو المنيب العتکی مروزی ثقة یجمع حدیثہ ولم یخرجاه، وقال النیموی (التعلیق الحسن ۲: ۴): "والحق ان إسناده حسن وإليه ذهب ابن الهمام" ۵۱.

۱۶۳۲- عن الأشعث بن قیس قال: "تَضَيَّفْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَامَ بَعْضُ اللَّيْلِ فَذَكَرَ قِصَّةً قَالَ: ثُمَّ نَادَانِي يَا أَشْعَثُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ! قَالَ: احْفَظْ عَنِّي ثَلَاثًا حَفِظْتَهُنَّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، لَا تَسْأَلِ الرَّجُلَ فِيمَ يَضْرِبُ إِمْرَأَتَهُ، وَلَا تَسْأَلِ عَمَّنْ يَتَعَمَّدُ مِنْ إِخْوَانِهِ وَلَا يَتَعَمَّدُ لَهُمْ، وَلَا تَنْتَمِ إِلَّا عَلَى وَتَرٍ. أخرجه الحاكم في

## وتر کے ابواب

### باب وتر کے وجوب اور اس کے وقت کے بیان میں

۱۶۳۱- حضرت یزیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ وتر حق (اور امر ثابت و لازم) ہے لہذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں، وتر حق (اور امر ثابت و لازم) ہے لہذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں، اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح یا حسن ہے) اور حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسکی تصحیح کی ہے اور نیوی نے کہا ہے کہ یہ حق ہے کہ اسکی سند حسن ہے اور یہ ابن ہمام کا قول ہے۔

فائدہ: اس سے وتر کا وجوب صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

۱۶۳۲- اشعث بن قیس سے مروی ہے کہ میں عمر بن الخطابؓ کا مہمان ہوا تو آپ رات کے ایک حصہ میں اُٹھے اور اسکے بعد پورا واقعہ بیان کیا اور اسی کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا کہ پھر انہوں نے مجھے پکارا کہ اشعث! میں نے کہا حاضر!۔ سہرا انھوں نے فرمایا کہ تم مجھ سے وہ تین باتیں کہو جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھی ہیں۔ تم مرد سے یہ نہ پوچھنا کہ وہ اپنی بیوی کو کیوں مارتا ہے۔ اور نہ اس سے یہ پوچھنا کہ وہ اپنے بھائیوں میں سے کن پر اعتماد کرتا ہے اور کن پر اعتماد نہیں رکھتا اور کن بغیر وتر کے سوتا۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے قائم رکھا ہے۔

فائدہ: اس روایت میں یہ فقرہ کہ نہ بغیر وتر کے سوتا جسکے یہ معنی ہیں کہ اس طرح نہ سوتا کہ وتر چھوٹ جائیں۔ وتر کے وجوب پر دلالت



"المستدرک" (۱۷۵:۴) وصححه ، وأقره عليه الذهبي في تلخيصه .

۱۶۳۳- عن : خارجه بن حذافة العدوی قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : " إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ وَهِيَ الْوُثْرُ ، فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ " : أخرجه الحاكم في " المستدرک " ( ۳۰۶:۱ ) وقال : صحيح الإسناد ولم يخرجاه وصححه الذهبي أيضا في تلخيصه وقال تبعاً للحاكم : تركاه لتفرد التابعي عن الصحابي اهـ - قلت : كأنه يشير إلى أن خارجه لم يرو عنه غير ابن أبي مرة وليس كذلك ، فقد روى عنه عبد الرحمن بن جبیر أيضا عند المصريين ، و خارجه هذا كان أحد الفرسان ، قيل : كان يعد بألف فارس ، وأمد به عمر عمرو بن العاص فشهد معه فتح مصر واختط بها ، وكان على شرطة عمرو بن العاص (فهو صحابي معروف) ولكن لم يرو عنه غير المصريين ، كذا في " الإصابة " للحافظ ابن حجر (۸۴:۲) وقال أبو زيد في " كتاب الأسرار " : هو حديث مشهور كذا في " العمدة " للعيني اهـ ( ۴۱۳:۳ )

۱۶۳۴- عن : أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : " إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوُثْرُ " رواه الطبرانی في مسند الشاميين ، وقال الحافظ في " الدارية " : إسناده حسن (ص- ۱۱۲) .

۲- کہے کہ اذا قال المؤلف یعنی اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ بغیر وتر کے ساری رات سوتے رہنا حرام ہے۔

۱۶۳۳- حضرت خارجه بن حذافہ عدوی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہیں ایک زاد نماز عطا کی ہے جو کہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے۔ پس اس نے اسے تمہارے لئے عشاء صبح کی نمازوں کے درمیان رکھا ہے۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے اُسے صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے انکی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس روایت کے طرز بیان سے وتر کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ زیادتی مزید علیہ کی جنس سے ہوا کرتی ہے اور مزید علیہ ضروری ہے تو زیادتی بھی ضروری ہوگی نیز اس زیادتی کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے تو یہ زیادتی واجب ہی ہوگی اور جو زیادتی نفل ہو وہ حضور ﷺ ہی کی طرف سے عدم سوا غلبت کی شرط کے ساتھ ہوتی ہے (عمدة القاری) اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وتر کے لئے وقت معین ہے۔

۱۶۳۴- حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے۔ اسکو طبرانی نے مسند شامیین میں روایت کیا ہے اور ابن حجر نے درایہ میں انکی اسناد کو حسن کہا ہے۔



۱۶۳۵- عن : أبي تميم الجيثاني : أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ : إِنَّ أَبَا بَصْرَةَ حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : " إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوُثْرُ فَصَلُّوْهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ ". قَالَ أَبُو تَمِيمٍ : فَأَخَذَ بِيَدِي أَبُو ذَرٍّ فَسَارَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَى أَبِي بَصْرَةَ ، فَقَالَ لَهُ : أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا قَالَ عَمْرُو ؟ قَالَ أَبُو بَصْرَةَ : أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، رواه أحمد والحاكم والطبراني وإسناده صحيح " آثار السنن " (۵:۲) وقال الحافظ في " الدراية " (ص-۱۱۲) : وقد رواه ابن لهيعة عن عبد الله بن هبيرة عن أبي تميم عن عمرو بن العاص عن أبي بصرة ، أخرجه الحاكم ولم ينفرد به ابن لهيعة بل أخرجه أحمد و الطبراني من وجهين جديدين عن ابن هبيرة اه ، قلت : فبطل تضعيف بعضهم حديث أبي بصرة و إعلاله إياه بابن لهيعة مع أنه حسن الحديث كما قد مر غير مرة.

۱۶۳۶- عن : أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : "الْوُثْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ" الحديث ، أخرجه أحمد وابن حبان وأصحاب السنن إلا الترمذی كذا في " الدراية " للحافظ (ص-۱۱۳). قلت : ولفظ " واجب " ليس عند أصحاب السنن فلعله عند ابن حبان ، وقال الحافظ في " الفتح " (۲: ۴۰۰) : أخرجه أبوداود والنسائي وصححه ابن حبان ، والحاكم اه ، قلت : وأخرجه الدار فاكهه : یہ روایت وجوب وتر پر دلالت کرنے میں پہلی روایت کی مثل ہے۔

۱۶۳۵- ابو تیمم جیٹانی سے روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا اور اُس میں فرمایا کہ ابو بصرہؓ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور پڑھا دی ہے اور وہ ہے جس کو اسے عشاء اور صبح کی نمازوں کے درمیان پڑھا کرو۔ ابو تیمم کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابو ذرؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں ابو بصرہؓ کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ مضمون خود تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا ، اس پر ابو بصرہؓ نے کہا کہ خود میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس کو احمد ، حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے ! (آثار السنن) فاکهه : اس سے بھی وتر کا وجوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ سیدہ امرو وجوب پر دلالت کرتا ہے اور نیز اس کے وقت کا تین معلوم ہوتا ہے۔

۱۶۳۶- حضرت ابوالباب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وتر ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے۔ اس کو احمد اور ابن حبان نے اور ترمذی کے سوا اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے (درایہ) اور حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس کو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

فاکھه : یہ روایت وجوب وتر میں قریب قریب نص ہے اور گویا بعض روایات میں لفظ واجب نہیں ہے مگر یہ کچھ معترض نہیں کیونکہ



قطنی (۱: ۱۷۱) أيضاً بلفظ واجب ، وفي " التعليق المغنی " : رواه كلهم ثقات ، وصحح أبو حاتم و الذهلي والدارقطني في العلل ، والبيهقي وغير واحد وقفه ، وهو الصواب اهـ ، قلت : قد ذكرنا في " المقدمة " أن رفع الثقة حديثا وقفه غيره ولو أكثر منه حفظا وعددا أرجح ، والحكم له لكونه زيادة من الثقة لا تنافي رواية الثقات فتقبل اهـ .

۱۶۳۷- عن : ابن محيريز أن رجلاً من بني كِنَانَةَ يُدْعَى الْمُخْدَجِيُّ سَمِعَ رَجُلًا بِالشَّامِ يُدْعَى أَبَا مُحَمَّدٍ يَقُولُ : " إِنَّ الْوُتْرَ وَاجِبٌ " الحديث ، وسنذكره مفصلاً في الحاشية ، أخرجه أبو داود وسكت عنه ، وقال المنذرى : قال أبو عمر النمرى : لم يختلف عن مالك في إسناد هذا الحديث وهو صحيح ثابت ، وأبو محمد له صحبة وكان بدرية اهـ ، من " عون المعبود " ( ۱ : ۵۳۴ ) ، وأخرجه ابن حبان أيضاً في صحيحه وذكر المخدجي في الثقات كذا في " نصب الراية " ( ۱ : ۲۷۶ ) .

۱۶۳۸- عن : عاصم بن ضمرة عن علي رضي الله عنه قَالَ : " إِنَّ الْوُتْرَ لَيْسَ بِخَيْرٍ كَصَلَا تَكُمُ الْمَكْنُوتِيَّةُ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْتَرَ ، ثُمَّ قَالَ : يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ ! أَوْتِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ وَتَرٌ يُجِبُ الْوُتْرَ " أخرجه الحاكم في " المستدرک " ( ۱ : ۳۰۰ ) ، وسكت عنه هو

حق غلی کُلِّ مُسْلِمٍ وہی معنی ادا کرتا ہے جو لفظ واجب کرتا ہے۔

۱۶۳۷- ابن محیریز سے روایت ہے کہ بنی کنانہ میں سے ایک شخص نے جس کو لوگ مخدجی کہتے تھے شام میں ایک شخص کو جس کو لوگ ابو محمد کہتے تھے یہ کہتے سنا کہ وتر واجب ہے ( الی آخر الروایۃ ) اس کو ابو داود نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے ( لہذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے ) اور ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ : اس سے بھی وتر کا وجوب ظاہر ہے۔

۱۶۳۸- حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وتر ایسا تو ضروری نہیں ہے جیسے فرض نماز ( کیونکہ فرض نماز کا حکم قطعی ہے برخلاف وتر کے کہ اس کا حکم قطعی نہیں ہے ) ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے ہیں پس اسے قرآن کے ماننے والو! تم بھی وتر پڑھا کرو کیونکہ اللہ بھی وتر ہے اور وہ وتر کو پسند بھی کرتا ہے۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور انہوں نے اور ذہبی نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا ، نیز ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن ہے۔

فائدہ : اس میں حضرت علیؑ نے وتر پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ وتر واجب ہے ، نیز حم غاس کی نفی کی ہے نہ کہ حکم مطلق کی پس فرضیت ثابت نہ ہوتی بلکہ وجوب ثابت ہوا ، نیز مجتوب کہتے ہیں مناسب کو اور واجب بھی مناسب ہی ہوتا ہے لہذا محبت کے لفظ سے عذب و مسنون اصطلاحی پر استدلال کرنا غلط ہے ، یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض لوگوں کا اوتر دایا الی القرآن کے الفاظ سے وتر کے عدم وجوب پر استدلال کرنا کہ اگر واجب ہوتا تو صرف اہل قرآن یعنی حفاظ کی تخصیص نہ ہوتی بلکہ عام



والذہبی، والترمذی وقال: حدیث علی حسن اہ (۶۰:۱).

۱۶۳۹- عن: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رفعہ: "أَلُوْتُرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ" أخرجه البزار وفيه جابر الجعفی وهو ضعيف، وذكر البزار أنه تفرد به كذا في "الدرایة" (ص- ۱۱۳). قلت هو مختلف فيه، وثقه شعبۂ وروی عنہ، وقال ابن عدی: للجعفی حدیث صالح وقد احتمله الناس ورووا عنہ، ولم یختلف أحد فی الروایة عنہ، وعن الثوری قال: ما رأیت أروع فی الحدیث منه اہ، من "الجوهر النقی" (۷۰:۱). فالحدیث حسن.

۱۶۴۰- عن: أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً: "مَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ بِنَا" أخرجه أحمد وإسناده ضعيف، كذا في "الدرایة"، وفي "نصب الرایة" (۲۷۵:۱): هو منقطع، قال أحمد: لم یسمع معاویۃ بن قرۃ عن أبی ہریرۃ شیئاً، والخلیل بن مرۃ ضعفه یحیی والنسائی، وقال البخاری: منکر الحدیث اہ، قلت: معاویۃ هذا من رجال الجماعة ثقة، وقد لقی من الصحابة کثیراً، فلا یضرنا إرساله، والخلیل بن مرۃ قال أبوزرعة: شیخ صالح، وقال ابن عدی: هو فی جملة من یکتب حدیثہ، وذكرہ ابن شاہین فی المختلف فیہم، ثم قال وهو عندی إلى الثقة أقرب، ثم ذکرہ فی الثقات، فذكر عن أحمد بن صالح المصری أنه قال: ما رأیت أحداً یتکلم فیہ ولم أر أحداً ترکہ وهو ثقة اہ، ملخصاً من "التہذیب" (۳: ۱۸۰ و ۱۰ و ۲۱۶) فالحدیث منقطع حسن، وله شاهد صحيح من حدیث بریدۃ وقد ذکرناہ.

ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قرآن لغوی اعتبار سے فرمایا اور اس سے مراد اہل اسلام ہیں جیسا کہ اہل تورات والی انجیل سے مراد یہود نصاریٰ ہیں لہذا یہ کہنا کہ ترکا حکم صرف حفاظ کو کیا گیا ہے غلط ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے تمام صحابہ کی موجودگی میں فرمایا کہ ان اللہ زاد کم یعنی تم سب کے ذمے ہے اور تمام صحابہ یقیناً حافظ نہ تھے۔

۱۶۳۹- عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ترکہ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو جابر بھی تنہا روایت کرتا ہے، مؤلف کہتا ہے کہ جابر بھی مختلف فیہ ہے اس لئے یہ حدیث حسن ہے مگر اس مضمون کی دوسری روایات بھی موجود ہیں ان سے اس کو قطعیت ہوتی ہے پس یہ حسن ہے۔

۱۶۴۰- حضرت ابو ہریرۃ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ترکہ نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث منقطع حسن ہے اور حضرت بریدۃ کی روایت مذکورہ سابق سے مزید ہے۔

فانکشاف: اس روایت میں ترکہ وتر پر وعید ہے اور وعید وجوب کی علامت ہے لہذا اس سے اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔



۱۶۴۱- عن: أبی سعید رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ قَالَ: "أُوتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا" أخرجه "مسلم" كما فی "نصب الرایة" (۲۷۵:۱).

۱۶۴۲- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً: "بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوُتْرِ" أخرجه مسلم أيضاً (نصب الرایة ۲۷۵:۱)

۱۶۴۳- عن جابر رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمَعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنْ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ رواه مسلم (آثار السنن ۴:۲).

۱۶۴۴- عن: مالك: أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ الْوُتْرِ أَوْاجِبٌ هُوَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: أَوْتَرْتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَوْتَرْتَ الْمُسْلِمُونَ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يُرَدُّ ۱۶۴۱: - حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلوع فجر سے پہلے پڑھ لو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے وتر کے وقت کی انتہاء اور وجوب معلوم ہوتا ہے۔  
۱۶۴۲: - حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح سے پہلے پڑھ لو۔ اس کو بھی مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی وقت وتر کی انتہاء معلوم ہوتی ہے۔  
۱۶۴۳: - حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اندیشہ ہو کہ وہ آخر شب میں نہ اٹھ سکے گا اس کو اول شب میں (بعد نماز عشاء) وتر پڑھ لینے چاہئیں اور جس کو یہ امید ہو کہ وہ آخر شب میں اٹھ سکے گا اس کو آخر شب میں وتر پڑھنے چاہئیں کیونکہ آخر شب کی نماز صلاۃ مشہودہ ہے (یعنی اس وقت حق تعالیٰ کو اپنے بندوں اور ان کے افعال کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے اس لئے وہ نماز خاص طور پر حق تعالیٰ کے حضور میں ہوتی ہے۔ ہذا ما ظہری۔ اور نووی نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اس وقت رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ مترجم) اور یہ بات (کہ نماز خاص طور پر حق تعالیٰ کے حضور میں ہو یا رحمت کے فرشتوں کی موجودگی میں ہو) افضل ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے اوقات وتر معلوم ہوتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وتر کا بہتر وقت تو آخر شب ہے مگر اول شب میں بھی پڑھ لینا جائز ہے اور طرز بیان حدیث کا وتر کے وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ترک کی تنجائش نہیں ہے بلکہ اول شب یا آخر شب میں پڑھنا ضروری ہے اور یہی معنی وجوب کے ہیں۔

۱۶۴۴: - امام مالک سے روایت ہے کہ ان کو یہ روایت (قابل وثوق طریق سے) پہنچی ہے کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن عمرؓ سے وتر کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ واجب ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی وتر پڑھے ہیں اور مسلمانوں نے بھی



عَلَيْهِ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَقُولُ: أَوْثَرُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَوْثَرُ الْمُسْلِمُونَ، أَخْرَجَهُ مَالِكٌ فِي "الموطأ" (زرقانی ۱: ۲۳۱).

۱۶۴۵- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَثَرُ النَّهَارِ فَأَوْثَرُوا صَلَاةَ اللَّيْلِ" أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةُ الْمَغْرِبِ أَوْثَرُ صَلَاةِ النَّهَارِ فَأَوْثَرُوا صَلَاةَ اللَّيْلِ)) قَالَ الْعِرَاقِيُّ: وَ الْحَدِيثُ سَنَدُهُ صَحِيحٌ (زرقانی علی الموطأ: ۱: ۲۳۳).

۱۶۴۶- عن: أبی سعید رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ نَامَ عَنْ وَثَرِهِ أَوْ ثَنِيَّتِهِ فَلْيَضْلِهِ إِذَا ذَكَرَهُ"، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الدَّعَاءِ بَعْدَ الْوُتْرِ (۱: ۵۳۸) وَسَكَتَ عَنْهُ.

چنانچہ وہ بار بار یہ سوال کرتا تھا کہ آیا وتر واجب ہے اور عبد اللہ بن عمرؓ یہ جواب دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وتر پڑھے ہیں اور مسلمانوں نے بھی۔ اس کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر مسلمانوں کا طریقہ ہے اور جو شخص وتر ترک کرتا ہے وہ مسلمانوں کی روش کے علاوہ دوسری روش اختیار کرتا ہے جس پر قرآن میں سخت وعید ہے قرآن میں ہے کہ ومن یبغ غیر سبیل المومنین نوله ما تو لی و نصلہ جہنم وساعت مصیر انہی مسلمانوں کی روش چھوڑنے والا جہنم رسید ہوگا اسلئے ثابت ہوا کہ وتر واجب ہے اور انکا عبد اللہ بن عمر کی طرف سے وجوب کی تصریح نہ کرنا سو وہ اسلئے ہے کہ مسائل انکے وجوب و صلوات خمس کی طرح نہ سمجھ جائے۔ لہذا قال المؤلف فی الحاشیہ۔ اور ابن ابی شیبہ میں تو انکی صراحت ہے کہ مسائل وتر کو سنت کہتا رہا اور آپ انکی تردید کرتے رہے لہذا معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک بھی واجب ہی تھے۔

۱۶۴۵:- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نماز وتر نہا ہے، تم (بذریعہ وتر کے) رات کی نماز کو وتر (حلق) بنا دو۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے ابن عمرؓ سے اس روایت کو بدین الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نماز نے دن کی نماز کو حلق بنا دیا ہے تم (وتر پڑھ کر) رات کی نمازوں کو حلق بنا دو۔ عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (زرقانی علی الموطا)

**فائدہ:** اس روایت میں وتر پڑھنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہے لہذا وجوب وتر ثابت ہے۔

۱۶۴۶:- حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی سونے کی وجہ سے وتر نہ پڑھ سکے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے اس وقت پڑھ لینا چاہیے۔ اسکو ابو داؤد نے روایت کر کے اس پر کھٹ کیا ہے (لہذا یہ حدیث انکے ابا حسن یا محج ہے) اور اسی حدیث کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ جس وقت اسے یاد آئے یا وہ بیچارہ ہو تو اس وقت پڑھ لینا چاہیے نیز اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ علی ہذا اسے حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شیعین کی شرطا صحیح



وفی ذیل الأوطار (۲: ۲۹۳): الحدیث أخرجه الترمذی وزاد: "وَإِذَا اسْتَقْبَطَ" و أخرجه أيضا ابن ماجة والحاكم فی "المستدرک" وقال: صحيح علی شرط الشيخین، و أسناد الطريق التي أخرجه منها أبو داود صحيح كما قال العراقي اهـ.

۱۶۴۷- عن: أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ وَلَمْ يُؤَظِّرْ فَلْيُؤَظِّرْ"، رواه البيهقي والحاكم وصححه علی شرط الشيخین، (النیل ۲: ۲۹۳).

۱۶۴۸- عن: سليمان بن موسى عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ (أَيْ ذَهَبَ وَقْتُ أَذَانِهِ) فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالْوُتْرِ، فَأَوْزِرُوا قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ"، رواه الترمذی وقال: سليمان بن موسى قد تفرد به علی هذا اللفظ اهـ (۱: ۶۲۰) قلت و سليمان هذا من رجال الجماعة غير البخاری، و بقية السند رجاله رجال الصحيحين، و فی "نصب الراية": قال النووي فی "الخلاصة": و إسناده صحيح اهـ (۱: ۲۷۵).

۱۶۴۹- عن: أبي سعيد رضي الله عنه مرفوعاً "مَنْ أَذْرَكَ الصُّنْحَ وَلَمْ يُؤَظِّرْ فَلَا

ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ جس سند سے ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے وہ صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں وتر کی قضاء کا حکم ہے اور یہ کھلی ہوئی دلیل ہے اس کے واجب ہونے کی کیونکہ قضاء سنت اور نفل کی نہیں ہوتی بلکہ واجب یا فرض کی ہوتی ہے۔

۱۶۴۷: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبح تک وتر نہ پڑھے ہوں اسکو چاہیے کہ صبح کے بعد پڑھے۔ اسکو تہیٰ اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کیا ہے (نیل)

فائدہ: اس میں بھی قضاء وتر کا امر اسکے وجوب پر دلالت کرتا ہے حالانکہ صبح صادق کے طلوع کے بعد فجر کی دو سنتوں پر زیادہ پڑھنے سے روکا گیا ہے لیکن صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد وتر کے قضاء کا حکم وتر کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اگر وتر سنت یا مستحب ہوتے تو اس وقت میں دوسری احادیث کی بناء پر قضاء کا حکم نہ کیا جاتا۔

۱۶۴۸: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت فجر طلوع ہوگئی تو تہجد اور وتر کا وقت نکل گیا اس لئے طلوع فجر سے پہلے ہی وتر پڑھ لیا کرو۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے، اس روایت کے تمام راوی باسناد سلیمان بن موسیٰ کے صحیحین کے راوی ہیں اور سلیمان بن موسیٰ بخاری کے سوا جماعت کے راوی ہیں لہذا سند صحیح ہے اور نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس روایت سے وقت وتر کا متنبی معلوم ہوتا ہے۔ فائدہ: وقت کے چلے جانے سے مراد وقت ادا کا نکل جانا ہے لیکن وقت قضاء اس وقت بھی باقی ہوتا ہے جیسا کہ بھجلی حدیث ابوہریرہؓ سے معلوم ہوا۔

۱۶۴۹: ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے ایسی حالت میں صبح ہوگئی کہ اس نے



وَتَرْتَلُوهُ، رواه ابن خزيمة في "صحيحه" كذا في "فتح الباری" (۳۹۹:۲).

۱۶۵۰- عن : عائشة رضی اللہ عنہا قالت : "كُلُّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

وَأَنْتَهَى وَتَرَةً إِلَى السُّحْرِ" رواه البخاری (۱۳۶:۱).

۱۶۵۱- عن : أبي قتادة رضی اللہ عنہ : "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِأَبْنِي بَكْرٍ : مَتَى تُؤْتِرُ؟

قَالَ : أَوْتِرَ أَوَّلَ اللَّيْلِ ، وَقَالَ لِعُمَرَ : مَتَى تُؤْتِرُ؟ قَالَ : أَوْتِرَ آخِرَ اللَّيْلِ . فَقَالَ لِأَبْنِي بَكْرٍ : أَخَذَ

هَذَا بِالْحَزَمِ ، وَقَالَ لِعُمَرَ : أَخَذَ هَذَا بِالْقُوَّةِ" رواه أبو داود فی باب فی الوتر قبل النوم

(۵۳۹:۱) : وسکت عنہ هو و المنذری ، وفي "التلخیص الحبر" (۱۱۷:۱) بعد عزوه

إلى أبي داود وابن خزيمة والطبرانی والحاكم ما نصه : قال ابن القطان : رجاله ثقات اهـ.

ترجمہ: اے تمہیں تو اب اس کے وڑاؤ نہیں ہو سکتے (بلکہ اسے قضاء کرنے ہو گئے) اس کو ابن خزیمہ نے اپنی تصحیح میں روایت کیا

ہے۔ (فتح الباری)

فائدہ: اس سے معلوم ہو گیا کہ طلع فجر سے وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

۱۶۵۰- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر تمام رات میں پڑھے ہیں (کبھی کسی حصہ میں،

کبھی کسی حصہ میں) اور آپ ﷺ کے وتر آخر شب تک پہنچ گئے ہیں (یعنی آپ ﷺ نے آخر شب میں بھی وتر پڑھے ہیں)۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت وتر آخر شب پر ختم ہو جاتا ہے۔

۱۶۵۱- حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق سے فرمایا کہ تم کب وتر پڑھتے ہو انہوں نے عرض کیا

کہ اول شب میں پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم کس وقت پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ آخر شب میں پڑھتا

ہوں۔ تو آپ ﷺ نے ابو بکر صدیقؓ کی نسبت فرمایا کہ انہوں نے تو امتیاز کا پہلو اختیار کیا، اور حضرت عمرؓ کی نسبت فرمایا کہ انہوں نے

امت کا پہلو اختیار کیا۔ اس کو ابو داود نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور مندری نے دونوں نے اس پر سکوت کیا ہے، اور تلخیص صبر میں

اس روایت کو ابو داود و ابن خزيمة و طبرانی اور حاکم کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ ابن القطان نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اوقات وتر میں ذاتی فضیلت آخر شب کو ہے۔ اور اول شب کے لئے فضیلت عرضی ہے کہ اس وقت وتر

پڑھ لینے سے فوت ہونے کا خطرہ نہیں رہتا۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر مسلمانوں پر حق واجب و

لازم ہے اور اس کے ترک کی اجازت نہیں بلکہ اگر بلا قصد ترک ہو جائے تو قضاء ضروری ہے، اس کے لئے وقت باعین مبادعین

مقرر ہے جسے صلوات فرسہ کیلئے مقرر ہے نیز وہ ایسے وقت میں مستحب اور افضل ہے جس وقت عشاء مکروہ ہے یعنی آخر شب جو کہ اس کی

دلیل ہے کہ وہ عشاء کے تابع نہیں بلکہ ایک مستقل نماز ہے اور حدیث ان اللہ زادکم صلوة اس کے استقلال اور اسکے صلوات فرسہ

کی جہت سے ہونے کی دلیل ہے، یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن سے وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ نیز امام غزالی فرماتے ہیں کہ وتر کے

وجوب پر صحابہؓ کا اجماع ہے لیکن بعض لوگ وتر کی سنت کے قائل ہیں اور دلیل میں یہ بیان کرتے ہیں کہ وتر کے بارے میں سن رسول

اللہ کے الفاظ ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ سن سے مراد صحیح اصطلاحی نہیں بلکہ شریعت ہے جیسا کہ یہی الفاظ مقرر کے بارے میں

بھی مروی ہیں حالانکہ عمرؓ کی فریضت متفق علیہ ہے تو جب سن کا لفظ فریضہ عمرؓ سے مانع نہیں تو وجوب وتر سے کیوں مانع بن سکتا ہے



باب الایتار بثلاث موصولة وعدم الفصل بینهن بالسلام ووجوب القعدة علی

الرکعتین عنها والنهی عن الایتار برکعة فردة وذكر القراءة فی الوتر

۱۶۵۲- عن : عائشة رضی اللہ عنہا " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوُتْرِ ". رواه النسائي (۲۴۸:۱) وسكت عنه ، وفي " آثار السنن " (۱۱:۲) : إسناده صحيح ، أخرجه الحاكم في " المستدرک " (۲۰۴:۱) بلفظ : ((قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْوُتْرِ)) : وقال : هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ، وأقره عليه الذهبي في " تلخیصہ " ، وقال : على شرطهما اهـ .

۱۶۵۳- و عنہا : قَالَتْ : " كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ ، لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ " أخرجه الحاكم (۲۰۴:۱) و استشهد به وَقَالَ : وَهَذَا وَتَرُّ أَبِيهِ الْمُؤْمِنِينَ غَمَزَ نَبِيَّ الْحَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، وَ عَنْهُ أَخَذَهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ، وَ سَكَتَ عَنْهُ الذَّهَبِيُّ فِي " تلخیصہ " ، فَهُوَ حَسَنٌ ، وَ كَذَا قَلَهُ الزَّيْلَعِيُّ (۲۷۷:۱) فِي " نصب الراية " بلفظ : " لَا يُسَلِّمُ " ، وَ كَذَا قَلَهُ الْحَافِظُ فِي " الدراية " (۱۱۴) بلفظ : " لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ " ، وَ كَلَاهُمَا عَزَاهُ إِلَى الْحَاكِمِ .

اسی طرح اس کے بارے میں "حسن بکری" کے الفاظ ہیں لیکن یہ بھی وجوب کے معانی نہیں کیونکہ "حسن بکری" مستحب ، سنت اور فرض اور واجب سب کو شامل ہے ، نیز بعض روایات میں آپ ﷺ کا وتر اونٹ پر پڑھنا معلوم ہوتا ہے جو نفل کی علامت ہے تو اس کا جواب حافظ صاحب نے فتح الباری میں یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ جزئی ہے لہذا یہ دوسری صحیح حدیث کے (جس سے وجوب معلوم ہوتا ہے) معارض نہیں بن سکتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اونٹ پر پڑھنا کسی عذر کی بنا پر ہو۔ ورنہ آپ ﷺ کا عام معمول وتر سواری سے اتر کر پڑھنے کا تھا جیسا کہ طحاوی میں ہے کہ ابن عمر نوافل سواری پر پڑھتے اور وتر زمین پر اور فرماتے تھے کہ حضور ﷺ ایسے کرتے تھے۔

باب وتر تین رکعات ہیں جو موصول ہیں اور ان میں سلام فاصل نہیں اور اس کی دو رکعتوں پر قاعدہ

واجب ہے اور ایک رکعت سے وتر پڑھنا منوع ہے اور قراءۃ فی الوتر کے بیان میں

۱۶۵۴- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیلتے تھے اس کو سنائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے مستدرک میں اس کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیلتے تھے اور کہا ہے کہ یہ حدیث شرط بخین پر صحیح ہے اور ذہبی نے اس کو اپنی تفسیر میں قائم رکھا ہے اور کہا ہے کہ شرط بخین پر ہے۔

۱۶۵۵- نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیلتے تھے اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اس سے حضرت عائشہؓ کی پہلی روایت کی تائید کی ہے اور مزید تائید کے لئے کہا ہے کہ یہی وتر ہے عمر بن الخطابؓ کے اور انہی سے ان کو اہل مدینہ نے لیا ہے پھر اس تائید مزید کا روایت سے ثبوت دیا ہے۔ جس کو بعد میں بیان کیا ہے فطالعمہ ان شئت اور ذہبی نے اس کو اپنی تفسیر میں ذکر کر کے اس سے سکوت کیا ہے لہذا حدیث حسن ہے۔

قائدہ : ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ تعداد رکعات وتر تین ہے اور وہ تینوں موصول ہیں اور ان کے درمیان سلام فاصل نہیں ہے۔



۱۶۵۴- عن : عبد الله بن أبي قیس ، قَالَ : " سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِكَمْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتِرُ ؟ قَالَتْ : بِأَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ ، وَسَبْعٍ وَثَلَاثٍ ، وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ ، وَعَشْرٍ وَثَلَاثٍ ، وَلَمْ يَكُنْ يُؤْتِرُ بِأَكْثَرٍ مِنْ ثَلَاثٍ عَشْرَةَ وَلَا أَقْصَى مِنْ سَبْعٍ " . رواه أحمد وأبو داود والطحاوی وإسناده حسن ( آثار السنن ۱:۲ ) .

۱۶۵۵- عن : عمرة عن عائشة رضي الله عنها : " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ ، يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى ب ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ ، وَفِي الثَّانِيَةِ : ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ ، وَفِي الثَّالِثَةِ : ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ وَ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ وَ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ " . رواه الدارقطني والطحاوی والحاكم وصححه (آثار السنن ۱۲:۲) و قال الحافظ في "التلخيص الحبير" (۱۸:۳): قال العقيلي : إسناده صالح ولكن حديث ابن عباس وأبي بن كعب باسقاط المعوذتين أصح ، و قال ابن الجوزي : أنكر أحمد ويحيى بن معين زيادة المعوذتين .

۱۶۵۶- حدثنا : أبو النضر ثنا محمد يعني ابن راشد عن يزيد بن يعفر عن الحسن

۱۶۵۴:- عبد الله بن أبي قیس سے مروی ہے ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ چار اور تین کے ساتھ بھی اور چھ اور تین کے ساتھ بھی اور آٹھ اور تین کے ساتھ بھی اور دس اور تین کے ساتھ بھی اور نہ آپ تیرہ سے زیادہ کے ساتھ وتر پڑھتے تھے اور نہ سات سے کم کے ساتھ - اس کو احمد ، ابوداؤد اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے (آثار السنن)

فائدہ : اس روایت سے بھی وتر کا تین رکعتیں بلا فصل ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اگر وتر تین رکعات مفعول یا صرف ایک رکعت ہوتا تو آپ چار اور تین کی بجائے چھ اور ایک کہہ دیتیں - نیز یہ مضمون ان کی سابقہ روایات میں مصرح بھی ہے -

۱۶۵۵:- عمرہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعتوں سے وتر پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں حج اسم ربک الاطی اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ہوا اللہ احد - اور قل اعوذ برب الخلق - اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے - اس کو دارقطنی اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے - اور عقلی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد صالح ہے لیکن اس روایت میں معوذتین کا نہ ہونا اصح ہے اور ابن الجوزی نے کہا ہے کہ احمد اور ابن معین نے معوذتین کی زیادتی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا -

فائدہ : اس سے بھی وتر کا تین رکعات غیر مفعول ہونا ظاہر ہوتا ہے -

۱۶۵۶:- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ چکے تو مکان میں تشریف لاتے اور



(البصری) عن سعد بن هشام عن عائشة (رضی اللہ عنہا): "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ الْمَنَزِلَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ أَطْوَلَ مِنْهُمَا، ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ". رواه أحمد وإسناده يعتبر به (آثار السنن ص- ۱۱) قلت: أما أبو النضر فلا يسأل عنه فإن شيوخ أحمد ثقات كلهم، ومحمد بن راشد متكلم فيه وقد وثق، ويزيد بن يعفر قال الدار قطنی: يعتبر به، وذكره ابن حبان في الثقات، وقال الذهبي في "الميزان": ليس بحجة (تعجيل المنفعة ص- ۴۵۰) وهذا تليين هين، فالإسناد حسن وذكره الحافظ في "التلخيص" (۱: ۱۱۶) أيضا وسكت عنه.

۱۶۵۷- عن: أبي سلمة بن عبد الرحمن أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ (أَيِ التَّهَجُّدِ) رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: "مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةِ رَكْعَةٍ، يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْتَلُّ عَنْ حُسْنَيْنٍ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْتَلُّ عَنْ حُسْنَيْنٍ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا". الحديث رواه البخاري (۱: ۱۵۴) ومسلم (۱: ۲۵۴).

۱۶۵۸- عن: ابن عباس رضي الله عنهما: "أَنَّ رَقْدَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَاسْتَيْقَظَ

تشریف لانے کے بعد دو رکعتیں پڑھتے، اس کے بعد دو رکعتیں اور پڑھتے جو ان سے طویل ہوتیں، اس کے بعد تین رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے اور ان تینوں میں فصل نہ کرتے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اور آغا حسن میں اسکی سند کو قابل تائید کہا ہے، لیکن مؤلف کہتا ہے کہ اسکی اسناد حسن ہے۔

فائدہ: اس میں وتر کے تین رکعات غیر مفصول ہونے کی تصریح ہے۔

۱۶۵۹-: ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تہجد میں) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں (مگر یہ حکم بنا بر غالب ہے ورنہ خود انکی عائشہؓ سے تیرہ رکعتیں بھی مروی ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہیں جس روز گیارہ رکعتیں پڑھتی ہوتیں اس روز) آپ ﷺ اول چار رکعتیں پڑھتے سو ان کی عموگی اور رازمی کو نہ پوچھو، اس کے بعد چار رکعتیں اور پڑھتے، سو ان کی خوبی اور رازمی کو نہ پوچھو۔ اس کے بعد تین رکعتیں (وتر کی) پڑھتے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ روایت بھی بظاہر وتر کی تین رکعات بیک سلام ہونے پر دال ہے۔

۱۶۵۸-: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سوئے پس (تہجد کے وقت) جناب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور سواک کی اور وضو کیا اور وہ ان فی خلق السموات والارض تا آخر سورۃ پڑھ رہے تھے، ان سب چیزوں سے قاریغ ہو کر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں قیام اور رکوع اور جہدہ اور دوا کیا، اس کے بعد



فَتَسُوْكَ وَتَوْضَاْ وَهُوَ يَقُوْلُ : ﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَةَ ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَكَعَتَيْنِ قَاطِلًا فِیْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَ السُّجُوْدَ ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ ، ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ یَسْتَاكُ وَ یَتَوَضَاْ وَ یَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتِ ، ثُمَّ اَوْتِرَ بِثَلَاثٍ " الحدیث رواہ مسلم بطریق علی بن عبد اللہ بن عباس عنہ (۱: ۲۶۱)۔

۱۶۵۹- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہ قال : " كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِی الْوُتْرِ ﴿بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی﴾ وَ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ وَ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ فِی رَكَعَةِ رَكَعَةٍ " رواہ الترمذی (۱: ۶۱) ، وَ قَالَ النَوَوٰی فِی " الْخُلَاصَةِ " : إسناده صحيح كما فی " نصب الراية " (۲۷۷: ۱) ، وَ فِی تَخْرِيجِ الْعِرَاقِی (۱: ۱۷۶) : رواہ الترمذی وَ النسائی وَ ابن ماجہ بِسند صحيح .

۱۶۶۰- عن : عبد الرحمن بن أبزی : " أَنَّهُ صَلَّی مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْوُتْرَ ، فَقَرَأَ فِی الْأَوَّلٰی بـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی﴾ وَ فِی الثَّانِيَةِ : ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ وَ فِی الثَّالِثَةِ : ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ ، فَلَمَّا قَرَأَ قَالَ : سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا ثُمَّ صَوَّنَهُ بِالثَّانِيَةِ . رواہ الطحاوی وَ أحمد وَ عبد بن حمید وَ النسائی وَ إسناده صحيح ، " آثار السنن " (۲: ۱۰) وَ (۱) وَ فِی " التعلیق الحسن " : إِنْ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى حَدِيثَانِ : أَحَدُهُمَا : مِنْ رِوَايَةِ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَ ثَانِيَهُمَا : عَنْ النَّبِيِّ ﷺ ، وَ قَدْ قَالَ الْعِرَاقِی : كِلَاهُمَا عِنْدَ

غزاة سے فارغ ہو کر آپ ﷺ سو گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے منہ سے پھوپھوں کی آواز نکلنے لگی ، اس کے بعد آپ بیدار ہوئے اور پھر وہی جو پہلے کیا تھا ، غرضی اس طرح تین مرتبہ کیا اور تین رکعتیں میں چھ رکعتیں پڑھیں - آپ ﷺ ہر مرتبہ میں سواک اور وضو کرتے اور آیات مذکورہ پڑھتے تھے اس کے بعد آپ ﷺ نے تین رکعتیں وتر کی پڑھیں ، اللہ بیٹ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے -

۱۶۵۹- حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور قل یا ایہا الکافرون اور قل هو اللہ احد ہر رکعت میں ایک سورت پڑھتے تھے - اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے - نوذی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے (نصب الراية) اور تخریج عراقی میں ہے کہ اس کو ترمذی ، نسائی اور ابن ماجہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے -

۱۶۶۰- حضرت عبد الرحمن بن ابی زئی سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وتر پڑھے تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل هو اللہ احد پڑھی - اس کے بعد جب فارغ ہوئے تو تین مرتبہ سبحان الملک القدوس فرمایا اور تیسری مرتبہ آواز کو دراز فرمایا - اس کو طحاوی ، احمد ، عبد بن حمید اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔



النسائی بإسناد صحيح ا. و التحقيق أن له صحبة يدل على ذلك قوله في رواية الطحاوي: إنه صلى مع النبي ﷺ الوتر ا.

۱۶۶۱- عن: أبي بن كعب رضى الله عنه قال: " كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْوُتْرِ بِ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ وَفِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ: ﴿ب﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ﴿و﴾ فِي الثَّلَاثَةِ: ﴿ب﴾ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿و﴾ لَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ وَيَقُولُ يَغْنَى نَعْدُ التَّسْلِيمِ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا. أخرجه النسائي (۲۴۹:۱). وفي "نيل الأوطار" (۲۷۹:۲): رجاله ثقات إلا عبد العزيز بن خالد وهو مقبول ا. وفيه أيضا (۲۸۷:۲) قال العراقي: إسناده صحيح. وفي "آثار السنن": أسنده حسن (۱۰:۲) ا. وللدارقطني (۱۷۵:۱) في هذا الحديث بإسناد صحيح: ((وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يُمَدُّبِهَا صَوْتُهُ فِي الْآخِرَةِ، يَقُولُ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ ا.))

۱۶۶۲- عن: المسور بن مخرمة رضى الله عنه قال: " ذَفَنَّا أَبَا بَكْرٍ لَيْلًا، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي لَمْ أُؤَيِّرْ، فَقَامَ وَصَفَّفْنَا وَرَأَيْنَاهُ فَصَلَّى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ " ۱۶۶۱: حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى اور دوسری میں قل یاایہا الکفرون اور تیسری میں قل هو الله احد پڑھتے تھے اور بجز آخری رکعت کے اور کسی رکعت میں سلام نہ پھیرتے تھے، اور سلام کے بعد سبحان الملك القدوس تین مرتبہ کہتے تھے۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں یا شفاء عبد العزیز بن خالد کے اور عبد العزیز (بھی) مقبول ہیں، نیز نیل الاوطار میں ہے کہ عراقی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے اور دارقطنی نے اس حدیث میں بعد صحیح یہ مضمون روایت کیا ہے کہ جس وقت آپ ﷺ سلام پھیرتے اس وقت سبحان الملك القدوس تین مرتبہ فرماتے اور آخری مرتبہ میں آواز کو دراز فرماتے اور رب الملئکة و الروح بھی فرماتے۔

فائدہ: ان تمام روایت سے وتر کا تین رکعات غیر مفصول بالسلام ہونا ظاہر ہے۔

۱۶۶۲: حضرت مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے ابو بکر صدیقؓ کو رات کے وقت دفن کیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے۔ یہ کہہ کر وہ وتر پڑھنے کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کے پیچھے صف باندھی، سو آپؓ نے ہمیں تین رکعتیں پڑھائیں۔ جن میں آپؓ نے سوائے آخری رکعت کے اور کسی رکعت میں سلام نہیں پھیرا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

فائدہ: حضرت عمرؓ کا تین رکعت بغیر فصل کے وتر پڑھنا صحابہ کے عظیم اجتماع میں اور کسی کا انکار نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وتر کے تین رکعت غیر مفصول بالسلام ہونے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔



أخرجه الطحاوی (۱۷۳:۱)، وفي "آثار السنن": أسنده صحيح (۱۲:۲).

۱۶۶۳- عن: عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: "أَلُوْزُرُ ثَلَاثُ كَوْبَرِ النَّهَارِ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ" رواه الطحاوی (۱۷۳:۱) وفي "آثار السنن" (۱۲:۲): إسناده صحيح اه قلت: وأخرجه محمد (ص- ۱۴۶) في موطأه بسند رجاله رجال مسلم بلفظ: "أَلُوْزُرُ ثَلَاثُ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ اه).

۱۶۶۴- عن: أنس رضى الله عنه قال: "أَلُوْزُرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ ، وَكَانَ يُؤَزِرُ بِنَلَاثِ رَكَعَاتٍ". قال الحافظ في "الدراية" (ص- ۱۱۵): أسنده صحيح أخرجه الطحاوی في "معاني الآثار" (۱۷۳:۱).

۱۶۶۵- عَنْ: ثَابِتٍ قَالَ: "صَلَّى بِي أَنَسُ الْوُزَرَ أَنَا عَنْ يَمِينِهِ وَأُمُّ وَلَدِهِ خَلَفْنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ ، ظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَعْلَمَنِي". أخرجه الطحاوی (۱۷۶:۱) و صححه الحافظ في "الدراية" (ص- ۱۱۵).

۱۶۶۶- عن: عقیبة بن مسلم قال: "سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْوُزْرِ ، فَقَالَ: أَتَعْرِفُ وَزَرَ النَّهَارِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ! صَلَاةُ الْمَغْرِبِ ، قَالَ: صَدَقْتُ وَ أَحْسَنْتُ". أخرجه الطحاوی (۱۶۴:۱) ، و رجاله ثقات ، و كلام الحافظ في "الدراية" (ص- ۱۱۳) . يدل على صحته

۱۶۶۳:- حضرت عبد الله بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وتر تین رکعتیں ہیں جیسے وتر نماز یعنی نماز مغرب۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ اسکو امام محمدؒ نے اپنے موطا میں ایسی سند سے جس کے راوی مسلم کے راوی ہیں ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ وتر نماز مغرب کی طرح تین رکعتیں ہیں۔

۱۶۶۴:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور وہ پڑھتے بھی وتر تین ہی رکعتیں تھے۔ اسکو طحاوی نے معانی لا تار میں روایت کیا ہے اور ابن حجر نے درایہ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۶۶۵:- ثابت بنانی کہتے ہیں کہ مجھے انسؓ نے ایسی حالت میں کہ میں ان کی انہیں جانب تھا اور ان کی ام ولد انکے پیچھے تھی وتر کی تین رکعتیں یوں پڑھائیں کہ انہوں نے بجز آخری رکعت کے کسی رکعت پر سلام نہیں پھیرا۔ میں ان کے طرز سے یہ سمجھتا تھا کہ وہ مجھے تعلیم کر رہے ہیں، اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور ابن حجر نے درایہ میں اس کو صحیح کہا ہے۔

۱۶۶۶:- عقیبة بن مسلم سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عمرؓ سے وتر کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم ان کے وتر جانتے ہو، میں نے کہا جی ہاں! مغرب کی نماز کو کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تم نے ٹھیک کہا اور خوب کہا۔ اس کو طحاوی نے



عنده لكونه ذكره في معارضة حديث صحيح ، والصحيح لا يعارض ألا بمثله ، وقد تقدم حديث ابن عمر مرفوعاً: ((صَلَاةُ الْمَغْرِبِ أَوْتَرَتْ صَلَاةَ النَّهَارِ فَأَوْتَرُوا صَلَاةَ اللَّيْلِ)) في الباب السابق ، صححه العراقي ، وهو في معاني قول ابن عمر هذا .

۱۶۶۷- عن : عامر الشعبي قال : " سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِاللَّيْلِ ؟ فَقَالَا : ثَلَاثَ عَشْرَةَ رُكْعَةً ، ثَمَانٍ وَثُلُوثٍ بِنِثْلٍ وَرُكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ " . أخرجه الطحاوي (۱: ۱۶۵) . ورجاله رجال الصحيح الأشيخ الضحاوي ابن أبي داود وهو ثقة كما مر غير مرة .

۱۶۶۸- عن : أبي خالدة قال : سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوُتْرِ ، فَقَالَ : " عَلَّمَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ عَلَّمُونَا أَنَّ الْوُتْرَ بِثَلَاثِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ غَيْرِ أَنَا نَقَرْنَا فِي الثَّالِثَةِ ، فَهَذَا وَتَرِ اللَّيْلِ وَ هَذَا وَتَرِ النَّهَارِ " . رواه الطحاوي ، وفي " آثار السنن " : إسناده صحيح اه (۱: ۱۷۳) .

۱۶۶۹- عن : القاسم قال : ((رَأَيْنَا أَنَا سَامِدُ أَذَرَ كُنَّا يُؤْتِرُونَ بِثَلَاثٍ ، وَإِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ ، وَأَرْجُو أَنْ لَا يَكُونَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ)) - رواه البخاري (۱: ۱۳۵) - قلت : قوله ((وَأَنْ كَلَّا لَوَاسِعٌ)) الخ اجتهد منه ، واجتهد التابعي ليس بحجة -

روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابن حجر کے کلام سے بھی اس کا صحیح ہوا سمجھا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے درایہ میں اسکو صحیح کے معارضہ میں پیش کیا ہے ، اس کے علاوہ یہ ابن عمرؓ کی اس مرفوع حدیث کہ "مغرب کی نماز وتر نہا ہے اور تم (ذریعہ وتر کے) رات کی نمازوں کو وتر (یعنی طاق) بناؤ" سے بھی مؤید ہے جو کہ باب سابق میں گزر چکی ہے جسکو عراقی نے صحیح کہا ہے -

۱۶۷۰- عامر شعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کی رات میں نماز کیسے ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ تیرہ رکعتیں ہوتی تھیں یعنی آٹھ رکعات تہجد کی اور تین وتر اور دو فجر کی سنتیں (طحاوی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں ، سوائے شیخ طحاوی کے اور وہ بھی ثقہ ہیں -

۱۶۷۱- ابو خالدہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابو العالیہ سے وتر کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے بتلایا ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں ، فرق اتنا ہے کہ ہم (مغرب میں تیسری رکعت میں قراءت نہیں کرتے اور وتر میں) تیسری رکعت میں بھی قراءت کرتے ہیں ، پس یہ رات کے وتر ہیں - اور یہ (یعنی مغرب کی نماز) دن کے وتر ہیں اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے -

۱۶۷۲- قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے ، ہم نے لوگوں کو وتر تین ہی رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے اور منہائش ہر مذہب میں ہے (کیونکہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے) اور (اسلئے) مجھے امید ہے کہ کسی مذہب میں خطرہ نہیں ہے (کیونکہ مجتہدین



۱۶۷۰- عن : أبي الزناد عن (الفقهاء) السبعة ، وسعيد بن المسيب ، وعروة بن الزبير ، والقاسم بن محمد ، وأبي بكر بن عبد الرحمن ، وخارجه بن زيد ، وعبيد الله بن عبد الله ، وسليمان بن يسار ، في مشيخة سواهم أهل قفه وفضل وَرُبَّمَا اِخْتَلَفُوا فِي الشَّيْءِ ، فَأَخَذَ بِقَوْلِ أَكْثَرِهِمْ وَأَفْضَلِهِمْ رَأْيًا ، فَكَانَ بَشًّا وَغَيْثٌ عَنْهُمْ عَلَى هَذِهِ الصِّفَةِ أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ - رواه الطحاوی (۱: ۱۷۵)، وفي "آثار السنن": إسناده حسن (۱: ۱۳)

۱۶۷۱- عن : أبي الزناد أيضا قال : (( أَثَبْتُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْوِتْرَ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ )) . رواه الطحاوی، وفي "آثار السنن": إسناده صحيح (۱: ۱۷۵)

۱۶۷۲- حدثنا : يونس ( ثقة شيخ مسلم ) ثنا سفيان الثوري عن حصين ( هو ابن عبد الرحمن ثقة ) عن أبي يحيى ( هو زياد الأعرج ) قال : " سَمِعَ الْمُسَوِّرَ بْنَ مَحْرَمَةَ وَالْبَنِيَّ غَبَّاسَ حَتَّى طَلَعَتِ الْخُمْرَاءُ (أى القمر) ثُمَّ نَامَ ابْنُ غَبَّاسٍ فَلَمْ يَسْتَقِظْ إِلَّا بِأَصْوَابِ أَهْلِ الْوُزَرَاءِ ،

کی خطائی اجتہاد اور ان کے مقلدین کی خطائی تقلید معاف ہے ) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ انکا یہ کہنا کہ " ہر مذہب میں گنجائش ہے " انکا اجتہاد ہے اور اجتہاد تابعی جت نہیں۔

فائدہ : مکرّم بن مہرّم کہتا ہے کہ یہ قول تابعی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یہ قول حنفی علیہ ہے۔ چنانچہ میں نے انشاء مجرمہ میں اس کو صاف کر دیا ہے۔  
فائدہ : قاسم کا یہ فرمانا کہ " جب سے میں نے ہوش ستیاا ہے صحابہؓ کو تین وتر ہی پڑھے دیکھا ہے " اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحابہؓ میں تین رکعات وتر پڑھنا ہی متعارف اور مستقر تھا۔ اور قاسم نے کسی ایک کو بھی ایک رکعت وتر پڑھتے نہیں پایا۔

۱۶۷۰- ابو الزناد، فقہاء سبعہ یعنی سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، قاسم بن محمد، ابو بکر بن عبد الرحمن، خارجه بن زيد اور عبيد الله بن عبد الله اور سليمان بن يسار اور ان کے سوا دوسرے اہل علم و فضل کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اکثر یہ لوگ آپس میں اختلاف کرتے تھے اور جس وقت یہ اختلاف کرتے تھے تو میں ان میں سے ان لوگوں کی رائے کو اختیار کرتا تھا جو تعداد میں زیادہ اور رائے میں افضل ہوتے تھے۔ یہ اصول بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں سے اسی اصول پر یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ وتر میں تین رکعتیں ہیں جن میں سے صرف آخری رکعت میں سلام پھیرا جائے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اسکی اسناد حسن ہے۔

فائدہ : اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر تین رکعت دو نماں ملا جائے تب سے بعد نماز میں افضل ہیں۔ نیز اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ تین رکعات وتر پڑھنا ایسا ہے اور اصولی ہے کہ اس بات میں لغت ہے کہ اس بات میں اختلاف سابق کو ختم کر دیتا ہے (نور الانوار ص ۲۲۰) لہذا ان میں سے جو یہ مروی ہے کہ " تیسری رکعت و پہلی دو سے جدا کرنا جائز ہے "۔ غیر معتد بہ ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی مدنی ہیں اور ان سے بعد عدم جواز پر اجماع ہو چکا۔

۱۶۷۱- ابو الزناد سے مروی ہے کہ عمر بن عبد العزيز نے فقہاء کے فتوے سے وتر کی تین رکعتیں قائم کیں جن میں صرف آخر میں سلام پھیرا جائے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

۱۶۷۲- ابو یحییٰ سے روایت ہے کہ ایک شب مسور بن مخزوم اور ابن عباسؓ ( یعنی معاذ میں ) طلوع نما ایک وقت کرتے رہے۔ اس



قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَرَأَيْتُمْ أَذْرَكَ أَصْلَبِي ثَلَاثًا يُرِيدُ الْوِتْرَ وَرَكَعَتِي الْفَجْرِ وَصَلَاةَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَقَالُوا: نَعَمْ أَفْضَلِي وَهَذَا فِي آخِرِ وَقْتِ الْفَجْرِ". رواه الطحاوی (۱۷۱:۱) ، و إسناده صحيح ، و أبو يحيى اسمه زياد و هو مولى قيس بن مخزومه ، و يقال : مولى الأنصار ، روى عن الحسنين و ابن عباس و غيرهم و عنه حصين بن عبد الرحمن و عطاء بن السائب ، و ثقہ ابن معين و أبو داود و غيرهما ، كذا في " التهذيب " (۲۹۱:۳) .

۱۶۷۳- أخبرنا : سلام بن سليم الحنفی عن أبي حمزه عن إبراهيم النخعی عن علقمة قال : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : " أَهْوَنُ مَا يَكُونُ الْوِتْرُ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ " . أخرجه محمد الإمام في " موطأه " (ص- ۱۴۱) و رجاله ثقات من رجال الصحيح إلا أبا حمزة صاحب إبراهيم و اسمه ميمون فقد تكلم فيه من قبل حفظه و ضعفه بعضهم ، قاله الترمذی ، و قال أبو حاتم : ليس بقوى يكتب حديثه ، و قال يعقوب بن سفيان : ليس بمتروك الحديث ، و لاهو حجة ۱ هـ من التهذيب (۳۹۶:۱) قلت فهو حسن الحديث و لا أقل من أن يعتبر به و يستشهد ، ولما رواه شواهد .

کے بعد ابن عباسؓ سو گئے اور ان کی آنکھ صرف اہل زوراء کی آوازوں سے کھلی (جب کہ بالکل صبح ہو گئی تھی اور آفتاب قریب بطولع تھا) تب آپؐ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تین (رکعتیں) یعنی وتر اور دو رکعتیں فجر کی اور صبح کی نماز طلوع شمس سے پہلے پڑھ سکتا ہوں ، انہوں نے کہا جی ہاں ! تو آپؐ نے نماز پڑھی اور یہ نماز پڑھنا آخر وقت فجر میں تھا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہیں۔

فائدہ: استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ تاہن کہ ابن عباسؓ کے نزدیک وتر کے لئے تین رکعتوں سے کم کافی ہوں اور پھر بھی وہ باوجود فوت وقت کے خوف کے تین ہی پڑھیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک وتر کیلئے ایک رکعت کافی نہیں۔

۱۶۷۳-: حلقہ سے روایت ہے کہ ہم سے ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ آسان ترین وتر تین رکعتیں ہیں۔ اسکو امام محمد نے موطا میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہے۔ بجز ابو حمزہ کے جو ابراہیم کے شاگرد ہیں کہ وہ مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث یا کم از کم قابل اعتبار و استشہاد ہے۔ اس کے علاوہ اس روایت کے لیے شواہد بھی ہیں۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعودؓ ایک رکعت وتر کو معتد بہ نہ جانتے تھے ورنہ وہ ایک رکعت کو آسان ترین فرماتے نہ کہ تین کو۔

فائدہ ۲: واضح ہو کہ وتر کا اطلاق کبھی تین رکعت پر آتا ہے کبھی پانچ پر، کبھی سات پر، کبھی نو پر، کبھی گیارہ پر اور کبھی تیرہ پر سو ان میں تین رکعت تو واجب ہیں اور باقی سنت تو حاصل یہ ہوا کہ سب سے زیادہ آسانی اس میں ہے کہ قدر واجب پر اکتفا کرے اور صرف تین رکعتیں پڑھ لے اور اگر آسانی مطلوب نہ ہو تو پھر اس کے ساتھ سنتیں بھی شامل کر لے واللہ اعلم۔



۱۶۷۴- أخبرنا: أبوحنيفة حدثنا أبو جعفر قال: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثَمَانِ رَكْعَاتٍ تَطَوُّعًا، وَثَلَاثَ رَكْعَاتٍ الْوُتْرِ، وَرَكْعَتِي الْفَجْرِ" أخرجه محمد في "الموطأ" (ص- ۱۴۵) وهو مرسل صحيح، و أبو جعفر هو محمد بن علي بن الحسين المعروف بالباقر من رجال الجماعة ثقة فاضل من الرابعة "تقريب" (ص- ۱۹۱).

۱۶۷۵- أخبرنا: أبوحنيفة عن حماد عن إبراهيم النخعي عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، أنه قال: "مَا أُجِبْتُ أَنِّي تَرَكْتُ الْوُتْرَ بِثَلَاثٍ، وَأَنَّ لِي خُمْرُ النِّعَمِ". أخرجه محمد في "موطأه" (ص- ۱۴۶) و هو مرسل صحيح، فإن مراسيل النخعي صحاح عندهم كما مر غير مرة.

۱۶۷۶- أخبرنا: إسماعيل بن إبراهيم عن ليث عن عطاء (قال): قَالَ إِنَّ عُمَارَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "الْوُتْرُ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ". أخرجه محمد في "الموطأ" أيضاً (ص- ۱۴۶) إسماعيل هذا هو ابن عليّ فيما أظن، فإنه صديق بن المبارك، وولي ببغداد المظالم في آخر خلافة هارون، كما في "التهذيب" (۱: ۲۷۴-۲۷۵) و محمد نشأ بالكوفة، وسكن بغداد وحدث بها، كما في "الأنسب" للسمعاني، فلا يبعد سماع محمد منه، ولا سماع ابن عليّ من ليث، فإنه يروى عن طبقته، فالسند حسن.

۱۶۷۷- امام ابوحنيفہ، امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ عشاء، و فجر کے درمیان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں سے آٹھ رکعتیں نفل ہوتیں تھیں جو کہ جمعاً للوتر پڑھی جاتیں تھیں اور تین رکعتیں وتر ہوتیں تھیں (جو کہ واجب ہے) اور دوست جو ہجر ہوتے تھیں اس کو امام محمد نے موطا میں روایت کیا ہے اور یہ روایت مرسل صحیح ہے

فائدہ: اس سے وتر کی رکعات کا تین ہونا صاف ظاہر ہے، نیز اس میں وتر کے وجوب کی طرف بھی اشارہ ہے اور وتر کی رکعتوں کے موصول ہونے کی طرف بھی۔

۱۶۷۸- امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ میں اس کو پند نہیں کرتا کہ میں تین وتر پڑھتا چھوڑ دوں اور میرے لئے سرخ اونٹ ہوں۔ اس کو امام محمد نے موطا میں روایت کیا اور یہ مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے وتر کی رکعات کا تین ہونا ثابت ہوتا ہے، نیز اس سے اسکا وجوب بھی ظاہر ہے۔

۱۶۷۹- حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہے۔ اس کو امام محمد نے موطا میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔



۱۶۷۷- عن یحییٰ بن زکریا الکوفی ثنا الأعمش عن مالک بن الحارث عن عبد الرحمن بن یزید النخعی عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "وَبَرَّ اللَّيْلُ ثَلَاثُ كَوْنٍ الشَّهَارِ ضَلَاةُ الْمَغْرِبِ". أَخْرَجَهُ الدَّارِقُطْنِيُّ (۱: ۱۷۳) وقال: یحییٰ ابن زکریا هذا یقال له ابن أبی الحواجب ضعیف ولم یروہ عن الاعمش مرفوعاً غیره ۱- قلت: ابن ابی الحواجب ذکرہ ابن حبان فی الثقات کما فی "اللسان" (۶: ۲۵۵) فالرجل مختلف فیہ و مثله یعتبر بہ لا سیما و لما رواہ شاهد ، فقد أخرج الدارقطني أيضاً عن إسماعیل بن مسلم المکی عن الحسن عن سعد بن هشام عن عائشة رضی الله عنها مرفوعاً نحوه سواء ، ومن طریق الدارقطني رواہ ابن الجوزی فی "العلل" وأعله بإسماعیل بن مسلم المکی ، کما فی "نصب الرایة" (۱: ۲۷۷) ، وإسماعیل هذا وإن ضعفه الناس ولكن قال أبو حاتم: ليس بمتروک یکتب حدیثه ، وكذا قال ابن عدی: إنه ممن یکتب حدیثه ، وقال ابن سعد: قال محمد بن عبد الله الأنصاری: كان له رأى و فتوى و بصر و حفظ للحديث فکنت أكتب عنه لنباهته ۱- من "التہذیب" ملخصاً (۱: ۳۳۲ و ۳۳۳) فالحدیث حسن مرفوعاً علی الأصل الذی ذکرناه غیر مرة ، و الرفع زیادة لا تنافی الوقف ، فتقبل ممن اختلف فی توثیقه ، و بالأولی إذا كان له شاهد مثله .

۱۶۷۸- عن : ثابت عن أنس قال : قال أنس رضی الله عنه: "يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! خُذْ عَنِّي فَإِنِّي أَخَذْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ اللَّهِ ، وَلَنْ تَأْخُذَ عَنْ أَحَدٍ

فأندھ: اس روایت میں وتر کے تین رکعات ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

۱۶۷۹- حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وتر تین ہیں جیسے دن کے وتر یعنی نماز مغرب۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور حدیث حسن ہے۔

۱۶۷۸- ثابت بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انسؓ نے فرمایا کہ اے ابو محمد! مجھ سے علم حاصل کرو کیونکہ میں نے علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اور تم مجھ سے زیادہ قابل اعتماد آدمی سے علم حاصل نہیں کر سکتے ، اس کے بعد انہوں نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی ، اس کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں جن میں سے : دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے ، اس کے بعد تین وتر پڑھے جن کے آخر میں سلام پھیرا۔ اس کو روایانی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور اس کے جال (راوی) ثقہ ہیں (کنز العمال) مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حدیث حکما مرفوع ہے۔



أَوْثَرُ بَيْتِي، قَالَ: ثُمَّ صَلَّى بِي الْعِشَاءَ، ثُمَّ صَلَّى بَيْتَ زَكَّعَابٍ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْثَرُ بَيْتَ لَابٍ يُسَلِّمُ فِي آخِرِهِنَّ". رواه الرويانى وابن عساكر ورجالہ ثقات، "کنز العمال" (۱۹۶:۴). قلت: وهذا في حكم المرفوع.

۱۶۷۹- عن: حفص عن عمر و عن الحسن، قَالَ: "أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْوُزَرَ بِلَا بٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ". أخرجه ابن أبي شيبة، وفيه عمرو بن عبيد وهو متروك، قاله الحافظ في "الدراية" (ص- ۱۱۵). قلت: ليس هو ممن أجمع على تركه، ساق له ابن عدى جملة أحاديث غالبها محفوظة المتون، قاله الذهبي في "الميزان" (۲: ۲۹۵). وقال عبد الوارث بن سعيد: وهو من رجال الجماعة أحد الاعلام، "لو لا أنى أعلم أن كل شيء روى عمرو بن عبيد حق لما رويت عنه شيئا أبدا" اهـ. كذا في "التهذيب" (۶: ۴۴۳) وفيه أيضا (۸: ۷۵): قال ابن حبان: كان يكذب في الحديث وهما لا نعمدا اهـ. فلا بأس به في المتابعات ولا يحتج به منفردا.

۱۶۸۰- عن: عائشة رضی اللہ عنہا مرفوعاً في حديث طويل: وَكَانَ يَقُولُ: "فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةُ". رواه مسلم (۱: ۱۹۴) في "صحيحه"، وقد تقدم في باب هيئة الجلوس للتشهد.

۱۶۸۱- عن: عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً إلى النبي ﷺ قَالَ: "إِذَا قَعَدْتُمْ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَقُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ" الخ. أخرجه النسائي (۱: ۱۷۴). وسكت

۱۶۸۹- حسن بصری سے مروی ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ دو تہین رکعات ہیں جن کے صرف آخر میں سلام ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں عمرو بن عبیدہ مکلف یہ ہے لیکن وہ اس قابل ضرور ہے کہ اس کی روایات سے متابعات میں کام لیا جائے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حسن بصری تابعی طویل کے زمانہ میں اس پر اجماع ہو چکا تھا کہ دو تہین ہی ہیں پس یہ اجماع اختلاف سابق کے لئے ناخ ہے۔

۱۶۸۰- حضرت عائشہؓ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے۔ اس کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے وتر کے دو رکعتوں پر تشہد کا واجب ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ وتر کی پہلی دو رکعتیں بھی "کل رکعتیں" کے موم میں داخل ہیں۔ اور اس سے وتر میں قعدہ اولی کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۱۶۸۱- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قرآن دو رکعتوں پر بیٹھو



عنه، وقال الشوكاني في "النيل" (۱۶۵:۲): ورواه أحمد من طرق وجميع رجالها ثقات  
ا. و قد تقدم في باب وجوب التشهد.

۱۶۸۲- عن: ابن عمر رضى الله عنه: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ ، فَقَالَ ﷺ: "صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى"، الحديث. أخرجه البخارى (فتح البارى ۳۹۷:۲).

۱۶۸۳- حدثنا: أبو غسان مالك بن يحيى الهمداني قال: ثنا عبد الوهاب عن عطاء قال: أخبرنا عمران بن حدير عن عكرمة أنه قال: "كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ ، فَتَحَدَّثَ حَتَّى ذَهَبَ هَرْنَعٌ مِنَ اللَّيْلِ ، فَقَامَ مُعَاوِيَةُ فَرَكَعَ رُكْعَةً وَاحِدَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِمَّنْ أَنْتَ تَرَى أَخَذَهَا ؟... حدثنا أبو بكره قال: ثنا عثمان بن عمر قال: حدثنا عمران فذكر بأسناده مثله ، إلا أنه لم يقل الحمار. أخرجه الطحاوى (۱۷۱:۱) ، ولم أقف على ترجمة شيخه أبى غسان فى السند الأول ، ولكن لا ضير فإن السند الثانى رجاله ثقات كلهم معروفون.

۱۶۸۴- حدثنا: على ( هو البغوى ) بن عبد العزيز ، ثنا أبو نعيم (الفضل بن

القيام) الله كہو۔ اس کو سائی نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے اور شوکانی نے ثل الاوطار میں کہا ہے کہ امام احمد نے اس کو متعدد طرق سے روایت کیا ہے اور سب طرق کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس روایت سے بھی وتر میں قعدہ اولیٰ اور تشہد کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۱۶۸۲- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز شب کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز شب دو دو رکعتیں ہیں الحدیث ، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے (فتح الباری)

فائدہ: اس سے بھی مؤلف نے وتر کے قعدہ اولیٰ کے وجوب پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ وتر کی پہلی دو رکعتیں بھی صلاۃ لللیل میں داخل ہیں لہذا ان کے آخر میں قعدہ ہونا چاہئے۔

۱۶۸۳- مکرّم سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کے ساتھ امیر معاویہؓ کے یہاں تھا۔ وہاں ہم لوگ بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا، اس پر امیر معاویہؓ کھڑے ہوئے اور ایک رکعت پڑھی تو ابن عباسؓ نے کہا کہ امیر معاویہؓ نے یہ طریق کہاں سے لیا۔ اس روایت کو طحاوی نے دو سندوں سے روایت کیا ہے جن میں پہلی سند کے رجال میں سے ابوشمان کی تحقیق نہیں ہوئی مگر دوسری سند کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کے نزدیک ایک رکعت وتر پڑھنا ٹھیک نہیں تھا مگر چونکہ مسئلہ اجتہادی تھا اس لیے امیر معاویہؓ پر اعتراض نہیں کیا۔

۱۶۸۴- ابراہیم نخعیؓ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ کو معلوم ہوا کہ سعد بن ابی وقاصؓ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت کچھ بھی کارآمد نہیں۔ اس کو طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کیا ہے (زیلعی) اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور مکرّم



دکین) ثنا القاسم بن معن، ثنا حصین (هو عبد الرحمن) عن ابراهيم (النخعی) قال: "بَلَغَ ابْنُ مَسْعُودٍ اَنْ سَعْدًا يُؤْتِرُ بِرُكْعَةٍ، فَقَالَ: مَا أَجْزَأَتْ رُكْعَةً قَطُّ". أخرجه الطبرانی فی "معجمه" (الزیلعی ۱: ۳۷۸)، و رجاله کلهم ثقات کما سند کرهم، و ابراهیم عن ابن مسعود مرسل ولكن مراسيله صحاح لا سيما عن ابن مسعود.

۱۶۸۵ - عن: يعقوب (هو أبو يوسف القاضي) بن ابراهيم حدثنا حصين عن ابراهيم عن ابن مسعود رضى الله عنه قال: "مَا أَجْزَأَتْ رُكْعَةً وَاجِدَةً قَطُّ" أخرجه محمد فی "موطاء" (ص- ۱۴۶) (زیلعی ۱: ۲۷۸). قلت: و مثله لا يقال بالرأى فهو مرفوع حكما.

۱۶۸۶ - حدثنا: بكار (ابن أبي قتيبة) قال: ثنا أبو داود (هو الطيالسي) قال: ثنا حماد (هو ابن سلمة) عن حماد (ابن أبي سليمان) عن ابراهيم: "أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ غَابَ ذَلِكَ (أَيِ الْإِيتَارِ بِوَاجِدَةٍ) عَلَى سَعْدٍ". أخرجه الطحاوی (۱: ۱۷۴) و رجاله کلهم ثقات و سنده صحیح، الا أنه منقطع، و مراسیل ابراهیم عن ابن مسعود حجة کما مر غیر مرة.

۱۶۸۷ - حدثنا: عبد الله بن محمد بن يوسف ثنا أحمد بن محمد بن إسماعيل ثنا أبي ثنا الحسن بن سليمان قسط ثنا عثمان بن محمد بن ربيعة بن أبي عبد الرحمن ثنا عبد العزيز بن محمد الدراوردي عن عمرو بن يحيى عن أبيه عن أبي سعيد الخدري رضى الله عنه: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ النَّبْتِزَاءِ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَاجِدَةً يُؤْتِرُ بِهَا". أخرجه أبو عمر بن عبد البر فی "التمهيد" وقال

روایت مرسل ہے مگر ابراہیم غرض کی مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: یقیناً یہ بات ابن مسعود نے اپنی رائے سے نہ کہی ہوگی، پس یہ مرفوع غرضی کے درجے میں ہے۔

۱۶۸۵ - نیز ابن مسعود نے فرمایا کہ ایک رکعت پڑھ بھی کارآمد نہیں۔ اس کو امام محمد نے اپنی مواطیں روایت کیا ہے۔

۱۶۸۶ - نیز ابن مسعود سے مروی ہے کہ انہوں نے سعد کے اس فعل کو ناپسند کیا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں مگر مرسل ہے لیکن چونکہ غرضی کی مرسل ہے اس لئے صواب قدح نہیں ہے۔

۱۶۸۷ - ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا، سے منع فرمایا ہے۔ یعنی اس سے نہ آدمی ایک رکعت وتر پڑھتے، اس کو ابن عبد البر نے تمہید میں روایت کیا ہے مگر لوگوں نے اس کی تضعیف کی ہے۔



عبدالحق فی "أحكامه": الغالب علی حدیث عثمان بن محمد بن ربیعۃ الوهم ، و کذا قال ابن القطان وزاد: لیس دون الدراوردی من یغمض عنه، و الحدیث شاذ لا یرجع علیہ مالم یرفع عدالة رواة ، (الزیلعی ۱: ۳۰۲) ۱۱۰. قال الحافظ فی "اللسان": یرید بذلك عثمان وحده و إلا فباقی الإسناد ثقات مع احتمال أن یخفی علی ابن القطان حال بعضهم ۱۱۱، و قال الزیلعی بعد ما نظر فی قول ابن القطان شیخ ابن عبد البر: هو الإمام الثقة الحافظ ، و الحسن بن سلیمان قال ابن یونس : كان ثقة حافظا ۱۱۲، و فی "الجوهر النقی" (۱: ۲۱۰): عثمان بن محمد بن ربیعۃ قال العقیلی : الغالب علی حدیثه الوهم ، ولم یتکلم علیہ أحد بشیء فیما علمنا غیر العقیلی ، و کلامه خفیف ، وقد أخرج له الحاکم فی "المستدرک" ۱۱۳.

۱۶۸۸- عن: محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ : "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى

۱۶۸۸- محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا سے منع فرمایا ہے۔ لیکن عراقی نے اسے مرسل ضعیف کہا ہے (نخل الوطار) اسی طرح نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ یہ روایت مرسل اور ضعیف ہے (زیلعی) مگر مؤلف کہتا ہے کہ ایک ضعیف کو دوسرے ضعیف سے قوت ہو جاتی ہے۔

فائدہ: وتر کا لغوی معنی ہے "طاق"۔ نماز تہجد، اصطلاحی وتر شامل کرنے سے طاق بن جاتی ہے۔ اس لئے بعض احادیث میں صلوة اللیل اور نماز تہجد پر بھی وتر کا لفظ بولا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِكَمْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَيِّرُ قَالَتْ بَارِزِينَ وَ ثَلَاثٌ وَ سَبْعٌ وَ ثَلَاثٌ وَ ثَمَانٌ وَ ثَلَاثٌ وَ عَشْرَةٌ وَ ثَلَاثٌ ۵ (مسند امام احمد، سند حسن، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۰، مشکوٰۃ ص ۱۱۲) میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعت وتر پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا۔ چار اور تین رکعت، چھ اور تین رکعت، آٹھ اور تین رکعت، دس اور تین رکعت۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ اصطلاحی وتر تو ہمیشہ تین رکعت رہے، اس کے ساتھ نماز تہجد کی رکعتیں کم و بیش پڑھی جاتی تھیں، چار، چھ، آٹھ، دس اور یہ بھی واضح ہوا کہ وتر کا اطلاق مطلق نماز تہجد پر بھی کیا جاتا تھا۔

فائدہ: چونکہ ایک رکعت ملانے سے ہی نماز کا دو گنا وتر بنتا ہے اس لئے بعض روایات میں ایک رکعت پر بھی وتر کا اطلاق ہوا ہے، جس کا



عَنِ الثُّبَيْرِ". قال العراقي: وهذا مرسل ضعيف "نيل الأوطار" (۲: ۲۷۸)، وكذا قال النووي في "الخلاصة": انه ضعيف ومرسل، (للزيلعي ۱: ۳۰۳). قلت: وله شاهد قد ذكرناه قبله، والضعيف إذا تعدد طرقه يقوى كما ذكرناه في المقدمة.

باب وجوب القنوت في آخر الوتر في جميع السنة كلها وسنية رفع

اليدين والتكبير له ومحلّه قبل الركوع

۱۶۸۹- عن: عبد الرحمن بن أبي ليلى أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا

البراء بن عازب رضي الله عنه قَالَ: "سُنَّةٌ مَّاخِضَةٌ" (أى طريقة مسلوكة في الدين) أخرجه السراج وإسناده حسن (آثار السنن ۲: ۱۵).

مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت جس دوگانہ سے ملے گی، اسے وتر (طاق) بنا دے گی۔ چنانچہ بخاری صفحہ ۱۳۵ جلد اول ابواب الوتر اور مسلم ص ۲۵۷ جلد اول میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيتُمْ الصُّنْحَ صَلُّوا رَكْعَةً وَاجِدَةً تُؤْتِي لَكَ ثَوَابَ صَلَاةٍ. "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، رات کی نماز (تہجد) دوگانہ دوگانہ ہے پس تم میں سے کوئی ایک طلوع صبح کا اندیشہ کرے تو ایک رکعت پڑھے وہ ایک رکعت اس کے لئے اس پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی۔" الحاصل صلوٰۃ اللیل یا ایک رکعت پر وتر کا اطلاق لغوی معنی کے لحاظ سے ہے یا مجازاً ہے، اصطلاحی نماز وتر "تین رکعت ایک سلام" سے ہے، جیسا کہ متعدد صحیح احادیث مرفوعہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ بالخصوص حضرت حسن بصریؒ نے اس پر اپنے زمانہ کے مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۶۷۹ سے واضح ہے۔

باب وتر کی آخری رکعت میں تمام سال قنوت واجب ہے اور قنوت کے لئے رفع یدین اور تکبیر

مسنون ہے اور قنوت کا موقع رکوع سے پہلے ہے

۱۶۸۹: - عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ ان سے وتر میں قنوت پڑھنے کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم سے براء بن عازبؓ نے بیان فرمایا کہ پہلے سے یوں ہی ہوتا چلا آتا ہے (کوئی نئی بات نہیں) اس کو سران نے روایت کیا ہے اور اس کی اعناد سن ہے۔

فائدہ اس حدیث میں سنت سے مراد طریقہ مسلوکہ فی الدین ہے جو ادب کو بھی شامل ہوتا ہے اور یہی بھی عضو ربانیت ہے وتر میں قنوت کا نہ پڑھنا ثابت نہیں۔ نیز صحابہؓ کی قنوت وتر پر موافقت بغیر کسی ترک کے وجوب کی دلیل ہے۔



۱۶۹۰- عن: أبي بن كعب رضى الله عنه: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثِ رُكْعَابٍ، كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ". رواه النسائي (۲۴۸:۱)، وفي "التلخيص الحبير" (۱۱۸:۱): و أبو علي بن السكن في "صحيحه" اه، وفيه أيضاً ما محصله: أن العقيلي جعله حجة و أشار إلى تصحيحه اه. و في حاشية "البحارى" (۱۳۶:۱) قال العيني: ورواه ابن ماجة بسند صحيح اه. ملخصاً، قلت: رواه بسند النسائي مختصراً و لفظه: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ يَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ" اه.

۱۶۹۱- ثنا يزيد بن هارون ثنا هشام الدستوائي عن حماد هو ابن أبي سليمان عن إبراهيم عن علقمة: "أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ". رواه ابن أبي شيبة في "مصنفه"، و هذا سند صحيح على شرط مسلم (الجوهر النقي ۲۱۲:۱) و في "الدراية": إسناده حسن (ص- ۱۱۶) اه. و قال ابوبكر بن أبي شيبة: هذا الأمر عندنا (الجوهر النقي).

۱۶۹۲- ثنا: أبو خالد الأحمر عن أنس عن الحكم عن إبراهيم، قَالَ: "كَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَقْنُتُ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا فِي الْفَجْرِ، وَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ كُلِّ لَيْلَةٍ قَبْلَ الرُّكُوعِ"، أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف" ايضاً (الجوهر النقي ۲۱۲:۱)، و سنده صحيح إلا أنه مرسل، و

۱۶۹۰- حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعتوں سے وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سج اسم رکب الاہلی پڑھتے، دوسری میں قل یا ایہا الکفر ون اور تیسری میں قل ہوا اللہ احد اور (تیسری رکعت میں) رکوع سے پہلے قوت پڑھتے تھے، اس کو نسائی نے روایت کیا ہے نیز اسکو ابو یعلیٰ نے اور ابن السکن نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور عقلی نے اس کو حجت قرار دیا ہے اور اس کی تصحیح کی طرف اشارہ کیا ہے اور عقلی نے کہا ہے کہ اسے ابن ماجہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے لیکن ابن ماجہ کی روایت میں صرف اتنا مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے اور ان میں رکوع سے پہلے قوت پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں لفظ "کان" خارجی تریز کی وجہ سے اعتبار پر دلالت کرتا ہے یعنی حضور محمد صلی اللہ علیہ والیہ وسلم ہمیشہ قوت پڑھتے اور قوت ہمیشہ رکوع سے قبل پڑھتے تھے۔

۱۶۹۱- حلقہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ و دیگر صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قوت پڑھتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور یہ سند شرط مسلم پر صحیح ہے (جو ہر تہی) اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

۱۶۹۲- ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نماز فجر میں تمام سال قوت نہ پڑھتے اور وتر میں ہر شب رکوع سے پہلے قوت پڑھتے، اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (جو ہر تہی) اور اس کی سند صحیح ہے لیکن مرسل ہے اور مراہل ابراہیم حجت



مراسیل ابراہیم عن ابن مسعود خاصة حجة لا سيما وقد روى موصولا أيضاً كما مر.  
 ۱۶۹۳- عن : الأ سود قال : " كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ ". رواه الطبراني في "معجمه" (الزيلعي ۲۸۰: ۱) ، وقال : الحافظ في "الدراية" (ص- ۱۱۵) : صحيح ، وفي "مجمع الزوائد" عنه (۱۹۶: ۱) : "أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الْعَدَاةِ ، وَإِذَا قَنَتَ فِي الْوُتْرِ قَنَتَ قَبْلَ الرَّكْعَةِ" رواه الطبراني في "الكبير" وإسناده حسن اهـ.

۱۶۹۴- أنا : أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو الفضل الحسن بن يعقوب بن يوسف المعدل من أصل كتابه ثنا أحمد بن الخليل البغدادي ثنا ابو النفر ثنا سفيان الثوري عن الأعمش عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله : "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَنَتَ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ" ، أخرجه البيهقي في "الخلافات" ، ثم قال : هذا غلط و المشهور رواية الجماعة عن الثوري عن أبان ، و أجاب عنه في "الجواهر النقي" (۲۱۳: ۱) : بأن الحسن بن يعقوب عدل في نفس الإسناد ، و بقية رجاله ثقات ، فيحمل على أن الثوري رواه عن الأعمش و أبان كلاهما عن ابراهيم ، و هذا أولى مما فعله البيهقي من التغليب اهـ. قلت : وقال الترمذي في "العلل" (۲۳۶: ۲) : وقد روى غير واحد عن ابراهيم السخمي عن علقمة عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه : "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْنُتُ فِي وَتْرِهِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ" . وروى أبان عن ابراهيم هكذا اهـ ملخصا . و هذا يدل على أن مدار الحديث ليس على أبان وحده . بل تابعه عليه غير واحد ، وله طريق آخر عند الخطيب البغدادي في

ہیں خصوصاً وہ روایات محمد ابن مسعود سے مروی ہوں۔

۱۶۹۳- اسود سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود کسی نماز میں قنوت نہ پڑھتے تھے ، ہاں وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ اسکو طبرانی نے اپنے معجم میں روایت کیا ہے (زیلعی) اور ابن حجر نے درایہ میں کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور مجمع الزوائد میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ وہ صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھتے تھے اور جب وتر میں قنوت پڑھتے تو رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان تینوں احادیث سے صحابہ کرام کی وتر میں رکوع سے قبل قنوت پر موافقت ثابت ہوتی ہے جو کہ جوہر کا فائدہ دیتی ہے۔  
 ۱۶۹۴- حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔ اسکی پہلی نے خلافت میں ذکر کیا ہے اور ترمذی نے مل میں اور ابن الجوزی نے تحقیق میں خطیب کی سند سے روایت کیا ہے۔



"کتاب القنوت" لہ، رواہ بسندہ عن شریک عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ عن النبی ﷺ بنحو، ذکرہ ابن الجوزی فی "التحقیق" من جہۃ الخطیب وسکت عنہ۔ (زیلعی ۱: ۲۷۹)۔

۱۶۹۵- عن: أبی حنیفہ عن أبان بن أبی عیاش عن إبراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن أم عبد اللہ رضی اللہ عنہا قالت: "رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ". أخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی "مسندہ" بطریق عدیۃ الی ابی حنیفہ، وقال: هذا حدیث حسن، رواہ جماعة عن أبان بن أبی عیاش (جامع المسانید: ۱: ۳۱۸)۔

۱۶۹۶- عن: حفص بن سلیمان عن أبان بن أبی عیاش عن إبراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ ﷺ قال: "أُرْسِلْتُ أُمِّي لَيْلَةً لَتَبَيَّتَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَتَنْظَرُ كَيْفَ يُؤْتِرُ، فَصَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يُصَلِّيَ، حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ اللَّيْلِ وَأَرَادَ الْوُتْرَ قَرَأَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى، وَقَرَأَ فِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، ثُمَّ قَعَدَ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يَفْصِلْ بَيْنَهُمَا بِالسَّلَامِ، ثُمَّ قَرَأَ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، حَتَّى إِذَا قَرَعَ كَبَّرَ، ثُمَّ قَنَتَ فَدَعَا بِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُو، ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ" ۱۵۔ أخرجه الحافظ ابن عبد البر فی "الاستیعاب" (۲: ۷۹۹) لہ ولم يتكلم عليه بشيء، بل قال: و يعرف بها (أى بأم عبد) حديث أم ابن مسعود يرويه حفص بن سليمان ۱۵۔ و هذا يشعر بكون هذا الحديث معروفا عنها، و أعله الحافظ ابن حجر و

اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حسن یا صحیح ہے)۔

۱۶۹۵:- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ماں کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے دیکھا۔ اس کو حافظ طلحہ بن محمد نے مسند ابی حنیفہ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۱۶۹۶:- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک رات میں نے اپنی ماں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سونے کے لیے بھیجا تا کہ وہ دیکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کس طرح پڑھتے ہیں سو (وہ کہتی ہیں کہ) آپ ﷺ نے رات کے وقت جس قدر خدا نے چاہا نماز پڑھی تھی کہ جب آخر شب ہوئی اور آپ ﷺ نے وتر پڑھنے چاہے تو پہلی رکعت میں حج امر بک اعلیٰ پڑھی اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اس کے بعد قعدہ اولیٰ کیا، اسکے بعد کھڑے ہوئے اور ان دو رکعتوں کو سلام کے ذریعہ سے تیسری رکعت سے جدا نہیں کیا، اسکے بعد (یعنی فاتحہ کے بعد) قل ہوا اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی، اسکے بعد قنوت پڑھی اور جو خدا کو منظور ہوا وہ دعا فرمائی، اسکے بعد تکبیر کہی اور رکوع کیا۔ اسکو ابن عبد البر نے استیعاب میں اور ابن حجر نے اصباحہ میں روایت کیا ہے اور گو ابن حجر نے اسے ابان بن ابی عیاش کی وجہ سے ضعیف کہا ہے لیکن وہ مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے



ضعفه فی "الإصابة" (۲۵۷:۸) من أجل أبان، وسند ذكر الجواب عنه في الحاشية.

۱۶۹۷- عن : عطاء (الخفاف) بن مسلم عن العلاء بن المسيب عن حبيب بن أبي ثابت عن ابن عباس رضي الله عنه ، قال : " أَوْتَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِثَلَاثٍ فَقَنْتُ فِيهَا قَبْلَ الرُّكُوعِ ". أخرجه أبو نعيم في "الحلية" وقال : غريب تفرد به عطاء بن مسلم اهـ . (الزبلي ۲۷۹:۱) ورواه البيهقي بطريق عطاء بن مسلم أيضاً فضعه ، وأجاب عنه في "الجوهر النقي" (۲۱۳:۱) : حكى صاحب الكمال عن ابن معين أنه ثقة ، وفي "الكامل" لابن عدى : ثنا محمد بن يوسف الفريزي ثنا علي بن حزم سمعت الفضل بن موسى و كيعا يقولان : عطاء بن مسلم ثقة ، فهو لا ثلاثة أكابر وتقوه فأقل أحواله أن تكون روايته شاهدة لما تقدم من حديث أبي وابن مسعود اهـ .

۱۶۹۸- عن : ابن عمر رضي الله عنه : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ رُكْعَاتٍ وَيُجْعَلُ الْقُنُوتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ ". رواه الطبراني في "الأوسط" وفيه سهل بن العباس الترمذي قال الدارقطني ليس بثقة ، كذا في "معجم الزوائد" (۱۹۷:۱) . قلت : ذكرناه اعتضاداً .

۱۶۹۹- عن : الأسود عن عبد الله ( هو ابن مسعود ) : " أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي آخِرِ رُكْعَةٍ مِنَ الْوُتْرِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكْعَةِ " . رواه الإمام البخاري

من الحديث ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر میں تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہے اور قنوت رکوع سے قبل ہے اور یہ کہ قنوت کے لیے تکبیر کی جائے۔

۱۶۹۷- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر تین رکعت پڑھے اور ان میں رون سے پہلے قنوت پڑھی۔ اسکو ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کو عطاء بن مسلم تیار روایت کرتا ہے اور بتیگی نے اس کو انہی عطاء بن مسلم کے ذریعہ سے روایت کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے لیکن چونکہ عطاء بن تین پڑھے اور ان میں تین اور فضل بن موسیٰ اور کعب نے توثیق بھی کی ہے ، اسلئے اسکو اشد ضعیف نہیں کہا جاسکتا کہ اشتباہ کے کام بھی نہ آئے۔ پس ہم اس حدیث کو حدیث ابی اور ابن مسعود کے لئے شاہد بنائیں۔

۱۶۹۸- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور قنوت ورون سے پہلے پڑھتے تھے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکی سند میں سهل بن العباس ترمذی ہے ذہبی نے اسے ثابت اور قنوتی نے کہا ہے کہ اس سے قنوت نہیں ہے لیکن ہم نے اس روایت کو تائید کے لئے ذکر کیا ہے۔

۱۶۹۹- اسکو عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ وتر کی آخری رکعت میں قنوت پڑھتے تھے اس سے بعد اس میں



فی "جزء رفع الیدین" له وقال : صحیح (ص- ۲۸).

۱۷۰- عن: أبی عثمان: "كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْقُنُوتِ"

أخرجه البخاری أيضاً فی الجزء المذكور و صححه ، و عنه أيضاً بإسناد صحیح قال :  
"كُنَّا وَ عُمَرُ يَوْمَ النَّاسِ نُمُ يَقْنُتُ بِنَا عِنْدَ الرُّكُوعِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُو كَفَّاهُ وَ يُخْرِجُ صُبْعَيْهِ". أخرجه البخاری أيضاً فی الجزء المذكور.

۱۷۰- محمد أنا أبو حنیفة عن حماد عن إبراہیم: "أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ

كُلَّهَا فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ"، أخرجه محمد فی "الآثار" (ص- ۳۷) وهذا مرسل جید.

۱۷۰- عن: عبد الله (هو ابن مسعود رضى الله عنه): "أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ جَنَ

يَفْرُغُ بَيْنَ الْقِرَاءَةِ، فَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقُنُوتِ كَبَّرَ فَرَكَعَ"، رواه الطبرانی فی "الكبير"، و فيه  
لیث بن أبی سلیم وهو ثقة و لكنه مدلس (مجمع الزوائد: ۱۹۷). قلت: أخرج له  
مسلم و استشهد به البخاری فهو حسن الحديث.

جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی ماں کی روایت سے معلوم ہوتا ہے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اسکے بعد رکوع سے پہلے قوت پڑتے،  
اسکو بخاری نے جزء رفع یدین میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔

۱۷۰- ابو عثمان سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ قوت میں ہاتھ اٹھاتے تھے، اسکو بھی بخاری نے جزء رفع یدین میں روایت کیا ہے  
اور اسے صحیح کہا ہے، نیز ابو عثمان سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کی امامت کرتے، اسکے بعد ہم کو رکوع کے قریب یوں قوت  
پڑھواتے کہ یہاں تک ہاتھ اٹھاتے کہ ان کے دونوں ہاتھ ظاہر ہو جاتے اور اپنے بازوؤں کو ظاہر کرتے۔ اسکو بھی بخاری نے جزء  
رفع یدین میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قوت وتر کے لیے تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں، بعض لوگوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ قوت وتر  
کی تکبیر کے لئے ہاتھ اٹھانا کسی تابعی سے بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ صحابی یا صحیح حدیث سے ثابت ہو، غلط ہو گیا کیونکہ مذکورہ بالا تین  
صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قوت وتر کے لیے تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں۔

۱۷۰- ابن مسعود سے مروی ہے کہ وہ تمام سال وتر میں رکوع سے پہلے ہی قوت پڑھتے تھے۔ اسکو محمد نے کتاب الآثار میں  
روایت کیا ہے اور یہ مرسل جید ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ابن مسعود طویل القدر صحابیؓ کی تمام سال قوت وتر پر موعبت ثابت ہوتی ہے نیز اسکا ثبوت مرفوع  
احادیث سے بھی ہو چکا ہے۔

۱۷۰- حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب وہ قراءت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب قوت سے فارغ  
ہوتے تو تکبیر کہتے اور رکوع کرتے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اسکی سند میں لیث بن ابی سلیم ہے، وہ فی نفسہ ثقہ ہے  
لیکن مدلس ہے۔ (مجمع الزوائد)



۱۷۰۳- عن طارق بن شهاب قال : " صَلَّيْتُ خَلْفَ غُمَرِ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ كَثُرَ ثُمَّ قَنَتَ ثُمَّ كَثُرَ فَرَكِعَ " . أخرجه الطحاوی و إسناده صحيح ( آثار السنن ۲ : ۱۹۰ ) .

۱۷۰۴- محمد : أنا أبو حنیفة عن حماد عن إبراهيم : " أَنَّ الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ وَاجِبٌ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ قَبْلَ الرُّكُوعِ ، وَإِذَا أَرَدْتُ أَنْ تَقْنَتَ فَكَبِّرْ ، وَإِذَا أَرَدْتُ أَنْ تَرَكَعَ فَكَبِّرْ أَيْضًا " . أخرجه محمد فی " کتاب الحجج و الآثار " ( ص - ۳۷ ) و إسناده صحيح ( آثار السنن ۲ : ۱۷۰ ) .

۱۷۰۵- عن أبي الحوراء قال : قال الحسن بن علي : " عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوُتْرِ فِي الْقُنُوتِ ، قَالَ : قُلْ : اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ " الحديث . أخرجه النسائي ( ۲۵۲ : ۱ ) ، وسكت عنه ، و قال النووي في " الخلاصة " : و إسناده صحيح أو حسن ، كذا في " نصب الراية " ( ۲۸۱ : ۱ ) ، و لفظ الحاكم في " مستدرکه " : (( عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فِي الْوُتْرِ )) الخ . و لفظ أبي بكر أحمد بن

۱۷۰۴- طارق بن شهاب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو جس وقت آپ دوسری رکعت کی قراءت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی ، اس کے بعد قنوت پڑھی اسکے بعد پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا ۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے ( آثار السنن ) ۔

**فائدہ :** حضرت عمر جب معیبت کے وقت فجر میں قنوت پڑھتے تو رکوع سے پہلے پڑھتے اور تکبیر کہہ کر پڑھتے ، یہ مدلول ہے روایت کا ۔ اب کچھ کو قنوت ورت تکبیر ہے قنوت فجر کی ، پس جبکہ قنوت فجر رکوع سے پہلے اور قراءت و تکبیر کے بعد ہے تو وتر میں بھی ایسا ہی ہونا چاہئے ۔ پس وتر میں قنوت کا بعد تکبیر اور قنل رکوع ہونا ثابت ہو گیا ۔

۱۷۰۴- ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ وتر میں قنوت رمضان و غیر رمضان دونوں میں رکوع سے پہلے واجب ہے اور جس وقت تم قنوت پڑھنا چاہو تو پہلے تکبیر کہو ، اور جس وقت رکوع کرنا چاہو اس وقت بھی تکبیر کہو ۔ اسکو امام محمد نے کتاب الحجج و الآثار میں روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے ( آثار السنن ) ۔

۱۷۰۵- حسن بن علی فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت وتر میں پڑھنے کے لیے یہ کلمات تعلیم فرمائے اللھم اھدنی فی من ھدیت الخ ۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور نووی نے غلامہ میں کہا ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے یا حسن ہے کذا فی الدرر النضر ۔



الحسن بن مہران الإصبہانی فی تخریج الحاکم لہ: "عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَقُولَ فِي الْوُتْرِ قَوْلَ الرُّكُوعِ" ۱۰۔ کذا فی "التلخیص الحبر" (۱: ۹۴)، و کلام الحافظ یدل علی صحته۔

۱۷۰۶۔ عن أنس رضي الله عنه: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ حَتَّى مَاتَ، وَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى مَاتَ، وَ عُمرُ حَتَّى مَاتَ"۔ رواه البزار و رجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱: ۱۹۷)۔

۱۷۰۷۔ عن: عاصم قال: "سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ؟ فَقَالَ: قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ، قُلْتُ: قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ: قَبْلَهُ، قَالَ: فَإِنْ فَلَانَا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ، فَقَالَ: كَذَبَ (أَيْ أَخْطَأَ)، إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا، أَرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يَقَالُ لَهُمُ الْفَرَاءُ رُغَاءً سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمِ الْمُشَرِكِينَ دُونَ أَوْلِيكَ، وَ كَانَ يَبْسُطُهُمْ وَ يَبْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَهْدَهُ، فَقَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ"۔ رواه البخاری (۱: ۱۳۶)۔

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ قنوت وتر تمام سال ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ قنوت کے مسئلہ میں یہ سب سے بہتر حدیث ہے اس سے بہتر مجھے حدیث نہیں ملی۔ ابن مسعود کے نزدیک قنوت تمام سال ہے اور رکوع سے قبل ہے، یہی سفیان ثوری، ابن مبارک، البخاری اور اہل کوفہ کا قول ہے لیکن حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ وہ قنوت رمضان کے نصف آخر میں پڑھتے تھے یہی شافعی اور احمد کا مسلک ہے (ترمذی) خود ترمذی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن مسعودؓ کی رائے صحیح ہے اور حضرت علیؑ کی رائے کمزور ہے کیونکہ ترمذی نے حضرت ابن مسعودؓ کی رائے کو جزم کے ساتھ اور حضرت علیؑ کی رائے کو بغیر جزم کے بیان کیا ہے۔

۱۷۰۶۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا وفات قنوت پڑھتے رہے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی تا وفات قنوت پڑھتے رہے اور حضرت عمرؓ بھی تا وفات قنوت پڑھتے رہے۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس روایت میں قنوت سے مراد قنوت وتر ہے جیسا کہ دوسری روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور جب اس سے مراد قنوت وتر ہے تو اس سے قنوت وتر پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخینؓ کی مداومت ثابت ہوئی اور یہ دلیل ہے اس کے وجوب کی۔

۱۷۰۷۔ عاصم سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ سے قنوت کی بابت سوال کیا تو فرمایا کہ ہاں قنوت عہد نبویؐ میں تھا، میں نے کہا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ کہا رکوع سے قبل۔ عاصم نے کہا کہ مجھ سے تو فلاں شخص نے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے بعد رکوع فرمایا۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ اس نے غلط کہا۔ رکوع کے بعد تو میرا خیال ہے کہ آپؐ نے صرف ایک مہینہ پڑھی کیونکہ



۱۷۰۸- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہ قال : " أَرَأَيْتُمْ قِيَامَكُمْ عِنْدَ فَرَاغِ الْإِمَامِ مِنَ السُّورَةِ هَذَا الْقُنُوتِ ؟ وَاللَّهِ إِنَّهُ لِبِدْعَةٍ ، مَا فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَيْرَ شَيْءٍ ثُمَّ تَرَكَهُ ، أَرَأَيْتُمْ رَفَعْتُمْ أَيْدِيَكُمْ فِي الصَّلَاةِ ؟ وَاللَّهِ إِنَّهُ لِبِدْعَةٍ ، مَا زَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى هَذَا قَطُّ فَرَفَعَ يَدَيْهِ جَنَالَ مَنَكَبَيْهِ " . رواه الطبرانی فی " الکبیر " ، و فیہ بشر بن حرب ضعفه أحمد وابن معین و أبو زرعة و أبو حاتم و النسائی ، و وثقه أبوب و ابن عدی ( مجمع الزوائد ۱ : ۱۹۶ ) . قلت : فالحدیث حسن .

باب اخفاء القنوت فی الوتر و ذکر الفاظہ و ان القنوت فی الفجر لم یکن الالمنازلۃ  
۱۷۰۹- عن : محمد قال : " قُلْتُ لِأَنَسٍ هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ ؟ قَالَ نَعَمْ اَبْعَدَ الرُّكُوعِ يَبْسِيْرًا " . رواه الشیخان ( آثار السنن ۲ : ۱۹۰ ) .

آپ نے کچھ لوگوں کو جن کو تراویح کہا جاتا تھا اور جو کہ ستر کے قریب تھے مشرکین کی ایف جماعت کی طرف بھیجا جو کہ ان کے سوا حق بن پر بدعا کی گئی اور ان مدعوین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد تھا ( سوانہوں نے بدعہ کی اور قرآن کو قتل کر دیا ) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بدعا کرتے ہوئے ایک مہینہ تک قنوت پڑھی ، اسکو بخاری نے روایت کیا ہے ۔  
۱۷۰۸- ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم نے ( نماز فجر میں ) امام کے سورۃ سے فارغ ہونے کے وقت قنوت پڑھنے کے لئے اپنے کمرے سے ہونے کو بھی دیکھا ہے ( کہ یہ بجا ہے یا بے جا ) بخدا یہ بدعت ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے سوا دوسرے وقت ایسا نہیں کیا اور ایک مہینہ کے بعد اسے بالکل چھوڑ دیا تھا نیز تم نے دیکھا کہ نماز میں تمہارا ( اس مہانہ کے ساتھ ) ہاتھ اٹھانا کیسا ہے واللہ یہ بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زائد ہاتھ نہیں اٹھائے اور یہ کہہ کر موضعوں تک ہاتھ اٹھائے ۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں بشر بن حرب واقع ہے جو کہ ثقّف فیہ ہے ، لہذا حدیث حسن ہے ۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت صرف ایک ماہ پڑھی تھی پھر کبھی نہیں اور وہ بھی قنوت نماز تھی ، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تر میں قنوت کے لئے کبھی کہتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں اور یہ اٹھانا سنت ہے البتہ بہت زیادہ اونچے ہاتھ اٹھانا جیسا کہ دعا میں اٹھائے جاتے ہیں بدعت ہے باقی جو بعض احادیث میں بعد از رکوع قنوت کا ذکر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ قنوت نازل پر منہول ہے جو کسی اہم حادثہ اور مصیبت کے وقت بعد از رکوع پڑھی جاتی ہے ۔ دیکھیے بخاری باب القنوت قبل الركوع و بعدہ و مسلم ن اس ۲۳ و مشکوٰۃ ص ۱۱۳ ۔

باب قنوت میں اخفاء اور اس کے الفاظ کے بیان میں اور اس کے بیان میں کہ صبح کی نماز میں قنوت صرف مصیبت کے وقت ہے

۱۷۰۹- صحیح ( بن جریر ) سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت



۱۷۱۰- عن : أبي مجلز عن أنس بن مالك رضي الله عنه ، قال : " قَتَتِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى رِغْلِ وَ ذَكْوَانٍ ، وَ يَقُولُ : غَضِيَّةٌ غَضِبَتْ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ " . رواه الشيخان (نفس المرجع).

۱۷۱۱- عن : عاصم عن أنس رضي الله عنه : " إِنَّمَا قَتَتِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ( أُنَى فِي الْفَجْرِ ) شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أَنَسٍ قَتَلُوا أَنَسًا مِنْ أَصْحَابِهِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ " . رواه الشيخان (نفس المرجع) مختصراً ، ورواه الخطيب من طريق قيس بن الربيع عن عاصم بن سليمان ، قلنا لأنس : " إِنْ قَوْمًا يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَزَلْ يَقْنُتْ فِي الْفَجْرِ ، فَقَالَ : كَذَبُوا إِنَّمَا قَتَتِ شَهْرًا وَاجِدًا يَدْعُو عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْبَاءِ الْمُشْرِكِينَ " . وقيس وإن كان ضعيفاً لكنه لم يتهمم بكذب اهـ . كذا في " التلخيص الحبير " ( ۱ : ۹۳ ) و قال ابن القيم في زاد المعاد ( ۱ : ۷۲ ) وقيس وإن كان يحيى ضعفه فقد وثقه غيره اهـ . قلت : فهو حسن الحديث .

۱۷۱۲- عن أنس بن سيرين عن أنس بن مالك رضي الله عنه : " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَتَتِ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَدْعُو عَلَى بَنِي غَضِيَّةٍ " . رواه مسلم (آثار السنن ۲ : ۹۱) .

پڑھی ہے ، تو فرمایا کہ ہاں کچھ دنوں تک بعد رکوع پڑھی۔ اس کو شیخین نے روایت کیا ہے۔ (آثار السنن)

۱۷۱۰- ابو مجلز ، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ رکوع کے بعد فجر کی نماز میں رغل و ذکوان پر بدعا کرتے ہوئے قوت پڑھی ہے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ غصیہ نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ اسکو شیخین نے روایت کیا ہے (آثار السنن)۔

۱۷۱۱- عامم ، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر میں صرف ایک مہینہ قوت پڑھی ہے ان لوگوں پر بدعا کرتے ہوئے جنہوں نے آپ ﷺ کے چند صحابیوں کو قتل کر دیا تھا جن کو قراء کہتے تھے۔ اس کو شیخین نے روایت کیا ہے (آثار السنن) اور خطیب نے بروایت قیس بن الربیع عامم بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت انسؓ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں برابر قوت پڑھتے رہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل شرکین میں سے ایک قبیلے پر بدعا کرتے ہوئے صرف ایک مہینہ قوت پڑھی۔ تخفیف الحیر میں اس روایت کو نقل کر کے کہا ہے کہ قیس ضعیف ضرور ہے مگر وہ مجہم بالکذب نہیں اور ابن القیم نے زاد العاد میں کہا ہے کہ قیس کو گویا نے ضعیف کہا ہے لیکن دوسروں نے توثیق بھی کی ہے اهـ پس وہ مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حسن الہدیت ہوا۔

۱۷۱۲- انس بن یزید ، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ فجر کی نماز میں



۱۷۱۳- عن : قتادہ عن أنس ؓ : " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أَهْلِيهِ مِنْ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهُ " رواه مسلم ( نفس المرجع ) وفي . " التلخيص الحبير " ( ۱ : ۹۳ ) : متفق عليه وللبخاری مثله عن عمر و لمسلم عن خفاف بن إيماء .

۱۷۱۴- و عنه : عن أنس ؓ : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَقْنُتُ إِلَّا إِذَا دَعَا لِقَوْمٍ أَوْ دَعَا عَلَى قَوْمٍ " . رواه ابن خزيمة في " صحيحه " كمافی " فتح الباری " ( ۲ : ۴۰۸ ) بإسناد صحيح كمافی أيضاً بوضوحه الحاكم في جزء له مفرد في القنوت كمافی " التلخيص " ( ۱ : ۹۳ ) ، و عزاه الزيلعي ( ۱ : ۲۸۲ ) الى كتاب القنوت للخطيب البغدادي ، و عزاه الى صحيح ابن حبان أيضاً .

۱۷۱۵- ولكن لفظ ابن حبان عن أبي هريرة ؓ : " كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ إِلَّا أَنْ يَدْعُوَ لِقَوْمٍ أَوْ يَدْعُوَ عَلَى قَوْمٍ " ، ثم قال : قال صاحب " التنقيح " : سند هذين الحديثين صحيح ، وهما نص في أن القنوت ( أي في الفجر ) مختص بالنزلة اه .

۱۷۱۶- وعن عبد العزيز بن صهيب عن أنس ؓ ، قال : " بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَبْعِينَ رَجُلًا لِحَاجَةِ لَهْمِ الْقَرَاءِ ، فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانٌ مِنْ بَنِي سَلِيمٍ ، رِغْلٌ وَ ذَكْوَانٌ ، فَهَتَّلُوهُمْ رِغْلٌ كَيْ يَدْعُوَ عَلَيْهِمْ " رواه ترمذي . اس کو مسلم نے روایت کیا ہے ( آغا اسنن ) .

۱۷۱۳- قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قبائل عرب پر بدعا کرتے ہوئے ایک مہینہ قوت پڑھی ، اس کے بعد اسے چھوڑ دیا - اس کو مسلم نے روایت کیا ہے ( آغا اسنن ) اور تھخص میر میں ہے کہ یہ روایت متفق علیہ ہے اور بخاری نے اس کو اسی طرح حضرت عمرؓ سے اور مسلم نے خفاف بن ایماء سے بھی روایت کیا ہے -

۱۷۱۳- قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف کسی قوم کے لئے دعا کرنے یا کسی قوم پر بدعا کرنے کی غرض سے قوت پڑھتے تھے ( اور روزانہ کا معمول نہ تھا ) فتح الباری میں ہے کہ اس کو ابن خزيمة نے اپنی صحیح میں صحیح سند سے روایت کیا ہے اور تھخص میں ہے کہ حاکم نے اسے اپنے رسالہ قوت میں صحیح کہا ہے اور زیلعی نے اسے خطیب کے رسالہ قوت اور صحیح ابن حبان کی طرف نسبت کیا ہے -

۱۷۱۵- لیکن ابن حبان کے الفاظ ابوہریرہؓ کی روایت سے یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں صرف کسی جماعت کے لئے دعا یا بدعا کرنے کے لئے قوت پڑھتے تھے ، نیز زیلعی نے کہا ہے کہ صاحب تنقیح کا بیان ہے کہ ان دونوں حدیثوں یعنی حدیث انسؓ و حدیث ابی ہریرہؓ کی سندیں صحیح ہیں اور وہ دونوں اس باب میں بالکل صریح ہیں کہ صبح کی نماز میں قوت صرف کسی حادثہ کے وقت ہے اور ہر روز نہیں ہے -

۱۷۱۶- عبد العزیز بن صہیب ، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو جن



، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الْعَدَاةِ فَذَلِكَ بَدْءُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ "۔ أخرجه الشيخان كذا في "زاد المعاد" (۲۸۲:۱) وهو في الصحيح في باب غزوة الرجيع (۵۸۶:۲)۔

۱۷۱۷- عن: أبي هريرة ؓ: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُو عَلَى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُو لِأَحَدٍ قَتَلَ بَعْدَ الرُّكُوعِ ، فَرُبَّمَا قَالَ إِذَا قَالَ : سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ : اَللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ ، وَسَلْمَةَ بْنَ هِشَامٍ ، وَغِيَاثَ بْنَ رَبِيعَةَ ، اَللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْآنَكَ عَلَى مُضَرَ ، وَاجْعَلْهَا سِنِينَ كَسَنِي يُوسُفُ ، يَجْهَرُ بِذَلِكَ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ : لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ "۔ رواه البخاري (آثار السنن ۲: ۲۰)۔ و في رواية عند الشيخين : قال أبو هريرة : "وَأَصْبَحَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَدْعُ لَهُمْ ، فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ ، فَقَالَ : أَوْمَاتَرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوا" كذا في "زاد المعاد" (۷۳: ۱)۔

۱۷۱۸- عن: ابی مالک قال : "قُلْتُ لِأَبِي : يَا أَبَتِ ! إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَابْنِي بَكْرَ وَعُمَرَ وَغُمَانَ وَ عَلِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ هَهُنَا بِالْكَوْفَةِ نَجَوَامِنُ خَمْسِ سِنِينَ ، أَكَاثُورُ يَفْتَنُونُ ؟ قَالَ : أَيْ بُنَى ! مُخَدَّتٌ "۔ رواه الترمذی (۵۳: ۱) وقال : حسن

کو قرا، کہا جاتا تھا کسی کام کے لئے باہر روانہ فرمایا جس پر بنی سلیم کے دو قبیلے رعل و دو کو ان کے محرم ہوئے اور انہیں شہید کر دیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک مہینہ تک قوت پڑھی۔ یہ ابتداء ہے قوت نازل کی اور ہم (اس سے پہلے فجر میں) قوت (نازل) نہ پڑھتے تھے۔ زاد المعاد میں ہے کہ اس کو شیخین نے روایت کیا ہے اور بخاری میں یہ روایت غزوہ رجب کی ذیل میں مذکور ہے۔

۱۷۱۹- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پر بددعا یا کسی کے لئے دعا کرنا چاہتے تو (فجر میں) رکوع کے بعد قوت پڑھتے اور بسا اوقات آپ ﷺ نے یوں قوت پڑھی کہ سبح اللہ! حمہ للہم ربنا لک الحمد کہہ کر فرمایا کہ اے اللہ! ولید بن الولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو کفار کے پیچھے سے رہائی دے، اے اللہ! مضمر پر اپنی پامالی کو سخت کر اور اس کو ایسی قضا سالی بنا دے جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی قضا سالی تھی اور یہ دعا آپ ﷺ جبر کے ساتھ کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامور شیء الایۃ نازل فرمایا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے (آثار السنن)۔ شیخین کی ایک روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ نے صبح کو ولید وغیرہ کے لئے دعائ کی تو میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا (کہ کیا بات ہے کہ آج آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائ کی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں وہ تو آگئے (زاد المعاد)۔

۱۷۲۰- ابو مالک سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا، اے ابائتم! نے تو جناب رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ان سب



صحیح، و عند ابن ماجہ (ص- ۸۹) فی هذا الحديث: "فَكَانُوا يَقْتُنُونَ فِي الْفَجْرِ؟ فَقَالَ: أَيْ نَبِيٍّ! مُخَذَّتْ" ۱۸۰. وقال الحافظ في "التلخيص": إسناده حسن (۱: ۹۳) ۱۸۱.

۱۷۱۹- عن: الأ سود: "أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ".  
رواه الطحاوی، و إسناده صحیح، (آثار السنن ۲: ۲۰).

۱۷۲۰- وَعَنْهُ: "أَنَّهُ صَحَبَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيْنَ الْخُطَابِ سَبْعِينَ فِي السَّفَرِ وَ الْحَضَرِ فَلَمْ يَزِدْ قَابِتًا فِي الْفَجْرِ حَتَّى فَارَقَهُ". رواه محمد بن الحسن في "كتاب الآثار" وإسناده حسن (آثار السنن ۲: ۲۵).

۱۷۲۱- و عنه: قال: "كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا خَارَبَ قَنْتَ (أَي فِي غَيْرِ الْوُتْرِ أَيْضًا). وَإِذَا لَمْ يُخَارَبْ لَمْ يَقْنُتْ". رواه الطحاوی وإسناده حسن (آثار السنن ۲: ۲۰).

کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور یہاں کوئی نماز پڑھنا یا پانچ برس حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، آیا یہ لوگ (ہاں کسی حادثہ کے بھی فجر میں) قوت پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا یہ بالکل نئی بات ہے (کیونکہ اس سے پہلے میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا) اسکو تردید نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن صحیح ہے، تردید کی روایت میں تو قوت کے متعلق نماز فجر کی تصریح نہیں مگر ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ کیا یہ حضرات (جناب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ و عثمانؓ و علیؓ) فجر میں قوت پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا نئی بات ہے (ان میں تصریح ہے کہ یہ سوال قوت فجر کے متعلق تھا نہ کہ قوت وتر کے) اور حافظ ابن حجر نے تحقیق میں ابن ماجہ کی سند کو سن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر کسی حادثہ کے فجر میں قوت پڑھنا یا اس پر ہادومت کرنا بدعت ہے (سندھی) علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور خلفاء و ائمہ راشدین اور حضرت معاذیؓ نے صرف محاربات اور مصیبت کے وقت فجر میں قوت پڑھی اس لئے حجازی کا خلفاء و ائمہ کے قوت فجر کو اپنے مذہب کی تائید میں بیان کرنا غلط ہے کیونکہ خلفاء و راشدین سے یہ بات بالکل ثابت ہے کہ انہوں نے فجر میں قوت پڑھی بھی اور نہیں بھی پڑھی۔

۱۷۱۹- اسود سے حضرت عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ وہ صبح کی نماز میں (ہاں کسی حادثہ کے) قوت نہ پڑھتے تھے۔ اسکو لحادی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔

۱۷۲۰- نیز اسود ہی سے مروی ہے کہ وہ کئی سال سفر اور حضر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رہے مگر ہاں جو اس کے انہوں نے ان سے اس سے جدا ہونے تک (ہاں کسی حادثہ کے) صبح کی نماز میں قوت پڑھتے نہیں دیکھا۔ اسکو امام محمدؒ نے کتاب آثار میں روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے (آثار السنن)۔

۱۷۲۱- نیز اسود سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جنگ کے موقع پر قوت پڑھتے تھے (لیکن ہوت نہ ادا کرتے) اور بغیر جنگ کے قوت نہ



۱۷۲۲- عن: علقمة والأسود ومسروق أَنَّهُمْ قَالُوا: "كُنَّا نَصْلِي خَلْفَ عُمَرَ الْفَجْرِ

فَلَمْ يَقْنُتْ". رواه الطحاوی و إسناده صحيح، (آثار السنن ۲: ۲۰).

۱۷۲۳- عن: علقمة قَالَ: "كَانَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ

الصُّبْحِ". رواه الطحاوی و إسناده صحيح (آثار السنن ۲: ۲۰).

۱۷۲۴- عن: الأسود، قَالَ: "كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَا يَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ

إِلَّا الْوُتْرَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ (فِيهِ) قَبْلَ الرَّكْعَةِ (أَيِ الرُّكُوعِ)". رواه الطحاوی و الطبرانی و

إسناده صحيح (آثار السنن - نفس المرجع) وقد ذكرناه قبل.

۱۷۲۵- عن: أبي الشعثاء قَالَ: "سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْقُنُوتِ، فَقَالَ: مَا شَهِدْتُ

وَمَا رَأَيْتُ". رواه الطحاوی و إسناده صحيح (آثار السنن - نفس المرجع).

۱۷۲۶- عَنْهُ: قَالَ: "سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْقُنُوتِ، فَقَالَ: مَا الْقُنُوتُ؟ فَقَالَ: إِذَا فَرَغَ

الْإِسَامَ مِنَ الْفِرَاءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَامَ يَدْعُو، قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا، يَفْعَلُهُ، وَإِنِّي لَا أَظُنُّكُمْ

مَعَاشِرَ أَهْلِ الْعِرَاقِ تَفْعَلُونَهُ". رواه الطحاوی و إسناده صحيح، (آثار السنن ۲: ۲۱).

۱۷۲۷- عن: أبي مجلز، قَالَ: "صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ الصُّبْحِ فَلَمْ يَقْنُتْ فَقُلْتُ:

پڑھتے تھے۔ اسکوٹھاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے (آثار السنن)۔

۱۷۲۸- علقمة، اسود اور مسروق تینوں سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے، سو

انہوں نے اس میں قوت نہیں پڑھی (یعنی غریب جنگ کی حالت میں) اسکوٹھاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے۔ (آثار السنن)۔

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ قوت فجر پر ہدامت نہیں کرتے تھے بلکہ جنگ کے زمانہ میں پڑھتے تھے اور

یہی احناف اور جمہور کا مسلک ہے۔

۱۷۲۹- (نیز) علقمة سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود صبح کی نماز میں قوت نہ پڑھتے تھے، اسکوٹھاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی

اسناد صحیح ہے۔ (آثار السنن)

۱۷۳۰- اسود سے روایت ہے کہ ابن مسعود وتر کے سوا کسی نماز میں قوت نہ پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قوت پڑھتے

تھے۔ اسکوٹھاوی اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔ اس روایت کو ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔

۱۷۳۱- ابو الشعثاء سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے قوت (فجر) کے حلق در یافت کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ نہ میرے

سامنے کسی نے پڑھی اور نہ میں نے کسی کو پڑھتے دیکھا (یعنی مصیبت کے علاوہ دوسرے اوقات میں) اسکوٹھاوی نے روایت کیا

ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے۔ (آثار السنن)



الْكَبِيرُ يُمْنَعُكَ؟ فَقَالَ: مَا أَحْفَظُهُ عَنْ أَخِيذٍ مِنْ أَصْحَابِي". رواه الطحاوی و الطبرانی و إسناده صحيح، (آثار السنن ۲: ۲۱)۔

۱۷۲۸- عن: نافع: "أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِنْ الصَّلَاةِ أَيِ الْمَكْنُوتَةِ"۔ رواه مالك وإسناده صحيح (آثار السنن ۲: ۲۱)۔

۱۷۲۹- عن: عمران بن الحارث السلمي: "صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ"۔ رواه الطحاوی و إسناده صحيح، (آثار السنن ۲: ۲۱)۔

۱۷۳۰- عن: مجاهد و سعيد بن جبير: "أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ"۔ أخرجه ابن أبي شيبة في "المنصف" و سنده صحيح (الجوهر النقي ۱: ۱۶۴)۔

۱۷۳۱- عن: الشعبي قَالَ: "لَمَّا قَنَنْتُ عَلِيًّا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ أَتَكَرَّ النَّاسُ ذَلِكَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّمَا اسْتَنْصَرْنَا عَلَى عَذْوِنَا"۔ أخرجه ابن أبي شيبة و سنده صحيح (الجوهر

۱۷۳۶- نیز انہی ابوالشعثاء سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ سے قوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ قوت کیا ہے؟ تو سائل نے کہا کہ جب امام بجھلی رکعت میں قراءت سے فارغ ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے تو فرمایا کہ میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، اے عراق والو! میرا خیال ہے کہ تم ایسا کرتے ہو گے، اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔

۱۷۴۷- ابوجکلو سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو آپؓ نے قوت نہیں پڑھی، میں نے کہا کہ کیا زیادتی عمر کی وجہ سے کمزوری آپ کو قوت پڑھنے سے روکتی ہے تو فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنے لوگوں سے اسے سیکھا نہیں۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اکثر صحابہؓ فجر میں قوت نہیں پڑھتے تھے یعنی قوت وتر کی طرح اسکو ہیضہ پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ البتہ کبھی کبھی پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جیسا کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۷۴۸- نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی (فرض) نماز میں قوت نہ پڑھتے تھے۔ اسکو مالک نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔

۱۷۴۹- عمران بن الحارث سلمی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عباسؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انہوں نے قوت نہیں پڑھی، اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔

۱۷۵۰- مجاہد اور سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ صبح کی نماز میں قوت نہیں پڑھتے تھے، اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (جوہر نقی)۔

۱۷۵۱- ضعی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت علیؓ نے (صبح کی نماز میں) قوت (آزار) پڑھی تو لوگوں نے



۱۷۳۲۔ أبو حنیفة عن حماد عن إبراهیم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ : "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَقْنَتْ فِي الْفَجْرِ قَطُّ إِلَّا شَهْرًا وَاحِدًا لَمْ يُرْ قَبْلَ ذَلِكَ وَلَا بَعْدَهُ وَ أَنَّمَا قَنَّتْ فِي ذَلِكَ الشَّهْرِ يَدْعُو عَلَى أَنَسِ بْنِ الْمُسَرِّكِينَ "۔ هذا حديث صحيح لا غبار عليه ، كذا في "فتح القدير" (۱: ۳۸۷)۔ وصححه في "شرح المنية" (ص- ۳۹۹) أخرجه محمد في "الآثار" (ص- ۳۷) عن إبراهیم مرسلًا ، وزاد : (( وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يُرْ قَابِتًا بَعْدَهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا ))۔ قال إبراهیم : وَأَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ إِنَّمَا أَخَذُوا الْقُنُوتَ عَنْ عَلِيٍّ ، قَنَّتْ يَدْعُو عَلَى مُعَاوِيَةَ جَيْنَ حَارَبَهُ ، وَأَنَا أَهْلُ الشَّامِ فَإِنَّمَا أَخَذُوا الْقُنُوتَ عَنْ مُعَاوِيَةَ ، قَنَّتْ يَدْعُو عَلَى عَلِيٍّ جَيْنَ حَارَبَهُ )) اهـ۔ وسنده صحيح لكنه مرسل ، ومراسيل التخفي صحاح كما مر غير مرة۔

اے اچھی نظر سے نہ دیکھا (اور سمجھا کہ یہ بدعت ہے) تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہم نے اس سے اپنے مقابل پر فتح چاہی ہے (جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل و ذکوان و عصیہ پر چاہی تھی لہذا یہ بدعت نہیں ہے) اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (جو ہرقی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں فجر میں قوت بالکل متروک تھی ورنہ حضرت علیؑ کے فضل کو بری نظر سے دیکھتے اور حضرت علیؑ کے معذرت کرنے کی کوئی بدعت تھی۔

۱۷۳۳:۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز ایک مہینہ کے کسی صبح کی نماز میں قوت نہیں پڑھی اور نہ انکو اس سے پہلے قوت پڑنے دیکھا گیا اور نہ اس کے بعد اور اس مہینہ میں بھی آپ ﷺ نے شریکین میں سے کچھ لوگوں پر بدعا کرتے ہوئے پڑھی ہے (جنہوں نے آپ ﷺ کے چند صحابہ کو دھوکہ سے شہید کر دیا تھا) فتح القدیر میں ہے کہ یہ حدیث بے غبار صحیح ہے اور شرح منیہ میں بھی اسکو صحیح کہا ہے۔ اور امام محمد نے اسی مضمون کو ابراہیم نخعی سے مرسل روایت کیا ہے اور اس میں اتنا مضمون اور زائد آیا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کو کسی (صبح کی نماز میں) قوت پڑنے نہیں دیکھا گیا، یہاں تک کہ انہوں نے دنیا کو چھوڑ دیا اور ابراہیم نے کہا ہے کہ اہل کوفہ نے (فجر میں) قوت (نازلہ) حضرت علیؑ سے لی ہے کیونکہ انہوں نے امیر معاویہؓ کے لئے بدعا کرتے ہوئے قوت پڑھی تھی اور اہل شام نے قوت حضرت امیر معاویہؓ سے حاصل کی وہ حضرت علیؑ پر بدعا کرتے ہوئے قوت پڑھتے تھے جبکہ انہوں نے ان سے جنگ کی تھی اور اسکی سند صحیح ہے۔ لیکن وہ مرسل نخعی ہے اور مراسیل نخعی صحیح ہیں لہذا یہ بھی صحیح ہے۔

فائدہ: ابن قیمؒ زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ انصاف یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فجر کی نماز میں قوت پڑھی ہے لیکن آپ ﷺ اکثر فجر میں قوت نہ پڑھتے تھے، آپ ﷺ محض کسی عارضہ کی بنا پر کسی قوم پر بدعا کرنے کے لئے یا کسی قوم کیلئے دعا کرنے کے لئے فجر میں قوت پڑھتے تھے اور جب یہ مقصد پورا ہو جاتا تو قوت فجر چھوڑ دیتے (۱-۷۰) اور ابن امیر حاج فرماتے ہیں کہ اگر قوت فجر



۱۷۳۳- عن : غالب بن فرقد الطحان ، قَالَ : " كُنْتُ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ شَهْرَيْنِ فَلَمْ يَقْنُتْ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ " . رواه الطبرانی و إسناده حسن (آثار السنن ۲: ۲۱) .  
 ۱۷۳۴- عن : عمرو بن دينار قال : " كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِنَا الصُّنْحِ بِمَكَّةَ فَلَا يَقْنُتْ " . رواه الطحاوی و إسناده صحيح ، (آثار السنن ۲: ۲۱) .

۱۷۳۵- حدثنا : فهد قال : ثنا الحسناني قال : ثنا ابن مبارك عن فضيل بن غزوان عن الحارث العكلي عن علقمة بن قيس ، قَالَ : " لَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ بِالشَّامِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْقُنُوتِ ، فَلَمْ يَغْرِفْهُ " أخرجه الطحاوی (۱: ۱۴۹) وسنده صحيح ، و الحارث العكلي هو الحارث بن يزيد ثقة فقيه من السادسة ، كذا في "التقريب" (ص-۳۳) .

۱۷۳۶- أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم : " أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ لَمْ يَقْنُتْ هُوَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا ، يَعْنِي فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ " . أخرجه محمد في "الآثار" (ص-۳۷) و سنده صحيح إلا أنه مرسل ، و مراسيل النخعي صحاح عندهم لا سيما عن ابن مسعود رضي الله عنه .

۱۷۳۷- عن : ابن وهب عن معاوية بن صالح عن عبد القاهر هو ابن عبد الله عن خالد بن أبي عمر ان ، قَالَ : نَبَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُو عَلَى مُضَرٍّ إِذَا جَاءَهُ جَنَرِيْلُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ أَسْكُتَ فَسَكَتَ ، فَقَالَ : " يَا مُحَمَّدُ ! إِنَّ اللَّهَ لَمْ يُبْعَثْ سَبَّابًا وَلَا لَعَّانًا ، وَإِنَّمَا

سنت راجع ہوتی تو اسکا ثبوت و نقل بھی جہر قراءت و سر قراءت کی طرح منقول ہوتا حالانکہ قوت فجر اس طرح منقول نہیں ہوتا معلوم ہوتا ہے کہ قوت فجر سنت راجع نہیں بلکہ امر عارض کی بنا پر پڑی جاتی تھی (غنیۃ المستملی ص ۴۰۰)۔

۱۷۳۸- غالب بن فرقد طحان فرماتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے پاس دو ماہ رہا لیکن انہوں نے صبح کی نماز میں قوت نہیں پڑھی (طبرانی) اسکی سند حسن ہے (آثار السنن)۔

۱۷۳۹- عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہمیں مکہ میں صبح کی نماز پڑھاتے تھے لیکن قوت نہ پڑھتے تھے (طحاوی) اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

۱۷۴۰- علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں (مکہ) شام میں حضرت ابو الدرداءؓ سے ملا اور ان سے (فجر کی نماز میں) قوت سے متعلق پوچھا تو وہ اسے (کچھ) نہ جانتے تھے (طحاوی) اسکی سند صحیح ہے۔ (تقریب)

۱۷۴۱- ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں میں سے کوئی بھی (فجر کی نماز میں) قوت نہ پڑھتے تھے یہاں تک کہ ابن مسعودؓ دنیا سے رخصت ہوئے (کتاب آثار امام محمدؒ) اسکی سند صحیح ہے اور ابراہیم کی مرسل احادیث حجت ہیں۔







۱۷۳۹- وفی "الإتقان" (۶۹: ۱) من رواية ابن الضريس عنه قال فی مصحف ابن عباس: قِرَاءَةُ أَنِّي وَأَبِي مُوسَى بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ الْخ. وسنده حسن.

۱۷۴۰- وكيع: عن سفيان عن حبيب بن أبي ثابت عن عبد الرحمن بن سويد الكاهلي: "أَنَّ عَلِيًّا قَنَتَ فِي الْفَجْرِ: اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْنَعُ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ"، ثم ذكره بنحو أثر عمر رضى الله عنه، رواه سحنون في "المدونة" (۱۰۰: ۱)، وسنده لا بأس به إلا أن عبد الرحمن بن سويد لم أقف على من ترجمه، وهو ثقة على قاعدة ابن حبان المذكورة في "المقدمة".

۱۷۴۱- عن: أبي الحوراء، قال: قال الحسن بن علي ؑ: "عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوُتْرِ (زاد النسائي: "فِي الْقُنُوتِ"، وقد تقدم): اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَغَافِنِي فِيمَنْ غَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَفِي شَرِّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ". رواه الترمذی (۶۱: ۱). وقال: هذا حديث حسن، وَلَا نَعْرِفُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ فِي

انہوں نے بقید دعائے قنوت بالکل اسی طرز پر بیان کی جس کا ذکر پہلی روایت میں آچکا ہے لیکن اس میں ونحشى عذابك کے ساتھ لفظ الحمد نہیں ہے، اسکا ابن ابی شیبہ نے معصف، اور ابن ضریس نے کتاب فعاك القرآن میں روایت کیا ہے، نیز اسے تبقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے (کنز العمال)۔

۱۷۳۹:- اور بیہقی نے اتقان میں تخریج ابن القریطی انبی عبد الرحمن بن ابی زب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مصحف ابن عباس میں ابی اور ابوسوی کی قراءت یوں مذکور ہے بسم الله الرحمن الرحيم اللهم اننا نستغفرك الخ اور اکی سند حسن ہے۔

۱۷۴۰:- عبد الرحمن بن سويد کا مٹی سے مروی ہے کہ حضرت علی نے فجر میں ان الفاظ سے قنوت پڑھی اللهم اننا نستغفرك ونستغفرك ونثني عليك الخير ولا نكفرك ونخنع ونخلع ونترك من يفجرك اكله بعد اسكو حضرت عمرؓ کی قنوت مذکور کی طرح پورا کیا، اسکو بخون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور اکی سند ابی زب سے ہے لیکن مجھے عبد الرحمن بن سويد کا حال نہیں ملا لیکن وہ ابن حبان کے اس قاعدہ سے جسکا مقدمہ میں بیان ہوا ہے ثقہ ہے۔

۱۷۴۱:- ابوالحوراء سے روایت ہے کہ حسن بن علیؓ نے فرمایا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند باتیں بتائی ہیں جن کو میں رتر میں پڑھا کرتا ہوں (اور ناسی نے روایت میں فی القنوت کے الفاظ کا اضافہ فرمایا ہے کہ میں یہ الفاظ قنوت وتر میں پڑھا کرتا ہوں) اور وہ یہ ہیں اللهم اهدينى فيمن هديت وعافينى فيمن عافيت وتولنى فيمن توليت وبارك لى فيمينا



الْقُنُوتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ هَذَا. قلت: وزاد النسائي (۱۵۲:۱) بطريق عبد الله بن علي عن الحسن بن علي في آخره: "و صَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ". وقال النووي في "الخلاصة": وإسنادها صحيح أو حسن، كذا في "نصب الراية" (۲۸۰:۱)، وفي "التلخيص الحبير" (۹۴:۱): قال النووي في "شرح المذهب": إنها زيادة بسند صحيح أو حسن، قال الحافظ: وليس كذلك، وأعله بالانقطاع والاضطراب، قال: وزاد بعضهم فيه: "وَلَا يَعْزُ مَنْ غَاذَيْتَ"، هذه الزيادة ثابتة في الحديث، رواها البيهقي من طريق إسرائيل بن يونس عن أبي إسحاق عن بريد ابن أبي مريم عن الحسن أو الحسين بن علي، فساقه بلفظ الترمذی وزاد: "ولا يعز من عاديت" ۱۱.

۱۷۴۲- وفيه أيضا: روى محمد بن نصر المروزي وغيره من طرق: "أَنَّ أَبَا حَلِيمَةَ مُعَاذًا الْقَارِيَّ كَانَ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي الْقُنُوتِ" ۱۱.

۱۷۴۳- عن: النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: "خَيْرُ الدُّعَاءِ الْخَفِيُّ"، رواه ابن حبان في "صحيحه" كذا في "البحر الرائق" (۴۶:۲).

۱۷۴۴- عن: سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "خَيْرُ الدُّعَاءِ الْخَفِيُّ، وَخَيْرُ الرِّزْقِ أَوْ الْعَيْشِ مَا يَكْفِي"، الشك من ابن وهب، رواه أبو عوانة وابن حبان في "صحيحهما" والبيهقي، كذا في "الترغيب"

اعطيت وقني شرما قضيت فانك تقضي ولا يقضي عليك وانه لا يذل من واليت تباركت وتعاليت، اسكوتري نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور قوت کے باب میں اس قوت سے بہتر کوئی قوت ہمارے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں اور نسائی میں مروی ہے کہ دعا قوت کے آخر میں حضور ﷺ پر درود بھیجے۔

۱۷۴۴- نصر بن محمد مروزی وغیرہ سے مروی ہے کہ قاری ابو طبرہ معاذ قوت میں حضور ﷺ پر درود بھیجا کرتے تھے (یعنی)۔  
۱۷۴۳- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بہتر دعا وہ ہے جو مخفی ہو۔ اسکو ابن حبان نے اپنی جمع میں روایت کیا ہے (بحر الرائق)

فائدہ: اس سے دعا قوت کا انشاء ثابت ہوتا ہے کیونکہ دعا کے عموم میں وہ بھی داخل ہے۔

۱۷۴۴- حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ بہتر ذکر وہ ہے جو مخفی ہو اور بہتر رزق یا معیشت وہ ہے جو بقدر کفایت ہو۔ اسکو ابو حبان اور ابن حبان نے اپنی اپنی جمع میں روایت کیا ہے، نیز اسے بیہقی نے بھی روایت کیا ہے (ترغیب) اور عزیزی میں اسے مسند احمد کی طرف بھی نسبت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سند صحیح سے مروی ہے اور مقاصد حسنہ میں ہے کہ اسے ابن حبان اور ابو حبان نے جمع کیا ہے۔



(ص ۵۰۸) و عزاء فی "العزیزی" (۲: ۲۴۰) إلى مسند الإمام أحمد أيضاً ، وقال : بإسناد صحيح اهـ . وفي "المقاصد الحسنة" (ص ۹۸) : صححه ابن حبان و أبو عوامة اهـ .

۱۷۴۵- عن : انس رضي الله عنه مرفوعاً : " دَعْوَةُ فِي الْبَيْتِ تَعْدِلُ سَبْعِينَ دَعْوَةً فِي الْغَلَابَةِ " . رواه أبو الشيخ في "الثواب" ، قال الشيخ : حديث صحيح (العزیزی ۲: ۲۶۰) .

باب لاوتران فی لیلۃ واستحباب ختم صلوة اللیل بالوتر

۱۷۴۶- عن : طلق بن علی رضي الله عنه قال . سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : " لَا وَتْرَانَ فِي لَيْلَةٍ " . رواه الترمذی (۱: ۶۲) ، و قال حسن غریب ، وفي " بلوغ المرام" (۱: ۶۸) : و صححه ابن حبان اهـ .

۱۷۴۷- عن : ابن عمر رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : " اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرَانًا " متفق عليه كذا في " بلوغ المرام" (۱: ۶۸) .  
۱۷۴۸- عن : ابن المسيب : " أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ تَذَكَّرَا الْوِتْرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ،

فَأَمَرَهُ : اس سے بھی قوت کا اظہار ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی ذکر کے عموماً میں داخل ہے ۔

۱۷۴۵- حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خیر ایک دعاء طانیہ ستر دعاؤں کے برابر ہے ۔ اسکو ابوالشیخ نے ثواب میں روایت کیا ہے اور شیخ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے (عزیزی)  
فَأَمَرَهُ : اس سے بھی قوت کا اظہار ثابت ہوتا ہے ۔

باب ایک شب میں دو وتر نہیں اور نماز شب کا وتر پر ختم کرنا مستحب ہے

۱۷۴۶- حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایک شب میں دو وتر نہیں ہیں ۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے حسن غریب ہے اور بلوغ المرام میں ہے کہ اسکو ابن حبان نے صحیح کہا ہے ۔  
فَأَمَرَهُ : اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں یعنی اگر اول شب میں وتر پڑھ لے اور پھر آخر شب میں ختم کر جائے تو پہلے وتروں کو تو ذکر دوبارہ وتر نہ پڑھے جائیں بلکہ آخر شب میں صرف تہجدی پڑھ لی جائے نیز اول شب میں وتر پڑھ کر سوتا اور پھر نیند کے بعد ایک رکعت پڑھ کر پڑھے ہوئے وتروں کو ایک ہی نماز بنانا قرآن قیاس بھی نہیں کہ دو نمازوں کے درمیان نیند، حدث اور کلام ہونے کے باوجود وہ ایک نماز بن جائیں ۔

۱۷۴۷- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب میں اپنی نماز کا خاتمہ وتر کو بنایا کرو ۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے (بلوغ المرام)

فَأَمَرَهُ : اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وتر آخر شب میں پڑھے جائیں لیکن یہ امر انتخاب پر محمول ہے جیسا کہ اگلے حدیث سے معلوم ہوتا ہے ۔



فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَّا أَنَا فَاصْلَى ثُمَّ أَنَامَ عَلَى وَتَرٍ، فَإِذَا اسْتَيْقَظْتُ صَلَّيْتُ شَفْعًا حَتَّى الصُّبْحِ، فَقَالَ عُمَرُ: لَكِنِّي أَنَامَ عَلَى شَفْعٍ ثُمَّ أُوتِرُ مِنْ آخِرِ الشُّعْرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَبْنِي بَكْرٍ: خَذَرُ هَذَا، وَقَالَ لِعُمَرَ: قَوِّ هَذَا. رواه الطحاوی و الخطابی، وبقی بن مخلد و إسناده مرسل قوی، "آثار السنن" (۲۲:۲) قلت: و مراسیل ابن المسیب صحاح عندهم.

۱۷۹- عن: أبي جمره قال: سألت ابن عباس عن الوتر، فقال: "إذا أوترت أول الليل فلا تؤنر آخره، وإذا أوترت آخره فلا تؤنر أوله"، قال: وسألت عائدة بن عمرو، فقال بنئله، رواه الطحاوی و إسناده صحيح (آثار السنن ۲۲:۲).

۱۷۵- عن: سعيد بن جبير قال: ذكر عند عائشة رضي الله عنها نقض الوتر، فقالت: "لا وتران في ليلة". رواه الطحاوی و إسناده قوی مرسل (آثار السنن ۲۲:۲).

۱۷۸- سعيد بن المسیب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو بکرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے وتر کا ذکر کیا۔ سوا ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں تو پہلے وتر پڑھ لیتا تو پھر وتر پڑھ کر سو رہتا ہوں پھر جس وقت میری آنکھ کھلتی ہے تو صبح تک دو دو رکعتیں پڑھتا رہتا ہوں اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں پہلے دو دو رکعتیں پڑھتا ہوں، اس کے بعد جب صبح کا آخر ہوتا ہے تو وتر پڑھتا ہوں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیقؓ کی نسبت فرمایا کہ یہ محتاط ہیں اور حضرت عمرؓ کی نسبت فرمایا کہ یہ مضبوط ہیں۔ اس کو طحاوی اور خطابی اور ابی بن قلذہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے (آثار السنن) مؤلف کہتے ہیں کہ ابن المسیب کی مراسیل محدثین کے نزدیک صحیح ہیں۔

۱۷۹- ابو جمرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے وتر کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت تم اول شب میں وتر پڑھ لو تو آخر شب میں نہ پڑھو اور جس وقت آخر شب میں پڑھنا چاہو تو اول شب میں نہ پڑھو۔ ابو جمرہ کہتے ہیں کہ میں نے یہی مسئلہ عائشہ بن عمرو سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا ابن عباسؓ نے دیا تھا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رات کی آخر نماز کو وتر بنانے کا حکم استحباب پر محمول ہے بلکہ بعض روایات میں حضور ﷺ کا وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنا بھی معلوم ہوتا ہے جو مذکورہ بالا حدیث اجمعلو آخر صلوتکم و ترا کے استحباب پر محمول ہونے کی واضح دلیل ہے اور دو مؤلف علام فرماتے ہیں کہ اجمعلو آخر صلوتکم کا مطلب یہی کہ رات میں ایک مرتبہ وتر پڑھو اور دو مرتبہ وتر نہ پڑھو کیونکہ دو مرتبہ وتر پڑھنے سے رات کی نماز کا آخر شفع بن جائے گا اور ایک مرتبہ وتر پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا اسکے معنائی نہیں جیسا کہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھنا وتر صلوة قضا کے لئے ناقص نہیں۔ واللہ اعلم

۱۷۵- سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے وتر کو توڑنے یعنی ایک مرتبہ وتر پڑھ چکے کے بعد دوبارہ وتر پڑھنے کا بیان ہوا (کہ ایسا کرنا کیا ہے) تو آپؐ نے فرمایا کہ وتر کو توڑنا نہ چاہئے کیونکہ ایک شب میں دو وتر نہیں ہیں۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے (آثار السنن)۔



### باب التوافل والسنن

- ۱۷۵۱- عن : غَائِثَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدْعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعِشَاءِ . رواه البخاری (۱۰۷:۱) فی باب الركعتین قبل الظهر .
- ۱۷۵۲- عن : علی ؓ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ . رواه الترمذی وقال : حسن (۹۶:۱) فی باب ما جاء فی الاربع قبل الظهر .
- ۱۷۵۳- عن : أم حبیبة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَارْتَبَعَ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ . رواه الترمذی (۹۸:۱) وقال حسن صحيح غریب من هذا الوجه .

### باب سنن اور نوافل کے بیان میں

- ۱۷۵۱- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور صبح سے پہلے دو رکعتیں (برابر پڑھتے تھے اور انہیں) نہ چھوڑتے تھے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔
- فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر اور صبح کی سنتیں، سنت مؤکدہ ہیں اور ظہر کی سنتیں چار ہیں اور صبح کی دو۔ باقی جن روایات میں ظہر سے قبل دو رکعتوں کا ذکر ہے (جیسے بخاری و ترمذی میں ہے) تو وہ روایات کبھی کبھار پر محمول ہیں اور مذکورہ بالا حدیث اکثر احوال پر محمول ہے لہذا قال ابو جعفر الطبرانی (معجم الباری)۔
- ۱۷۵۲- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور اسکے بعد دو۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
- فائدہ: اس سے ظہر کے بعد کی دو سنتوں کے مؤکدہ ہونے کا ثبوت ہوا۔
- ۱۷۵۳- ام حبیبہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص ظہر سے پہلے چار اور اسکے بعد چار رکعتوں پر ہدایت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکو دو زخ پر حرام کر دے گا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
- فائدہ: اس حدیث میں ظہر سے پہلے چار اور اسکے بعد چار رکعتوں کی ترغیب ہے۔ چونکہ یہ سنت مؤکدہ ہونے کے جیسا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی روایت سے معلوم ہوا اور دو کی وجہ نفل ہونے کے کیونکہ ان کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت نہیں ہوا، پس اس سے ظہر کے بعد دو نفلوں کا ثبوت بھی ہوا۔



۱۷۵۴- عن: أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل. (أى خيل العدو من الكفار وغيرها كذا في العزيزي: وفي الطحطاوى شرح مرافى الدلاح المصرى (ص- ۲۲۶): المقصود الحث على الفعل وإلا فترك الفرض عند طرد الخيل يباح لعدم التمكن اه. كذا قيل) رواه أبو داود وسكت عنه (۱: ۴۸۷) فى باب فى ركعتي الفجر وتخفيفهما وفى نيل الاوطار (۲: ۲۶۴) عزاه إلى الإمام أحمد وأبى داود بلفظ: لا تدعوا ركعتي الفجر ولو طردتكم الخيل. ثم قال: قال العراقى: إن هذا حديث صالح اه. وأورده فى الجامع الصغير وعزاه إلى أبى داود وأحمد وقال العلقمى: بجانبه علامة الحسن قاله العزيزي (۳: ۴۲۵ و ۴۲۶).

۱۷۵۵- عن: عائشة رضى الله عنها: قالت: لم يكن النبي ﷺ على شئ من الشؤافل أشد تعاهداً منه على ركعتي الفجر. (نيل الأوطار ۲: ۲۶۳).

۱۷۵۳- ابو برزئہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں (یعنی فجر سے پہلی دو رکعتوں کو) نہ چھوڑو اگرچہ دشمن کے سوا تم کو بھیجا رہے ہوں۔ اسکو ابو داؤد نے روایت کر کے اس پر سکت کیا ہے (لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) عراقی نے اس کو صالح کہا ہے اور علقمی نے اس کو اشارہ کے ذریعہ سے حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بظاہر فجر کی دو رکعتوں کا وجوب بلکہ فرضیت ثابت ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس کی سند میں کلام ہے جو کہ اسوایہ حدیث کہ کر تا ہے اسلئے اس سے ہمارے ائمہ نے صرف تقویت تائید ثابت کی ہے، نہ کہ وجوب یا فرضیت، کیونکہ فرضیت کے لئے قطعیت کی ضرورت ہے اور وجوب کے لئے خبر کے صحیح ہونے کی۔ اور یہ حدیث نہ قطعی الثبوت ہے اور نہ صحیح جو کہ مفید غلبن ہو بلکہ صالح ہے جو کہ ادنیٰ درجہ کی حسن ہے اور جس سے صرف معمولی رجحان ثابت ہوتا ہے (واللہ اعلم) نیز مسلم کی روایت میں اور ترمذی کی روایت میں (جو کہ مذکورہ بالا حدیث سے صحت میں قوی ہیں) تصریح ہے کہ امام حبیبہؒ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو رات دن میں بارہ رکعت نفل غیر فرض پراپندی کرے گا اللہ اسکے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا اور ان میں فجر کی دو سنتوں کا بھی ذکر کیا پس معلوم ہوا کہ فجر کی دو سنتیں فرض اور واجب نہیں بلکہ سنت ہیں۔ نیز حسن بصریؒ کی حدیث جس سے فجر کی دو رکعتوں کا وجوب ثابت ہوتا ہے، اس وجوب سے مراد وجوب اصطلاحی نہیں بلکہ وجوب بمعنی تاکد ہے، لہذا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ فجر کی دو سنتیں واجب نہیں۔

۱۷۵۵- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوافل میں سے کسی کی اتنی نگہداشت نہیں کرتے تھے جتنی کہ فجر کی دو سنتوں کی۔ اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔



۱۴۵۶- عن : علی ؑ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يُفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ .  
رواہ الترمذی فی باب ما جاء فی الاربع قبل العصر (۹۸:۱) وقال : حسن ، واختار  
اسحاق بن ابراهیم اَنْ لَا يُفْصِلَ فِي الْاَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ واحتج بهذا الحديث وقال : معنی  
قوله : انه يفصل بينهما بالتسليم یعنی التشهد اھ . رواہ ابوداود مختصراً وسکت عنه  
بلفظ : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ اھ (۴۹۱:۱) . قلت : إسناده  
صحیح قالہ النووی فی شرح صحیح مسلم (۲۵۱:۱) .

۱۷۵۷- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : رَجِمَ اللَّهُ إِمْرَأَةً صَلَّى  
قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا . رواہ الترمذی فی باب ما جاء فی الربع قبل العصر (۹۸:۱) وقال  
حسن غریب اھ . وفي بلوغ المرام (۶۴:۱) : ورواہ ابن خزيمة وصححه وفي التلخیص  
(۱۱۵:۱) رواہ ابن حبان وصححه .

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی رکعتیں واجب نہیں کیونکہ واجب فرض ظنی ہے اور نوافل میں سے نہیں ہے، نیز ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام سنتوں میں سب سے زیادہ مؤکد ہیں۔

۱۴۵۶- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ (کبھی کبھی) رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے جن کے درمیان ملائکہ مقربین اور ان کے قبضین مسلمانوں پر سلام کرتے تھے۔ اسکو ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا ہے اور اسحاق بن ابراہیم نے اس حدیث میں سلام مذکور سے تشہد ادا کیا ہے اور اسکو ابوداؤد نے مختصر اور بدیس الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کبھی کبھی) عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور انکی سنو کو وہی نے شرح صحیح مسلم میں صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے عصر سے پہلے چار یا دو رکعتوں کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور یہ دو یا چار رکعتیں سنت مؤکدہ نہیں کیونکہ اگر ان پر حضور ﷺ کی مواخبت ہوتی تو حضرت عائشہؓ و ام حبیبہؓ ضرور ان کا تذکرہ فرماتیں لیکن انکی بیان کردہ نوافل میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔

۱۴۵۷- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا اس آدمی پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرے۔ اسکو ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا ہے اور ابن خزیمہ نے روایت کر کے صحیح کہا ہے اور ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔  
فائدہ: اس حدیث سے عصر سے پہلے چار نفلوں کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔



۱۷۵۸- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما مَرْفُوعاً : مَنْ صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا خَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ . رواه الطبرانی کذا أورده السيوطی فی الجامع الصغير (۱۴۸:۲) ثم حسنه بالرمز .

۱۷۵۹- عن : عبد اللہ بن شقیق قَالَ : سَأَلْتُ غَائِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ تَطَوُّعِهِ ، فَقَالَتْ : كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ، وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ، وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ إِلَى أَنْ قَالَتْ : وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ . رواه مسلم (۲۵۲:۱) .

۱۷۶۰- عن : أبي هريرة ؓ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا . رواه مسلم (۲۸۸:۱) .

۱۷۵۸- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا رہے خدا سے دوزخ پر حرام کر دیا۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور سیوطی نے جامع صغیر میں اس کے حسن ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے بھی عصر سے پہلے چار رکعتوں کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

۱۷۵۹- عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نوافل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے گھر میں چار رکعتیں (یعنی ظہر کی سنتیں) پڑھتے تھے، اسکے بعد آپ ﷺ مسجد جا کر لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے، اسکے بعد مکان آ کر دو رکعتیں پڑھتے، پھر مغرب کی نماز لوگوں کو پڑھاتے اور گھر آ کر دو رکعتیں پڑھتے، اسکے بعد عشاء کی نماز پڑھاتے اور گھر آ کر دو رکعتیں پڑھتے، اسکے بعد اور مضمون بیان کیا، اسکے بعد فرمایا کہ جب صبح ہوتی تو دو رکعتیں (سنت فجر) پڑھتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے پہلے اور عشاء سے پہلے کی تطہیں سنن روایت میں سے نہیں۔

۱۷۶۰- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ اسکے بعد چار رکعت اور پڑھ لیا کرے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔



۱۷۶۱- أخبرنا: الثوری عن عطاء بن السائب عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بِأَمْرُنَا أَنْ نُصَلِّيَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا. رواه عبد الرزاق في مصنفه (۴۲۷:۳) كذا في نصب الراية (۳۱۸:۱) وفي الدراية: رجاله ثقات اه (ص-۱۳۳). وفي آثار السنن: إسناده صحيح (۹۶:۲) اه. وهو موقوف في حكم المرفوع فإن الظاهر أنه إنما كان يأمر بهذا لما ثبت عنده من النبي ﷺ فيه شيء.

۱۷۶۲- عن: علي عليه السلام قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا يَجْعَلُ التَّسْلِيمَ فِي آخِرِهِنَّ رُكْعَةً. أخرجه الطبراني في الأوسط (زيلعي ۳۸:۱) وقال الحافظ في الفتح (۳۵۰:۲): وفيه محمد بن عبد الرحمن السهمي وهو ضعيف عند البخاري وغيره وقال الأثرم: إنه حديث واه اه. قلت: محمد بن عبد الرحمن هذا قال فيه ابن عدی: عندي لا بأس به، وذكره ابن حبان في الثقات، كما في اللسان (۲۴۵:۵) فالرجل مختلف فيه وحديث مثله حسن، وبقيّة رجاله ثقات، ويشعر به سكوت الحافظ عنهم أيضاً، وقال علي القارئ في المعركة (۱۱۲:۲): وقد جاء بإسناد جيد كما قال الحافظ العراقي: إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَهَا أَرْبَعًا اه.

۱۷۶۱- ابو عبد الرحمن سلمی کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ حکم دیتے تھے کہ ہم چار رکعتیں جمعہ سے پہلے اور چار رکعتیں جمعہ کے بعد پڑھا کریں۔ اس کو عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ اور سند صحیح ہے اور یہ حدیث موقوف علیہ مرفوع ہے کیونکہ اس حکم اجتہاد سے نہیں ہو سکتا (بس ضروری ہے کہ انہوں نے یہ بتی تعلیم رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی ہو اور اس سے جمعہ سے پہلے کی چار رکعتوں کی سنیّت ثابت ہوتی ہے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں کی سنیّت کی تائید ہوتی ہے از مترجم)۔

۱۷۶۲- حضرت علیؓ نے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے اور چار رکعتیں جمعہ کے بعد پڑھتے تھے جس کی آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے۔ اس کو طبرانی نے الأوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی مختلف فیہ ہے اس لئے روایت حسن ہے اور طاعلی قارئی نے مرقات میں کہا ہے کہ عراقی نے کہا ہے کہ باسناد جید مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی جمعہ سے پہلے چار سنتوں کا ثبوت ہوتا ہے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں کی سنیّت کی تائید ہوتی ہے۔



۱۷۶۳- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزُكُّ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا وَيَعْدُهَا أَرْبَعًا لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ . قلت : رواه ابن ماجة باختصار الأربع بعدها رواه الطبرانی فی الكبير وفيه الحجاج بن أرتاة وعطية العوفی ، وكلاهما فيه كلام ، (مجمع الزوائد ۱: ۲۲۰). قلت : وكلام الهيثمي مشعر بأن ليس فی سند الطبرانی أحد غیرهما متكلّم فيه ، و أما الحجاج وعطية فقال العيني فی العمدة (۳: ۲۳۴) : حجاج صدوق روى له مسلم مقرونا ، وعطية مشاه يحيى بن معين فقال : فيه صالح اه . وفي التهذيب (۷: ۲۲۵، ۲۲۶) فی ترجمة عطية : قال أبو زرعة : لين ، وقال ابن سعد : كان ثقة ان شاء الله تعالى ، وله أحاديث صالحة ، ومن الناس من لا يحتج به اه . وضعفه آخرون ، فالحديث بسند الطبرانی حسن .

۱۷۶۴- عن : أبي عبد الرحمن السلمي قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُعَلِّمُنَا أَنْ نُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى سَمِعْنَا قَوْلَ عَلِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَأْتِي قَالَ (أَبُو) عَبْدُ الرَّحْمَنِ : فَتَخُنُ نُصَلِّيَ سَيَأْتِي . قَالَ غَطَاءٌ : أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ أَرْبَعًا . رواه الطبرانی فی الكبير ، وعطاء بن السائب ثقة ولكنه اختلط . مجمع الزوائد (۱: ۲۲۰) .

۱۷۶۳- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے پڑھتے اور چار رکعات جمعہ کے بعد۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں حجاج بن اریطہ اور عطیہ عوفی مختلف فیہ ہیں لہذا حدیث حسن ہے۔  
فائدہ: اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا تھا۔ پس عبداللہ بن مسعودؓ حکم مرفوع اور حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کی ہدیۃ مرفوعہ روایتوں کے مجموعہ سے سنیۃ اربعہ قبل الجمعہ باحسن وجہ ثابت ہوئی اور یہ شبہ کہ آپ ﷺ جنوت تشریف لاتے تھے، اسوقت اذان ہوتی تھی، اس کے بعد آپ ﷺ خطبہ شروع کر دیتے تھے تو سنیں کس وقت پڑھتے تھے اسلئے مرفوع ہے کہ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ آپ ﷺ سنیں گھر میں پڑھا کرتے تھے اسلئے یہ سنیں آپ ﷺ گھر میں پڑھ لیتے ہو گئے۔

۱۷۶۴- ابو عبد الرحمنؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ ہمیں سکھاتے تھے کہ ہم جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں (چنانچہ ہم ایسا ہی کرتے رہے) یہاں تک کہ ہم نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا کہ چھ رکعت پڑھا کر تو اب ہم تم سے پڑھتے ہیں۔ عطا کہتے ہیں کہ ابو عبد الرحمنؓ چھ یوں پڑھتے ہیں کہ اول دو رکعتیں اور ان کے بعد چار رکعتیں پڑھتے ہیں۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد)۔



قلت : أخرجه الطحاوی (۱۹۹:۱) بلفظ " عَلَّمَ إِنَّ مَسْعُودَ النَّاسِ أَنْ يُصَلُّوا بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا ، فَلَمَّا جَاءَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُصَلُّوا بَسًّا " بطريق سفيان عن عطاء و حديث سفيان عنه صحيح لكونه روى عنه قبل الاختلاط ثم أخرجه من طريق إسرائيل ، عن أبي إسحاق ، عن أبي عبد الرحمن ، ليس فيه عطاء . فالحديث صحيح ، صححه النيموى فى آثار السنن بلفظ الطحاوى (۹۶:۲) .

۱۷۶۵- عن : أبى عبد الرحمن ، عن على ؑ ، أَنَّهُ قَالَ : مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ بَسًّا . أخرجه الطحاوى (۱۹۹:۱) وفى آثار السنن : إسناده صحيح (۹۶:۲) .

۱۷۶۶- عن جبلة بن سحيم عن عبد الله بن عمر : أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا ثُمَّ أَرْبَعًا لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسْلَامٍ ، ثُمَّ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ أَرْبَعًا . رواه الطحاوى (۱۹۹:۱) وإسناده صحيح كما فى آثار السنن (۹۶:۲) .

مؤلف کہتے ہیں کہ اسکو طحاوی نے بدیں الفاظ روایت کیا ہے کہ ابن مسعودؓ نے لوگوں کو سکھایا کہ وہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں ، اسکے بعد جب حضرت علیؓ آئے تو انہوں نے سکھایا کہ وہ چھ رکعتیں پڑھا کریں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

۱۷۶۵- ابو عبد الرحمن سے مروی ہے ، وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جس کو جمعہ کے بعد نماز پڑھنا ہو وہ چھ رکعتیں پڑھے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں اسکو صحیح کہا ہے۔

۱۷۶۶- جابر بن کیم ، عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے جن میں سلام سے فصل نہ کرتے تھے اور جمعہ کے بعد چھ رکعت یوں پڑھتے کہ وہ پہلے اور چار ان کے بعد۔ اسکو بھی طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ : ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آخر احناف میں سے امام ابو یوسفؒ کا جمعہ کے بعد چھ رکعتوں کو مسنون کہنا بھی حدیث سے ثابت ہے اور یہ آثار اگرچہ موقوف ہیں لیکن حکماء مرفوع ہیں کیونکہ حضرت علیؓ نے ان کو چھ رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا یا جو دیکہ آپؓ جانتے تھے کہ ابن مسعودؓ نے انہیں چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اگر یہ چھ رکعت سنت ہو کہ وہ تو ہمیشہ تو حضرت علیؓ صرف مستحب کے لئے حکم صادر نہ فرماتے۔ نیز خود حضور ﷺ کے فعل سے بھی حزیہ دور رکعتوں کی سیف ثابت ہے کیونکہ چار کے بارے میں آپ ﷺ کا قول ہے اور اسکے علاوہ دو رکعت پڑھنا بھی آپ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے بعد دو رکعت بھی پڑھتے تھے۔



۱۷۶۷- عن : أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رُكْعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عُذِلَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتِي عَشْرَةَ سَنَةً . رواه ابن ماجہ وابن خزيمة فی صحیحہ والترمذی کذا فی الترغیب (۱: ۹۶).

۱۷۶۸- عن : عائشۃ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ إِلَّا صَلَّى أَرْبَعَ رُكْعَاتٍ أَوْ (لِلتَّنْوِيعِ) سِتَّ رُكْعَاتٍ . رواه أبو داود فی باب الصلاة بعد العشاء (۱: ۵۰۲) وسکت عنه ، وفی النیل (۲: ۲۶۲) : رجال إسناده ثقات .

۱۷۶۹- عن : عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : بَيْنَ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَاةٌ ، بَيْنَ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَاةٌ ، ثُمَّ قَالَ فِي الثَّلَاثَةِ : لِمَنْ شَاءَ . رواه البخاری (۱: ۸۷).

۱۷۷۰- عن : سُلَيْمٍ ( تابعی ثقہ من رجال الجماعة غیر البخاری کما فی تہذیب التہذیب ) ابن عامر عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَا مِنْ صَلَاةٍ مَفْرُوضَةٍ إِلَّا

۱۷۷۱- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بڑی بات زبان سے نہ نکالے تو وہ چھ رکعتیں اسکے حق میں بارہ برس کی عبادت کے برابر ہوگی۔ اسکو ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے روایت کیا ہے (ترغیب)

۱۷۷۲- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی عشاء کی نماز پڑھ کر میرے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے چار یا چھ رکعتیں ضرور پڑھیں۔ اسکو ابو داؤد نے بلا کلام کے نقل کیا ہے اور نیل میں اسکے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: ان چھ میں دو سنت مؤکدہ اور باقی مستحب ہیں۔

۱۷۷۳- عبد اللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو آذانوں یعنی اذان و اقامت کے درمیان نماز ہے، اسکو تین بار فرمایا اور تیسری مرتبہ میں یہ بھی فرمایا کہ یہ (حکم لازمی نہیں ہے بلکہ) اسکے لئے ہے جو پڑھنا چاہے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے عشاء سے قبل کی نوافل کا انتخاب ثابت ہوا۔ اور ان کی تعداد ان روایات سے ثابت ہوتی ہے کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رات میں ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنا افضل ہے۔

۱۷۷۴- سلیم بن عامر، عبد اللہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی فرض نماز ایسی نہیں



وَبَيِّنَ يَدْيَہَا (أَيَّ قَبْلَہَا) رَكَعَتَانِ . رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی النوع الثانی والتسعين من القسم الأول کذا فی نصب الرایۃ (۲۲۸:۱) . وفی فتح الباری صحیحہ ابن حبان (۳۵۵:۴) .

۱۷۷۱- عن : علی ؑ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي فِي إِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ رَكَعَتَيْنِ إِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ . رواہ أبو داود وسکت عنه وإسناده حسن (۴۹۲:۱) .

۱۷۷۲- عن : أبي هريرة ؓ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ (أَيَّ بَعْدِ الْفَاتِحَةِ ، قَالَہُ السَّيِّدُ) فِي رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ . رواہ مسلم (۲۵۱:۱) .

۱۷۷۳- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا : قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا ، الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ ، وَفِي الْآخِرَةِ مِنْهُمَا : آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ . رواہ مسلم . وفی لفظ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ

جس سے پہلے (کم از کم) دو رکعتیں مشروع نہ ہوں (خواہ علی وجہ الاستحباب جیسا کہ عشاء و عصر میں کہ ان میں چار رکعتیں مستحب ہیں۔ یا علی وجہ السنیۃ جیسے کہ ظہر اور فجر میں کیونکہ ظہر میں چار رکعتیں مسنون ہیں اور صبح میں دو۔ یا علی وجہ الابد جیسا کہ مغرب میں بشریکہ تاخیر مغرب لازم نہ آئے)۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۱۷۷۴- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر فرض نماز کے بعد کم از کم دو رکعتیں پڑھی جائیں بجز فجر اور عصر کے (کہ ان کے بعد نوافل کر وہ ہیں) اسکو ابو داؤد نے باسناد حسن روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد نوافل کر وہ ہیں، باقی حضور ﷺ کا عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا آپ ﷺ کی خصوصیت پر محمول ہے۔

۱۷۷۵- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھی۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۷۷۶- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کبھی کبھی) صبح کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا آخِرًا تک پڑھتے تھے جو کہ سورہ بقرہ میں ہے اور دوسری رکعت میں آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (پڑھتے تھے)۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی سنتوں میں



فی رَكْعَتِي الْفَجْرِ: قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا، وَالتَّبِيُّ فِي آلِ عِمْرَانَ: تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۝۱ (۲۵۱:۱)۔ رواہ مسلم ۱۸۶۱۔

۱۷۷۴- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہ قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم شَهْرًا، فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ. رواہ الترمذی فی باب ما جاء فی حنيفة ركعتي الفجر والقراءة فيهما وقال: حسن (۵۶:۱)۔ ولفظه عند النسائي بسند امر، وقد سكت عنه: رَمَقْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَشْرَيْنِ مَرَّةً، يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرَبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ. (۱۵۲:۱)۔

۱۷۷۵- عن: عائشة رضي الله عنها، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَكَانَ يَقُولُ: نِعْمَ السُّورَتَانِ هُمَا يَقْرَأُ بِهِمَا فِي رَكْعَتِي الْفَجْرِ، قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ. رواہ ابن ماجه (ص ۸۱-) وفي فتح الباري بعد عزوه إليه: - بسند قوي (۳: ۳۸)۔ ولابن أبي شيبة من طريق محمد بن سيرين: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِهِمَا ۝۱. وفيه أيضاً في رواية ابن سيرين المذكورة: يُبَسِّرُ بِهِمَا الْقِرَاءَةَ. وقد صححه ابن عبد البر ۱۸۶۱۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا مَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا اَوْرَدَ آیت جو سورہ آل عمران میں ہے یعنی تَعَالَوْا اِلَی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ پڑھتے تھے۔

۱۷۷۴- ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مہینہ تک دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے ہیں۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور نسائی کی ایک روایت میں جس پر انہوں نے سکوت کیا ہے دوسری سند سے حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مرتبہ بعد مغرب اور قبل فجر کی سنتوں میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے دیکھا ہے۔

۱۷۷۵- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور وہ فرماتی ہیں کہ یہ دونوں یعنی قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ نہایت عمدہ سورتیں ہیں جن کو وہ صبح کی سنتوں میں پڑھتے ہیں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور فتح الباری میں اس کی اسناد کو تو کی کہا ہے اور کہا ہے کہ ابن سیرین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس روایت میں یہ مضمون بھی روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کو ان میں آہستہ پڑھتے تھے اور کہا ہے کہ اسکا ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے



۱۷۷۶- عن : أبي الدرداء رضی اللہ عنہ ، وعن أبي ذر رضی اللہ عنہ ، عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ، عن الله تبارك و تعالیٰ أنه قال : يا ابن آدم ! لا تعجزني من أربع ركعات من أول النهار انفك آخره . رواه الترمذی فی باب ما جاء فی صلوة الضحی (۱۰۸:۱) وقال : حدیث حسن غریب ، قال الحفاظ : فی إسناده إسماعیل بن عیاش ولكنه إسناده شامی (وهو فیہ حجة) ، ورواه أحمد عن أبي الدرداء وحده ، ورواته کلهم ثقات (الترغیب والترہیب ۱: ۱۱۴، ۱۱۵).

۱۷۷۷- عن : أنس رضی اللہ عنہ بن مالك ، قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : من صلى الضحی فی جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمره . قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ثمانمائة ثمانمائة . رواه الترمذی وقال : حدیث حسن غریب ، ورواه الطبرانی عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ مرفوعاً بمعناه ، وإسناده جيد ، هذا كله من الترغیب (۱: ۱۷۵).

اور ابن عبد البر نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے فجر اور مغرب کی سنتوں میں ان دوسروں کا پڑھنا مستحب معلوم ہوتا ہے۔

۱۷۷۶- ابو الدرداء اور ابو ذر سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم زاد! تو ہم سے شروع دن میں چار رکعت پڑھنے سے دریغ نہ کر ہم تجھ سے آخر دن کو کفایت کریں گے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے اور حافظ نے بھی اسے قوی کہا ہے اور امام احمد نے اسے اکیلے ابو الدرداء سے روایت کیا ہے اور ان کے راوی سب ثقہ ہیں (ترغیب و ترہیب)۔

فائدہ: اس روایت میں صلوة محمّدی کی فضیلت ہے جو کہ اشراق اور چاشت دونوں کو شامل ہے اسلئے یہ نماز چاہے اول محمّدی میں پڑھ لی جائے جسکو اشراق کہتے ہیں اور چاہے آخر محمّدی میں جسکو چاشت کہتے ہیں ، اور چاہے دو رکعات شروع میں اور دو رکعت آخر میں۔ ۱۷۷۷- انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اور طلوع آفتاب تک بیٹھا ہو خدا کی یاد کرتا رہے اسکے بعد (جسوقت وقت مکروہ نکل جائے) دو رکعتیں پڑھے (جسکو صلوة اشراق کہتے ہیں) تو اسکو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا پورا (حج و عمرہ کا ثواب ہوگا) اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور طبرانی نے یہی مضمون دوسرے الفاظ سے ابوامامہ سے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد عمدہ ہے (ترغیب)



۱۷۷۸- عن : أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ : أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ بِثَلَاثٍ لَا أَدْعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَصَلَاةُ الضُّحَى ، وَتَوَمُّعٌ عَلَيَّ وَتَرٍ . أَخْرَجَهُ إِمَامُ الدُّنْيَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْبَخَارِيُّ (۱۵۷:۱) . وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى : رَكْعَتَيِ الضُّحَى مُؤَضَّعَ صَلَاةِ الضُّحَى (۲۵۰:۱) .

۱۷۷۹- حَدَّثَنَا : شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوحٍ ثَنَا طَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، قَالَ : قَالَتْ عَمْرُو : سَمِعْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ غَائِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ لَا يُفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ . رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ فِي مُسْنَدِهِ كَذَا فِي نَسَبِ الرَّايَةِ (۲۹۰:۱) وَفَتْحُ الْقَدِيرِ (۳۹۲:۱) . قَالَ الْمُؤَلِّفُ : إِسْنَادُهُ حَسَنٌ ، وَطَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ ذَكَرَهُ فِي لِسَانِ الْمِيزَانِ (۳۱۴:۲) وَقَالَ : قَالَ الدَّارِقُطْنِيُّ : بَصْرِي ضَعِيفٌ ، وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانٍ فِي الثَّقَاتِ ، وَقَالَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ : إِنَّهُ بَصْرِي ثِقَّةٌ هـ . وَالْمَتْنُ عِنْدَ مُسْلِمٍ (۲۴۹:۱) عَنْ مُعَاذَةَ : أَنَّهَا سَأَلَتْ غَائِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَمْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ الضُّحَى ؟ قَالَتْ : أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللَّهُ هـ .

۱۷۸۰- عن : أُمِّ هَانِيٍّ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ صَلَّى سُبْحَةَ الضُّحَى ثَمَانِيَّ رَكَعَاتٍ يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ فِي بَابِ

۱۷۷۸- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو میرے دوست رسول اللہ ﷺ نے تین باتوں کی ہدایت کی ہے جن کو میں مرتے دم تک نہ چھوڑوں گا۔ ایک یہ کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا، دوسرے صلوٰۃ صبحی (اشراق کے وقت یا چاشت کے وقت) اور تیسرے یہ کہ وتر پڑھ کر سونا۔ اسکا امام بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم میں دوسری سند سے بجائے صلوٰۃ صبحی کے صبحی کی دو رکعتیں ہیں۔

۱۷۷۹- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ صبحی چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ اسکا ابو یعلیٰ موصلی نے اپنی سند میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن میں ہے کہ معاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ صبحی کتنی رکعت پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ چار رکعتیں اور جس قدر خدا چاہتا اس قدر زیادہ بھی پڑھ لیتے تھے۔

۱۷۸۰- ام ہانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز صبحی آٹھ رکعتیں پڑھیں جن میں وہ ہر دو رکعت پر



صلوة الضحیٰ وسکت عنه (۴۹۷:۱) ، والمندری ، وقال النووی فی شرح مسلم :  
بإسناد صحیح علی شرط البخاری (۲۷۹:۱) .

۱۷۸۱- عن : أبی الدرداء رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ صَلَّى الضُّحَى رَكَعَتَيْنِ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ، وَمَنْ صَلَّى أَرْبَعًا كُتِبَ مِنَ الْعَابِدِينَ ، وَمَنْ صَلَّى سِتًّا كَفَى ذَلِكَ الْيَوْمَ وَمَنْ صَلَّى ثَمَانِيًا كَتَبَهُ اللَّهُ مِنَ الْقَائِمِينَ وَمَنْ صَلَّى ثِنْتِي عَشْرَةَ رَكَعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ الحديث . رواه الطبرانی فی الكبير ورواه ثقات ، وفي موسى بن يعقوب الذمعی خلاف ، كذا فی الترغیب (۱۵:۱) . قلت : حسن له الترمذی حدیثاً فی فضل الصلاة علی النبی ﷺ (۶۴:۱) وفي تهذيب التهذيب (۳۷۸:۱۰) ما محصله : أنه قد وثقه ابن معین ، وأبو داود ، وعبد الرحمن بن مهدي وابن حبان ، وابن عدی ، وابن القطان ، وضعفه ابن المديني والنسائي ، وأحمد اه . قلت : فهو حسن الحديث .

۱۷۸۲- عن : أبی هريرة رضی اللہ عنہ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَا يَخْفِظُ عَلَى صَلَاةِ الضُّحَى إِلَّا أَوَّابٌ ، قَالَ : وَهِيَ صَلَاةُ الْأَوَابِينَ . أخرجه الحاكم فی مستدركه (۳۱۴:۱) وصححه علی شرط مسلم ، وأقره عليه الذهبي .

سلام پھیرتے تھے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ اس کی سند بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: مؤلف نے اسی کتاب میں دوسرے موقع پر اس کو صلوة شکر قرار دیا ہے۔

۱۷۸۱- ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صلوٰۃ محمّیٰ دو رکعتیں پڑھے اسکو عالمین میں نہکھا جائے گا اور جو کوئی چار پڑھے اسکو عابدوں میں لکھا جائے گا اور جو آٹھ پڑھے اسکو پورے فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا اور جو کوئی بارہ پڑھے تو خدا اسکے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۱۷۸۲- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صلوٰۃ محمّیٰ کی پابندی وہی کرتا ہے جو حق تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا ہوتا ہے اور فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی نماز ہے جو حق تعالیٰ کی طرف بہت رجوع ہوتے ہیں۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔ اور ذمعی نے ان کی اس رائے کو برقرار رکھا ہے۔



۱۷۸۳- عن : بريدة ۛ، قَالَ : أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ غَا بِلَالًا ، فَقَالَ : يَا سَبْقَتْنِي إِلَى الْجَنَّةِ ؟ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَذْنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ ، وَ مَا أَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهُ وَرَأَيْتُ أَنَّ لِلَّهِ عَلَيَّ رَكَعَتَيْنِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : بِهِمَا . رواه الترمذی وقال حسن صحيح ، نقله ميرك (مرقاۃ ۲: ۱۸۹) ورواه ابن خزيمة في صحيحه كما في الترغيب قبيل الترغيب في صلاة الحاجة .

۱۷۸۴- عن : أبي قتادة مرفوعاً : إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسُ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ . متفق على صحته (التلخيص الحبير ۲: ۱۱۸) .

۱۷۸۵- وروى الأثرم في سننه بأسناد جيد أنه ۛ قَالَ : أَعْطُوا الْمَسَاجِدَ حَقَّهَا قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! وَمَا حَقُّهَا ؟ قَالَ : أَنْ تُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَجْلِسَ . كذا في حاشية

فائدہ: ان روایات سے بھی نماز اشراف کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

۱۷۸۳- حضرت بريدةؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے صبح کی تو بلا ل کو بلایا اور فرمایا کہ تم کس عمل کی وجہ سے جنت میں مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔ کیونکہ میں جب کبھی (خواب میں یا بیداری میں) جنت میں پہنچا ہوں تو میں نے تمہاری آہٹ اپنے آگے سنی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک عادت یہ ہے کہ میں نے جب کبھی اذان دی ہے تو اسکے بعد دو رکعتیں ضرور پڑھی ہیں۔ اور دوسری عادت یہ ہے کہ جب کبھی میرا وضو ٹا ہے تو میں نے فوراً تازہ وضو کیا ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ مجھ پر حق تعالیٰ کا حق ہے کہ میں دو رکعت پڑھوں اور یہ خیال کر کے میں نے دو رکعتیں ضرور پڑھی ہیں۔ (یہ دو باتیں تو ایسی ہیں جن میں میں منفرد ہوں۔ باقی اور کام وہی ہیں جو اور لوگ کرتے ہیں) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بس انہی باتوں کی وجہ سے تم مجھ سے آگے رہے ہو۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے اور ابن خزیمہ نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے تجزیۃ الوضوء کی مشروعیت اور فضیلت معلوم ہوئی۔

۱۷۸۴- ابوقادۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے۔ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔

۱۷۸۵- اثرم نے اپنی سنن میں عمدہ سند سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجدوں کو ان کا حق دیا کرو۔



البلقینی علی الأمّ للشافعی رحمہ اللہ (۱۲۹:۱)۔

۱۷۸۶- عن : حذیفہ ؓ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى . رواه أحمد و أبو داود ، وقال الشيخ : حديث صحيح (العزیزی ۱: ۱۱۳) وسكت عنه أبو داود و ذكر في باب وقت قيام النبي ﷺ من الليل ، وقال الحافظ الإمام في فتح الباری بعد عزوه إلى أبي داود : بإسناد حسن اه .

۱۷۸۷- عن : أبي بكر ؓ ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّي ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ، ثُمَّ قرأ هذه الآية : ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاجِسَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ﴾ إلى آخر الآية . رواه الترمذی وقال حديث حسن ، و أبو داود ، و النسائی ، وابن ماجه ، وابن حبان في صحيحه ، والبيهقی ، وَقَالَ : ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ . (الترغيب والترهيب ۱: ۱۱۷)۔

لوگوں نے عرض کیا کہ مسجدوں کا حق کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کا حق یہ ہے کہ ان میں داخل ہو کر بیٹھے سے پہلے دو رکعت پڑھ لو۔

فائدہ: اس سے تحیۃ المسجد کی فضیلت اور اس کی مشروعیت معلوم ہوئی۔

۱۷۸۶- حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کو کوئی پریشانی کی بات پیش آتی تو آپ ﷺ نماز پڑھتے۔ اس کو احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا اور عزیزی میں ہے کہ شیخ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور فتح الباری میں اس کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس سے پریشانی کے وقت نماز کی مشروعیت اور استحباب کا ثبوت ہوتا ہے۔

۱۷۸۷- حضرت ابو بکر ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو گنہگار کوئی گناہ کرتا ہے، اسکے بعد اٹھتا ہے اور پاک ہوتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسکو ضرور معاف فرمادیتے ہیں، اسکے بعد انہوں نے اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاجِسَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ﴾ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ نیز اس کو ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ پھر دو رکعت نماز پڑھتا ہے (ترغیب و ترہیب)۔

فائدہ: اس سے صلوة توبہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے اور دو رکعت کم از کم ہے اور زیادہ پڑھنا چاہے تو زیادہ بھی پڑھ سکتا ہے۔



۱۷۸۸- عن: أنس رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: يَا عَلِيُّ! أَلَا أَعْلَمُكَ دُعَاءَ إِذَا أَصَابَكَ غَمٌّ أَوْ هَمٌّ تَدْعُو بِهِ رَبَّكَ فَيُسْتَجَابَ لَكَ يَأْذِنُ اللَّهُ وَيَفْرُجُ عَنْكَ؟ تَوْضًا وَصَلِّ رَكَعَتَيْنِ، وَاحْتَمِدِ اللَّهَ وَاتَّقِ عَلَيْهِ، وَصَلِّ عَلَى نَبِيِّكَ، وَاسْتَغْفِرْ لِنَفْسِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، ثُمَّ قُلْ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فَيَمَّا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ السُّعَى وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اَللّٰهُمَّ كَاشِفُ الْغَمِّ مُفْرِجُ الْهَمِّ، مُجِيبُ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ إِذَا دَعَوْكَ، رَحْمَنُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِيمُهُمَا، فَارْحَمْنِي فِي حَاجَتِي هَذِهِ بِقَضَائِهَا وَنَجَّاجِهَا رَحْمَةً تُغْنِيَنِي بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ. رواه الإصهباني (الترغيب والترهيب ۱: ۱۱۸، ۱۱۹) وإسناده حجة على قاعدة الترغيب المذكورة في أوله.

۱۷۸۹- عن: عثمان رضي الله عنه بن حنيف: إِنَّ أَعْمَى أَتَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَكْشِفَ لِي عَنْ بَصَرِي قَالِ أَوْ أَدْعُكَ قَالِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهُ قَدْ شَقَّ

۱۷۸۸- انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! کیا میں تم کو ایسی دعا نہ سکھاؤں کہ جب تم کو کوئی غم یا رنج پہنچے اور تم اس کے ذریعہ سے خدا سے دعا کرو تو خدا کے حکم سے تمہاری دعا مقبول ہو اور تم سے وہ رنج و غم دور کر دیا جائے (اچھا سنو) تم وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو اور خدا کی حمد و ثنا کرو اور اپنے نبی پر درود بھیجو اور اپنے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے استغفار کرو۔ اس کے بعد یوں دعا کرو "اللهم انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون، لا اله الا الله العلي العظيم، لا اله الا الله العليم الكريم، سبحن الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العلمين، اللهم كاشف الغم، مفرج الهم مجيب دعوة المضطرين، اذا دعوك رحمن الدنيا والاخرة ورحيمهما، فارحمني في حاجتي هذه بقضائها ونجائها رحمة تغنيني بها عن رحمة من سواك" اسوہ اصہبانی نے روایت کیا ہے جیسا کہ ترغیب و ترہیب میں ہے اور ترغیب و ترہیب کے قاعدہ کی بنا پر اس کی اسناد حجت ہے۔

فائدہ: اس سے نماز حاجت کی شروعات ثابت ہوتی ہے۔

۱۷۸۹- عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ ایک تابع رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ دعا



عَلَىٰ ذَهَابُ بَصَرِي ، قَالَ : فَأَنْطَلِقُ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ ، يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلَیْ رَبِّیْ بِكَ اَنْ یُّكْشِفَ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ ، اَللّٰهُمَّ شَفِّعْنِیْ فِیْ شَفِیْعَتِیْ فِیْ نَفْسِیْ ، فَرَجَعَ وَقَدْ كَشَفَتْ اِلَیْهِ عَنْ بَصَرِهِ . رواه الترمذی وقال : حدیث حسن صحیح غریب ، والنسائی واللفظ له وابن ماجه ، وابن خزیمه فی صحیحہ ، والحاکم و قال : صحیح علی شرط البخاری ومسلم ، ولیس عند الترمذی : ثُمَّ صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ ، إِنَّمَا قَالَ : فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوئَهُ ، ثُمَّ يَذْعُوهُ بِهَذَا الدُّعَاءِ . فذكره بنحوه ، رواه فی الدعوات ( الترغیب والترہیب ۱: ۱۱۸ ) .

فرمادیں کہ حق تعالیٰ میری نظر درست کر دے ، آپؐ فرمایا کیا میں تمہیں اسی حالت پر چھوڑ دوں اور دعا نہ کروں ، اس نے عرض کیا کہ حضرت ضرور دعا فرمائیں کیونکہ مجھے بینائی کے جاتے رہنے سے بہت تکلیف ہے ، آپؐ فرمایا کہ اچھا جاؤ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو اور یوں کہو ” اللہم انی اسئلك و اتوجه الیک بنبئی محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه الی ربی بك ان یکشف لی عن بصری اللهم شفعه لی و شفعننی فی نفسی “ اس نے ایسا ہی کیا پس وہ ایسی حالت میں واپس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی درست کر دی۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور یہ الفاظ انہی کے ہیں اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ترمذی کی روایت میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے ، اس میں صرف یہ مضمون ہے کہ آپ ﷺ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور اس دعا کے ذریعہ سے دعا کرے اور ترمذی نے اس کو کتاب الدعوات میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی نماز حاجت کی شروعات ثابت ہوتی ہے۔

### وسیلہ کا مسئلہ

دعا کا مسنون طریقہ جو متعدد احادیث سے ثابت ہے یہ ہے کہ دعا کرنے والا پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرے اس کے بعد درود شریف پڑھے اس کے بعد اخلاص ، عاجزی اور بہت ہی انصراف کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے ، اس بات میں اہل اسلام میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

اختلاف اس بات میں ہے کہ دعا میں یہ کہا درست ہے یا نہیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو وسیلہ یا شخصرت ﷺ یا طفیل حضرت ابوبکر صدیقؓ یا ہرکت حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ میرا کام کر دے یا اس قسم کا کوئی مفہوم ہو جس کو اپنی زبان اور عرف کے اعتبار سے ادا کرے تو آیا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟



جسہر اہل اسلام اس کے جواز کے قائل ہیں، سب سے پہلے اہل اہل بیت نے کیا، اب ان میں غیر مقلدین۔  
کیشن عثمانی کے پیر کا اور عثمانی گروہ وسیلہ کا انکار کرتے ہیں۔

### وسیلہ کی مثال

جیسے جب انسان بیمار ہوتا ہے، صحت اور بیماری اللہ تعالیٰ ہی طے کرتی ہے، لیکن بیماری میں انسان اسباب اختیار کرتے ہوئے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، بیمار دوی کبھی بھی ڈاکٹر کو مفاد دینا نہیں سمجھتا، بلکہ شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ تو سمجھتا ہے، اس طرح دعائیں وسیلہ کی حیثیت یہ ہے کہ دعا کرنے والا یہ تو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شے میں اور وہ شرک ہے، جب میں اسباب کو اختیار کرتے ہوئے اور اس آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ پامل کرتے ہوئے انبیاء اور اولیاء کا واسطہ دیتا ہے، کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں گناہگار ہوں اور انبیاء اور اولیاء اللہ کے مقرب بندے ہیں، جس طرح بیمار، الیٰہ بیماری دور کرنے کا سبب سمجھتا ہے، شفاء اللہ تعالیٰ دیتے ہیں اسی طرح، مائتہ نے اسباب وسیلہ کو اختیار کرتا ہے اور مائتہ اہل کرنے والا اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھتا ہے، البتہ جو شخص یہ کہے ”یا فلاں! میرا کام کرو“ اور وہ اس کو متاثر اہل، حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھتا ہے تو وہ شرک ہے، اس کا شرعی وسیلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

### وسیلہ کا ثبوت قرآن پاک کی آیات اور احادیث مبارکہ سے

(۱) قرآن پاک میں ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (المائدہ)۔ اب ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

(۲) ﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتَحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا.....﴾ (الایہ) کہ وہ یہود پہلے فتح سمجھتے تھے کافروں پر۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ غور قریظ اور تفسیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ اور خراج کے خلاف آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت ابن عباس اور قتادہ نے فرمایا ہے اور وہ ان الفاظ سے دعا کرتے تھے: اللَّهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْذُ بِكَ مِنْ غِيَرَتِكَ الْيَوْمِ عَلٰى عَدُوِّنَا فَيَنْصُرُوْنَ۔ (روح المعانی، جلد: ۱، صفحہ: ۳۲۵)۔

(۳) حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں ایبہ و خنک سالی ہوئی اور کافی عرصہ تک بارش نہ ہوئی، جس کی وجہ سے لوگ خامے پریشان ہوئے اسی اثناء میں ایک دیہاتی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا یا رسول اللہ! هلكت العاشية هلك العميال هلك الناس، فرفع رسول الله ﷺ يديه يدعو و رفع الناس ايديهم مع رسول الله ﷺ



یدعون . (بخاری، جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۰)۔

(۴) : حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بھی ایسی ہی خشک سالی کی تکلیف پیش آئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو توسل کے طور پر پیش کیا اور یوں ارشاد فرمایا کہ: اللہم انا کننا نتوسل الیک بنینا ﷺ فسقینا وانا نتوسل الیک بعیم نبینا فاسقنا، قال فیسقون . (بخاری، جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۷)۔

(۵) : حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک بدوی حضور ﷺ کی تدفین کے تین روز بعد آیا اور قبر مبارک پر پڑ گیا اور اس کی مٹی لے کر سر پر ڈالی اور کہا: اے اللہ کے رسول! جو آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے آپ ﷺ کا ارشاد سنا اور جو آپ ﷺ نے خدا سے یاد کیا ہم نے آپ سے یاد نہیں کیا اور جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس میں یہ بھی ہے، ولوا انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغروا اللہ..... الآية وقد طلعت وجنتک نستغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لک . (دعاء الوفاء، صفحہ: ۱۳، ۱۴)۔ یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی وسیلہ پر واضح دال ہے۔

(۶) : ایک اور واقعہ جس کو ابن ابی شیبہؒ نے بھی نقل کیا ہے، صحیح سند کے ساتھ مالک نے اسے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں قبط ہوا تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! استسقی اللہ لأمسک فانہم قد ھلکوا، فاناد رسول اللہ ﷺ فی الحنام فقال انت عمر فاقراء السلام واخبرہ انہم یسقون وقل لہ علیک وانکیس الکیس، فاتی الرجل عمر فاخبرہ، فبکی عمر ثم قال یا رب ما آتوہ ما عجزت عنہ (دعاء الوفاء، صفحہ: ۱۳-۱۴)۔

علامہ ابن عابدین الشافعیؒ لکھتے ہیں کہ علامہ سبکیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آنحضرت ﷺ کا توسل مستحسن ہے، ابن تیمیہ کے علاوہ سلف و خلف میں اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ (شافعی، جلد: ۵، صفحہ: ۳۵)۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلی اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ الباقیہ میں لکھتے ہیں: اور دعا کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور نبی ﷺ کے وسیلہ کو مقدم کیا جائے، تا کہ دعا کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔ (حجۃ اللہ الباقیہ)۔

علامہ دیوبند کٹر اللہ جماعتی کتاب الہند کی عبارت توسل کے بارے میں سوال کے جواب میں کیا کہ وفات کے بعد جناب رسول اللہ کا توسل لینا جائز ہے دعاؤں میں یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و صدیقین اور شہداء و اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء و صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات



۱۷۹۰- عن : عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : مَنْ أَحْيَى لَيْلَةَ الْفِطْرِ وَلَيْلَةَ الْأَضْحَى لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ . رواه الطبرانی في الكبير والأوسط (مجمع الزوائد ۱: ۲۲) .

۱۷۹۱- عن : ابی أمامة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قَالَ : مَنْ قَامَ لَيْلَتَي الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ . رواه ابن ماجه ورواته ثقات إلا أن بقية مدلس وقد عنعنه (الترغيب والترهيب ۱: ۱۸۷) . قلت : تأيد بالذى قبله .

۱۷۹۲- عن : معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ أَحْيَى اللَّيْلَيْنِ الْخَمْسَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ، لَيْلَةُ التَّرْوِيَةِ ، وَلَيْلَةُ الْعُرْفَةِ وَلَيْلَةُ النَّخْرِ وَلَيْلَةُ الْفِطْرِ وَلَيْلَةُ الْبِضْعِ

میں یا بعد وفات بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برائی چاہتا ہوں ، اسی طرح کے اور نعمات کہے۔ (المہند صفحہ: ۱۳)۔

غیر مقلدین کے پیشوا قاضی شوکانی تحریر فرماتے ہیں : اور دوسرا مطلب حدیث توسل بالنبی ﷺ کا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو حاجات میں وسیلہ بنانا صرف زندگی کی حالت میں مخصوص نہ تھا بلکہ جس طرح زندگی میں آپ کو وسیلہ بنایا جاتا تھا ، اسی طرح انتقال کے بعد بھی آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور جس طرح آپ ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ سے توسل جائز تھا اسی طرح عدم موجودگی میں بھی جائز تھا ، یہ بالکل واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آپ ﷺ کی زندگی میں وسیلہ بنانا اور آپ ﷺ کے بعد دوسرے بزرگوں کو وسیلہ بنانا صحابہ کرام کے اجماع کوئی سے ثابت ہے (بحوالہ بوادر النوار، صفحہ: ۶۳)۔

۱۷۹۰- عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی عید اور برحق عید کی رات کو تمام رات عبادت کرے اس کا دل اس روز نہ مرے گا جس روز اور دل مرجائیں گے۔ اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

۱۷۹۱- ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی شب عیدین میں یہ نیت ثواب قیام کرے ، اس کا دل اس روز نہ مرے گا جس روز اور دل مرجائیں گے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی تائید عبادة بن الصامت کی روایت سے ہوتی ہے۔

**فائدہ:** ان روایات سے احیاء شب عیدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

۱۷۹۲- معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پانچ راتوں میں عبادت کی اس کو جنت ملے گی



مِنْ شُعْبَانَ . رَوَاهُ الْإِسْبَاهَانِي بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ (الترغيب والترهيب ۱: ۱۸۷) .

۱۷۹۳- عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ، يَقُولُ : إِذَا هُمْ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ، ثُمَّ لِيَقُلْ : اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ ، وَأَنْتَ عَلَامُ الْغُيُوبِ ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أُمْرِي ، أَوْ قَالَ : عَاجِلِ أَمْرِي ، وَآجِلِهِ ، فَاقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أُمْرِي ، أَوْ قَالَ : فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ ، فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ ، وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ ، قَالَ وَ يُسَمَّى حَاجَتَهُ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (۱: ۱۵۶) .

ذی الحجہ کی آٹھویں اور نویں تاریخوں کی راتیں اور عید کی رات اور شبِ براءت کی رات۔ اس کو اسبہانی نے سند ضعیف روایت کیا ہے۔ (لیکن ایسی روایات فضائل میں مقبول ہیں)۔

۱۷۹۳- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام اہم امور میں استخارہ کی یوں ہی تعلیم فرماتے تھے جس طرح وہ ہمیں قرآن تعلیم فرماتے تھے۔ چنانچہ وہ فرماتے تھے کہ جس وقت کسی کو کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو اس وقت اسے چاہئے کہ فرض کے علاوہ دو رکعتیں پڑھے اسکے بعد کہے اللہم انی استخیرک بعلمک و استقدرک بقدرتک و اسئلك من فضلك العظیم فانک تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللہم ان کنت تعلم ان هذا الامر خير لى فى دينى ومعاشى وعاقبة امرى وعاجل امرى وآجله فاقدره لى و يسره لى ثم بارك لى فيه و ان کنت تعلم ان هذا الامر شر لى فى دينى ومعاشى وعاقبة امرى وعاجل امرى وآجله فاصرفه عنى و اصرفنى عنه و اقدر لى الخير حيث كان ثم ارضنى به اور حدیث الامری جگہ اپنی ضرورت کا نام لے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے صلوة الاستخارہ کی مشروعیت ثابت ہوئی۔



۱۷۹۴- عن : عکرمہ ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ : يَا عَبَّاسُ ! يَا عَمَّاهُ ! أَلَا أُغْطِيكَ ؟ أَلَا أَمْنُحُكَ ؟ أَلَا أَحْبُوكَ ؟ أَلَا أَفْعَلُ لَكَ عَشْرَ خِصَالٍ ؟ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ غَفَرَ اللَّهُ ذَنْبَكَ ، أَوَّلُهُ وَآخِرُهُ ، وَقَدِيمُهُ وَحَدِيثُهُ ، وَخَطَاؤُهُ وَعَمْدُهُ ، وَصَغِيرُهُ وَكَبِيرُهُ ، وَسِرُّهُ وَعَلَانِيَتُهُ ، عَشْرَ خِصَالٍ ، أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُورَةٍ ، فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكَعَةٍ قُلْ وَأَنْتَ قَائِمٌ : سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ، خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ، ثُمَّ تَرَكَّعْ فَقُولْ وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ، ثُمَّ تَرَفَّعْ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ فَقُولْهَا عَشْرًا ، ثُمَّ تَهَوَّيْ سَاجِدًا فَقُولْ وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ، ثُمَّ تَرَفَّعْ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُودِ فَقُولْهَا عَشْرًا ، ثُمَّ تَسْجُدْ فَقُولْهَا عَشْرًا ، ثُمَّ تَرَفَّعْ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُودِ فَقُولْهَا عَشْرًا ، فَذَلِكَ خَمْسٌ وَ سَبْعُونَ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ ، تَفْعَلُ ذَلِكَ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ ، إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَبْلِ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَقَبْلِ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَقَبْلِ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَقَبْلِ عُمْرِكَ مَرَّةً . رواه أبو داود ، وابن ماجه و ابن خزيمة في صحيحه (الترغيب والترهيب ، ۱ : ۱۱۵ و ۱۱۶) .

۱۷۹۴- عکرمہ ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عباس! اے چچا! کیا میں تم کو عطا نہ کروں؟ کیا میں تم کو نہ بخشوں؟ کیا میں تم کو نہ دوں؟ کیا میں تمہارے لئے دس باتیں نہ کروں؟ اچھا سنو! جب تم اس کام کو کرو گے جو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں تو حق تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دیگا پہلے بھی ، پچھلے بھی ، پرانے بھی ، نئے بھی ، غلطی سے بھی اور قصداً بھی ، چھوٹے بھی اور بڑے بھی ، مخفی بھی اور ظاہر بھی۔ یہ دس باتیں ہوئیں اور وہ کام یہ ہے کہ تم چار رکعتیں پڑھو اور ہر رکعت میں فاتحہ الکتاب اور ایک سورہ پڑھو۔ پس جب تم قراءت سے فارغ ہو جاؤ تو قیام کی حالت میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ پڑھو پھر رکوع کرو۔ اور رکوع میں اس کلمہ کو دس مرتبہ کہو۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور قومہ میں دس مرتبہ کہو۔ پھر سجدہ میں جاؤ اور سجدہ میں دس مرتبہ کہو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر جلسہ میں دس مرتبہ کہو، پھر سجدہ میں جاؤ اور سجدہ میں دس مرتبہ کہو، پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور بیٹھے ہوئے دس مرتبہ کہو، یہ کل پچھتر مرتبہ ہوئے اور اسی طرح باقی تین رکعتوں میں کرو (یعنی ہر رکعت میں یہ تفصیل مذکور بالا پچھتر مرتبہ کہو)۔ اب اگر تم سے یہ ہو سکے کہ یہ نماز ہر روز ایک مرتبہ پڑھو تو ایسا کرو در نہ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تمام عمر ایک مرتبہ پڑھو۔



قلت : سکت عنه أبو داود فی باب صلوة التسیح (۴۹۹:۱) وفی التلخیص الحبیر: صححه أبو علی بن السکن والحاکم اه (۱۱۳:۱).

۱۷۹۵- عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ الباہلی ، عن رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ : عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ ذَابُ الصَّالِحِينَ قُلُوبُكُمْ ، وَقُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ ، وَمَكْفَرَةٌ لِلْسَّيِّئَاتِ وَمُنْهَاءٌ عَنِ الْإِثْمِ . رواه الترمذی فی کتاب الدعاء من جامعہ ، وابن أبی الدنيا فی کتاب التہجد ، وابن خزيمة فی صحیحہ ، والحاکم ، کلہم من رواية عبد الله بن صالح كاتب الليث ، وقال الحاكم : صحيح على شرط البخاری ( الترغیب والترہیب ۱۰۳:۱ ) . قلت : هو مختلف فيه ، قال ابن القطان : هو صدوق ، ولم يثبت عليه ما يسقط له حديثه إلا أنه مختلف فيه ، فحديثه حسن اه ما فی تہذیب التہذیب . وفيه أيضاً : البخاری أخرج له (۲۶۰:۵) اه . وإخراج ابن خزيمة حديثه فی صحیحہ يدل أيضاً على أنه حجة عنده .

۱۷۹۶- عن : عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ، قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : يَا عَبْدَ اللَّهِ ! لَا تَكُنْ بِمِثْلِ فَلَانٍ كَانَ يَقُومُ بَيْنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ . رواه البخاری (۱۴۵:۱).

اس کو ابوداؤد ابن ماجہ اور ابن خزیرہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے اس پر سکت کیا ہے اور ابن اسکن اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے صلوة التسیح کی مشروعیت اور فضیلت معلوم ہوئی۔

۱۷۹۵- ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم تہجد کو اپنے ذمہ لے لو کیونکہ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور حق تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اور گناہوں کا کفارہ اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔ اسکو ترمذی ، ابن ماجہ ، ابن ابی الدنيا ، ابن خزیرہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

۱۷۹۶- عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم فلاں شخص جیسے نہ ہونا کہ وہ پہلے تہجد پڑھتا تھا پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔



۱۷۹۷- عن : جابر رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُولُ الْقُنُوتِ.

رواہ مسلم (۲۱۱:۱).

۱۷۹۸- عن : عبد اللہ بن حُبشی الخثعمی : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُبِّلَ أَى الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ : طُولُ الْقِيَامِ . رواہ أبو داود فی باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل (۵۰۸:۱) و سکت عنه فهو صالح عنده .

۱۷۹۹- عن : أبی سلمة بن عبد الرحمن : أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ؟ قَالَتْ : مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةِ رَكْعَةٍ ، يُصَلِّي أَرْبَعًا وَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنَيْنٍ وَ طَوْلِهِنَّ ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ

۱۷۹۷- جائز ہے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر نماز وہ ہے جس میں قیام لمبا ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے تہجد اور دیگر نوافل میں طول قیام کی فضیلت ثابت ہوئی۔

فائدہ: اس روایت میں اس نماز کو جس میں قیام طویل ہو اس نماز پر فضیلت دی گئی ہے جس میں قیام کم ہو۔ اور قیام کو بخود پر فضیلت نہیں دی گئی بلکہ حدیث اس سے سکت ہے لہذا جس حدیث میں یہ ہے کہ بندہ عبادہ کی حالت میں حق تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوتا ہے یہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں۔ پس بنا بر حدیث مذکور بخود قیام سے افضل ہوگا اور ہونا بھی یوں ہی چاہئے۔ کیونکہ بخود میں انتہائی تعظیم ہے اور قیام میں اتنی تعظیم نہیں اور یہی وجہ ہے اسکے زیادہ تقرب کا موجب ہونے کی اور یہ مسئلہ کہ طول قیوت افضل ہے یا کثرت رکعات؟ حدیث طول قیوت سے غیر متعلق اور ایک جداگانہ مسئلہ ہے پس جن لوگوں نے اس حدیث سے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے یہ ان کی قلت تدبر ہے۔ فافہم!

۱۷۹۸- عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا کام زیادہ اچھا ہے تو آپ نے فرمایا

کہ طول قیام۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: اس سے بھی طول قیام کی افضلیت عدم طول قیام پر ثابت ہوتی ہے اسلئے طول قیام مستحب ہوگا۔

۱۷۹۹- ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز

رمضان میں کس طرح ہوتی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نہ رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھتے تھے اور نہ غیر رمضان میں۔ چنانچہ آپ ﷺ پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ سونہ پوچھو کہ وہ کیسی عمدہ اور کس قدر لمبی ہوتی تھیں، اسکے بعد چار رکعتیں اور



عَنْ حُسَيْنِهِمْ وَ طُولِهِمْ ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا ، الْحَدِيث . رواه مسلم (۱: ۲۵۴).

۱۸۰۰ - حدثنا: محمد بن بشار ، نا أبو داود ، نا شعبة ، عن يزيد بن خمير ، قال : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي قَيْسٍ يَقُولُ : قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : لَا تَدْعُ قِيَامَ اللَّيْلِ ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ لَا يَدْعُهُ ، وَ كَانَ إِذَا مَرَضَ أَوْ كَسِلَ صَلَّي قَاعِدًا . رواه أبو داود وسكت عنه هو والمنذرى ، كذا فى عون المعبود (۱: ۵۰۴) . ورواه أيضاً ابن خزيمة فى صحيحه كذا فى الترغيب (۱: ۱۰۵).

پڑھتے تھے۔ سونہ پوچھو کہ وہ کس قدر عمدہ اور نہایت طویل ہوتی تھیں، اس کے بعد تین وڑ پڑھتے تھے۔ اس کو سلم نے روایت کیا ہے۔  
**فائدہ:** حضرت عائشہؓ کی بعض روایات میں تیرہ آیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وتر کے بعد دو رکعتیں اور ہوتی تھیں اور ان کے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ سو غالب یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں سنت فجر ہوتی تھیں نہ کہ نوافل بعد الوتر۔ اور ان کا بیٹھ کر پڑھنا مکان کی وجہ سے ہوتا تھا، نہ کہ اس وجہ سے کہ ان کا بیٹھ کر پڑھنا سنت ہے۔ نیز یہ بیٹھ کر پڑھنا اتفاق تھا نہ کہ معمول۔ پس جو لوگ وتر کے بعد دو رکعتیں ثابت کرتے ہیں اور ان کے بیٹھ کر پڑھنے کو سنت کہتے ہیں ان کے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی صریح دلیل نہیں اور نہ یہ کسی مجتہد کا قول ہے بلکہ بعض مقلدین کی ذاتی رائیں ہیں جو کہ حجت نہیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ مجتہدین اسکے خلاف کہتے ہوں کیونکہ امام مالکؒ ان نفلوں کا انکار کرتے ہیں، علیٰ حد الامام احمدؒ بھی ان کو تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی ان نوافل کا تذکرہ نہیں کرتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی ان نفلوں کا ثبوت نہیں۔ علیٰ حد الامام شافعیؒ بھی ان کو ذکر نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب ائمہ کے نزدیک تیرہ رکعت والی حدیث کا وہی عمل ہے جو ہم نے بیان کیا یعنی دو رکعتیں جو آپ ﷺ وتر کے بعد پڑھتے تھے۔ وہ نوافل صلوٰۃ اللیل نہ ہوتی تھیں بلکہ سنت فجر ہوتی تھیں اور ان کا گاہے گاہے بیٹھ کر پڑھنا عذر کی بنا پر تھا اور اس بنا پر ”اجعلوا آخر صلوتکم وترا“ اپنے ظاہر پر رہے گا اور اس میں تاویل کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور مرسل طاہس میں جو سترہ رکعتیں آئی ہیں ان میں عشاء کے بعد کی چار رکعتوں اور فجر کی دو سنتوں کو شامل کر لیا گیا ہے، اس تفصیل پر انشاء اللہ تمام حدیثیں متفق ہو جائیں گی واللہ اعلم وعلمہ اتم واكمل۔

۱۸۰۰ - حضرت عائشہؓ نے عبد اللہ بن ابی قیس سے فرمایا کہ تم قیام لیل کو ترک نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے ترک نہ کرتے تھے۔ اور جب وہ بیمار ہوتے یا ان کو مکان ہوتا تو بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ نیز منذری نے بھی اس پر سکوت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اسکو صحیح میں روایت کیا ہے۔



۱۸۰۱- عن : عبد الله ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : فَضْلُ صَلَاةِ اللَّيْلِ عَلَى صَلَاةِ النَّهَارِ كَفَضْلِ صَدَقَةِ السَّيْرِ عَلَى صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ . رواه الطبرانی فی الکبیر بإسناد حسن ، کذا فی الترغیب (۱: ۱۰۳) .

۱۸۰۲- عن : إياس بن معاوية المزني ، أَن رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : لَا بُدَّ مِنْ صَلَاةٍ بَلِيلٍ وَلَوْ حَلَبٍ شَاوٍ ، وَمَا كَانَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ . رواه الطبرانی ورواته ثقات إلا محمد بن إسحاق ، کذا فی الترغیب (۱: ۱۰۳) . قلت : قد تقدم أنه حسن الحديث ، فالإسناد حسن .

۱۸۰۳- عن : أبي هريرة ، أَن رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، قَالَ : يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يُبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ ، فَيَقُولُ : مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ ، وَمَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ ، وَمَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ . رواه مسلم (۱: ۲۵۹) وفي لفظ له :

**فائدہ:** اس روایت میں قیام لیل سے مراد قیام آ خر شب نہیں۔ بلکہ قیام مطلق لیل ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کبھی اول شب میں قیام فرماتے اور کبھی وسط شب میں اور کبھی آ خر شب میں گو قیام آ خر شب اکثر ہوتا تھا۔  
۱۸۰۱- عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیام لیل کی فضیلت قیام نہار پر ایسی ہے جیسے غلی صدق کی فضیلت علانیہ صدق پر۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں بسند حسن روایت کیا ہے۔

۱۸۰۲- ایاس بن معاویہ مزینی سے روایت ہے کہ رات میں نماز ضرور پڑھنی چاہئے اگر چہ اتنی دیر ہو جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دوا جاتا ہے۔ اور جو نماز عشاء کی نماز کے بعد ہو وہ بھی صلوة لیل میں شامل ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔  
**فائدہ:** بظاہر عشاء کی نماز کے بعد سنت و وتر پڑھنے والا بھی قیام لیل کی فضیلت پانے والا معلوم ہوتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مسلمان آ خر شب میں نماز پڑھ کر مذکورہ بالا فضیلت حاصل کرے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ رات کو مرنے کے آواز لگانے کے وقت یعنی آ خر شب میں اٹھتے تھے۔

۱۸۰۳- ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رات کا آ خری تہائی حصہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ آسمان و دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے اور میں اسے بخشوں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور ان کی ایک



فَيَقُولُ: هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطَى؟ هَلْ مِنْ ذَا عِ يُسْتَجَابُ لَهُ؟ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ يُغْفَرُ لَهُ حَتَّى يَنْفَجِرَ الصُّبْحُ ۝۱

۱۸۰۴- عن: أبي هريرة رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَفْضَلُ الصَّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ. رواه مسلم، وأبو داود، و الترمذي والنسائي، وابن خزيمة في صحيحه كذا في الترغيب (۱: ۱۰۱).

### باب جواز التنفل قاعداً بغير عذر

۱۸۰۵- عن: عمران رضي الله عنه بن حصين - وَكَانَ مَبْسُوراً - قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِداً، فَقَالَ: إِنْ صَلَّى قَائِماً فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِداً فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِماً فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ. رواه البخاري (۱: ۱۵۰).

روایت میں یوں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسکو دیا جائے۔ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اسکی دعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخشا جائے اور یہ ارشاد برابر ہوتا رہتا ہے تا آنکہ پہلی پٹ جاتی ہے۔

فائدہ: اس سے تہجد کے لئے آخر شب کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۸۰۴- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا ہے اور فرض نمازوں کے بعد افضل قیام لیل ہے (کیونکہ وہ مشتمل ہے وتر پر جو واجب ہے) اسکو مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

### باب ثواب کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

۱۸۰۵- عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو بو اسیر کا عارضہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو یہ افضل ہے اور اگر بیٹھ کر پڑھے (جس حالت میں کہ اسکو بیٹھ کر پڑھنے کی شرعا اجازت ہے) تو اسکو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ملے گا۔ اور جو لٹ کر پڑھے (جس حالت میں کہ اسکو لٹ کر پڑھنے کی اجازت ہے) اسکو بیٹھ کر پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ملے گا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

تنبیہ از مترجم۔ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قیام کا ثواب دوگنا ہے اور قعود کا ثواب اس سے آدھا اور



## باب جمع القامہا لقعود فی رکعة من النفل

۱۸۰۶- عن : عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا ، فَفَقِرًا وَهُوَ جَالِسٌ ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَائَتِهِ نَحْوُ بَيْنِ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ، ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ، يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِمِثْلِ ذَلِكَ ، فَإِذَا قَضَى صَلَاتَهُ نَظَرَ فَإِنْ كُنْتُ يَقْظَى تَحَدَّثْتُ مَعِي ، وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعُ . رواه البخاری (۱۵۱:۱) .

لیٹ کر پڑھنے کا ثواب اس سے بھی آدھا۔ اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ کن نمازوں کو اور کس حالت میں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اور کن نمازوں کو اور کس حالت میں لیٹ کر پڑھنا جائز ہے بلکہ اسکے لئے دوسرے دلائل کی ضرورت ہے۔ لہذا انداز سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نوافل کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اور نہ یہ کہ انکو بلا عذر لیٹ کر پڑھنا جائز ہے بلکہ ان کے لئے دوسرے دلائل کی ضرورت ہے۔ نیز یہ مقدار اربعہ نفل عمل کے لحاظ سے ہے۔ سو مریض کو پورا ثواب ملنا اسکے معافی نہیں کیونکہ وہ تفضل ہے نہ کہ اجر عمل، چنانچہ اس کو اس صورت میں بھی اجر ملتا ہے جبکہ وہ بالکل عمل نہ کرے اور مقصود اس حدیث کا لوگوں کو قیام میں کوتاہی کرنے سے بچانا ہے۔ لیکن عمدۃ القاری میں ہے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بعض علماء کے نزدیک نفل نماز پر محمول ہے (احناف کے نزدیک بھی یہ نفل نماز پر محمول ہے) لہذا اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ باوجود قیام پر قدرت کے نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ (ج ۳ ص ۵۷۸) اس بات کی تائید کہ یہ حدیث صلوٰۃ نفل کے بارے میں ہے مؤطا محمد کی وہ حدیث ہے جو عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نئے نئے مدینہ پہنچے تو ہمیں وہاں نے آگیرا جسکی وجہ سے ہم نفل بیٹھ کر پڑھتے رہے تو جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے کی نسبت آدھا ہے۔ اور اسی طرح کی حدیث مسند احمد میں انسؓ سے بھی مروی ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث نفل نماز کے بارے میں ہے۔

## باب نفل کی ایک رکعت میں قیام اور قعود کو جمع کرنا جائز ہے

۱۸۰۶- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز (نفل یا مریض کی وجہ سے) بیٹھ کر پڑھتے تھے اور قراءت بیٹھ کر کرتے تھے اور جب کہ تیس یا چالیس آیتیں باقی رہتیں تو کھڑے ہو جاتے اور قراءت قیام کی حالت میں پوری کر کے رکوع کرتے اسکے بعد سجدہ کرتے اور ایسا ہی دوسری رکعت میں کرتے، پس جبکہ آپ ﷺ اپنی نماز ختم کر چکے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے اور اگر میں سوتی ہوتی تو آپ ﷺ لیٹ جاتے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: علامہ عینیؒ کے حوالے سے حاشیہ بخاری میں لکھا ہے کہ جمہور کا یہی مسلک ہے کہ ایک ہی رکعت میں قیام و قعود کو جمع کرنا بحالت قراءت جائز ہے اور اس میں قیام و قعود میں تقدم و تاخر ہر طرح جائز ہے۔ یعنی پہلے قیام کرے یا بعد میں ہر طرح جائز ہے۔



### باب جواز التطوع علی الرحلة

۱۸۰۷- عن : عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُؤْمِي بِرَأْسِهِ قَبْلَ أَيْ وَجْهِ تَوَجَّهَ ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ . رواه البخاری (۱۳۸:۱) .

۱۸۰۸- عن : جابر رضی اللہ عنہ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي النُّوَافِلَ عَلَى رَاحِلَتِهِ فِي كُلِّ وَجْهِ يُؤْمِي إِيمَاءً وَلَكِنَّهُ يَخْفِضُ السُّجْدَتَيْنِ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ . أخرجه ابن حبان في صحيحه (زيلعي ۱: ۲۹۲) .

۱۸۰۹- عن أنس رضی اللہ عنہ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا سَافَرَ فَأَرَادَ أَنْ يَتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَثَّرَ ، ثُمَّ صَلَّى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَائُهُ . رواه أبو داود (۴۷۳:۱) : وسكت عنه ، وصححه ابن السكن ، كذا في التلخيص الحبير (۸۰:۱) .

۱۸۱۰- عن : عبد اللہ بن دینار ، قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ يُؤْمِي ، وَذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ .

### باب سواری پر نفلیں پڑھنا جائز ہے

۱۸۰۷- عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں کہ وہ اونٹنی پر سوار تھے ، دیکھا کہ وہ نفلیں پڑھ رہے ہیں اور رکوع اور جہدہ کے لئے اشارہ کرتے ہیں جس طرف بھی آپ ﷺ کا رخ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ فرض نماز میں ایسا نہ کرتے تھے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۸۰۸- جابر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سواری پر بلا قید جہت کے اشارہ سے نماز پڑھتے دیکھا۔ ہاں وہ جہدوں کو رکوعوں کی نسبت پست کرتے تھے۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۱۸۰۹- انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور نفلیں پڑھنا چاہتے تو اپنی اونٹنی کا رخ قبلہ کی طرف کرتے پھر جس طرف بھی ان کی سواری کا رخ ہوتا اسی طرف نماز پڑھتے۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے) اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔

۱۸۱۰- عبد اللہ بن دینار سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر سفر میں اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے خواہ ان کی سواری کسی طرف



رواہ البخاری (۱: ۱۴۸)۔

### باب افضلیۃ التطوع فی البیت مع جوازہ فی المسجد

۱۸۱۱- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما، عن النبی ﷺ، قَالَ: اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا. رواہ البخاری (۱: ۶۲)۔

۱۸۱۲- عن أنس رضی اللہ عنہ، قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسْجِدَ وَحَبْلُ مُمْدُودٍ بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: لِرِزْنَبٍ تُصَلِّي، فَإِذَا كَسِلَتْ أَوْ فَتَرَتْ أَمْسَكَتْ بِهِ، فَقَالَ: حُلُوهُ لِيُصَلَّ أَخَذَكُمْ نَشَاطُهُ، فَإِذَا كَسِلَ أَوْ فَتَرَ قَعَدَ. وفي حديث زهير: فَلْيَقْعُدْ. رواہ مسلم (۱: ۲۶۶)۔

۱۸۱۳- عن زيد رضی اللہ عنہ بن ثابت: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي مَسْجِدِي هَذَا إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ. رواہ أبو داود و سكت عنه و المنذرى (۱: ۴۰۳)۔

جاری ہو اور انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

### باب مسجد میں نوافل جائز ہیں مگر گھر میں پڑھنا افضل ہے

۱۸۱۱- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ نمازیں گھر میں بھی پڑھا کرو اور ان کو قبروں کی طرح نماز سے خالی نہ رکھو۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں گھر میں نماز (نفل) پڑھنے کی ترغیب ہے اور یہ امر احتیاج پر محمول ہے کیونکہ اگلی احادیث سے مسجد میں نفل پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۱۲- انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسی حالت میں مسجد میں تشریف لائے کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان دراز تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رسی کسی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ رسی زنب کی ہے، وہ نماز پڑھا کرتی ہے سو جب اسے سستی یا ٹکان لاقح ہوتا ہے تو اسکو پکڑ لیتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہہ دو کہ اس کی ضرورت نہیں، آدی کو چاہئے کہ جب تک چست رہے اس وقت تک نماز پڑھے اور جب سستی یا ٹکان لاقح ہو، بیٹھ جائے۔

۱۸۱۳- زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدی کا گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی افضل ہے باسثناء فرض نماز کے۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر انہوں نے بھی سکوت کیا اور منذری نے بھی۔ (لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہے)۔



۱۸۱۴- عن : زید بن ثابت رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : أَفْضَلُ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْعَرَاءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْنُوتَةَ . رواه الجماعة إلا ابن ماجه (نیل الأوطار ۲: ۳۲۳).

۱۸۱۴- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر نماز آدمی کی وہ نماز ہے جو گھر میں ہو یا ہشتاء فرض نماز کے۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے یا ہشتاء ابن ماجہ کے۔

فائقہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے اور فرض نماز کا حکم اس سے مستثنیٰ ہے۔ نیز عراقی فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہذا المكتوبہ والا مردوں کے بارے میں ہے کیونکہ عورتوں کی فرض نماز بھی گھر میں افضل ہے، بلکہ آج کل کے پرفتن حالات میں عورتوں کے لئے مسجد میں جانا مناسب ہی نہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لو ان رسول اللہ ﷺ رأی ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما صنعت نساء بنی اسرائیل (مسلم ج-۱ ص-۱۸۳) یعنی اگر حضور نبی کریم ﷺ ان حالات کو دیکھ لیتے جو آپ ﷺ کے بعد عورتوں نے پیدا کر دیں تو وہ عورتوں کو مسجد آنے سے ضرور منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔ علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تحت فرماتے ہیں کہ "اس زمانے کی (یعنی نویں صدی کی) عورتوں نے جو بدعات و منکرات ایجاد کی ہیں، خصوصاً مصر کی عورتوں نے، اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو دیکھتیں تو نہایت شدت سے انکار فرماتیں اور منع فرماتیں" آگے فرماتے ہیں "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد حضور اکرم ﷺ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد کا ہے، جبکہ اس زمانے کی عورتوں نے جو منکرات ایجاد کی تھیں وہ اس زمانے کی عورتوں کی ایجاد کردہ منکرات کے مقابلہ میں ہزاروں حصہ بھی نہیں تھیں" (عمدة القاری، ج-۲ ص-۱۵۸، باب خروج النساء الى المساجد)۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نویں صدی کی عورتوں کا یہ حال بیان فرماتے ہیں، آج تو چند رعوں صدی ہے، اس زمانہ کی عورتوں کی بے احتیاطی اور بے حیائی انتہا کو پہنچ چکی ہے، اور قسم قسم کے فیشن ایبل لباس آچکے ہیں حکم قرآنی (پردہ) رخصت ہو رہا ہے، ایسے پرفتن دور میں عورتوں کو مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت دینا اور حضور ﷺ کے ہابرکت زمانہ سے استدلال کرنا قطعاً غلط ہے، بحکم کبیر للطنطری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکالا کرتے تھے اور فرماتے کہ تم گھروں میں چلی جاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہت زور سے قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ عورت کے لئے نماز کی سب سے افضل جگہ گھر ہے، مگر جب عمرہ کے موقع پر مسجد حرام اور مسجد نبوی میں آ سکتی ہے۔ (مجمع الزوائد، ج-۲ ص-۳۸)۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر عورتوں کو نکال پائیں مگر مار کر مسجد سے نکالا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ عمل صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوتا تھا ہی طرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عورتوں میں بے احتیاطی ظاہر ہونے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم جاری فرمایا کہ "عورتیں اب مسجد میں نہ آیا کریں"۔



## باب التراویح

۱۸۱۵- عن : عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَنَعَالَى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ ، وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ ، فَمَنْ صَامَهُ وَ قَامَهُ إِيْمَانًا وَ احْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ . أخرجه النسائي بسند حسن وسكت عنه (۳۰۸:۱).

۱۸۱۶- عن : عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى ذَاتَ لَيْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنْ النَّبَةِ الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ : قَدْ رَأَيْتُ أُنْدَى سَنَعْتُمْ ، وَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيْكُمْ ،

## باب تراویح کے بیان میں

۱۸۱۵- عبد الرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے (بوی جلی) تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں (بوی خفی) تمہارے لئے اسکے قیام کا قانون مقرر کرتا ہوں، پس جو کوئی ایمان کی رو سے اور پینیت ڈاب اسکے روزہ رکھے اور اس کا قیام کرے وہ اپنے گناہوں سے نکل کر ایسا ہو جائے گا جیسا کہ وہ اس روز تھا جس روز اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔ اس کو سائی نے بسند حسن روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ کے فرمان ”میں اس کے قیام کا قانون مقرر کرتا ہوں“ سے بالا جماع تراویح مراد ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ تراویح یا جماعت پڑھنا سنت نبوی ﷺ ہے، سنت عمر نہیں، البتہ حضرت عمرؓ سے قبل مسلمان متفرق ہو کر پڑھتے تھے پھر حضرت عمرؓ نے انہیں ایک امام پر مجتمع فرمایا۔ لہذا قیام تراویح سنت نبوی ﷺ ہے اور ایک امام پر مجتمع کرنا سنت عمرؓ ہے۔ ابن قدامہ مغنی میں فرماتے ہیں ”میں رکت نماز تراویح سنت عکودہ ہے اور یہ حضور ﷺ کی سنت ہے اور حضرت عمرؓ کی طرف اسکی سلیت کی نسبت بائیں مغنی ہے کہ وہ ایک امام پر مجتمع فرمانے والے ہیں“ (۸۰:۱)۔

۱۸۱۶- ائمہ المؤمنین عاکشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شب مسجد میں نماز پڑھی اور آپ ﷺ کی اقتداء میں کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، آئندہ شب پھر نماز پڑھی تو لوگ زیادہ ہو گئے، پھر تیسری یا چوتھی شب کو لوگ نماز کے لئے جمع ہوئے تو آپ ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف نہ لائے، پس جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا طریقہ دیکھا تھا اور میں نماز کے لئے ضرور نکلتا مگر مجھے اس سے اور کسی بات نے نہیں روکا بجز اسکے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے



وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ . رواه البخاری (۱۵۲:۱) .

۱۸۱۷- عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرْغَبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ ، فَيَقُولُ : مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ، فَتَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَلَى ذَلِكَ . رواه مسلم (۲۶۹:۱) .

۱۸۱۸- عن : جبير بن نفير ، عن أبي ذر رضی اللہ عنہ ، قَالَ : صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ مِنَ الشَّهْرِ ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا فِي السَّادِسَةِ ، وَقَامَ بِنَا فِي الْعَاثِمَةِ حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! لَوْ تَقَلْنَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِنَا هَذِهِ ، فَقَالَ : إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِنَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتَّى بَقِيَ ثَلَاثٌ مِنَ الشَّهْرِ ، وَصَلَّى بِنَا فِي الثَّالِثَةِ وَدَعَا أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى

اور یہ واقعہ رمضان میں تھا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا حضور ﷺ کی سنت ہے۔

۱۸۱۷- ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان کی صرف ترغیب دیتے تھے اور تاکید کے ساتھ ان کو اس کا حکم نہ دیتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ جو کوئی ایمان کی رو سے اور بہ نیت حصول ثواب رمضان کا قیام کرے اس کے اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد ابو بکر صدیق کی خلافت اور حضرت عمر کی شروع خلافت میں یہ ہی حالت رہی۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۸۱۸- ابو ذر فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو آپ ﷺ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ مہینہ کی سات راتیں باقی رہ گئیں پس ساتویں رات (یعنی تیسویں رات) کو آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ رات کا تیسرا حصہ گزر گیا۔ اس کے بعد چھٹی رات (یعنی چوبیسویں رات) کو قیام نہیں فرمایا۔ اور پانچویں (یعنی پچیسویں رات) کو قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ نصف رات گزر گئی، جب ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ یہ باقی رات بھی ہم کو پڑھائیے تو اچھا ہوتا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ قیام کرے یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے تو اس کے لئے تمام رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ مہینہ کی تین راتیں باقی رہ گئیں اور تیسری رات (یعنی ستائیسویں شب) کو



تَخَوُّفُنَا الْفَلَاحَ ، قُلْتُ لَهُ : وَمَا الْفَلَاحُ ؟ قَالَ السُّخُورُ . رواه الترمذی (۹۹:۱) وقال حسن صحيح .

۱۸۱۹- عن : ثعلبہ بن ابی مالک القرظی ؓ قَالَ : خَرَجَ رَسُولُ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ ، فَرَأَى نَاسًا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّونَ ، فَقَالَ : مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ ؟ قَالَ قَائِلٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! هَؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْآنُ وَأَنْبِيئُ بْنُ كَعْبٍ يَقْرَأُ وَهُمْ مَعَهُ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ ، قَالَ : قَدْ أَحْسَنُوا وَقَدْ أَصَابُوا ، وَلَمْ يَكْرَهُ ذَلِكَ لَهُمْ . رواه البيهقي في المعرفة وإسناده جيد (آثار السنن ۵۰، ۴۹:۲) .

۱۸۲۰- عن : جابر بن عبد الله ؓ : أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى ثَمَّانَ رَكْعَاتٍ وَأَوْتَرَهُ ، الْحَدِيثُ . رواه ابن حبان في صحيحه (زيلعي ۱: ۲۹۳) .

آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور اپنے گھر کے آدمیوں اور بیویوں کو بھی شرکت کے لئے فرمایا اور آپ ﷺ نے اس قدر قیام فرمایا کہ ہم کو فلاح کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ فلاح سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سحری، اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی نماز تراویح باجماعت کا ثبوت حضور ﷺ کے زمانے سے ثابت ہوا۔ نیز اس تراویح باجماعت کا مسنون ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ تداوی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اہل کو باقاعدہ بلایا۔ اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کا مواظبت کے ساتھ باجماعت تراویح پڑھنا بھی سنت کی بین اور واضح دلیل ہے۔

۱۸۱۹- ثعلبہ بن ابی مالک قرظیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات رمضان میں نکلے تو کچھ لوگوں کو مسجد کی ایک جانب میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اس پر دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ کسی نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں، اس لئے ابی بن کعبؓ قرآن پڑھتے ہیں اور یہ لوگ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہت اچھا کرتے ہیں، بہت ٹھیک کرتے ہیں اور ان کے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا۔ اسکو ترمذی نے کتاب المعرفہ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی سنت تقریری ثابت ہوئی کہ نماز تراویح باجماعت مسنون ہے۔

۱۸۲۰- جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں ان کو آٹھ رکعت نماز پڑھائی اور وتر پڑھائے۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی تراویح اور وتر کا رمضان میں باجماعت پڑھنا مسنون ثابت ہوتا ہے۔



۱۸۲۱- عن : السائب بن يزيد ، قَالَ : كُنَّا نَقُومُ مِنْ رَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرَيْنِ رَكْعَةً وَ الْوُتْرِ . رواه البيهقي في المعرفة وصححه العلامة السبكي في شرح المنهاج (التعليق الحسن ۲: ۵۰، ۵۱) وفي لفظ له من طريق آخر: قَالَ : كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ۞ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرَيْنِ رَكْعَةً ، قَالَ : وَ كَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْبُيُوتِ ، وَ كَانُوا يَتَوَكَّشُونَ عَلَى عَصِيهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ . وصححه النووي في الخلاصة ، وابن العراقي في شرح التقریب ، والسيوطي في المصابيح ، كذا في آثار السنن والتعليق الحسن أيضاً.

۱۸۲۲- عن : يحيى بن سعيد : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيَ بِهِمْ عِشْرَيْنِ رَكْعَةً . رواه أبو بكر بن أبي شيبة في مصنفه وإسناده مرسل قوى (آثار السنن ۲: ۵۰) وفي التعليق الحسن : قال ثنا وكيع ، عن مالك بن أنس ، عن يحيى بن سعيد فذكره . قلت : رجاله ثقات لكن سعيد الأنصاري لم يدرك عمرا .

۱۸۲۳- عن : عبد العزيز بن رفيع ، قَالَ : كَانَ أَنَّى نُنْ كُتِبَ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرَيْنِ رَكْعَةً وَيُؤْتَرُ بِثَلَاثٍ . أخرجه أبو بكر بن أبي شيبة في مصنفه

۱۸۲۱- سائب بن يزيد سے روایت ہے کہ ہم عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں میں رکعت اور وتر کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ اسکو تہی نے کتاب المعروفہ میں روایت کیا ہے اور شرح منہاج میں علامہ سبکی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور تہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ صحابہؓ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان میں میں رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے اور ان میں سورہ یسین پڑھتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں شدت قیام کے جب اپنی لائیموں پر ٹیک لگاتے تھے۔ اسکو نووی نے خلاصہ میں اور ابن العراقي نے شرح تقریب میں اسروایتی نے مصابیح میں صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے تراویح کا میں رکعت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱۸۲۲- یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو حکم دیا کہ ان کو میں رکعت نماز پڑھائیں۔ اسکو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

۱۸۲۳- عبد العزیز بن رفیع سے روایت ہے کہ ابی بن کعبؓ لوگوں کو رمضان میں مدینہ میں میں رکعت اور تہن وتر



و إسناده مرسل قوى ، (آثار السنن ۲: ۵۵۰) . وفى التعليق الحسن : قال : ثنا حميد بن عبد الرحمن ، عن حسن ، عن عبد العزيز بن رفيع فذكره : قلت : عبد العزيز لم يدرك أئبا .  
 ۱۸۲۴- عن : عبد الرحمن بن عبد القارى ، أنه قال : خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فَبِى رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّى الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّى الرَّجُلُ فِى صَلَاتِهِ الرَّهْطُ ، فَقَالَ عُمَرُ : إِنِّى أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْتَلُ ، ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَنِّى بِنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَ النَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ ، قَالَ عُمَرُ : نِعَمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ ، وَالْبَنَى تَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنْ النَّبَى يَقُومُونَ ، يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ . رواه البخارى (۲۶۹:۱) .

پڑھاتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے معنف میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل قوی ہے۔

۱۸۲۳- عبد الرحمن بن عبد القاری سے مروی ہے کہ ایک شب میں عمر بن الخطابؓ کے ساتھ رمضان میں مسجد کی طرف گیا تو ہم دیکھتے کیا ہیں کہ لوگ متفرق طور پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ کوئی تمبا نماز پڑھ رہا ہے، کسی کے ساتھ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا یہ خیال ہوتا ہے کہ میں ان سب کو ایک امام پر متفق کر دوں تو اچھا ہو (کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا ہے کہ لوگوں نے صرف رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز تراویح پڑھی ہے) اسکے بعد (مزید غور کے بعد) ان کا یہ خیال پختہ ہو گیا۔ اور انہوں نے لوگوں کو ابی بن کعبؓ پر متفق کر دیا۔ اسکے بعد میں ایک دوسری شب کو ان کے ساتھ ایسی حالت میں مسجد میں گیا کہ سب لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ نئی بات تو بہت ہی عمدہ ہے۔ اور وہ نماز جس کو چھوڑ کر تم سورتے ہو اس سے بہتر ہے جو تم پڑھتے ہو۔ یعنی اس نماز کو آخر شب میں پڑھنا بہتر ہے اور لوگ اول شب میں قیام کرتے تھے اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

تنبیہ از مترجم۔ اس روایت میں حضرت عمرؓ نے نفس صلوة کوئی بات نہیں فرمایا اور نہ جماعت کو اور نہ ایک امام پر متفق ہونے کو کیونکہ یہ تمام باتیں رسول اللہ ﷺ سے قولاً و فعلاً ثابت ہیں، آپ نے اہتمام اور رفع انتشار کوئی بات فرمایا ہے اور اسکوئی بات صرف وجود اور تحقق کے لحاظ سے فرمایا نہ کہ شریعت کے لحاظ سے۔ کیونکہ اس کا مستحسن ہو گیا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ ہاں اس پر عمل درآمد خوف فریت نہیں ہوا تھا۔ سو جب آپ ﷺ کی وفات سے یہ عارض مرتفع ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے اس پر عمل درآمد فرمایا۔ اسکو خوب سمجھو۔ اس تفصیل سے ان لوگوں کی غلطی بھی معلوم ہو گئی جو کہ حضرت عمرؓ کے قول نعمت البدعة سے یہ سمجھ گئے ہیں کہ بعض بدعات شرعیہ حسن بھی ہوتی ہیں۔



۱۸۲۵- عن: أبي عثمان النهدي، قال: دَعَا عُمَرُ ۞ بِثَلَاثَةِ بَنِي الْقُرَاءِ فَاسْتَقْرَأَهُمْ فَأَنْزَرَهُمْ قِرَاءَةً أَنْ يَقْرَأَ لِلنَّاسِ بِثَلَاثِينَ آيَةً فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، وَ أَوْسَطَهُمْ بِخَمْسٍ وَ عَشْرِينَ آيَةً، وَأَبْطَأَهُمْ بِعِشْرِينَ آيَةً. رواه البيهقي بإسناده (عمدة القارئ ۳: ۵۹۸، ۵۹۹) ولم أفت على إسناده ولا ينزل من رتبة الضعيف. وعزاه في كنز العمال إلى سنن جعفر الغريابی أيضاً.

**فائدہ:** اگرچہ تراویح کا افضل وقت آخر شب ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے لیکن آج کل کے زمانے میں لوگوں کی کستی اور نماز کے خوف ہو جانے کے خوف سے اول وقت میں پڑھ لینا مستحسن معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۲۵- ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین قاریوں کو بلایا اور ان سے قرآن پڑھوایا۔ سوجوان میں تیز پڑھتا تھا اسکو حکم دیا کہ وہ ہر رکعت میں تیس آیتیں پڑھے اور جو اس سے کم تیز پڑھتا تھا اس کو حکم دیا کہ وہ پچیس آیتیں پڑھے اور جو سست پڑھتا تھا اسکو تیس آیتوں کا حکم دیا۔ اس کو یہ بھی نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند نہیں معلوم ہو سکی۔ اور کنز العمال میں اسکو سنن جعفر غریابی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

(نوٹ: اہمیت کے پیش نظر نماز تراویح سے متعلق مضمون نماز مدل معتمد شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحب سے اخذ کر کے قدرے تغیر کے ساتھ قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے..... مترجم)۔

**نماز تراویح:** نماز تراویح کو احادیث میں قیام رمضان سے تعبیر کیا گیا ہے، آنحضرت ﷺ نے خود نماز تراویح کو سنت قرار دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے:

حضرت عبدالرحمنؓ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ. (نسائی ۳۰۸: ۱، ابن ماجہ). ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان میں روزہ فرض فرما دیا ہے اور میں نے اس کے قیام (نماز تراویح) کو سنت قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ إِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (مسلم ۲۵۹۱، بخاری، مشکوٰۃ: ۱۷۳). ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص ایمان و طلبِ ثواب کے



جذبہ سے رمضان میں تراویح پڑھے، اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دئے جائیں گے۔  
حضرت ابو ہریرہؓ کی دوسری مرفوع حدیث ہے:

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ. (مسلم ۱: ۲۵۹، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح). ترجمہ: رسول اللہ ﷺ قیام رمضان (نماز تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے۔  
حضرت عائشہؓ سے بھی اسی مضمون کی مرفوع حدیث نسائی ج-۱، ص-۳۰۷ میں مروی ہے:  
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ حَتَّى يَسْتَلِخَ. (بیہقی).  
یعنی جب رمضان آتا تو رسول اکرم ﷺ اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے، یہاں تک کہ ماہ رمضان ختم ہو جاتا۔

تراویح کی جماعت: آنحضرت ﷺ خود پورے رمضان میں رات بھر نماز و عبادت میں مصروف رہتے تھے اور امت کو بھی قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب فرماتے تھے، لیکن تراویح کی جماعت پر آپ ﷺ نے عبادت و مواظبت نہیں فرمائی، آپ ﷺ نے ترک عبادت کا یہ سبب ارشاد فرمایا کہ اس سے کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے، آپ ﷺ نے ایک ایک رات کے وقفے سے تین راتیں (۲۳-۲۵-۲۷ رمضان) جماعت سے تراویح کی نماز پڑھائی، پہلی شب تہائی رات تک، دوسری شب آدمی رات تک اور تیسری شب صبح صادق کے قریب تک نماز تراویح پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ کو محری کے فوت ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔  
حضرت ابو ذر غفاریؓ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى يَبْقَى سَنَعٌ فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتْ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا ..... فَلَمَّا كَانَتْ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتْ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا ..... فَلَمَّا كَانَتْ الثَّالِثَةُ جَمَعَ نِسَائِهِ وَ أَهْلَهُ وَ النَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يُفَوِّتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ مَا الْفَلَاحُ ، قَالَ السُّحُورُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ. (ابو داؤد ۱: ۲۰۲، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند امام احمد، مشکوٰۃ: ۱۱۴)۔

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو آپ ﷺ نے



میں نے کسی حصے میں بھی ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا، یہاں تک کہ سات راتیں باقی رہ گئیں تو ہمارے ساتھ قیام کیا (نماز تراویح پڑھی) یہاں تک کہ تہائی رات گزری، جب چھٹی رات ہوئی تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا، پھر جب پانچویں رات ہوئی..... تو آدھی رات تک ہمارے ساتھ قیام کیا، پس جب چوتھی رات ہوئی تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا، پھر جب تیسری رات ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں اور لوگوں کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ (طویل) قیام کیا، حتیٰ کہ ہمیں فلاح کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہونے لگا (راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا کہ فلاح کیا ہے؟ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا، فلاح سے بحری مراد ہے، پھر ہمیں نہ کہ باقی حصہ میں آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا۔

حضرت عائشہؓ کی مرفوع حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ کا تین راتیں تراویح کی نماز پڑھانے کا ذکر آیا ہے، اس کے بعد جماعت کی پابندی نہ فرمانے کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے:

لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَفْجَرُوا عَنْهَا . (بخاری ۲۶۹۶:۱، مسلم ۲۵۹۹:۱).  
ترجمہ: لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ تراویح کی جماعت تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ۔  
حضرت زید بن حارثہؓ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چند راتیں تراویح کی جماعت کرائی، پھر اس کی پابندی ترک کرنے کا یہ سبب ارشاد فرمایا:

خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُضِيَ بِهِ . (بخاری واللفظ للبخاری ۱۰۸۲:۲ و مسلم، مشکوٰۃ: ۱۱۴).  
ترجمہ: مجھے ڈر لگا کہ تم پر فرض کر دی جائے اور اگر تم پر فرض کر دی گئی تو تم اسے نباہ نہیں سکو گے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ أَوْ زَاغًا يَكُونُ مَعَ الرَّجُلِ الشَّيْءُ مِنَ الْقُرْآنِ فَيَكُونُ مَعَهُ النَّفَرُ الْخَمْسَةُ أَوْ الْبَيْتَةُ وَ أَقْلُ مِنْ ذَلِكَ وَ أَكْثَرُ يُصَلُّونَ بِصَلَوَتِهِ اهـ . (ابو داود و سكت عليه هو و المنذرى اوجز المسالك، شرح مؤطا امام مالك ۲۸۷:۱).

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں لوگ رمضان کی رات کو متفرق طور پر نماز پڑھتے تھے، ایک آدمی کے پاس قرآن مجید کا کچھ حصہ (یاد) ہوتا تو پانچ یا چھ آدمی اور کم و بیش اس کے نماز اس کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔



حضرت ابی بن کعبؓ مہذبوت میں تراویح کی جماعت کراتے تھے، آنحضرت ﷺ نے اس عمل کی تحسین و تصویب فرمائی تھی۔  
 ثعلبہ بن مالک القرظیؓ سے مروی ہے:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَرَأَى نَاسًا فِي نَاجِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّونَ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْآنُ وَأَنْتَ نُبُّ كُفْبٍ يَفْرَأُ وَهُمْ مَعَهُ يُصَلُّونَ بِصَلَوَاتِهِ قَالَ قَدْ أَحْسَنُوا وَقَدْ أَصَابُوا. (رواہ البیهقی فی المعرفة و اسنادہ جید و اخرجہ ایضاً فی السنن الکبریٰ بطریق. اوجز المسالك شرح مؤطا امام مالک ۱: ۳۸۷، آثار السنن: ۲۴۷).

ترجمہ: حضرت ثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات رمضان المبارک میں گھر سے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ ایک کہنے والے نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے پاس قرآن مجید (حفظ) نہیں ہے، یہ لوگ حضرت ابی بن کعبؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔

فائدہ: آں حضرت ﷺ کے عہد مبارک میں نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا، تراویح کی جماعت پر مداومت کرنے سے اس کے فرض ہو جانے کا اندیشہ تھا، آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے شدت اشتیاق کے باوجود جماعت تراویح کی پابندی سے عذر فرمادیا، آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب وحی کا مقدس سلسلہ منقطع ہو گیا، فرضیت کا اندیشہ نہ رہا تو حضرت عمرؓ (جن کا علم، علم نبوت کا تہ تھا، بخاری ۱: ۱۸۱ باب فضل العلم، و مناقب عمرؓ: ۵۲۰) نے آنحضرت ﷺ کا منشاء پورا کرنے کے لئے تراویح کی جماعت کا باقاعدہ انتظام فرمایا، حضرت ابی ابن کعبؓ کو جماعت تراویح کا امام مقرر کیا۔

صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں:

فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَنْتَى بَنِ كُفْبٍ (بخاری ۱: ۲۶۹)۔  
 یعنی حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت پر اکٹھا کیا۔

تراویح کی بیس رکعت: بطور تہدید عرض ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے براہ راست تربیت یافتہ تھے، مزاج شاس وحی اور مزاج شناس نبوت تھے، اللہ تعالیٰ کو اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے علم، عمل اور فہم دین پر کمال اعتماد تھا، قرآن و



حدیث کی بے شمار خصوص میں اس اعتماد کا اظہار و اعلان فرمایا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ وَ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ﴾ (التوبة: ۹، ۱۰)۔

ترجمہ: اور جو مهاجرین و انصار (ایمان لانے میں) سبقت کرنے والے مقدم ہیں اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ ان کا اتباع کیا، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ صحابہ کرامؓ، مهاجرین و انصارؓ کی اتباع اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور رضائے الہی کا سبب ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَ الَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءَ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكُوعًا سَاجِدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَ رِضْوَانًا﴾ (الفتح: ۲۹، ۴۸)۔

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھی کفار پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب! آپ ان کو رکوع و سجود میں دیکھیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رضا کے طالب ہیں۔

یہ آیت کریمہ صحابہ کرامؓ کی عبادت و اخلاص اور پاکیزہ جذبات کی زبردست شہادت ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبُ الْيَكْمِ الْإِيمَانِ وَ زِينَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَ كَرِهَ الْيَكْمِ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوقَ وَ الْعِصْيَانُ . أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ﴾ (الحجرات)۔

اور لیکن اللہ تعالیٰ نے (اے صحابہ) تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر، فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دی، ایسے لوگ ہی راہ راست پر ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿أَيُّنَا كَمَا آمَنَ النَّاسُ﴾ (البقرہ، ۱۳۰)۔ یعنی (اے لوگو!) اس طرح ایمان لاؤ جس طرح یہ

لوگ (صحابہ) ایمان لائے۔



حضرت عرابض بن ساریک مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. (ترمذی ۶۲:۲، ابو داؤد ۲۸۷:۲، باب فی لزوم السنة، ابن ماجہ، و قال الترمذی حدیث حسن صحیح، مشکوٰۃ: ص-۲۹).

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرا طریقہ اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کا طریقہ لازم پکڑو، اس پر عمل کرو اور اسے: ارحمون سے مضبوط پکڑو۔

حضرت حذیفہ بن مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا أَذْرِي مَا بَقَانِي فِيكُمْ فَاتَّقُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرُ. (ترمذی ۲۰۷:۲، ابن ماجہ، مسند امام احمد مشکوٰۃ ص-۵۶۰).

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنی مدت تمہارے ساتھ رہوں گا، میرے بعد حضرت ابو بکر، عمر، بنی کرنا۔

حضرت ابن عمر بن مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِهِ. (ترمذی ۲۰۹:۲، مشکوٰۃ ص-۵۸۷).

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی زبان و دل پر حق رکھ دیا ہے۔

یہ حدیث ابن عمر کے علاوہ درج ذیل صحابہ سے بھی مروی ہے:

حضرت ابو ذرؓ سے ابو داؤد اور مسند امام احمد میں، حضرت ابو ہریرہؓ سے مسند امام احمد، مسند رک حاکم اور مسند ابویعلیٰ میں اور حضرت بلالؓ و حضرت معاویہؓ سے طبرانی میں۔ (اوز المسالك شرح مؤطا امام مالک، ۱: ۳۹۷)۔

حضرت عمران بن حصین بن مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْرُ أُمَّتِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ. (بخاری ۵۱۵:۱، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ، مسلم، مشکوٰۃ ص-۵۵۳).



ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں (یعنی صحابہ) پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہیں (تابعین) پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں (یعنی تبع تابعین)۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہی فرقہ ناجی ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر گامزن ہوگا، نیز ارشاد فرمایا "اصحابی کالنجوم بادیہم اقتدیتم اھتدیتم" کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، جسکا دامن پکڑ لو گے کامیاب ہو جاؤ گے۔ کتاب وسنت کی ان نصوص و ہدایات سے واضح ہوا کہ صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدینؓ کے آثار بھی شرعی دلیل ہیں، ائمہ اربعہؓ اور جمہور علماء اسلام ہمیشہ صحابہؓ و تابعینؓ کے آثار سے بھی حسب ضرورت استدلال کرتے آئے ہیں، امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کے مختلف ابواب میں صحابہؓ و تابعینؓ وغیرہم کے ایک ہزار چھ سو آٹھ (۱۶۰۸) آثار بطور استدلال ذکر کئے ہیں (فتح الباری شرح بخاری: ۱، ۲۵۰: خاتمہ کتاب)۔

جس طرح ملکی قانون کی تشریح میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلے اور ان کے جج صاحبان کی تحقیقات و راء اور اقوال ماتحت عدالتوں کے لئے اتمام حجت اور دلیل تسلیم کئے جاتے ہیں، اسی طرح قرآن وحدیث کی تشریح میں صحابہؓ و تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کے آثار و اقوال بھی مذکورہ بالا کتاب وسنت کی نصوص و ہدایات کی بنا پر وجہ بدرجہ بدرجہ اور دلیل ہیں، اس تمہید کے بعد اصل مسئلہ پر غور فرمائیے۔ کتاب وسنت کی بے شمار نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ ماہ رمضان باقی گیارہ مہینوں سے ممتاز ہے، یہ مبارک مہینہ عبادت کے لئے مخصوص ہے، اس کے دن روزہ و عبادت میں اور اس کی راتیں نماز و دیگر عبادات میں گزاری جائیں، خود آنحضرت ﷺ اس مبارک ماہ میں شب بیداری کیا کرتے تھے، ساری رات نماز و عبادت میں مصروف رہتے تھے، آپ ﷺ دوسروں کو بھی خصوصی اہتمام کے ساتھ قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب و ترویج فرمایا کرتے تھے۔ چند راتیں آپ ﷺ نے تراویح کی جماعت بھی کرائی تھی، ایک رات تو سحری تک تراویح باجماعت میں گزاردی، لیکن اس اعدیہ سے تراویح کی جماعت کا التزام اور پابندی نہیں فرمائی گئی کہ امت پر فرض نہ کر دی جائے اور بھرا مت اسے نہا نہ سکے۔

آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کا دور بہت مختصر تھا جو جہادی مصروفیات اور سیلہ کذاب جیسے قوتوں کے دبانے میں گزر گیا، حضرت صدیق اکبرؓ کو چھوٹے مسائل کی طرف التفات فرمانے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ حضرت عمرؓ کا ابتدائی دور بھی انہی جیسے مسائل کے حل میں صرف ہوا حضرت فاروق اعظمؓ جب جہادی مہمات و مسائل سے قدرے فارغ ہوئے تو آپؓ نے تراویح جیسے مسائل کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو حل کیا۔ آپؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو مسجد نبویؐ میں تراویح کا امام مقرر کیا، آپ کے مقدس مہد میں (۲۰) رکعات تراویح باجماعت کا التزام اور اس پر دائمی مشروع ہوا۔



کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، گویا اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ آپؐ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت میں بھی مسلسل بیس رکعت تراویح پر عمل ہوتا رہا، صحابہ تابعین کا مسلسل عمل بیس رکعت تراویح پر رہا جسے ان کے بعد امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے با اتفاق اختیار کیا۔ چودہ سو سال سے جمہور امت کامل میں رکعت پر چلا آ رہا ہے۔ اس تفصیل کے لئے درج ذیل شاہد ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سائب بن یزید صحابی سے مروی ہے:

قَالَ كَانُوا يَقُومُونَ عَنِّي عَهْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرَيْنِ رَكْعَةً.  
(سنن کبریٰ بیہقی ۴: ۹۶۶) قال النووي الشافعي في شرح المذهب ۴: ۳۶، اسناد صحیح)۔

یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہد خلافت میں لوگ (صحابہ تابعین) ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ متعدد حفاظ محدثین کرام نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے، علامہ نووی شافعی نے اپنی کتاب خلاصہ میں، محدث ابن العراقی نے شرح الترمذی میں اور علامہ سیوطی نے المصابیح میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (اوجز المسالك، ۱: ۳۹۷، حاشیہ آثار السنن، ۲۵۱)۔

بیہقی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وَعَلَى عَهْدِ عُثْمَانَ وَ عَلِيٍّ وَثَلَّةٌ . یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں بھی عہد فاروقی کی طرح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔

حضرت سائب بن یزیدؒ کی دوسری حدیث ہے:

قَالَ كُنَّا نَقُومُ فِي رَمَازٍ عُمَرَ بِعِشْرَيْنِ رَكْعَةً . (اخرجه البيهقي في معرفة الآثار و السنن)۔ ہم حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

محدث نووی شافعی خلاصہ میں فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ . (نصب الراية، ۲: ۱۵۳)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت یزید بن رومان تابعی سے مروی ہے:

كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي رَمَازٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرَيْنِ رَكْعَةً



(بیہقی، ۲: ۴۹۶، موطا امام مالک، ۹۸، مرسل قوی)۔

یعنی حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں لوگ رمضان مبارک میں تحس (۲۳) رکعت پڑھتے تھے۔

صحیح بیہقی شافعی اس کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک رکعت تراویح اور تین رکعت وتر تھے (بیہقی، ۲: ۴۹۶)۔

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيَ بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً . (مصنف ابن شیبہ ،

۲: ۳۹۳، آثار السنن: ۲۵۳)۔ یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تیس رکعت پڑھائیں۔

واضح رہے کہ محدث ابن ابی شیبہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے اسناد میں سے ہیں۔ (تہذیب المعجم، ج-۶، ص-۲۰، لابن حجر)۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے:

إِنَّ عُمَرَ أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً . (کنز

العمال، ۸: ۴۰۹، أوجز المسالك، ۱: ۳۹۸، مسند ابن منیع)۔ یعنی حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ

کو رمضان کی رات نماز پڑھانے کا حکم دیا تو حضرت ابی بن کعبؓ نے لوگوں کو تیس رکعت نماز پڑھائی۔

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ تاہی سے مروی ہے:

كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ فِي رَمَازِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً . (قيام

اللیل للمحدث محمد بن نصر)۔ یعنی لوگ حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ خلافت میں رمضان مبارک میں تیس رکعت

پڑھتے تھے۔

حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ تاہی فرماتے ہیں:

كَانَ أَنِي نُنْ كَعْبٌ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْعِدْيَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَ يُؤْتِي

بِثَلَاثٍ . (مصنف ابن ابی شیبہ ، ۲: ۳۹۳)۔ یعنی حضرت ابی بن کعبؓ ماہ رمضان میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو تیس

رکعت پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت ابو عبد الرحمنؒ سلطی تاہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کاعل نقل کرتے ہیں:

دَعَا الْقُرَاءَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً . (بیہقی، ۲: ۴۹۶)۔



یعنی حضرت علیؑ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویج یعنی میں رکعت پڑھائے۔

حضرت ابوالحسنؑ سے روایت ہے:

إِنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً. (مصنف ابن ابی شیبہ ، ۳۹۳:۲ فی نسخه). یعنی حضرت علیؑ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

حضرت حسن بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے:

إِنَّ أَبَاكَ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرِينَ رَكْعَةً. (مصنف ابن ابی شیبہ ، ۳۹۳:۲). یعنی حضرت ابی بن کعبؓ مدینہ منورہ میں ماہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُصَلِّي لَنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ..... قَالَ الْأَعْمَشُ كَانَ يُصَلِّيْ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُؤَيِّرُ بِثَلَاثٍ. (قیام اللیل لمحمد بن نصرؒ ، عمدة القاری شرح البحاری ، ۱۱: ۱۲۷).

حضرت زید تابعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رمضان المبارک میں بیس نماز پڑھاتے تھے..... زید کے شاگرد حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیس رکعت پڑھتے اور تین رکعت پڑھتے تھے۔

عَنْ غَطَاءٍ قَالَ أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يَصَلُّونَ ثَلَاثًا وَعَشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوُتْرِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ، ۳۹۳:۲ ، سند حسن ، قیام اللیل لمحمد بن نصرؒ).

حضرت غطاءؒ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں (صحابہ و تابعینؓ) کو پایا کہ وہ دو سو تیس رکعت پڑھتے تھے۔

كَانَ يُؤْمِنَا سُؤْيِدُ بْنُ غَفْلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيَصَلِّيْ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ عَشْرِينَ رَكْعَةً. (بیہقی ، ۲: ۴۹۶ ، سند حسن). یعنی حضرت سویہ بن غفلہؒ رمضان المبارک میں ہمارے امام بننے کو بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

فائدہ: حضرت سویہ بن غفلہؒ خلفاء راشدینؓ کے تلمیذ خاص اور کبار تابعینؓ میں سے ہیں۔ (تہذیب الاحیاء ج ۴: ۲۷۸)۔

حضرت تابع بن عمرؒ فرماتے ہیں:



كَانَ إِثْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً. (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۳:۲، سند صحیح). یعنی حضرت ابن ابی ملیکہ ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت سعید بن عید قمراتے ہیں:

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خُمُسَ تَرَوِيحَاتٍ وَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۳:۲، بسند صحیح). یعنی حضرت علی بن ربیعہ لوگوں کو رمضان مبارک میں پانچ ترویجہ (بیس رکعت) پڑھاتے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

حضرت فکیر بن عکرمی کا نقل مروی ہے:

إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً. (قیام اللیل بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۳:۲). یعنی حضرت فکیر ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت ابوالبختر کا نقل مروی ہے:

إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ خُمُسَ تَرَوِيحَاتٍ وَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۳:۲). یعنی حضرت ابوالبختر تابعی رمضان مبارک میں پانچ ترویجہ (بیس رکعت) پڑھتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

حضرت حارث کا نقل مروی ہے:

إِنَّهُ كَانَ يَوْمَ النَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۳:۲). یعنی حضرت حارث ماہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

فائدہ: ان احادیث و آثار کی تفصیل اوپر السالک شرح موطا امام مالک (۱: ۳۹۷، ۳۹۸) و حاشیہ آثار السنن

(۲۵۳، ۲۵۰) پر ملاحظہ فرمائیں۔

خلفاء راشدین علیہ السلام حضرت عثمان، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کے مقدس عہد سے صحابہ کرامؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کا متواتر و مسلسل عمل میں رکعت تراویح کا رہا ہے، اندر اربعہ ان کے قبضین اور جمہور علماء کا مسلک بھی یہی ہے، بعض محققین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، امام ترمذی شافعی اپنی جامع ترمذی باب قیام شہر رمضان کے عنوان کے تحت مسئلہ تراویح پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ عَلَى مَا رَوَى عَنْ عَلِيٍّ وَعُمَرَوُ غَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ



عشرین رکعة . (ترمذی ، ۹۹:۱) یعنی اکثر اہل علم میں رکعت تراویح پر قائم ہیں جو حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں۔

علامہ عینی حنفی عمدة القاری شرح بخاری صفحہ ۱۲۶، جلد ۱۱ پر ہیں رکعت تراویح کے متعلق امام ترمذیؒ کا مذکور مذکورہ نقل کر کے فرماتے ہیں:

وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا الْحَنْفِيَّةِ . (ہمارے ائمہ احناف کا قول بھی میں رکعت کا ہے)۔

علامہ ابن عبد البر مالکیؒ میں رکعت تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَهُوَ قَوْلُ جَمْعٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَ بِهِ قَالَ الْكُوفِيُّونَ وَ الشَّافِعِيُّ وَ أَكْثَرُ الْفُقَهَاءِ وَ هُوَ الْخَصِيصُ عَنْ أَبِي أَنَسٍ كَعْبٍ مِّنْ غَيْرِ جَلَّابٍ فِي الصَّخَّابَةِ . (عمدة القاری ، ۱۱: ۱۲۷)۔

یعنی میں رکعت تراویح جمہور علماء کا قول ہے، اہل کوفہ (حناف و دیگر محدثین و فقہاء) امام شافعیؒ اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے حضرت ابی بن کعبؓ سے صحیح طور پر یہی ثابت ہے صحابہ کرامؓ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

علامہ ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں:

فَاخْتَارَ مَالِكٌ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ وَ أَبُو حَنِيفَةَ وَ الشَّافِعِيُّ وَ أَحْمَدُ وَ دَاوُدُ الْقِيَامَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوُتْرِ . (بداية المجتهد ، ۱: ۲۱۰)۔ یعنی امام مالکؒ اپنے ایک قول میں اور امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام داؤدؒ غابری نے وتر کے علاوہ میں رکعت تراویح کو اختیار کیا ہے۔ (امام مالکؒ کا دوسرا قول چھتیس رکعت تراویح کا ہے)۔

علامہ ابن حجرؒ مالکیؒ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الصَّخَّابَةُ عَلَى أَنَّ التَّرَاوِيحَ عِشْرُونَ رَكْعَةً . (مرفقات شرح مشکوٰۃ ، ۳: ۱۹۴)۔ یعنی صحابہ کرامؓ کا میں رکعت تراویح پر اجماع و اتفاق ہے۔

محدث ابن قدامہ ضلعیؒ المغنی صفحہ ۹۸ جلد ۱ پر نماز تراویح کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ الْمَخْتَارُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (الامام احمد بن حنبلؒ) فِيهَا عِشْرُونَ رَكْعَةً . یعنی امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں میں رکعت تراویح مقدار اور رائج ہے۔

آجے صفحہ ۹۹، ج - ۱، میں میں رکعت کے دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:



وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيَ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَ هَذَا كَالْإِجْمَاعِ.  
یعنی حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے، یہ بخیر الاجماع کے ہے۔

علامہ قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح بخاری (۳۲۶:۳) میں عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح پر صحابہ و تابعین کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَدْ عُدُّوا مَا وَقَعَ فِي زَمَنِ عُمَرَ كَالْإِجْمَاعِ. یعنی حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں بیس رکعت تراویح کا واقعہ بخیر الاجماع کے ہے۔

علامہ نووی شافعی شرح مہذب صفحہ ۳۲ جلد ۳ پر نماز تراویح پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرما ہیں:

إِنَّهَا عَشْرُونَ رَكْعَةً..... هَذَا مَذْهَبُنَا وَبِهِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ وَأَحْمَدُ وَدَاوُدُ وَغَيْرُهُمْ وَتَقْلَهُ الْقَاضِي عِيَّاضُ (المالکی) عَنْ جَمْهُورِ الْعُلَمَاءِ. یعنی نماز تراویح بیس رکعت ہے، ہمارا مذہب یہی ہے، امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحابؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام داودؒ ظاہریؒ اور دوسرے علماء کا یہی قول ہے اور قاضی عیاض مالکیؒ نے بھی جمہور علماء کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔

الحاصل بیس رکعت تراویح جمہور صحابہ و تابعین کا مسلسل عمل ہے جو اجماع کی ایک شکل ہے، ائمہ اربعہؒ کا اس پر اتفاق ہے، چودہ صدیوں سے کروڑوں اہل اسلام اسی پر عمل پیرا چلے آ رہے ہیں۔

فائدہ: بعض احادیث و آثار میں نماز تراویح میں بیس رکعت سے کم کا ذکر بھی آیا ہے، محققین کے ہاں ایسی روایات ابتداء پر عمل ہیں، آخری عمل بیس رکعت کا ہے، اس پر قرینہ خلفاء راشدینؓ کے مقدس عہد میں بیس رکعت پر جمہور صحابہ و تابعین کا عملی اجماع ہے، اگر بیس رکعت تراویح آخری عمل نہ ہوتا تو جمہور صحابہ و تابعین ہرگز اسے اختیار نہ کرتے، اور اس پر مسلسل عملی اصرار نہ کرتے۔

محدث بیہقی شافعیؒ نے تراویح کے بارے میں مختلف روایات کی بھی توجیہ کی ہے:

وَجَمَعَ النَّبِيُّ بَيْنَهُمَا بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَقُومُونَ بِأَحَدِي عَشْرَةٍ ثُمَّ قَامُوا بِعَشْرِينَ وَ أَوْتَرُوا بِنَلَايَةٍ. (ارشاد الساری شرح بخاری، ۴: ۲۶۶، للمحدث القسطلانی الشافعی، نصب الرایۃ، ۲: ۱۵۴) للمحدث الزبلی الحنفی). یعنی محدث بیہقیؒ نے ان مختلف روایات میں تطبیق دی ہے کہ وہ لوگ (ابتداء میں) گیارہ رکعت پڑھتے تھے، پھر بیس رکعت پڑھیں اور تین رکعت وتر پڑھے۔



## باب کراهۃ الجماعة فی النوافل والوتر سوى التراویح وصلاة

### الکسوف والاستسقاء والعیدین بالتداعی

۱۸۲۶- عن : زید بن ثابت رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : صَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةَ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ . رواه النسائي بإسناد جيد ، وابن خزيمة في صحيحه كذا في الترغيب (۷۲:۱) وأصله رواه الجماعة إلا ابن ماجه ، كذا في نيل الأوطار (۲:۲۲۳) ، وفي لفظ له عند أبي داود : صَلَاةَ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي مَسْجِدِي هَذَا إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ . قال العراقي : وإسناده صحيح ، كذا في النيل أيضاً (۲:۳۳۴) .

امام بیہقی کی توثیق و تعلق سنن کبریٰ پہمقی مع الجوہر الرقی صفحہ ۳۹۶ جلد ۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہ: میں رکعت تراویح پر حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، تاہم مذکورہ بالا صحابہ تابعین کے میں رکعت کے عملی اجماع سے انکی بنیائے صحیح ثابت ہوتی ہے، وہ مرفوع حدیث یہ ہے:

عَنْ إِبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ بَعِشْرَيْنِ رَكْعَةً . (بیہقی ، ۲: ۴۹۶) ، طبرانی کبیر ، معجم بغوی ، مسند عبد بن حمید ، مصنف ابن ابی شیبہ ، ۲: ۳۹۴) . یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رمضان مبارک میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

نوٹ : تراویح کی رکعات پر پیر حاصل بحث تجلیات صفحہ جلد نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب اس بیان میں کہ تراویح اور صلوٰۃ استسقاء اور صلوٰۃ کسوف اور صلوٰۃ عیدین کے سوا نوافل اور وتر میں

### اجتماع جماعت مکروہ ہے

۱۸۲۶- زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے گروں میں نماز پڑھو کیونکہ بہتر نماز وہ ہے جو آدمی اپنے گھر میں پڑھتا ہے۔ بجز فرض نماز کے۔ اسکوئی نے اسے جید روایت کیا ہے۔ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور زید بن ثابتؓ کی ایک روایت جو کہ ابو داؤد میں بدیں الفاظ ہے کہ آدمی کی نماز اپنے گھر میں اس میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی بہتر ہے باستثناء فرض نماز کے۔ عراقی نے کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔



۱۸۲۷- وَيَزَادُ هَذَا حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، وَفِيهِ أَنَّهُ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الرُّوَائِبَ فِي بَيْتِهَا. وقد تقدم برواية مسلم.

۱۸۲۸- عن : عبد الله بن سعد رحمہ اللہ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِي بَيْتِي وَ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرَى مَا أَقْرَبَ بَيْتِي مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَا أَنْصَلِّي فِي بَيْتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً . أخرجه الترمذی فی الشمائل (ص-۲۱) وسنده حسن صحيح على شرط مسلم ، وأخرجه أحمد ، وابن ماجه ، وابن خزيمة في صحيحه عن عبد الله بن مسعود ، كما في الترغيب للمعذري (۷۲:۱).

۱۸۲۹- عن : صهيب بن النعمان رحمہ اللہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : فَضْلُ صَلَاةِ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ عَلَى صَلَاتِهِ حَيْثُ يَرَاهُ النَّاسُ كَفَضْلِ الْمَكْتُوبَةِ عَلَى النَّافِلَةِ. رواه الطبرانی فی الكبير

۱۸۲۷- حضرت عائشہؓ ایک روایت میں جو کہ مسلم کے یہاں ہے، مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ سنن رواج میرے مکان میں پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** جبکہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ان میں اخفاء مطلوب شرعی ہوگا اور جماعت بلا تادی میں اظہار کا اہتمام ہے اس لئے مکروہ شرعی ہوگا لیکن عیدین وغیرہ میں چونکہ تادی ثابت ہے اس لئے وہاں تادی مطلوب شرعی ہے نہ کہ مکروہ۔ اور جماعت بلا تادی میں چونکہ تمن آدیسوں تک کی شرکت ثابت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اور ایک بچے نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور میری ماں ام سلمہؓ ہمارے پیچھے تھیں (بخاری) اس لئے وہ مکروہ نہ ہوگی۔ اور اس سے زائد حکماً تادی میں داخل ہوگی۔

۱۸۲۸- عبد اللہ بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے گھر میں اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا مکان مسجد سے کس قدر قریب ہے مگر اس پر بھی میں مسجد میں نماز پڑھنے سے گھر میں نماز پڑھنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بجز اسکے کہ فرض نماز ہو۔ اسکو ترمذی نے شامل میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن صحیح ہے اور اسکو احمد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے۔

۱۸۲۹- مصیب بن النعمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت ایسی جگہ نماز پڑھنے پر جہاں لوگ اسکو دیکھیں، ایسی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے



وفی إسنادہ محمد بن مصعب ، وثقه أحمد بن حنبل ، وضعفه ابن معین وغیرہ ، کذا فی النیل (۳۲۴:۲) . و أخرجه فی الترغیب (۱-۷۲) عن رجل من أصحاب النبی ﷺ ، وعزاه إلى البيهقي ، وقال : وإسنادہ جيد إن شاء الله تعالى .

## إدراك الفريضة

باب كراهة الخروج من المسجد بعد الأذان مع قصد عدم الرجوع إليه

### إلا لحاجة

۱۸۳- عن : أبي هريرة رضي الله عنه ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَا يَسْمَعُ الْبُزَاءُ فِي مَسْجِدِي هَذَا ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا لِحَاجَةٍ ثُمَّ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ إِلَّا مُتَأَفِّقًا . رواه الطبرانی فی الأوسط ، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱: ۱۴۴) وفي الترغيب رواه محتج بهم فی الصحيح اه (۱: ۴۹) .

اور اس کی سند میں ایک راوی مختلف فیہ ہے اور ترغیب میں اسکو تہمتی کے حوالہ سے ایک غیر مسی صحابی سے روایت کر کے کہا ہے کہ اس کی سند چید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باب اذان کے بعد بغیر نماز پڑھے بلا قصد واپسی اور بلا ضرورت مسجد سے نکلنا مکروہ ہے

۱۸۳- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری اس مسجد میں موجود ہو اور اذان سنے ، اس کے بعد وہ بلا ضرورت باہر جائے اور واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو وہ ضرور متافق ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے ، اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں جیسا کہ مجمع الزوائد اور ترغیب میں ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں مسجد نبوی ﷺ کی قید اتفاقی ہے یعنی ہر مسجد کا یہی حکم ہے جیسا کہ اگلی احادیث سے معلوم ہوتا ہے ، ہاں اگر واپس آنے کا ارادہ ہو تو پھر متافق نہیں اگرچہ بعد میں کسی عذر کی بنا پر واپس نہ آ سکے۔ نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یہ کراہت تحریمی ہے اور اگر اذان ہو چکنے کے بعد کسی دوسری مسجد میں جانا ضروری ہو مثلاً وہ دوسری مسجد میں مؤذن یا امام ہو تو بھی جانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ صورت ترک ہے حقیقتاً مکمل ہے۔



۱۸۳۱- وَفِيهِ أَيْضًا عَنْهُ عليه السلام مَرْفُوعًا: إِذَا كُنْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَتَوَدَّيْ بِالصَّلَاةِ فَلَا تَخْرُجْ أَخَذْتُمْ حَتَّى يُصَلِّيَ . رواه أحمد ، وإسناده صحيح اه .

۱۸۳۲- روى مسلم ، و أبو داود ، و الترمذی و النسائی عنه : أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا خَرَجَ بَعْدَ مَا أَذِنَ الْمُؤَدِّنُ ، فَقَالَ : أَمَّا هَذَا فَقَدْ غَضَى أَبَا الْقَاسِمِ عليه السلام . كما فى الترغيب أيضا .

۱۸۳۳- عن : سعيد بن المسيب أَنَّ النَّبِيَّ عليه السلام قَالَ : لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَحَدٌ بَعْدَ التَّيْدَاءِ إِلَّا مُتَأَفِّقٌ إِلَّا لِعُدْبَرٍ أَخْرَجَتْهُ حَاجَةٌ وَ هُوَ يُرِيدُ الرُّجُوعَ . رواه أبو داود فى مراسيله ( الترغيب ۱: ۵۰ ) وفى الدراية : رجاله ثقات اه (ص-۱۲۲) .

### باب جواز سنة الفجر عند شروع الإمام فى الفريضة

۱۸۳۴- عن : عبد الله بن أبى موسى ، قَالَ : جَاءَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ وَ الْإِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ إِلَى سَارِيَةٍ ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ .

۱۸۳۱- ترغيب میں ہے کہ ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ فرمایا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے تو کوئی شخص بغیر نماز پڑھے نہ جائے۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۸۳۲- ترغیب میں ہے کہ مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اذان کے بعد مسجد سے نکلا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے ضرور ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔

۱۸۳۳- سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اذان کے بعد مسجد سے نکلا ہے وہ ضرور منافق ہے۔ بجز اسکے کہ وہ کسی ضرورت سے ایسا کرے یعنی ضرورت وہاں سے جائے اور وہاں سے ایسا کرادہ رکھتا ہو۔ اسکو ابو داؤد نے اپنے مراسیل میں ذکر کیا ہے۔ اور درایہ میں ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں۔

تجلیہ: ان احادیث سے اذان کے بعد بلا ضرورت اور بغیر نماز پڑھے اور بلا قصد ابھی مسجد سے نکلنے کی کراہت تو ہر زمانہ میں ثابت ہوتی ہے مگر نکلنے والے پڑھنا تکمیل آگے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس زمانہ میں نماز سے اعراض منافقین ہی کے ساتھ مخصوص تھا۔

### باب جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد بھی فجر کی سنتیں پڑھنا جائز ہے

۱۸۳۳- عبد اللہ بن ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ابن مسعودؓ کی حالت میں آئے کہ امام نماز پڑھا رہا تھا تو



رواہ الطبرانی ، رجالہ موقوف ( مجمع الزوائد ۱: ۱۷۲ )۔

۱۸۳۵- عن : مالک بن مغول ، قَالَ : سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ : أَيْقَظْتُ ابْنَ عُمَرَ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ وَقَدْ أُيِّمَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ . رواہ الطحاوی و إسناده صحیح ، ( آثار السنن ۲: ۳۲۰ )۔

۱۸۳۶- حدثنا : أبو بكرة ، قَالَ : ثنا أبو عمر الضریر ، قَالَ : ثنا عبد العزيز بن مسلم قَالَ : أنا مطرف بن طریف ، عن أبي عثمان الأنصاری ، قَالَ : جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَالْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ، فَصَلَّى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ الرَّكْعَتَيْنِ خَلَّتِ الْإِمَامُ ثُمَّ دَخَلَ مَعَهُمْ . رواہ الطحاوی ( ۱: ۲۱۹ ) و إسناده حسن صحیح .

۱۸۳۷- عن : محمد بن كعب ، قَالَ : خَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ مِنْ بَيْتِهِ فَأَقِيَمَتِ صَلَاةُ الصُّبْحِ ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ . رواہ الطحاوی و إسناده حسن ، ( آثار السنن ۲: ۳۲۰ )۔

آپ نے ایک ستون کی طرف مندر کے دو رکعتیں پڑھیں کیونکہ آپ نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی تھیں۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی موثق ہیں۔

۱۸۳۵- مالک بن مغول کہتے ہیں کہ میں نے نافع کو کہتے سنا کہ میں نے ابن عمرؓ کو نماز کے لئے ایسی حالت میں دیکھا کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو آپ اٹھے اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۱۸۳۶- ابو عثمان انصاری سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عباسؓ ایسے وقت تشریف لائے کہ امام صحیح کی نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے سب فجر نہ پڑھی تھی تو آپ نے امام کے پیچھے (جماعت سے علیحدہ ہو کر) سب فجر پڑھی اور جماعت میں شامل ہو گئے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صحیح کی نماز شروع ہو چکنے کے بعد بھی جماعت کی منوں سے علیحدہ ہو کر سنتیں پڑھنا جائز ہے۔  
۱۸۳۷- محمد بن کعب سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ اپنے گھر سے نکلے تو صبح کی نماز کھڑی ہو چکی تھی جب آپ نے راستہ ہی میں مسجد میں داخل ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں ، اسکے بعد مسجد میں داخل ہوئے اور جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔



۱۸۳۸- عن : زید بن أسلم ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما : أَنَّهُ جَاءَ وَ الْإِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ ، فَصَلَّاهُمَا فِي حُجْرَةٍ خَفِضَ ، ثُمَّ إِنَّهُ صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ . رواه الطحاوی ورجاله ثقات إلا أن يحيى بن أبي كثير مدلس . (آثار السنن ۲: ۳۲۲) . قلت : عداده في المرتبة الثانية وهي من احتمال الأئمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لإمامته و قلة تدليسه ، كما في طبقات المدلسين (۱۱: ۲) . فالحديث صحيح الإسناد .

۱۸۳۹- عن : أبي الدرداء ؓ : أَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَ النَّاسُ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ . رواه الطحاوی و إسناده حسن (آثار السنن ۲: ۳۲۲) .

اسکولہادی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۱۸۳۸- زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ کے وقت آئے کہ امام مسج کی نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے منہ فخر نہ پڑھی تھی تو آپ نے ان کو حضرت حصہؓ کے حجرہ میں پڑھا دیا ، اس کے بعد امام کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کو کھادی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور اسناد صحیح ہے۔

تعمیم: اس روایت سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ ابن عمرؓ کے نزدیک إذا أقْبَعَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ عام نہیں ہے، بلکہ سب فجر اس سے مستثنیٰ ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ حدیث مسجد میں غیر نماز میں مشغول ہونے پر محمول ہے۔ اور یہ بحث کہ حجرہ حصہ داخل مسجد تھا یا خارج مسجد یہاں یہ ہے کہ چونکہ جو ہمارا مدعی ہے وہ ہر حالت میں ثابت ہے یعنی فرض نماز کی جماعت کی حالت میں سنت وغیرہ پڑھتا۔

۱۸۳۹- ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ وہ ایسے وقت مسجد میں داخل ہوئے کہ لوگ مسج کی نماز میں مصروف تھے اور یہ بحث ہوئے تو آپ مسجد کی ایک جانب میں (ممنوں سے علیحدہ ہو کر) سب فجر ادا کرتے پھر جماعت میں شریک ہو جاتے۔ اس کو کھادی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو ممنوں سے علیحدہ ہو کر مسجد میں بھی سنتیں پڑھنا جائز ہے البتہ جماعت کی ممنوں کے ساتھ مل کر سنتیں پڑھنا درست نہیں اور لا صلوة الا المكتوبة کا ایک عمل یہ بھی ہے۔



۱۸۴۰- عن : حارثہ بن مضرب : أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ ، وَ أَبَا مُوسَى خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِيدِ بْنِ الْغَاصِرِ ، فَأَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ ، فَرَكِعَ ابْنُ مَسْعُودٍ رُكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ وَأَمَّا أَبُو مُوسَى فَدَخَلَ الصَّفَّ . رواه أبو بكر بن أبي شيبة في مصنفه . وإسناده صحيح ، ( آثار السنن ۲: ۳۲ ) . وفيه أيضاً في طريق أخرى : فَبَجَسَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِلَى أَسْطُوَانَةِ بْنِ الْمَسْجِدِ ، فَصَلَّى الرُّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ . رواه الطحاوي والطبرانی وفي إسناده لين ، لأنه من رواية زهير بن معاوية ، عن أبي إسحاق ، وزهير ثقة ثبت إلا أن سماعه عن أبي إسحاق بآخرة ، كذا في التعليق الحسن ( ۲: ۳۳ ) .

۱۸۴۱- عن أبي عثمان النهدي ، قَالَ : كُنَّا نَأْتِي عُمرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ أَنْ نُصَلِّيَ الرُّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ ، فَتُصَلِّيَ فِي آخِرِ الْمَسْجِدِ ، ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ . رواه الطحاوي وإسناده حسن ( آثار السنن ۲: ۳۴ ) .

۱۸۴۰- حارث بن مضرب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری سعید بن العاصؓ کے پاس آئے تو نماز کھڑی ہو چکی تھی ، سو ابن مسعود نے پہلے فجر کی سنتیں پڑھیں اور اسکے بعد جماعت میں شامل ہوئے ۔ اور ابوموسیٰ ( غالباً اس لئے کہ سنت فجر پڑھ چکے ہو گئے ) جماعت میں داخل ہو گئے ۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے مُعْتَفً میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اسی روایت میں دوسرے طرق سے روایت ہے کہ ابن مسعود مسجد کے ایک ستون کی طرف منکر کے بیٹھے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شریک ہو گئے ۔ اس کو طحاوی اور طبرانی نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں کمی قدر کمزوری ہے مگر یہ کمزوری معز نہیں ۔

فائدہ : ابن مسعود امام فی الفقہ اور اجلہ صحابہ میں سے ہیں اور حضور ﷺ کے سر و حضر کے ساتھی ہیں ، ان کا فضل بھی اہناف کے مؤید ہے ۔

۱۸۴۱- ابومثان نہدی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے ہوئے اور ہم بغیر فجر کی سنتیں پڑھے آتے تھے اور مسجد کے پچھلے حصہ میں سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جاتے تھے ( اور ہم پر کوئی روک ٹوک نہ ہوتی تھی ) ۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے ۔

فائدہ : اور جن آثار میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ انھیں کو مارتے جو جماعت قائم ہونے کے بعد مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوتا تو اس سے مراد فجر کی دو سنتوں کے علاوہ سنتیں ہیں یا جماعت کی صفوں کے ساتھ مل کر پڑھنے والا مراد ہے ۔



۱۸۴۲- عن : الشعبي ، قَالَ : كَانَ مَسْرُوقٌ يَجِيئُ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ ، وَلَمْ يَكُنْ رَكْعَ رَكْعَتِي الْفَجْرِ ، فَيُصَلِّي الرُّكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ . رواه الطحاوی و إسناده صحيح ، وفي لفظ له : قَالَ : فِي نَاجِيَةِ الْمَسْجِدِ . (آثار السنن ۲: ۳۴).

۱۸۴۳- عن : يزيد بن إبراهيم ، عن الحسن ( البصري ) أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ : إِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تُصَلِّ رَكْعَتِي الْفَجْرِ فَصَلَّيْهُمَا وَإِنْ كَانَ الْإِنَامُ يُصَلِّي ، ثُمَّ ادْخُلْ مَعَ الْإِمَامِ . رواه الطحاوی . وإسناده صحيح ، وفي لفظ له عن يونس ، قَالَ : كَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ : يُصَلِّيَهُمَا فِي نَاجِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ . إسناده صحيح أيضاً كذا في آثار السنن (۲: ۳۴).

۱۸۴۴- عن : العارث عن علي عليه السلام ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الرُّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ . رواه ابن ماجه ( ص- ۸۱ ) في باب ما جاء في الركعتين قبل الفجر . وفيه العارث ضعفه بعضهم ووثقه آخرون ، وهو حسن الحديث كما مر غير مرة ، وبقيه رجاله ثقات .

۱۸۴۲- فقہی سے روایت ہے کہ مسروق لوگوں کے پاس ایسے وقت پہنچے کہ وہ نماز میں ہوتے اور انہوں نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوتیں تو وہ مسجد میں دو رکعتیں پڑھتے ، پھر جماعت میں شریک ہو جاتے ۔ اس کو کھادہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے ۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ یہ رکعتیں مسجد کی ایک جانب میں پڑھتے ۔

فائدہ: اس حدیث سے کبار تابعین کا عمل بھی احناف کے مسلک کے موافق معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۴۳- یزید بن ابراہیم ، حسن بھری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تم ایسی حالت میں مسجد میں آؤ کہ تم نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو تم ان کو پڑھ لو اگرچہ جماعت ہو رہی ہو ، اسکے بعد جماعت میں شریک ہو جاؤ ۔ اس کو کھادہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور انہی کی دوسری روایت میں ہے کہ حسن بھری فجر کی سنتیں مسجد کی ایک جانب میں پڑھتے اور جماعت میں شریک ہو جاتے ۔ اس کی سند بھی صحیح ہے ۔

۱۸۴۴- عارث اعور ، حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ( اگر کسی وجہ سے اقامت سے پہلے نہ پڑھ سکتے تو ) فجر کی سنتیں اقامت کے وقت پڑھ لیتے ۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے ۔



۱۸۴۵- عن : أنس رضی اللہ عنہ : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ جِئْنَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ ، فَرَأَى نَاسًا يُضَلُّونَ بِالْعُجْلَةِ ، فَقَالَ : أَصَلَاتَانِ مَعًا ، فَتَنَهَى أَنْ تُصَلِّيَا فِي الْمَسْجِدِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ .  
 أخرجه ابن خزيمة كذا في العمدة لليعني (۲: ۷۱۱).  
 ۱۸۴۶- مالك : عن هشام بن عروة ، عن أبيه : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : مَا أَبَالِي لَوْ أُقِيمَتِ صَلَاةُ الصُّبْحِ وَأَنَا أُزِيرُ . أخرجه في موطاه (ص- ۴۴) وسنده صحيح .

۱۸۴۵- انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے وقت تشریف لائے کہ اقامت ہو رہی تھی ، انکی حالت میں آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ (حدود و موقوف کے اندر) جلدی جلدی نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا دو نمازیں ایک ساتھ ہو گئی (یعنی ایک مسجد میں اور ایک وقت میں ہم الگ نماز پڑھیں اور تم الگ نماز پڑھو) اسکے بعد آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ انکو مسجد میں جماعت کے وقت پڑھا جائے۔ اس کو ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنتوں کے جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ممانعت کا فضا اختلاف مصلین ہے اور چون کہ یہ اختلاف مسجد سے باہر نماز پڑھنے میں بالکل نہیں اس لئے اس صورت میں کراہت بالکل نہ ہوگی۔ اور مسجد میں نماز پڑھنے میں جس قدر بعد من القف ہوگا ای قدر بعد من الکراہۃ ہوگا۔ پس یہ حدیث مفسر ہوگی حدیث "اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة" کی۔ اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ اقامت کے وقت دوسری نماز پڑھنا بھی ممنوع ہے اور ترک سنت فجر بھی ممنوع ہے اور ترک جماعت بھی ممنوع ہے پس جبکہ سنتوں کا پڑھنا ترک جماعت کو سترم ہو تو ہم کہیں گے کہ سنتوں کو چھوڑ دے کیونکہ سنت فجر اور جماعت تاکد میں برابر ہیں اور جماعت سنت وقت ہے اور سنتوں کا کافی الجملہ وقت نکل چکا ہے۔ پس سنتوں کی وجہ سے جماعت کو ترک نہ کیا جائے گا۔ اور جبکہ سنتوں کا پڑھنا ترک جماعت کو سترم نہ ہو بلکہ صلوة عند الاقامة کو سترم ہو تو سب فجر کو ترک نہ کیا جائے گا بلکہ صلوة عند الاقامة کی کراہت کو گوارا کر لیا جائے گا۔ کیونکہ ترک سنت فجر کی ممانعت اشد و لحاظ ہے صلوة عند الاقامة کی ممانعت سے۔ کیونکہ صلوة عند الاقامة میں مسلمانوں کی مخالفت صرف صوری ہے نہ کہ حقیقی۔ اس لئے وہ بہت زیادہ اہم نہیں ہے اور ترک سنت فجر میں ایک امر شرعی کو بالکلیر فوت کر دینا ہے، اس لئے وہ زیادہ اہم ہوگا۔ پس جن لوگوں نے اقامت صلوة کے وقت سنت فجر کی اجازت دی ہے وہ قائل ملامت نہیں کیونکہ انہوں نے "اِذَا اُبْتَلِيَتْ بِبَلِيَّتَيْنِ فَاخْتَرَا هُوَ نَهَمًا" کے اصول پر عمل کیا ہے اور جنہوں نے اقامت صلوة کے وقت ترک سنت کو لازم کیا ہے وہ قائل ملامت ہو سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے مقصدہ خفیہ کی بنا پر مقصدہ شہیدہ کو گوارا کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کو اجتہاد کی اجازت نہیں بلکہ اجتہاد کی اجازت انہی کو ہو سکتی ہے جو احکام شرعیہ کے مدارج و مراتب کو سمجھتے ہیں۔

۱۸۴۶- عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر (صبح کی نماز کی) اقامت ہو جائے اور میں وتر پڑھتا ہوں تو



۱۸۴۷- مالک : عن يحيى بن سعيد ، أَنَّهُ قَالَ : كَانَ عِبَادَةُ بْنِ الصَّامِتِ ۞ يَوْمًا فَخَرَجَ يَوْمًا إِلَى الصُّبْحِ فَأَقَامَ الْمُؤَذِّنُ صَلَاةَ الصُّبْحِ ، فَاسْكَنَتْهُ عِبَادَةُ حَتَّى أَوْتَرَتْهُمُ صَلَاتِي بِهِمُ الصُّبْحِ . أَخْرَجَهُ فِي الْمَوْطَأِ أَيْضًا ، وَرَجَالَهُ ثَقَاتٌ إِلَّا أَنْ فِيهِ انْقِطَاعًا ، يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ صَحَابِي غَيْرِ أَنَسٍ ، كَذَا فِي التَّهْذِيبِ (۱: ۴۲۳) .

۱۸۴۸- مالک : عن عبد الرحمن بن القاسم ، أَنَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَامِرٍ ابْنَ رَيْبَعَةَ ۞ يَقُولُ : إِنِّي لَاؤْتِرُ وَأَنَا أَسْمَعُ الْإِقَامَةَ أَوْ بَعْدَ الْفَجْرِ ، يَشْكُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ أَيْ ذَلِكَ قَالَ . أَخْرَجَهُ فِي الْمَوْطَأِ أَيْضًا ، وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ وَلَدٌ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَأَاهُ وَهُوَ غَلَامٌ ، كَمَا فِي التَّهْذِيبِ (۵: ۲۷۱) .

### باب قضاء السنن والأوراد

۱۸۴۹- حدثنا عقبه بن مكرم العمي البصري ، نا عمرو بن عاصم ، نا همام عن قتادة ، عن نضر بن أنس ، عن بشير بن نهيك ، عن أبي هريرة ۞ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ لَمْ يُصَلِّ

مجھے اکی کوئی پرا نہیں۔ اسکو مالک نے عموماً اس روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فانكروا اس سے معلوم ہوا کہ اقامت صلوٰۃ کے وقت وتر پڑھنا جائز ہیں۔ پس سنت فجر بھی جائز ہوگی کیونکہ وہ بھی تاکدیں اور ہی کے قریب قریب ہے چنانچہ سنتوں کا پڑھنا بھی ابن مسعود سے ثابت ہو چکا ہے۔

۱۸۴۷- بخاری بن سعید سے روایت ہے کہ عبادہ بن الصامت ایک قوم کے امام تھے۔ ایک روز صبح کے وقت نماز پڑھانے آئے تو مؤذن نے اقامت کی، آپ نے اسے خاموش کر دیا یہاں تک کہ آپ نے وتر پڑھے، اس کے بعد لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ اس کو بھی مالک نے عموماً اس روایت کیا ہے۔ مگر اس کی سند میں انقطاع ہے (مگر یہ انقطاع معترض نہیں)۔

۱۸۴۸- عبد الرحمن بن القاسم کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کو کہتے سنا ہے کہ میں اقامت کو سنتے ہوئے یا بعد فجر کے وتر پڑھ لیتا ہوں عبد الرحمن کو شک ہے کہ انہوں نے کوئی بات کہی تھی، آیا یہ کہا تھا کہ اقامت کو سنتے ہوئے یا یہ کہا تھا کہ فجر کے بعد۔ اسکو عموماً صحیح روایت کیا ہے۔

### باب سنتوں اور معمولات کے قضا کے بیان میں

۱۸۴۹- ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں



رَكْعَتِي الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ . رواه الترمذی (۵۷:۱) وقال : لا نعرفه إلا من هذا الوجه . قلت : رجاله رجال الصحيحين إلا عقبه فمن أفراد مسلم ، وعزاه العزیزی (۳۶۲:۳) إلى الترمذی والحاكم ، وقال : قال الحاكم صحيح ، و أقروه اه . وفي النیل (۲۶۹:۲) بعد عزوه إلى الترمذی : أخرجه ابن حبان في صحيحه والحاكم في المستدرک وقال : صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه اه . وكذا رأيت في المستدرک (۲۰۷:۱) بلفظ : مَنْ نَسِيَ رَكْعَتِي الْفَجْرِ . وصححه الحاكم على شرطهما ، وأقره عليه الذهبي .

۱۸۵۰- عن : أبي هريرة رضي الله عنه ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَاتَهُ رَكْعَتَا الْفَجْرِ صَلَّاهُمَا إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ . أخرجه الطحاوی في مشكل الآثار له ، وقال : إسناده أحسن من إسناده حديث قيس بن فهد ، كذا في المعتمر من المختصر من مشكل الآثار (ص-۴۲) والطحاوی حافظ حجة إمام في الجرح والتعديل ، عده السيوطی في حسن المحاضرة له في حفاظ الحديث وقاده (۱۴۷:۱) فتحسينه إسناده هذا الحديث حجة .

۱۸۵۱- عن : أبي مجلز ، قَالَ : دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِي صَلَاةِ الْعَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَ الْإِنْسَامُ يُصَلِّي ، فَأَمَّا ابْنُ عُمَرَ فَدَخَلَ فِي الصُّفِّ ، وَأَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ

اسکولوع شمس کے بعد پڑھ لینی چاہئے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسکو صحیح الا سنا کہا ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی سنتوں کی قضا ہے اور ان کو طلوع شمس کے بعد قضا کیا جائے

۱۸۵۰- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی صبح کی سنتیں فوت ہو جاتیں تو آپ ان کو طلوع شمس کے بعد پڑھتے۔ اسکو طحاوی نے مشکل آثار میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد قیس بن مہدی کی روایت سے بہتر ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی دو سنتیں رہ جائیں تو انہیں طلوع شمس کے بعد قضا کیا جائے اور طلوع شمس سے قبل فرض نماز کے بعد پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اگر فرض نماز کے بعد اور طلوع شمس سے قبل فجر کی سنتوں کے اداء کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ اسے مؤخر نہ فرماتے کیونکہ وقت اداء سے مؤخر کرنا مکروہ ہے لہذا معلوم ہوا کہ قضا ہونے پر طلوع شمس سے قبل پڑھنا مکروہ ہے۔

۱۸۵۱- ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں ابن عمر اور ابن عباس کے ساتھ صبح کی نماز کے لئے ایسے وقت مسجد میں داخل ہوا کہ امام نماز



ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِنَامِ ، فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ إِنَّ عُمَرَ مَكَانَهُ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ ، فَقَامَ فَرَكَعَ رُكْعَتَيْنِ . رواه الطحاوی و إسناده صحيح . (آثار السنن ۲: ۳۹۰) . قلت : و ذكره مالك في موطأه (ص- ۴۵) بلاغا و بلاغاته صحاح .

۱۸۵۲- عن : يحيى بن سعيد ، قال : سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُولُ : إِذَا لَمْ أَصْلِهِمَا حَتَّى أَصْلَى الْفَجْرَ صَلَّيْتُهِمَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ . رواه ابن أبي شيبة و إسناده صحيح . (آثار السنن ۲: ۳۹۰) و ذكره مالك في الموطأ (ص- ۴۵) عن عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه من فعله . وَ قَدْ تَقَدَّسَتْ الْأَحَادِيثُ النَّاهِيَةُ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي الْجُزْءِ الثَّانِي مِنَ الْكِتَابِ ، فَلَا نُعِيدُهَا وَ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى سُنَّةَ الْفَجْرِ مَعَ الْفَرِيضَةِ لَمَّا نَامَ عَنْهَا فِي السَّفَرِ . أخرجه الشيخان و أبو داود و غيرهم ، كما في النيل (۱: ۳۲۹) .

۱۸۵۳- عن : عائشة رضي الله عنها ، قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا فَاتَتْهُ الْأَزْنَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ . رواه ابن ماجه ، و كلهم ثقات إلا

پڑھارہا تھا اس بن عمرؓ تو نماز میں شریک ہو گئے ، رہے ابن عباسؓ انہوں نے پہلے صبح کی سنتیں پڑھیں اسکے بعد وہ جماعت میں شریک ہو گئے۔ پس جبکہ امام نماز سے فارغ ہوا تو ابن عمرؓ طلوع آفتاب تک اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ پس جب آفتاب طلوع ہوا تو وہ اٹھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۱۸۵۴- بخاری بن سعید سے روایت ہے کہ میں نے قاسم بن محمد کو کہتے سنا ہے کہ جب میں صبح کے فرضوں سے پہلے سنتیں نہیں پڑھتا تو ان کو طلوع شمس کے بعد پڑھتا ہوں۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اسی مضمون کو مالک نے بخاری میں عبد الرحمن بن القاسم سے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس روایت سے جس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنتوں کو طلوع شمس کے بعد قضا کیا جائے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو فرضوں کے بعد قضاء نہ کیا جائے۔ اور وہ حدیثیں جن سے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے جو مشرک مذہبی ہیں اور وہ روایتیں قاسم بن محمد کے فضل کی توثیق ہیں نیز رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے طلوع شمس کے بعد فرضوں کے ساتھ سنتوں کو قضا کیا۔ جبکہ سفر میں سوجانے کی وجہ سے آپ ﷺ کی نماز قضا ہوگئی تھی چنانچہ اسکو بخاری نے روایت کیا اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس سے بھی سنتوں کی قضا کا ثبوت ہوتا ہے۔

۱۸۵۴- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی تلہر کی چار سنتیں فوت ہو جائیں تو آپ ﷺ انکو تلہر کی



قیس بن الربیع ، ففیہ مقال وقد وثق ( نیل الأوطار ۲: ۲۷۱ )۔ قلت : فهو صالح للاحتجاج ، وفي العزیزی إسناده حسن اه ( ۱۳۳: ۳ )۔

۱۸۵۴ - عن : عائشة رضی اللہ عنہا ، أَيْضاً : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا . رواه الترمذی ( ۵۸: ۱ ) وقال : هذا حديث غريب .

۱۸۵۵ - عن : عمر بن الخطاب ؓ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ نَامَ عَنْ جُزْءٍ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ ، فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ . رواه الجماعة إلا البخاری ( نیل الأوطار ۲: ۲۹۴ )۔

۱۸۵۶ - عن : عائشة رضی اللہ عنہا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ بَيْنَ وَجْعٍ أَوْ غَيْرِهِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةٍ رَكْعَةً . رواه مسلم ( ۲۵۶: ۱ )۔

۱۸۵۷ - حدثنا : ابن حمید ، قال : ثنا يعقوب القمي ، عن حفص بن حميد عن شمر بن عطية ، عن شفيق ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ ، فَقَالَ : فَاتَتْنِي الصَّلَاةُ اللَّيْلِيَّةُ ، فَقَالَ : أَذْرِكُ مَا فَاتَكَ مِنْ لَيْلَيْكَ فِي نَهَارِكَ ، فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ جُلْفَةً

دور کعتوں کے بعد پڑھتے ۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور عزیزی میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

۱۸۵۳ - حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی وجہ سے ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھتے تو ان کو ظہر

کی نماز ( کی دو سنتوں ) کے بعد پڑھتے ۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن غریب کہا ہے۔

۱۸۵۵ - عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے رات کے معمول کو ٹھکانا چھوڑ کر سوراہا

اور اس کو صبح کی نماز سے لیکر ظہر تک ادا کر لیا تو اس کے لئے رات کا یہی ثواب لکھا جائے گا۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے۔ بجز بخاری کے۔

۱۸۵۶ - حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب کسی تکلیف کی وجہ سے آپ ﷺ کی رات کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ

ﷺ دن میں بارہ رکعتیں پڑھتے ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان بارہ رکعتوں میں وتر نہیں ہیں اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر صرف تین وتر رات میں پڑھ لینے

ہو گئے اور باقی نماز کے بجائے بارہ رکعتیں پڑھتے ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

۱۸۵۷ - متفق کہتے ہیں کہ ایک شخص عمر بن الخطابؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری رات کی نماز چھوٹ گئی تو آپ نے فرمایا کہ



لَنْ أَرَادَ أَنْ يُذَكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا . أخرجه الإمام ابن جرير الطبري في تفسيره (۲۰:۹) ،  
وسنده حسن ، و ترجم رجاله في العاشية ، و أخرج عن ابن عباس والحسن البصري نحوه .

## أبواب قضاء الفوائت

### باب وجوب قضاء الفوائت

۱۸۵۸- عن : أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي ﷺ ، قَالَ : مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ  
إِذَا ذَكَرَ ، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ ، أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي . (طه : ۱۴) رواه البخاري (۸۴:۱) .

### باب وجوب الترتيب بين القضاء والأداء

۱۸۵۹- عن : جابر بن عبد الله رضي الله عنه : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ  
مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! مَا كَذْتُ أَصْلِي

جورات میں رہ گئی اس کو دن میں پورا کر دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے جو صیحت قبول کرنا یا شکر گزاری کرنا چاہے رات اور دن کو  
ایک دوسرے کا نائب بنایا ہے۔ اس لئے جو کام دن میں نہ ہو سکے رات میں کر لو اور جورات میں نہ ہو سکے دن میں کر لو۔ اس کو ابن جریر  
نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے، نیز ابن جریر نے ایسا ہی مضمون ابن عباس اور حسن سے روایت کیا ہے۔

## أبواب فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے احکام

### باب فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے

۱۸۵۸- انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آئے  
اسے پڑھ لینا چاہئے ، کیونکہ اسکے سوا اسکی اور کوئی طاعتی نہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ-۱۳) میری  
یاد کے وقت نماز پڑھو۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قضاء جلدی کرنی چاہئے اور  
انتاف کے ہاں جلدی قضا کرنا واجب ہے۔

### باب قضا نمازوں اور ادا نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے

۱۸۵۹- جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے زمانہ میں غروب شمس کے بعد آئے اور کفار قریش



الْمَغْرِبِ حَتَّى كَادَتْ الشَّمْسُ تَغْرُبُ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : وَ اللَّهُ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلَى بُطْحَانَ  
فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا بِهَا ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا  
الْمَغْرِبَ . أخرجه البخاری (۸۳:۱) .

۱۸۶۰- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَذَكَرَهَا وَ  
هُوَ نَعِيمٌ الْإِنَامِ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ ، وَلْيَقْضِ النَّبِيُّ نَبِيَّ ، ثُمَّ لْيُعِدِ النَّبِيُّ صَلَاتَهُ مَعَ الْإِنَامِ . رواه  
الطبرانی فی الأوسط ورجاله ثقات إلا أن شیخ الطبرانی محمد بن هشام المستملی لم  
أجد من ذكره ، كذا فی مجمع الزوائد . (۱۳۷:۱) . قلت : وهو أيضاً ثقة علی قاعدة  
مجمع الزوائد ، و تقدم فی باب طهارة الأرض بالجفاف ، والحديث رواه مالك فی موطاه  
(ص-۵۹) نحوه موقوفاً علی ابن عمر رضی اللہ عنہما بأصح الأسانید .

کو برا کہنے لگے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! مجھے عصر کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ  
نے فرمایا کہ واللہ میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ، تب ہم وادی بطحان پر گئے اور وہاں جا کر آپ ﷺ نے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو  
کیا۔ اور آپ ﷺ نے غروب شمس کے بعد پہلے عصر کی نماز پڑھی ، اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ قضاء نماز کو ادا سے پہلے پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ اگر عصر کی نماز کو پیچھے بھی پڑھا جا سکا  
تو مغرب کی نماز کو جس میں قیام مطلوب ہے خواہ تواتر ہو یا نہ ہو پورا کیا جاتا۔ لیکن اس حدیث سے اس چیز کا وجوب ثابت نہیں ہوتا البتہ  
حضور ﷺ کے فرمان صلّو کما رأیتُمونی اُصلّی کے ملانے سے اس بات کا وجوب ثابت ہو جاتا ہے کہ قضاء اور اداء کے  
درمیان ترتیب واجب ہے۔

۱۸۶۰- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی نماز بھول جائے اور وہ اسکو ایسی حالت میں یاد  
آئے کہ وہ امام کے ساتھ وقتی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنی نماز پوری کر لے ، اسکے بعد اس بھولی ہوئی نماز کو پڑھے ، اسکے بعد جو نماز اس نے  
امام کے ساتھ پڑھی ہے اس کا اعادہ کرے (کیونکہ وہ نماز بوجہ اپنے وقت معین سے پہلے ہونے کے ادا نہیں ہوئی) اس کو طبرانی نے  
اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکو موطا میں امام مالکؒ نے ابن عمرؓ سے اصح الاسانید کے ساتھ موقوفاً روایت کیا ہے (اور یہ موقوف بھی  
مرفوع ہے حکم میں ہے کیونکہ اس باب میں اجتہاد کی گنجائش نہیں)۔

فائدہ: اس حدیث سے فائدہ اور حقیقہ کے درمیان ترتیب کا وجوب معلوم ہوا ، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو حقیقہ فائدہ سے  
پہلے ادا کی جائے وہ کافی نہیں بلکہ اس کا اعادہ لازم ہے۔



۱۸۶۱- ثنا: موسیٰ بن داود، قال: ثنا ابن لہیعۃ، عن یزید بن أبی حبیب، عن محمد بن یزید، أن عبد الله بن عوف حدثه، أن أبا جمعة حبيب بن سباع وَكَانَ قَدْ أَذْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ حَدَّثَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَامَ الْأَخْزَابِ صَلَّى الْمَغْرِبَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: هَلْ عَلِمَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ابْنِي صَلَّيْتُ الْعَصْرَ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا صَلَّيْتُهَا، فَأَمَرَ الْمُؤَدَّنَ، فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ أَعَادَ الْمَغْرِبَ. أخرجه أحمد في مسنده (۱۰۶:۳) ورجاله ثقات كلهم غير ابن لہیعۃ، وهو حسن الحديث كما مر غير مرة.

۱۸۶۱- ابو جوع حبيب بن سباع صحابی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے سال مغرب کی نماز پڑھی پس جبکہ اس سے فارغ ہو چکے تو فرمایا کہ کیا کسی کو معلوم ہے کہ میں نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے نماز نہیں پڑھی تو آپ ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا، اس نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی پھر مغرب کی نماز پڑھائی۔ اسکا احمد نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ حسن الحدیث ہے (پس یہ حدیث حسن ہے)

**فائدہ:** اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ فائزہ اور وہیہ کے درمیان ترتیب واجب ہے۔ اور وہیہ کو پہلے پڑھ لینے کی صورت میں وہیہ ادا نہیں ہوتی۔ اور یہ شکر کہ نسیان فائزہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نسیان سے بھی ترتیب ساقط نہیں ہوتی، اس لئے ساقط ہے کہ اس حدیث سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو آخر تک فائزہ یاد نہیں آئی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عین نماز میں آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے مزید اطمینان کے لئے لوگوں سے دریافت کیا۔ اس لئے یہ شکر نہیں ہو سکتا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نسیان سقط ترتیب نہیں۔

**فائدہ:** (۲): الغرض فائزہ اور وہیہ کے درمیان ترتیب واجب ہے البتہ تنگی وقت، نسیان اور فائزہ نمازوں کی تعداد کے چھ ہونے پر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

**فائدہ:** (۳): یعنی اگر وہیہ نماز کا وقت اتنا تھوڑا ہو کہ اگر فوت شدہ نماز پڑھی تو وہیہ نماز اپنے وقت سے رہ جائیگی تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور وہیہ کو پہلے پڑھنا ضروری ہے کیونکہ یہ وقت قرآن کی آیت سے وہیہ کیلئے ثابت ہے اور خبر واحد کی رو سے فائزہ کے لئے ثابت ہے تو قرآن کی آیت کے حکم کو مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص فوت شدہ نماز بھول جائے تو بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ بھول چوک ایک انسانی عذر ہے جو سقط تکلیف ہے۔ اسی طرح چھ فوت شدہ نمازوں کی صورت میں بھی ترتیب کو واجب کرنے میں حرج ہے اور لیس لھم فی الذین بن خرج کے تحت یہ حرج بھی مرفوع ہوگا۔



## باب الترتیب بین الفوائت

۱۸۶۲- عن: أبی سعید رضی اللہ عنہ قال: حُبِسْنَا یَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى كَانَ بُعْدُ الْمَغْرِبِ بِهَوَى مِنْ اللَّيْلِ كَفَيْنَا، وَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا. قَالَ: فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِأَلَا، وَأَقَامَ الظُّهْرَ فَصَلَّاهَا، فَأَحْسَنَ صَلَاتِهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا، ثُمَّ أَمَرَهُ، فَأَقَامَ الْعَصْرَ، فَصَلَّاهَا فَأَحْسَنَ صَلَاتِهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا، ثُمَّ أَمَرَهُ، وَأَقَامَ الْمَغْرِبَ، فَصَلَّاهَا كَذَلِكَ، قَالَ: وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ: فَإِنْ خِفْتُمْ فِرْجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. رواه أحمد والنسائي ولم يذكر المغرب (النيل ۲۳۰:۱).

## باب فوائت کے درمیان ترتیب واجب ہے

۱۸۶۲- ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم خندق کے روز نماز سے دو کدے گئے یہاں تک کہ ہم بعد مغرب رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد فطرہ سے محفوظ ہو گئے اور یہی مصداق ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا (الاحزاب-۲۵) کا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ سے بچا دیا اور اللہ بڑا بڑست اور قابو پایا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بلال کو بلایا اور انہوں نے ظہر کی نماز کے لئے اقامت کہی۔ اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز اسی خوبصورتی سے پڑھائی جس خوبصورتی سے وہ اسکو اسکے وقت میں پڑھتے تھے، اسکے بعد عصر نماز کے لئے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے اسکو بھی اسی خوبصورتی کے ساتھ پڑھا جس خوبصورتی سے وہ اسکو اسکے وقت میں پڑھتے تھے، پھر آپ ﷺ نے بلال کو گھم دیا اور انہوں نے مغرب کے لئے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز اسی طرح پڑھی اور یہ واقعہ صلوة خوف کی شریعت سے نقل کا ہے۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی اسے ذکر کیا ہے مگر انہوں نے مغرب کی نماز کو بیان نہیں کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے فوائت کے درمیان ترتیب کا ثبوت ہوتا ہے۔ اب یہ امر قابل غور ہے کہ آپ ﷺ نے اس ترتیب کو کیوں اختیار فرمایا جو جبکہ ہم ان احادیث پر غور کرتے ہیں جن سے وجوب ترتیب بین الفائتہ والوہیہ ثابت ہوتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ترتیب علی وجہ الوجوب تھی۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہیہ کا وقت فائتہ کے بعد ہے۔ اور فوائت میں ہر نماز اپنے وقت میں دقت تھی۔ مثلاً عصر کے وقت ظہر فائتہ تھی اور عصر وہیہ۔ پس ظہر کی نماز کا وقت عصر کی نماز پر مقدم تھا اور مغرب کے وقت عصر فائتہ تھی اور مغرب وہیہ اس لئے عصر کی نماز کا وقت مغرب کی نماز پر مقدم تھا اور عشاء کے وقت مغرب فائتہ تھی اور عشاء وہیہ لہذا مغرب کی نماز



۱۸۶۳- عن : أبی عبیدة بن عبد الله بن مسعود ، قال : قال عبد الله ﷺ : أَنَّ الْمُشْرِكَيْنِ شَعَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَزْنِيعِ صَلَاةٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ ، حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ ، فَأَمَرَ بِإِلَالَةٍ فَادَّنَ ثُمَّ أَقَامَ ، فَصَلَّى الظُّهْرَ ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ . رواه الترمذی (۲۵:۱) وقال : ليس بإسناده بأس إلا أن أبا عبيدة لم يسمع من عبد الله اه . قلت : قد تقدم أنه سمع من أبيه عند بعض أهل الحديث ، فالإسناد حجة متصل .

### باب وجوب سجود السهو وكونه بين السلامين

۱۸۶۴- عن : محمد بن سيرين ، يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ؓ يَقُولُ : صَلَّى بِنَا

کا وقت عشاء کی نماز پر مقدم تھا۔ پس ترتیب کا وجوب ثابت ہو گیا اور جبکہ اسکے ساتھ صلوا کما رایتونی اُصلیٰ کو لایا جاتا ہے اور کہا جائے کہ بقرینہ مقام دو دیگر قرائن معنی یہ ہیں کہ جس ترتیب سے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی ترتیب سے تم بھی پڑھا کر تو اس سے وجوب ترتیب کو مزید تقویت ہو جاتی ہے اور ہم نے بقرینہ مقام دو دیگر قرائن کی اس لئے قید لگائی کہ اگر کس الفاظ پر نظر کی جائے تو اس میں جماعت اور اقامت اور اذان وغیرہ بھی اسی طرح داخل ہیں جس طرح ترتیب داخل ہے اور اقامت وغیرہ واجب نہیں تو ترتیب کیونکر واجب ہو جائے گی فافہم و تامل تاملا صادقاً۔

۱۸۶۳- ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ شرکین نے رسول اللہ ﷺ کو خندق کے واقعہ میں چار نمازوں سے روک دیا یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا۔ تب آپ ﷺ نے بلال کو حکم دیا پس انہوں نے اذان اور اقامت کی اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی اس کے بعد انہوں نے اقامت کی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے اقامت کی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز ادا کی اسکے بعد انہوں نے اقامت کی اور آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند لا باس ہے۔ مگر اتنی بات ہے کہ ابوعبیدہ نے ابن مسعودؓ سے کچھ نہیں سنا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ بعض کی تحقیق ہے کہ ابوعبیدہ کو ابن مسعودؓ سے سماع حاصل ہے اس لئے سند حجت ہے۔

فائدہ: اگر ابوعبیدہ کو سماع حاصل بھی نہ ہو تب بھی حجت ہے کیونکہ دوسری روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے پھر ابوعبیدہ اسکو جزم کے ساتھ بیان کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو یہ روایت متفق ذریعہ سے پہنچی ہے، واللہ اعلم اور وجہ استدلال وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔



رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِحْدَى صَلَاتِي الْعِشِيِّ ، إِنَّمَا الظُّهْرُ وَإِنَّمَا الْعَصْرُ ، فَسَلِّمْ فِي رُكْعَتَيْنِ .  
الحديث وفيه : فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ وَسَلَّم ، ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ سَجَدَ ، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ ،  
ثُمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ ، قَالَ : ( أَيْ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ كَمَا قَالَ النُّووي ) وَأَخْبَرْتُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ  
حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : وَسَلَّم . رواه مسلم ( ۲۱۳ : ۱ ) .

۱۸۶۵- عن : ابن مسعود رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعاً : إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَعَزَّزْ  
الصُّوَابَ فَلْيَتِمَّ عَلَيْهِ ، ثُمَّ لْيُسَلِّمْ ثُمَّ لْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ . رواه البخاری ( ۵۸ : ۱ ) .

۱۸۶۶- عن : أبي هريرة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتِي السُّهُوِ  
وَعُوَّ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ . رواه النسائي ( ۱۹۵ : ۱ ) وسكت عنه .

### باب سجدہ ہووا واجب ہے اور وہ دو مسلاموں کے درمیان ہوتا ہے

۱۸۶۳- محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں شام کی ایک نماز یعنی ظہر کی  
یا عصر کی پڑھائی اور دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ اسکے بعد اور مضمون بیان کیا اور اس (حدیث) میں بیان کیا کہ اس کے بعد آپ ﷺ  
نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیرا، اسکے بعد سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا، اسکے بعد محمد بن  
سیرین نے بیان کیا کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ عمران کہتے تھے کہ اسکے بعد آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔ اس کو سلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: سجدہ ہوکا دو مسلاموں کے درمیان ہونا معلوم ہوا۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۱۸۶۵- ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہو تو  
اس کو چاہئے کہ سوچ کر ٹھیک بات معلوم کرے پھر جو ٹھیک بات معلوم ہو اس پر اپنی نماز کو ختم کرے، اسکے بعد سلام پھیرے اور سلام کے  
بعد دو سجدے کرے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے سجدہ ہوکا دو سجدے معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ ہو سے پہلے سلام ہوتا ہے۔

۱۸۶۶- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سجدہ ہو کے موقع پر) اَوَّلَ سلام پھیرا، اسکے بعد سجدے کے لئے  
بیٹھے ہوئے دو سجدے کئے، اسکے بعد آخری سلام پھیرا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: یہ روایت مدعیان فہم ہے کہ دو مسلاموں کے درمیان میں سجدہ ہو ہوتا ہے۔



۱۸۶۷- عن : عمران بن حصین رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ ، فَقَالَ الْخَزْبَانِيُّ : إِنَّكَ صَلَّيْتَ ثَلَاثًا ، فَصَلَّى بِهِمِ الرَّكْعَةَ الْبَاقِيَةَ ثُمَّ سَلَّمَ ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ السُّهُوِ ثُمَّ سَلَّمَ . رواه النسائي (۱۹۵:۱) وسكت عنه ، وروى مسلم نحوه (۲۱۴:۱) .

۱۸۶۸- عن : عبد الله بن جعفر ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : مَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ . رواه أبو داود والنسائي ، ورواه البيهقي ، وقال : إسناده لا بأس به (زيلي ۳۰۰:۱) وفي الدراية : وصححه ابن خزيمة (ص- ۱۲۵) .

۱۸۶۹- عن ثوبان رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ قَالَ : لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ . رواه أبو داود في باب من نسي ان يشهد (۴۰۱:۱) ولم يضعفه ، فهو حديث حسن .

۱۸۷۰- عن : عطاء بن أبي رباح ، قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ أَلْمَغْرِبَ ، فَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ قَامَ يَسْبِيحُ بِهَ الْقَوْمُ ، فَصَلَّى بِهِمِ الرَّكْعَةَ ، ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ .

۱۸۶۷- عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ خرباقؓ نے مطلع کیا کہ آپ ﷺ نے تین رکعتیں پڑھی ہیں، تب آپ ﷺ نے باقی رکعت پڑھی اسکے بعد سلام پھیرا اور سلام کے بعد سو کے لئے دو سجود کئے، اسکے بعد آخری سلام پھیرا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ اور مسلم نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کیا ہے۔

۱۸۶۸- عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو اسکو چاہئے کہ سلام کے بعد دو سجود کرے۔ اسکو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے اس کی سند کو لا باس بہ کہا ہے اور ابن خزيمة نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی مجدہ ہو گا وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ امر میں اصل وجوب ہے۔  
۱۸۶۹- ثوبانؓ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر سو کے لئے سلام کے بعد دو سجود:

ہیں۔ اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر جرح نہیں کی لہذا یہ حسن ہے۔  
۱۸۷۰- عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن زبیرؓ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی تو انہوں نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ مقتدیوں نے تسبیح کہی تو وہ کھڑے ہوئے اور تیسری رکعت پڑھی اور سلام پھیر کر دو سجود کئے،



قَالَ : فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِنِ فَوْرِي فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ : اللَّهُ أَتُوكَ ! مَا مَاطَ عَنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . أَخْرَجَهُ ابْنُ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَاتِ (عمدة القاری ۷۳۶:۳) قَالَ الزَّيْلَعِيُّ (۳۰۱:۱) : رَوَى ابْنُ سَعْدٍ فِي تَرْجَمَةِ ابْنِ الزَّبِيرِ : أَخْبَرَنَا عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ ، ثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ ، ثَنَا عَسَلُ بْنُ سَفْيَانَ ، عَنْ عَطَاءٍ ، فَذَكَرَهُ . قُلْتُ : رَجَالَهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ غَيْرُ عَسَلٍ ، أَمَّا عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ فَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ يَلْقَبُ بِعَارِمٍ مِنْ رَجَالِ الْجَمَاعَةِ ثَقَّةٌ ثَبَتَ ، كَذَا فِي التَّقْرِيبِ (ص-۱۹۳) وَحَمَادُ بْنُ زَيْدٍ وَعَطَاءٌ لَا يَسْتَلُّ عَنْهُمَا ، وَعَسَلُ بْنُ سَفْيَانَ ضَعْفُهُ ابْنُ مَعِينٍ وَابْنُ خَالٍ وَغَيْرُهُمَا ، وَلَكِنْ رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ ، وَهُوَ لَا يَرَوِي إِلَّا عَنْ ثَقَّةٍ عِنْدَهُ ، وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَانَ فِي الثَّقَاتِ وَقَالَ : يَخْطِئُ وَيُخَالِفُ ، وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ هُوَ مَعَ ضَعْفِهِ يَكْتَسِبُ حَدِيثَهُ ، وَقَالَ أَبُو أَحْمَدَ الْحَاكِمُ : لَيْسَ بِالْمَتِّينَ عِنْدَهُمْ ، وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ سَفْيَانَ : لَيْسَ بِمَتْرُوكٍ ، وَلَا هُوَ حُجَّةٌ . هـ . مِنْ التَّهْذِيبِ (۱۹۳:۷) قُلْتُ : فَهُوَ حَسَنُ الْحَدِيثِ . وَأَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ فِي مَعَانِي الْأَثَارِ (۲۵۶:۱) ، حَدَّثَنَا فَهْدٌ ، قَالَ : ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبُدٍ (ابْنُ شَدَادٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الرَّقِيُّ نَزِيلُ مِصْرَ ، وَثَقَهُ أَبُو حَاتِمٍ وَابْنُ حِبَانَ ) قَالَ : ثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ (هُوَ ابْنُ عَمْرِو ، وَالرَّقِيُّ مِنْ رَجَالِ الْجَمَاعَةِ ثَقَّةٌ ) عَنْ زَيْدٍ (هُوَ ابْنُ أَبِي أَنَيْسَةَ مِنْ رَجَالِ الْجَمَاعَةِ ثَقَّةٌ ) عَنْ جَابِرٍ هُوَ الْجَعْفِيُّ مُخْتَلَفٌ فِيهِ ، وَثَقَهُ شُعْبَةُ وَسَفْيَانَ ، وَضَعْفُهُ آخَرُونَ ، وَإِنْ كَانَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ أبا الشَّعْثَاءِ فَهُوَ مِنْ رَجَالِ الْجَمَاعَةِ ثَقَّةٌ ، وَكِلَاهُمَا مُحْتَمَلٌ عَنْ عَطَاءٍ نَحْوَهُ ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ : فَأَنْطَلَقْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرْتُ لَهُ مَا فَعَلَ ابْنُ الزَّبِيرِ ، فَقَالَ : أَحْسَنَ وَأَصَابَ . هـ . وَبِالْجُمْلَةِ فَالْحَدِيثُ حَسَنٌ .

۱۸۷۱- عن : عبد الرحمن المسعودی ، عن زیاد بن علاقة ، قال : صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ ، فَتَمَحَّصَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ ، فَسَجَّ بِهِ مَنْ خَلْفَهُ ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ قُومُوا ،

میں فوراً ابن عباس کے پاس آیا اور واقعہ کی اطلاع کی ، آپ نے فرمایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے طریق سے نہیں ہے۔ اسکو ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ نیز اسکو طحاوی نے دوسری سند سے روایت کیا۔

۱۸۷۱- زیاد بن علاقہ کہتے ہیں کہ ہمیں مغیرہ بن شعبہ نے نماز پڑھائی ، تو دو رکعتوں پر تشہد کے لئے نہ بیٹھے۔ مقتدیوں نے



فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتِي السَّهْوِ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَضَعُ كَمَا صَنَعْتُ . رواه أبو داود وسكت عنه والترمذی وقال : حديث حسن صحيح ، وقال النووي فى الخلاصة : روى الحاكم فى المستدرک نحوه من حديث سعد بن أبى وقاص رضی اللہ عنہ ، ومثله من حديث عقبة ، قال فى كل منهما : صحيح على شرط الشيخين اهـ . كذا فى نصب الراية (۳۰۱:۱) وأخرجه الطحاوى فى معانى الآثار (۲۵۵:۱) حدثنا حسين بن نصر ، قَالَ : سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ ، قَالَ : أَنَا الْمَسْعُودِيُّ ، عَنْ زِيَادٍ ، عَنِ الْمُغِيرَةِ ، قَالَ : صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَهَا فَنَهَضَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ ، فَسَبَّحْنَا بِهِ ، فَمَضَى ، فَلَمَّا أَنْتَمَّ الصَّلَاةَ وَ سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتِي السَّهْوِ اهـ . فرفعه صريحا ورجاله كلهم ثقات و سنده صحيح .

۱۸۷۲- حدثنا : أبو بكرة ، قال : ثنا أبو عمر قال : أنا حماد بن سلمة ، أن خالد الحذاء أخبرهم ، عن أبى قلابة ، عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ قَالَ : فَبِى سَجْدَتِي السَّهْوِ يُسَلِّمُ ، ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يُسَلِّمُ . أخرجه الطحاوى (۲۵۶:۱) ورجاله كله ثقات ، وقال النيموى : إسناده حسن (۶۰:۲) .

تصحیح کی، آپؐ نے (بذریعہ بیان اللہ) کے اشارہ کیا کہ تم بھی کھڑے ہو جاؤ۔ پس جبکہ آپ نماز سے فارغ ہوئے اور سلام پھیرا تو سہو کے لئے دو سجود کئے، پھر جب لوٹے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ میں نے کیا۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور حاکم نے ایسا ہی مضمون سعد بن ابی وقاص اور عقبہ بن عامر سے روایت کر کے دونوں کو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ اور طحاوی میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر تشہید بھول کر اٹھنے لگے، لوگوں نے سہان اللہ کے ذریعہ۔۔۔ تنبیہ کیا۔ آپ ﷺ نے التفات نہ فرمایا اور کھڑے ہو گئے، پس جبکہ نماز پوری کر لی اور سلام پھیرا تو سہو کے لئے دو سجود کئے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ مؤلف نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر اور مغیرہ بن شعبہ کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ نقصان کی صورت میں بھی سجدہ ہو بعد سلام ہوتا ہے۔

۱۸۷۲- عمران بن حصین سے مروی ہے کہ انہوں نے سجدہ سہو کے متعلق یہ طریق بیان فرمایا کہ سلام پھیر کر سجدہ ہو کر سہو کے بعد پھر سلام پھیرے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقات ہیں اور اس کی اسناد حسن ہے۔



۱۸۷۳- حدثنا : سليمان بن شعيب ، قال : ثنا عبد الرحمن بن زياد ، قال : ثنا شعبة ، قال : حدثني عكرمة بن عمار اليمامي ، عن ضمضم بن جوس الحنفي ، عن عبد الرحمن بن حنظلة بن الراهب : أنَّ عَمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ صَلَّى صَلَاةَ الْمَغْرِبِ فَلَمْ يَقْرَأْ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى شَيْئًا ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّانِيَةَ قَرَأَ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْقُرْآنِ وَ سُورَةَ مُرْتَيْنِ ، فَلَمَّا سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السُّهُوِ . أخرجه الطحاوي (۲۵۶:۱) أيضاً ، وسنده حسن ، و ترجم رجاله في الحاشية إن شاء الله تعالى ، وقال الحافظ في الفتح : رجاله ثقات اهـ (۷۱:۳) .

۱۸۷۴- حدثنا : سليمان ، قال : ثنا عبد الرحمن ، قال : ثنا شعبة ، عن بيان أبي بشر الأحمسي قال : سمعت قيس بن أبي حازم ، قال : صَلَّى بِنَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ ، فَقَالُوا : سُبْحَانَ اللَّهِ ! فَقَالَ : سُبْحَانَ اللَّهِ ! فَمَضَى ، فَلَمَّا سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السُّهُوِ . أخرجه الطحاوي (۲۵۶:۱) أيضاً وسنده صحيح ، و أخرج بسند صحيح نحوه عن ابن الزبير من فعله .

۱۸۷۵- عن : قتادة ، عن أنس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَهْمُ فِي صَلَاتِهِ لَا يَذَرِي أَرَادَ أَمْ قَصَصَ ؟ قَالَ : يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ . رواه الطحاوي و [إسناده

قادر : یہ روایت نہایت صفائی کے ساتھ بتلاتی ہے کہ سجدہ پہلے بھی سلام ہے اور بعد میں بھی اور یہ صحابی کا فتویٰ ہے جو مرفوع کے حکم میں ہے۔

۱۸۷۳- عبد الرحمن (ابو عبد اللہ) بن حنظلہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے مغرب کی نماز پڑھی تو آپ نے (سہوا) رکعت اولیٰ میں کچھ نہیں پڑھا۔ جب دوسری رکعت ہوئی تو آپ نے فاتحہ اور سورۃ دوم تہ پڑھیں پھر جبکہ سلام پھیرا تو سہو کے لئے دو سجدے کئے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۱۸۷۴- قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ہمیں سعد بن ابی وقاصؓ نے نماز پڑھائی اور پہلی دو رکعت پڑھ کر اُٹھے ہوئے۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ! تو آپ نے بھی سبحان اللہ کہا اور آگے چلے گئے پس جبکہ آپ نے سلام پھیرا تو سہو کے لئے دو سجدے کئے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور یہی ابن زبیرؓ سے بھی سند صحیح روایت کیا ہے۔

۱۸۷۵- قتادہ، انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کی بابت میں جو اپنی نماز کے باب میں شبہ کرے اور



صحیح، کذا فی آثار السنن (۵۹:۲)

۱۸۷۶- عن : عمرو بن دینار ، عن عبد الله بن عباس ؓ ، قال : سَجَدْنَا السُّهُوِ  
بَعْدَ السَّلَامِ . رواه الطحاوی و إسناده حسن (آثار السنن ۵۹:۲).

### باب التشهد بعد سجود السهو

۱۸۷۷- عن : عمران بن حصین ؓ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ فَسَجَدَ  
سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ . رواه الترمذی (۵۲:۱) وقال : حسن غریب ، و أبو داود  
(۴۰۱:۱) وسکت عنه ، و فی فتح الباری (۷۹:۲) رواه ابن حبان فی صحیحہ والحاکم  
فی مستدرکہ وقال الحاکم : صحیح علی شرط الشيخین .

یہ نہ جانے کہ اس نے زیادتی کی ہے یا کی؟ فرمایا کہ ایسا شخص سلام کے بعد دو سجدے کرے۔ اسکو بھی ٹھادی نے روایت کیا ہے اور  
اس کی سند بھی صحیح ہے۔

۱۸۷۶- عمرو بن دینار، عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا سو کے دو سجدے سلام کے بعد ہیں۔  
اسکو ٹھادی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: درج بالا روایات سے معلوم ہوا کہ سجدہ سو سلام کے بعد ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے، باقی وہ روایات جن  
میں سلام سے قبل سجدہ سو کرنے کا ذکر ہے تو ان روایات میں سلام سے مراد سلامِ تحلیل بذیہ القطع ہے یعنی نماز کو بالکل ختم کرنے والا سلام  
تجدد سو کے بعد ہو اور احناف تجدد سو سے قبل جس سلام کے قائل ہیں وہ سلامِ تحلیل اور قاطع صلوٰۃ نہیں، نیز خود ابن مسعودؓ کا عمل سلام کے  
بعد سجدہ سو کا ہے اور ہمارے نزدیک جب ایک روایت اور اس کے عمل میں تعارض ہو جائے تو عمل کو ترجیح دی جاتی ہے لہذا ابن  
مسعودؓ کا عمل یعنی سلام کے بعد سجدہ سو رائج ہوگا۔

### باب سجدہ سو کے بعد تشہد ہے

۱۸۷۷- عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی تو آپ ﷺ کو سو ہو گیا اس پر  
آپ ﷺ نے (بعد سلام کے) دو سجدے کئے اسکے بعد تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب  
کہا ہے، نیز اسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ نیز اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں  
روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے شرطِ شیعین پر صحیح کہا ہے۔



۱۸۷۸- عن وکیع : عن سفیان الثوری ، عن خصیف ، عن أبی عبیدہ ، قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ ؓ : إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي قُعُودٍ أَوْ قَعَدَ فِي قِيَامٍ ، أَوْ سَلَّمَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ ، فَلْيَتِمَّ ثُمَّ لْيَسْلَمْ ثُمَّ لْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ يَتَشَهَّدُ فِيهِمَا وَيُسَلِّمُ . أَخْرَجَهُ سَحْنُونُ فِي الْمَدُونَةِ الْكُبْرَى لَهُ (۱: ۱۲۸) و رجاله أشهر من أن يشنى عليهم غير خصيف ، وهو حسن الحديث إذا روى عنه ثقة ، وأما رجل أوثق من سفیان ، فالأثر حسن جيد .

### باب سقوط سجود السهو عن المؤتم بسهو إمامه

۱۸۷۹- حدثنا : علی بن الحسن بن ہارون بن رستم للسقطی ، ثنا محمد بن سعید أبو یحیی العطار ، ثنا شبابة ، ثنا خارجة بن مصعب ، عن أبی الحسن المدینی ، عن سالم بن عبد الله بن عمر ، عن أبیه ، عن عمر رضی الله عنہما عن النبی ﷺ قَالَ : لَيْسَ عَلَى مَنْ خَلَفَ الْإِمَامَ سَهْوٌ ، فَإِنْ سَهِيَ الْإِمَامُ فَعَلَيْهِ وَعَلَى مَنْ خَلَفَهُ السَّهْوُ ، وَإِنْ سَهِيَ مَنْ خَلَفَ الْإِمَامَ فَلَيْسَ عَلَيْهِ سَهْوٌ وَالْإِمَامُ كَافِيهِ . رواه الدارقطني (۱: ۱۴۵) .

۱۸۷۸- عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھے کے موقع پر کھڑا ہو جائے۔ یا کھڑا ہونے کے موقع پر بیٹھ جائے یا دو رکعتوں پر سلام پھیر دے تو اسکو چاہیے کہ وہ اپنی نماز پوری کرے ، اس کے بعد سلام پھیرے اور دو سجدے کرے جن کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ اسکو بخون نے مدونہ کبریٰ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن اور صحیح ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھا جائے اور اس میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ سجدہ سہو بھی سلام کے بعد کیا جائے۔

### باب مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اور امام کے سہو سے سب پر لازم ہوتا ہے

۱۸۷۹- حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مقتدیوں پر سہو نہیں۔ اب اگر امام کو سہو ہو تو وہ امام پر بھی ہے اور مقتدیوں پر بھی۔ اور اگر مقتدی کو سہو ہو تو اس پر سجدہ سہو نہیں اور امام اسکو بچانے والا ہے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے عنوان باب کے دونوں جزو ثابت ہوتے ہیں کہ امام کا سہو امام اور مقتدی دونوں پر ہے اور مقتدی کا سہو کسی پر نہیں۔ مفتی ابن قدامہ میں ہے کہ ”اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے“ اور میں کہتا ہوں کہ احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔



۱۸۸۰- عن : عبد الله بن يحيى : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى قَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ ، فَسَبَّحُوا بِهِ فَمَضَى ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ . رواه النسائي و زاد الترمذی . و سَجَدَهُمَا النَّاسُ سَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ . كَذَا فِي النَّيْلِ (۲: ۳۷۰) . قلت : وقال الترمذی : حديث ابن يحيى حديث حسن اه (۵۱: ۱) .

### باب من سها عن القعدة الأولى أو الأخيرة

۱۸۸۱- عن : أبي هريرة ؓ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ صَلَاةَ الْعَصْرِ أَوْ الظُّهْرِ قَامَ فَبِي رَكْعَتَيْنِ فَسَبَّحُوا لَهُ فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ . رواه الزوار و رجاله ثقات (مجمع الزوائد ۱: ۲۰۲) .

۱۸۸۲- حديث : أَنَّ أَنَسًا ؓ تَحَرَّكَ لِلْقِيَامِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ ، فَسَبَّحُوا بِهِ فَجَلَسَ ثُمَّ سَجَدَ لِلْمَسْهُو . البيهقي والدارقطني في العلل بإسناده ، وأشار أن في بعض الطرق

۱۸۸۰- عبد الله بن تحسين سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو دو رکعتوں پر کھڑے ہو گئے ، لوگوں نے تسبیح کہی ، آپ ﷺ نے پروا نہیں کی پس جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو سہو کے لئے دو رکعتوں کے لئے دوبارہ کھڑے ہوئے ، اس کے بعد سلام پھیرا۔ اس کو ناسی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس میں یہ مضمون بڑھایا ہے کہ لوگوں نے بھی عجبہ سہو کیا بجائے اس قعدہ کے جس کو آپ ﷺ بھول گئے تھے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے سہو سے لوگوں پر عجبہ سہو واجب ہوتا ہے۔ ابن منذر اور اسحاق نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

### باب اس شخص کے بیان میں جو قعدہ اولی یا آخرہ بھول جائے

۱۸۸۱- ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے سبحان اللہ کہا ، لیکن آپ ﷺ نے پروا نہیں کی پس جب آپ ﷺ نماز پوری کر چکے (یعنی تہجد پڑھ کر سلام پھیرا) تو دو رکعتوں کے لئے دوبارہ کھڑے ہوئے ، اس کو ناسی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے قعدہ اولی سے بھولنے پر عجبہ سہو کا ذکر ہے اور احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

۱۸۸۲- انس ؓ نے عصر کی دو رکعتوں پر قیام کے لئے حرکت کی۔ لوگوں نے سبحان اللہ کہا ، آپ ﷺ نے اس کے بعد عجبہ سہو کیا۔ اس کو تہجدی نے روایت کیا ہے۔ نیز دارقطنی نے بھی اسے کتاب العلل میں روایت کیا ہے اور اس کے بعض طرق میں کچھ مضمون



زیادہ فیہ اُنہ قال : هذا السنة ، تفرد بذلك سليمان بن بلال ، عن يحيى بن سعيد ، عن أنس ؓ ، ورجاله ثقات ( التلخیص الحبر ۱: ۱۱۳ ) . قلت : وأخرجه محمد بن الحسن الإمام فی موطأہ ( ص - ۱۰۵ ) عن يحيى بن سعيد : أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ صَلَّى بِهِمْ فِي سَفَرٍ كَانَ مَعَهُ فِيهِ ، فَضَلِّي سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ نَاءَ لِلْقِيَامِ ، فَسَنَحَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ فَرَجَعَ ، ثُمَّ لَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ، قَالَ : لَا أَذَرِي أَقْبَلَ التَّسْلِيمِ أَمْ بَعْدَهُ . وهذا سند صحيح .

۱۸۸۳- عن قيس بن ابي حازم قال : صَلَّى بِنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ ؓ فَتَهَضَّ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَسَبَّحْنَا لَهُ فَاسْتَمَّ قَائِمًا ، قَالَ فَمَضَى فِي قِيَامِهِ حَتَّى قَرَعَ ، قَالَ أَكُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنْ أَجْلِسَ ؟ إِنَّمَا صَنَعْتُ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ . قَالَ أَبُو عُثْمَانَ عمرو بن محمد الناقذ لم نسمع احدا يرفع هذا الحديث غير ابي معاوية رواه ابو يعلى و البزار و رجاله رجال الصحيح و عن قيس بن ابي حازم قَالَ : صَلَّى بِنَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ فَذَكَرْنَا نَحْوًا مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَ لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ ﷺ . رواه ابو يعلى ايضا و رجاله رجال الصحيح . ( مجمع الروائد ۱: ۲۰۲ ) .

زائد ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ شرعی قاعدہ ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔ اور امام محمدؒ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ انس بن مالکؓ نے ان کو اس سفر میں جس میں وہ یعنی یحییٰ بن سعید بھی ان کے ساتھ موجود تھے نماز پڑھائی۔ پس انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد کھڑا ہونا چاہا، کسی نے تسبیح کی تو وہ قعود کی طرف لوٹ آئے پھر جب نماز پوری کر چکے تو دو سجود کئے۔ لیکن یہ یاد نہیں کہ سلام سے پہلے کئے یا سلام کے بعد؟ یہ سنہمچ ہے۔

فائدہ: اس میں قعدہ اخیرہ سے سو کی صورت میں سجدہ ہو کا بیان ہے بشرطیکہ اس نے پانچویں رکعت کا رکوع نہ کیا ہو۔

۱۸۸۳- قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ہمیں سعد بن ابی وقاصؓ نے نماز پڑھائی تو دو رکعتوں پر کھڑے ہونے لگے۔ ہم نے تسبیح کی تو آپ (چونکہ اقرب الی القیام ہو چکے تھے اس لئے) پورے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، کیا تمہارا خیال تھا کہ میں حالت معلومہ میں بیٹھ جاؤں (یہ قاعدہ کے خلاف ہے کیونکہ) میں نے وہی کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ ابو عثمان عمرو بن محمد ناقد کہتے ہیں کہ ہم نے ابو معاویہ کے سو اکیس ناقدین سنا کہ وہ اس حدیث کو مرفوع کرتا ہو۔ اس کو ابویعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ اور قیس بن ابی حازم سے بطریق ابو معاویہ یہ روایت موقوفاً بھی مروی ہے اور اس کو بھی ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی بھی صحیح کے راوی ہیں۔



۱۸۸۴ - حدثنا ابن مرزوق ، قال : ثنا أبو عامر عن إبراهيم بن طهمان ، عن المغيرة بن شبيب ، عن قيس بن أبي حازم ، قال : صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ ، فَقَامَ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَائِمًا ، فَقُلْنَا : سُبْحَانَ اللَّهِ ، فَأَوْسَى وَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ ، فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ، ثُمَّ قَالَ : صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَوَى قَائِمًا بَيْنَ جُلُوسِهِ ، فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ، ثُمَّ قَالَ : إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَقَامَ بَيْنَ الْجُلُوسِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَيْمَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ سَجْدَتَانِ ، فَإِنْ اسْتَوَى قَائِمًا فَلْيَمُضْ فِي صَلَاتِهِ وَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ . أخرجہ الطحاوی ، وسندہ صحیح و رجالہ من رجال الجماعة إلا ابن مرزوق فمن رجال النسائي ثقة ، وإلا المغيرة بن شبيب ، فمن رجال الأربعة ثقة من الرابعة ، كما في التقریب (۱۱: ۲۱۳) .

### باب حکم الشک فی عدد رکعات الصلاة

۱۸۸۵ - عن : عُבَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سِيلَ عَنْ رَجُلٍ سَهَا

۱۸۸۳ - قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ہمیں مغیرہ بن شعبہ نے نماز پڑھائی تو دو رکعتوں پر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ ہم نے بیان اللہ کہا تو انہوں نے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا اور سبحان اللہ کہا اور اپنی نماز کو جاری رکھا۔ پھر جب وہ اپنی نماز پوری کر چکے تو بیٹھنے کی حالت میں دو سجدے کئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی تو آپ ﷺ بجائے بیٹھنے کے سیدھے کھڑے ہو گئے اور نماز پوری کی پس جبکہ نماز پڑھ چکے تو بیٹھنے کی حالت میں دو سجدے کئے، اس کے بعد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص بجائے بیٹھنے کے کھڑا ہو جائے تو اگر وہ پورا نہیں کھڑا ہوا ہے تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے اور اس صورت میں اگر دو سجدے نہیں۔ اور اگر پورا کھڑا ہو گیا ہے تو (واپس قعود کی طرف نہ لوٹے بلکہ) اپنی نماز پوری کر لے اور بیٹھے ہوئے دو سجدے کر لے۔ اس کو کھادی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس باب میں نص ہے اور قوی حدیث ہونے کی بنا پر ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ اگر قعدہ اولی سے بولنے کی صورت میں اگر وہ قعود کے قریب ہو تو بیٹھ جائے اور اس پر سجدہ نہ کریں اور اگر وہ قیام کے قریب ہو تو وہ واپس قعود کی طرف نہ لوٹے بلکہ نماز کو جاری رکھے اور آخر میں دو سجدے ہو کے کرے۔



فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَذِرْ كُمْ صَلًى ؟ فَقَالَ : لِيُعَذَّ صَلَاتُهُ ، وَيَسْجُدَ سَجْدَتَيْنِ قَاعِدًا . أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ ، وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ إِسْحَاقَ بْنِ يَحْيَى بْنِ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ، قَالَ الْعِرَاقِيُّ : ثُمَّ يَسْمَعُ عَنْ جَدِّهِ عِبَادَةَ . كَذَا فِي نِيلِ الْأَوْطَارِ (۲: ۳۶۵) . قُلْتُ : قَالَ الْبُخَارِيُّ : أَحَادِيثُهُ مَعْرُوفَةٌ ، وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَانَ فِي الثَّقَاتِ فِي التَّابِعِينَ ، كَمَا فِي التَّهْذِيبِ (۱: ۲۵۶) وَبِسُكُوتِ الْعِرَاقِيِّ عَنْ بَقِيَّةِ الرِّوَاةِ يَشْعُرُ بِأَنْ كُلَّهُمْ ثَقَاتٌ ، وَالْإِقْطَاعُ فِي الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ لَا يَصْرُ عِنْدَنَا .

۱۸۸۶- عَنْ : مِيمُونَةَ ابْنَتِ سَعْدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، أَنَّهَا قَالَتْ : أَفْتِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ! فِي زَجَلِ سَهْنِهَا فِي صَلَاتِهِ ، فَلَا يَذِرُ كُمْ صَلًى ؟ قَالَ : يَنْصَرِفُ ثُمَّ يَقُومُ فِي صَلَاتِهِ حَتَّى يَغْلِمَ كُمْ صَلًى ، فَإِنَّمَا ذَلِكَ الْوُسْوَاسُ يَغْرُصُ ، فَيُسْهِهُ عَنْ صَلَاتِهِ . أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ أَيْضًا ، وَفِي إِسْنَادِهِ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطَّرَائِفِيُّ الْجَزْرِيُّ مُخْتَلَفٌ فِيهِ وَفِي إِسْنَادِهِ أَيْضًا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ يَزِيدَ وَهُوَ مَجْهُولٌ ، كَمَا قَالَ الْعِرَاقِيُّ . (نِيلِ الْأَوْطَارِ ۲: ۳۶۵) .

### باب جب تعداد رکعت میں شک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

۱۸۸۵- عبادۃ بن الصامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کی بابت دریافت کیا گیا جو نماز میں بھول گیا اور اسے معلوم نہیں کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چاہئے کہ نماز کا اعادہ کرے (یہ بہتر ہے) یا (اسی نماز کو ظن غالب پر یا یقین پر بنا کر کے پورا کر کے آخر میں) سہو کے لئے بیٹھ ہوئے دوسرے کر لے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اس کے سند میں انقطاع ہے کیونکہ اہل حق نے اپنے دادا عبادہ سے کچھ نہیں سنا لیکن ہمارے یہاں قرون ثلاثہ (دور صحابہ) دور تابعین دور تبع تابعین میں انقطاع مہر نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے اعادہ کی افضلیت اور تجدید سہو کی کفایت ثابت ہوتی ہے۔

تنبیہ: متن میں ”وَلِسْجِد“ ”واو“ کے ساتھ ہے لیکن بجائے واو کے اذ ہونا چاہئے کیونکہ اعادہ کی صورت میں تجدید ہو نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۸۸۶- مِیمُونَةُ ابْنَتِ سَعْدٍ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں اس شخص کے باب میں فتویٰ دیجئے جس کو نماز میں بھول ہوئی اور اسے معلوم نہیں کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نماز سے لوٹ جائے اور دوبارہ نماز میں کھڑا ہوتا کہ وہ جان لے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، کیونکہ وہ دوسرے ڈالے والا آتا ہے اور اسکو اسکی نماز بھلا دیتا ہے۔



قلت : عثمان صدوق فی نفسه ، وثقه ابن معین ، وأبو حاتم ، وأنکر علی البخاری إدخاله فی الضعفاء ، وثقه ابن شاهین ، وابن عدی و غیرهم ، ولكنه أكثر عن الضعفاء والمجهولين ، لأجل ذلك تكلم فيه من تكلم كما فی التهذيب (۱۳۴:۷) وعبد الحميد بن یزید روى عنه عثمان البتي وحده مستور الحال ، و حديث مثله مقبول عندنا وعند بعض المحدثين ، كما نذكره ، فالحديث حسن لا سيما وله شاهد قد تقدم .

۱۸۸۷- عن : سعيد بن جبیر ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أنه قال فی الذی لا یدری کم صلی أ ثلاثاً أو أربعاً؟ قال : یُعید حتی یحفظ . وفی لفظ عن ابن سیرین ، عنه : أما أنا إذا لم أدر کم صلیت فإني أعید . أخرجه ابن أبی شیبہ فی مصنفه ، کذا فی البیایة (۹۲۱:۱) وسکت عنه الحافظ فی الدراية (ص ۲۶) . وقال : وأخرج أى ابن أبی شیبہ نحوه عن سعيد بن جبیر و شریح و ابن الحنفیة اهـ . وفی نیل الأوطار (۵:۲) : وهو مروی عن ابن عباس ، وابن عمر ، وعبد الله بن عمرو بن العاص من الصحابة ، و إليه ذهب عطاء ، والأوزاعی ، والشعبي ، وأبو حنیفة اهـ .

۱۸۸۸- محمد : أخبرنا أبو حنیفة ، عن حماد ، عن إبراهيم ، فیمین نسبی الفریضة فلا یدری أربعاً صلی أم ثلاثاً؟ قال : إن كان أول نسیایه أعاد الصلاة ، وإن كان یكثر

اس کو طرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں ایک راوی مختلف فیہ اور ایک مستور الحال ہے۔ لہذا احادیث حسن ہے اور اسکی تائید مجاہد کی روایت (مذکورہ بالا) سے بھی ہوتی ہے۔

۱۸۸۷- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس شخص کے باب میں جس کو یہ یاد نہیں کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار ؟ فرمایا کہ وہ (احتیاطاً) نماز دہرا لے تاکہ اسے یاد ہو جائے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب مجھے یاد نہیں رہتا کہ میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو میں نماز کو دہرا لیتا ہوں۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور حافظ نے درایہ میں اس پر سکوت کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے یہی مضمون اعادہ کا سعید بن جبیر، شریح اور محمد بن الحنفیہ سے روایت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ مضمون اعادہ ابن عباس، ابن عمر اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی مذہب عطاء، اوزاعی، شعبی اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا ہے۔

۱۸۸۸- ابو ہریرہؓ نے اس شخص کی بابت جو نماز بھول جائے اور نہ جانے کہ چار پڑھی ہیں یا تین فرمایا کہ اگر پہلی ہی مرتبہ



النَّسِيَّانِ يَتَحَرَّى الصَّوَابَ ، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ أَتَمُّ الصَّلَاةِ سَجَدَ سَجْدَتَي السُّهُوِ ، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ صَلَّى ثَلَاثًا أَضَافَ إِلَيْهَا وَاحِدَةً ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَي السُّهُوِ . أَخْرَجَهُ فِي كِتَابِ الْآثَارِ (ص-۳۲) وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ .

۱۸۸۹- محمد : قال : أخبرنا مالك بن مغول عن عطاء بن أبي رباح ، أَنَّهُ قَالَ : يُعْبَدُ ، قَالَ مُحَمَّدٌ : وَبِهِ نَأْخُذُ ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اهـ .

۱۸۹۰- عن : أبي هريرة ؓ مرفوعاً : لَا غَرَارَ فِي صَلَاةٍ وَلَا تَسْلِيمٍ . رواه أحمد ، وأبو داود ، والحاكم ، قال العزیزی (۳: ۴۴۰) : بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ اهـ . قلت : صحح الحاكم (۱: ۲۴۴) على شرط مسلم ، وأقره عليه الذهبي .

۱۸۹۱- عن : أبي سعيد الخدري ؓ تَلَى : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِذَا شَكُّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَذَرِكُمْ كَثُرَ صَلَاتُ ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا ؟ فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ ، وَلْيَتَيْنِ

بھولا ہے تب تو بہتر یہ ہے کہ نماز دہرائے۔ اور اگر نسیان زیادہ ہوتا ہے تو صحیح بات معلوم کرنے کی کوشش کرے، اب اگر اس کی غالب رائے یہ ہو کہ اس کی نماز پوری ہوگئی تب تو سوہو کے لئے دو سجدے کر لے۔ اور اگر غالب ظن یہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں (یا غالب ظن کسی طرف نہ ہو) تب ایک رکعت اور ملا لے، اسکے بعد دو سجدے سوہو کے لئے کرے۔ (کیونکہ ہر مرتبہ اعادہ میں حرج ہے، گو بہتر اس صورت میں بھی اعادہ ہے)۔ امام محمدؒ نے اسے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

۱۸۸۹- عطاء بن ابی رباح سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ صورت مذکورہ میں اعادہ کرے (یہ بہتر ہے) امام محمد نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔

۱۸۹۰- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ نماز میں کی ہوئی چاہیے نہ سلام نماز میں (بلکہ نماز کو بھی پورا پورا ادا کرنا چاہیے۔ اور نہ عدد رکعات میں کی کرنی چاہیے۔ اور نہ چہات نماز میں۔ لہذا نہ سلام میں کی کرنی چاہیے کہ صرف السلام علیکم کہے بلکہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے جیسا کہ شارع نے تعلیم کیا ہے) اس کو احمد، ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے ات شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: نماز میں کی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا ہر کن کھل اور اطمینان سے ادا کرے اور رکعات کی تعداد میں شک ہونے کی صورت میں یقین یا غالب ظن کو چھوڑ کر اکثر رکعات کو دہارتہ بنائے بلکہ یقین یا قہل کو دہارتہ بنائے۔

۱۸۹۱- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کو رکعات نماز میں تردد ہو جائے اور



عَلَى مَا اسْتَقْبَحْنَا، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ . رواه مسلم (۲۱۱:۱ و ۲۱۲).

۱۸۹۲- عن : عبد الله ﷺ مرفوعاً : إِذَا شَأْ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيَنْتَبِهِ عَلَيْهِ ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ . رواه مسلم (۲۱۲:۱) وفي رواية له : فَلْيَتَحَرَّ أَقْرَبَ ذَلِكَ إِلَى الصَّوَابِ . وفي أخرى له : فَلْيَنْتَظِرْ أُخْرَى ذَلِكَ لِلصَّوَابِ اهـ .

۱۸۹۳- عن : عبد الرحمن بن عوف ﷺ ، قال : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : إِذَا شَأْ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ أَوَاجِدَةً صَلَّى أَمْ يُنْتَنِبُ فَلْيَجْعَلْهَا وَاجِدَةً ، وَإِذَا لَمْ يَدْرِ يُنْتَنِبُ صَلَّى أَمْ ثَلَاثًا فَلْيَجْعَلْهَا يُنْتَنِبُ ، وَإِذَا لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا فَلْيَجْعَلْهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يَسْجُدْ إِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ . الحديث ، رواه أحمد وابن ماجه والترمذی وصححه اهـ .  
کذا فی النیل (۲: ۲۶۴).

۱۸۹۴- عن : أنس ﷺ ، قَالَ ﷺ : إِذَا شَأْ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ أَوَاجِدَةً صَلَّى أَوْ ثَلَاثًا فَلْيَلِغِ الشُّكَّ وَلْيَنْتَبِهِ عَلَى النَّقِيصِ . رواه البيهقي ورجال إسناده ثقات

اسے معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، آیاتین یا چار (نہ ظننا نہ یقیناً) تو اسے چاہیے کہ شک کو نظر انداز کر دے اور یقین پر بناء کرے اور اس کے بعد دو سجدے (سہو کے) کرے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۸۹۲- عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کو اپنی نماز میں تردد ہو تو اسکو صحیح بات معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور جو بات صحیح معلوم ہو اس پر نماز کو پورا کرنا چاہئے، اسکے بعد دو سجدے (سہو کے) کرنے چاہئیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور انہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو امر قرآن صواب ہو اسکو معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور دوسری روایت میں ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ کوئی بات صحیح ہونے کی زیادہ مستحق ہے۔ مگر یہ الفاظ کا اختلاف ہے اور مطلب ایک ہی ہے۔

۱۸۹۳- عبد الرحمن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب کسی کو اپنی نماز میں تردد ہو اور اس کو نہ ظننا معلوم ہو اور نہ یقیناً کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو اسکو ایک بنائے اور جبکہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے دو پڑھی ہیں یا تین تو اسے دو بنائے اور جبکہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو اسے تین بنائے (یعنی اقل کو اختیار کرے) اسکے بعد جب نماز سے فارغ ہو تو سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ اس کو احمد، ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔



کذا فی النیل (۲: ۲۶۴)۔

### باب فی بقیۃ أحکام السهو

۱۸۹۵- عن : عبد الله ﷺ مرفوعاً : قَالَ : إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنَسَى كَمَا تَنْسَوْنَ . زاد ابن نمير في حديثه : فَإِذَا نَسِيَ أَخَذْتُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ . رواه مسلم في صحيحه (۱: ۲۱۳)۔  
 ۱۸۹۶- وللنسائي عن معاوية ﷺ مرفوعاً بلفظ : مَنْ نَسِيَ شَيْئاً مِنْ صَلَاتِهِ فَلْيَسْجُدْ مِثْلَ غَائِتَيْنِ السَّجْدَتَيْنِ (۱: ۱۸۶) وسنده حسن۔

۱۸۹۳- انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کو اپنی نماز میں غلطیاں ہو۔ اور اسکو نہ ظناً معلوم ہو نہ یقیناً کہ اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو شک کو نظر انداز کر دے اور یقین پر بنا کرے (یعنی اقل مقدار کو اختیار کرے)۔ اسکو تینکی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس مسئلہ میں احادیث کے ذخیرے میں تین قسم کے احکام ملتے ہیں: (۱) یقین یعنی اقل پر بنا کرے، (۲) از سر نو پڑھے، (۳) تخری کرے، تو بحمد اللہ احناف ان تینوں اقسام کی احادیث میں یوں تطبیق دے کر کہ اگر شک پہلی مرتبہ ہوا ہے تو دوبارہ نماز پڑھ لے اور اگر شک بار بار ہوتا رہتا ہے تو پھر اگر نمازی صاحب رائے ہو تو تخری کرے ورنہ اقل پر بنا کرے، اس طرح احناف سب (احادیث) پر عمل کرتے ہیں۔

### باب باقی احکام سہو کے بیان میں

۱۸۹۵- عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی تم ہی جیسا آدمی ہوں اس لئے جس طرح تم بھولتے ہو یوں ہی میں بھی بھولتا ہوں۔ اور ابن نمیر نے اپنی روایت میں یہ مضمون زائد کیا ہے کہ جب کوئی بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ دو سجدہ کرے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۸۹۶- نسائی نے معاذؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی نماز کی کوئی چیز بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ ایسے دو سجدہ کرے (جیسے میں نے کئے ہیں) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: مؤلف نے ان روایتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ سجدہ کو صرف سہو کی صورت میں ہے۔ اور اگر جان بوجھ کر اس نے کوئی کمی بیشی کی ہے تو اس صورت میں سجدہ بہک نہیں ہے لیکن یہ استدلال مفہوم شرط سے ہے اور وہ ہمارے یہاں صحیح نہیں۔ لہذا استدلال صحیح یوں ہے کہ انخبار نقصان صلوات سجدہ سہو توقیفی ہے نہ کہ قیاسی اور عمدہ میں توقیف تو ہے نہیں۔ اب رہا قیاس علی السہو سو وہ اس لئے



۱۸۹۷- وعنه مرفوعاً: قَالَ: إِذَا زَادَ الرَّجُلُ أَوْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ. رواه مسلم (۲۱۳:۱).

۱۸۹۸- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً: لَا سَهْوَ فِي وَتِيَةِ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي قِيَامٍ عَنْ جُلُوسٍ أَوْ جُلُوسٍ عَنْ قِيَامٍ. أخرجه في كنز العمال (۱۰۲:۴) و عزاه إلى الحاكم ولم يتعقبه، فهو صحيح على أصله.

۱۸۹۹- عن: عائشة رضي الله عنها مرفوعاً: سَجَدْنَا السُّهُوِّ فِي الصَّلَاةِ تُخْبِرَانِ مِنْ كُلِّ زِيَادَةٍ وَ نَقْصَانٍ. أخرجه في كنز العمال (۱۰۱:۱) و عزاه إلى البيهقي

صحیح نہیں کہ سہو سے ادنیٰ ہے اور اعلیٰ کو ادنیٰ کے ساتھ قیاس کے ذریعہ سے ملحق نہیں کیا جا سکتا واللہ اعلم۔  
۱۸۹۷- عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی نماز میں کی بیشی کرے تو اسکو چاہئے کہ دو سجود کرے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں زیادتی اور کمی سے وہ زیادتی اور کمی مراد ہے جو کہ سہوا ہو۔ اور سہو کی قید کو بنا پر علم غلطین چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور کمی سے مراد وہ کمی ہے جو کہ موجب انتقامی صلوٰۃ ہو نہ کہ موجب بطلان صلوٰۃ۔ اس لئے کسی رکن کی کمی کی عیدہ سہو سے پوری نہ ہوگی۔ نیز انتقامی صلوٰۃ سے وہ کمی مراد ہے کہ جس سے اسکی ذات میں نقصان آئے نہ وہ نقصان جس سے اسکی صفت کمال میں نقصان آئے اس لئے ترک واجب سے عیدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ وہ موجب نقصان فی ذات الصلوٰۃ ہے اور ترک سنت و مستحب و ادب سے عیدہ سہو واجب نہ ہوگا کیونکہ یہ ترک موجب نقصان فی صفة الکمال ہے نہ کہ موجب نقصان ذات۔ اسی طرح وہ زیادتی مراد ہے جو کہ موجب نقصان ذات ہو نہ کہ موجب نقصان فی صفة الکمال فافہم۔

۱۸۹۸- عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے کسی انتقال میں عیدہ سہو نہیں بجا اسکے کہ بیٹھے کے موقع پر کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے کے موقع پر بیٹھ جائے۔ اس کو کنز العمال میں روایت کیا ہے اور اس کو حاکم کی طرف نسبت کر کے اس پر جرح نہیں کی اس لئے وہ ان کے قاعدہ کی بنا پر ان کے نزدیک صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے قیام کے موقع پر قعود اور قعود کے موقع پر قیام کی صورت میں عیدہ سہو کا ثبوت ہوتا ہے مگر قلیل قیام مثلاً جبکہ وہ اقرب الی القعود ہو۔ یا قلیل قعود جو کہ بقدر جلسہ استراحت ہو اس سے مستثنیٰ ہے۔

۱۸۹۹- عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے اندر سہو کے دو عیدہ سے ہر زیادتی اور کمی کی طرف سے



و اُبی یعلیٰ و ابن عدی ، و ذکرہ الحافظ فی الفتح (۸۲:۳) ولم يتعقبه بشيء ، فهو حسن أو صحيح على قاعدته .

۱۹۰۰- عن : عبد الله ﷺ مرفوعاً بنى قصبة سهو النبي ﷺ في الصلاة ، قال : إنه لو حدث في الصلاة شيء لَنَبَأْتُكُمْ بِهِ ، وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنَسَى كَمَا تَنْسَوْنَ ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي . الحديث ، رواه البخارى (۵۸:۱) .

۱۹۰۱- عن : الزهرى ، عن سعيد ، وعبد الله عن أبى هريرة ﷺ بهذه القصة (أى قصة ذى الديدن) قَالَ : وَلَمْ يَسْجُدْ (رَسُولُ اللَّهِ ﷺ) سَجْدَتِي السَّهْوِ حَتَّى يَقْنَهُ اللَّهُ ذَلِكْ . رواه أبو داود و ذكر الحافظ فى الفتح (۱۷۲:۲) ولم يتعقبه بشيء ، فهو حسن أو صحيح على قاعدته .

کافی ہیں (بشرطیکہ وہ موجب بطلان ذات و نقصان صفت کمال نہ ہوں بلکہ موجب نقصان ذات ہوں) اس کو کنز العمال میں پہنچا اور ابو یعلیٰ اور ابن عدی کی طرف منسوب کیا ہے اور حافظ نے اس کو فتح میں بلا جرح کے ذکر کیا ہے اس لئے یہ ان کے قاعدہ سے حسن یا صحیح ہے۔ نیز روایت نمبر ۱۸۹ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکرار سہوے بخود ہو کر نہیں ہو گئے بلکہ صرف دوجہدہ سہو تمام بھولوں سے کفایت کر جائیں گے۔ ۱۹۰۰- عبد اللہ بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ کے سہو کے قصہ میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی نئی بات واقع ہوتی تو میں تم کو مطلع کرتا۔ مگر میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں اور جس طرح تم بھولے ہو یوں ہی میں بھی بھولتا ہوں۔ پس جبکہ میں بھول جایا کروں تم مجھے یاد دلادیا کرو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سہو امام کے وقت مقتدیوں کو یاد دلادینا چاہئے۔ مترجم کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ میں بھی تمہی جیسا انسان ہوں اور میں بھی یوں ہی بھولتا ہوں جس طرح تم بھولے ہو۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غرض صحیح کے لئے ایسی تشبیہات کا استعمال نہ سوادہی ہے اور نہ گستاخی اور نہ کفر ہے نہ فسق بلکہ شرعاً جائز ہے اور اس میں تکذیب اور جھیل ہے ان محدثین کی جو حفظ الایمان کی تشبیہ کو موجب کفر قرار دیکر درپردہ نفوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی تشبیہ کو مورد طعن بتاتے ہیں۔

۱۹۰۱- ابو ہریرہؓ سے اسی قصہ سہو میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک سجدہ نہ کیا جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کو سہو کا یقین نہ دلادیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حافظ نے فتح میں اس کو ذکر کر کے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا



۱۹۰۲- عن : أبي العالية ، قَالَ : رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَسْجُدُ بَعْدَ وَثَرِهِ سَجْدَتَيْنِ .  
 أخرجه ابن أبي شيبة بإسناد صحيح ، وعلقه البخاري ، كذا في الفتح (۸۴:۳) قَالَ  
 الْخَافِضُ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَرَى أَنَّ الْوَثَرَ غَيْرُ وَاجِبٍ وَيَسْجُدُ مَعَ ذَلِكَ فِيهِ لِلْسُّهُوَاءِ .  
 ۱۹۰۳- عن : إبراهيم النخعي ، قَالَ : سَجَدَ إِذَا أَسْرَ فِيمَا يُجْهَرُ فِيهِ ، أَوْ جَهَرَ فِيمَا  
 يُسْرُ فِيهِ . ذكره سحنون في المدونة بلا سند جزما (۱۳۲:۱) .

۱۹۰۴- علي بن زياد ، عن سفیان ، عن یونس ، عن الحسن ، والمغيرة ، عن إبراهيم

اس لئے وہ ان کے قاعدہ سے حسن یا صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر سلام کے بعد امام اور قوم میں اعداد رکعات وغیرہ کے باب میں اختلاف ہو تو جب تک امام کو قوم کی بات پر اطمینان نہ ہو اس وقت تک اس کے لئے ان کی بات کا ماننا ضروری نہیں۔

۱۹۰۲- ابو العالیہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کوڑ کے بعد دو سجہ کرتے دیکھا ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور بخاری نے اس کو تحفیفاً ذکر کیا ہے اور ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک وتر واجب نہیں مگر پھر بھی وہ اس میں سجہ ہو کرتے تھے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ سجہ ہو نماز فرض و واجب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سنن و نوافل میں بھی ہے)۔

**فائدہ:** چونکہ حضور ﷺ کا فرمان إِذَا نَسِيتُمْ آخِذْكُمْ مطلق ہے جس میں فرائض کی تخصیص نہیں لہذا سجہ ہو کا حکم نوافل و سنن کو بھی شامل ہوگا۔ یہی جمہور اہل علم اور ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ روایت میں سجہ ہو کی تصریح نہیں۔ اس لئے اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کوڑ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے۔ پس جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس روایت میں سجہ ہو مراد ہے اس وقت تک روایت قابل استدلال نہیں۔

۱۹۰۳- ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب جہری نمازوں میں انشاء کرے اور سری نمازوں میں جہر کرے تو سجہ ہو کرے اس کو مدونہ میں بلا سند کے مگر وثوق کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر سری نمازوں میں جہر سے یا جہری نمازوں میں انشاء سے قراءہ کرے تو سجہ ہو کرے گا باقی وہ روایت جس میں ہے کہ حضرت انسؓ نے ظہر یا عصر کی نماز میں قراءہ اونچی آواز سے کی لیکن سجہ ہو نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جہر ایک دو آیات کا تھا جو قلیل ہونے کی بنا پر معاف ہے۔ مدونہ میں امام مالک سے بھی مروی ہے کہ خفیف مقدار معاف ہے۔



فَالْمُحْتَدُّ: وَيَبِي تَأْخُذُ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ. (كتاب الآثار ۳۲-۳۳).

## أبواب صلاة المريض

باب إذا لم يستطع القيام يصلي قاعداً وإلا فعلى جنب أو مستلقياً

يؤمى بالركوع والسجود وإلا آخر الصلاة

۱۹۰۷- عن عمران بن حصين رضي الله عنه قَالَ: كَانَتْ بِي بَوَاسِيرٌ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: صَلِّ قَائِماً، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ. رواه البخاري (۱۰۰:۱) وعزاه في المنتقى وكذا في نصب الراية والدرية إلى الجماعة غير مسلم، ثم قالوا: وزاد النسائي: فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِياً، لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْساً إِلَّا وَسْعَهَا.

۱۹۰۶- ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ اور تم کو نماز میں یا قراءت میں شبہ ہو جائے تو اس کی طرف التفات نہ کرو۔ اس کو بھی امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ شک بعد الفراغ قابل اعتبار نہیں۔ ہاں اگر مقتدیوں کے تھانے سے یا بطور خود سہو کا ظن غالب یا یقین ہو جائے تو وہ اور بات ہے۔

تنبیہ: اعلام السنن مطبوعہ ہند بیروت کے متن میں فَعَرَضَ لَكَ شَكٌّ أَوْ ضَلُوهٌ ہے مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اور صحیح فَعَرَضَ لَكَ شَكٌّ فِي ضَلُوهٍ معلوم ہوتا ہے ہم نے متن میں اسے درست کر دیا ہے، واللہ اعلم۔

## أبواب صلوة المريض

باب مريض اگر کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر بیٹھ نہ سکے تو کرکھٹ پر یا چٹ لیٹ کر اشارہ سے

نماز پڑھے ورنہ نماز کو مؤخر کر دے

۱۹۰۷- عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ مجھے ہوا میرا کامرض تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو لیٹ کر نماز پڑھو۔ اس کو بخاری نے



ولم أجد هذه الزيادة في المجتبى ، فلعلها في بعض نسخه أو أخطأت في التتبع .

۱۹۰۸ - حدثنا : إبراهيم بن حماد ، ثنا عباس بن يزيد ، ثنا عبد الرزاق ، ثنا أبو بكر

ابن عبيد الله بن عمر ، عن أبيه ، عن نافع ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ، قَالَ : يُصَلِّي  
النَّبِيُّ مُسْتَلْقِيًا عَلَى قَفَاءَ تَلَى قَدَمَاهُ الْقِبْلَةَ . رواه الدار قطنی (۱: ۱۷۹) ورجاله ثقات .

روایت کیا ہے۔ اور مفتی اور نصب الراية اور درایہ میں ہے کہ نسائی نے اس میں یہ الفاظ زاد روایت کئے ہیں کہ اگر کروٹ پر لیٹ کر پڑھنا چاہئے۔ اور اگر بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر نماز پڑھنا چاہئے۔ اور اس حدیث میں علی جنب سے مراد مطلق لیٹنا ہے جیسا کہ یَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَ قُعُودًا وَ عَلَى جُنُوبِهِمْ يَا دَعَانَا لَجَنَّهُ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا نہ کہ خاص کروٹ سے لیٹنا۔ اب رہی یہ بات کہ لیٹنے کی کون سی ہیئت افضل ہے؟ آیا کروٹ کے بل لیٹنا یا چت لیٹنا؟ سوروایت سے چت لیٹنا افضل معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ چت لیٹنے میں استقبال قبلہ اور ایما للركوع والجمو کا قبلہ کی طرف ہونا اعلیٰ ہے۔ رہی نسائی کی زیادتی فان لم تستطع فمستلقیا سواس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند معلوم نہیں۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ راوی کا اراج ہو جس کا فشا یہ ہے کہ اس نے علی جنب کو معنی متبادر پر محمول کیا اور اس کے بعد اپنی طرف سے یہ مضمون بڑھایا کہ اگر کروٹ پر نہ لیٹ سکے تو پھر چت لیٹ کر پڑھ لے اور لا یكلف الله نفسا الا وسعها کو اس کی دلیل بنایا اور اس کے غیر ثابت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اضطباع کو استلقاء پر کوئی فقیہ نہیں کہ اس کو استلقاء پر وجوہ یا اولویہ مقدم رکھا جائے ہیں ثابت ہوا کہ عمران بن حصینؓ کی روایت حنفیہ کے خلاف نہیں۔ اور اس باب میں حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف علی جب کے معنی میں اختلاف پر مبنی ہے۔ شافعیہ اس کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں اور حنفیہ وقت نظر سے کام لے کر اسکو مطلق لیٹنے کے معنی پر محمول کرتے ہیں چنانچہ یہ لفظ قرآن میں مطلق لیٹنے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ وہاں کروٹ پر لیٹنے کی تخصیص کے کوئی معنی نہیں۔ خدا ماعندنا فی تحقیق المقام واللہ اعلم۔

۱۹۰۸ - ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مریض چت لیٹ کر نماز پڑھے اور اسکے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں۔ اسکو

دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ مریض کے لئے چت لیٹ کر نماز پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ اگر کروٹ کے بل اولیٰ ہوتا تو

ابن عمرؓ سے ضرور ذکر کرتے۔



۱۹۰۹- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما ، عن النبی ﷺ قَالَ : يُصَلِّيَ التَّرِيضُ قَائِمًا ، فَإِنْ نَالَتُهُ مَشَقَّةٌ صَلَّى جَالِسًا ، فَإِنْ نَالَتُهُ مَشَقَّةٌ صَلَّى بِإِمَاءٍ يُؤَيِّ بِرَأْسِهِ ، فَإِنْ نَالَتُهُ مَشَقَّةٌ سَبَّحَ . رواه الطبرانی فی الأوسط وقال : لم يروه عن ابن جريج إلا خلس بن محمد الضبعی . قلت : ولم أجد من ترجمه ، و بقية رجاله ثقات ، كذا فی مجمع الزوائد (۲۷۱:۱) . قلت : والمستور من القرون الثلاثة مقبول .

۱۹۱۰- عن : جابر بن عبد اللہ ؓ ، قَالَ : عَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَرِيضًا وَأَنَا مَعَهُ ، فَرَأَهُ يُصَلِّي وَ يَسْجُدُ عَلَى وِسَادَةٍ ، فَتَنَاهُ ، وَقَالَ : إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَسْجُدَ عَلَى الْأَرْضِ فَاسْجُدْ وَإِلَّا فَأَوْمِ إِمَاءً ، وَاجْعَلِ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرَّكُوعِ . رواه البزار و رجاله رجال الصحيح ، كذا فی مجمع الزوائد (۲۰۱:۱) ، وفي الدراية (ص- ۱۲۷) بعد عزوه إلى البزار والبيهقي : و رجاله ثقات اهـ .

۱۹۰۹- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ اب اگر کھڑے ہونے میں غیر معمولی تکلیف ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔ اگر اس میں بھی زحمت ہو تو (لیٹ کر پڑھے اور) سر سے اشارہ کرے۔ اب اگر اس میں بھی تکلیف ہو تو پھر صرف تسبیح کر لے۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی مستور الحال ہے اور جو قرون میں مستور ہوا کی روایت ہمارے نزدیک مقبول ہے لہذا روایت مذکورہ مقبول ہے۔

فائدہ: اس روایت میں لیٹنے کی وضع کو تعین نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اضطرار اور استقاء دونوں کی اجازت ہے کہ جس پر قدرت ہو اسے اختیار کرے اور اگر دونوں پر قدرت نہ ہو تو استقاء رائج ہے، اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمران کی روایت میں علیٰ جنب سے مروی مطلق لیٹنا ہے، نہ کہ خاص کر وٹ پر لیٹنا۔ کیونکہ اگر خاص کر وٹ پر لیٹنا مراد ہوتا تو اس کی تعین کی جاتی۔ حافظ نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا منشا مستوریت راوی معلوم ہوتا ہے، سو اگر اس کو ضعیف بھی مان لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ حجت مستقلہ نہ ہو۔ لیکن علیٰ جب کے معنی کی تعین میں تو ضرور کارآمد ہو سکتی ہے۔ نیز خیر القرون میں مستوریت ہمارے ہاں معتبر نہیں۔

۱۹۱۰- جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مریض کی عیادت فرمائی۔ اور میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور نیک پر سجدہ کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اگر تم



۱۹۱۱- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ اسْتَطَاعَ بَيْنَكُمْ أَنْ يُسْجُدَ فَلْيُسْجُدْ ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلَا يَرْفَعْ إِلَى جَنْبِهِ شَيْئًا يُسْجُدُ عَلَيْهِ ، وَلَكِنْ رُكُوعُهُ وَ سُجُودُهُ يُؤْمِي إِيْمَاءً . رواه الطبرانی فی الأوسط ، ورجاله موقوفون لیس فیہم کلام یضر (مجمع الزوائد ۲۰۱:۱)۔

۱۹۱۲- عن : ابن مسعود رضی اللہ عنہ : أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أَخِيهِ غُنْبَةَ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى سِوَالٍ يَرْفَعُهُ إِلَى وَجْهِهِ فَأَخَذَهُ قَرْصِي بِهِ ، ثُمَّ قَالَ : أَوْمِ إِيْمَاءً ، وَلَتَكُنْ رُكْعَتُكَ أَرْفَعُ مِنْ سَخَدَيْكَ . رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات کذا فی مجمع الزوائد (۲۰۱:۱)۔

۱۹۱۳- عن : نافع ، عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما كَانَ يَقُولُ : إِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرْئِيضُ السُّجُودَ أَوْمَأَ بِرَأْسِهِ إِيْمَاءً وَلَمْ يَرْفَعْ إِلَى جَنْبِهِ شَيْئًا . رواه مالک (آثار السنن ۶۰:۲)۔

زمین پر سجدہ کر سکتو کر دوہر نہ سر سے اشارہ کرو اور سجدہ کو رکوع سے پست نہ کرو۔ اسکو برا اور بیعتی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی اور ثقہ ہیں۔

۱۹۱۱- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بیمار تم میں سے سجدہ کر سکے وہ سجدہ کرے۔ اور جو سجدہ نہ کر سکے تو اسکو اپنی پیشانی تک کوئی چیز اوچھی نہ کرنی چاہئے بلکہ اسکو اشارہ سے رکوع اور سجدہ ادا کرنا چاہئے۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے رجال موثق ہیں۔

۱۹۱۲- ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنے بھائی عقبہؓ کے پاس گئے ، وہ ایک مسواک پر سجدہ کرتے تھے جس کو وہ اپنے چہرے کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ تو آپؓ نے مسواک کو ان کے ہاتھ سے لے کر ہینک دیا اور فرمایا اشارہ کرو۔ اور تمہارے رکوع کا اشارہ سجدہ کے اشارہ سے ادا ہونا چاہئے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ : تنبیہاں مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مریض کے لئے یہ جائز نہیں کہ سجدہ کرنے کے لئے کسی چیز کو اپنے چہرے کی طرف اٹھائے۔ بلکہ ایسی صورت میں صرف اشارہ کر دینا بھی کافی ہے بشرطیکہ سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے پست نہ ہو۔  
۱۹۱۳- نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ جب بیمار سجدہ نہ کر سکے تو اپنے سر سے اشارہ کرے اور اپنی پیشانی تک کوئی چیز نہ اٹھائے ، اسکو امام مالک نے روایت کیا ہے۔

فائدہ : اس حدیث میں صراحت ہے کہ اشارہ صرف سر سے ہونا چاہئے۔ آنکھ یا ابرو سے اشارہ نہ کیا جائے۔



۱۹۱۴- عن : عائشة رضی اللہ عنہا : أَنَّهُ لَمَّا صَلَّى جَالِسًا تَرَبَّعَ . رواه النسائي والدارقطني ، وابن حبان ، والحاكم ، قال النسائي : ما أعلم أحداً رواه غير أبي داود الحفري (وكان ثقة) ولا أحسبه إلا خطأ .ام . وقد رواه ابن خزيمة والبيهقي من طريق محمد بن سعيد بن الإصبهاني بمتابعة أبي داود ، فظهر أنه لا خطأ كذا في التلخيص الحبير (۸۵:۱) . قلت : وصحح إسناده في المعتمر من المختصر (۴۳:۱) .

۱۹۱۵- وروی البیهقی من طریق ابن عیینہ ، عن ابن عجلان ، عن عامر بن عبد اللہ بن الزبیر ، عن أبيه ﷺ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَدْعُو هَكَذَا وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَهُوَ مُتَرَبِّعٌ جَالِسٌ .

۱۹۱۶- و روی عن حمید : رَأَيْتُ أَنَسًا يُصَلِّي مُتَرَبِّعًا عَلَى فِرَاشِهِ . وعلقه البخاری کذا فی التلخیص أيضاً (۸۵:۱) .

۱۹۱۷- عن : أم قیس بنت محسن : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا أَسَنَ وَحَمَلَ اللَّحْمَ إِنْخَذَ غُمُودًا فِي مُصَلَّاهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ . أخرجه أبو داود مطولا ، كذا في جمع الفوائد

۱۹۱۳- حاکمؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بیٹھ کر نماز پڑھی تو پلوٹی مار کر بیٹھے۔ اس کو سائی، دارقطنی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور مختصر میں اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

۱۹۱۵- بیہقی نے اپنی سند سے عبد اللہ بن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح تشہد پڑھتے دیکھا ہے اور انہوں نے اس ہیئت کو یوں بیان کیا کہ پلوٹی مار کر بیٹھے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے۔

۱۹۱۶- حمید سے راوی کہتا ہے کہ میں نے انسؓ کو دیکھا کہ وہ بستر پر پلوٹی مارے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور بخاری نے اس کو تطبیقاً روایت کیا ہے کذا فی التلخیص۔

فائدہ: ان روایات سے پلوٹی مار کر نماز پڑھنے کے جواز کا ثبوت ہوتا ہے لیکن ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ نمازیں نفل تھیں یا فرض؟ اور بیماری کی حالت میں تحس یا حالت صحت میں؟ اور بیماری کی حالت میں تحس تو ہیئت تشہد کو بعد رچھوڑا گیا تھا یا بلا غدر؟ بہر حال حالت غدر میں پلوٹی مار کر بیٹھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

۱۹۱۷- ام قیس بنت محسنؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر زائد ہو گئی اور آپ ﷺ کا جسم مبارک بیماری ہو گیا



ابن سلیمان المغربی (۷۲:۱) . قلت : وسکت عنه أبو داود (۱۴۴:۱) وأوله : أن هلال بن يساف رأى وابصة (ابن معبد) وإذا هو مُتَمَيِّدٌ عَلَى عَصَا فِي صَلَاتِهِ ، فَقُلْنَا لَهُ بَعْدَ أَنْ سَلَّمْنَا ، فَقَالَ حَدَّثَنِي أُمُّ قَيْسٍ بِنْتُ بَخَصٍ . الحديث .

۱۹۱۸- عن : مجزأة بن زاهر ، عن أهبان بن أوس - من أصحاب الشجرة - وَكَانَ إِشْتَكَى رُكْبَتَهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَخْتِ رُكْبَتِهِ وَسَادَةً . أخرجه البخاری (۶۰۰:۲) .

### باب الصلاة في السفينة

۱۹۱۹- أخرنا : إبراهيم بن محمد ، عن داود بن الحصين ، عن عكرمة ، عن ابن عباس رضي الله عنهما ، قَالَ : أَلْبَسِي يَصَلِّي فِي السَّفِينَةِ وَالَّذِي يَصَلِّي غُرْبَانًا ، يُصَلِّي جَالِسًا . رواه عبد الرزاق في مصنفه ( الزيلعي ) . و رجاله رجال الجماعة إلا إبراهيم بن محمد

( جس کی وجہ سے دیر تک کھڑا رہنا مشکل ہو گیا ) تو آپ ﷺ نے اپنی نماز کی جگہ میں ایک عمو قدام کر لیا جس سے ( آپ ﷺ قیام میں تھک جانے کے وقت ) سہارا لینے تھے ۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکت کیا ہے اور اس کی ابتداء یوں ہے کہ ہلال بن یساف نے واقعہ بن سعید کو دیکھا کہ انہوں نے نماز میں اپنی لاشی پر ٹیک لگائی ۔ پس سلام پھیرنے کے بعد ہم نے ان سے کہا کہ آپ نے نماز میں لاشی پر ٹیک کیسے لگائی ؟ اس پر انہوں نے ام قیس کی یہ روایت بیان فرمائی ۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے قیام کی حالت میں سہارا لیتا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی مریض سہارے سے کھڑا ہونے پر قدرت رکھتا ہو تو اس سے قیام ساقط نہ ہوگا اور اسکے لئے قعود جائز نہ ہوگا ۔

۱۹۱۸- مجزأة بن زاهر سے روایت ہے کہ اہبان بن اوس اصحاب شجرہ میں سے تھے ، ان کے گھٹنے میں کوئی تکلیف تھی ( جس کی وجہ سے وہ گھٹنا میں پر نہ ٹیک سکتے تھے ) اس لئے جب وہ عجمہ کرتے تو اپنے گھٹنے کے نیچے کوئی چیز رکھ لیتے تھے ۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے ۔

فائدہ : یعنی اگر عجمہ کرنے میں تکلیف ہو گھٹنے یا ٹخنے وغیرہ میں تو گھٹنوں کے نیچے نچوڑ وغیرہ رکھنا جائز ہے ۔

### باب کشتی میں نماز پڑھنے کے بیان میں

۱۹۱۹- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جو شخص کشتی میں نماز پڑھے اور جو ننگا نماز پڑھے وہ بیٹھ کر نماز پڑھے ۔ اس کو عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابراہیم بن ابی بکری مختلف فیہ ہے لہذا حدیث حسن ہے ۔



مختلف فیہ ، اثنی علیہ الشافعی و قال : کان ثقة فی الحدیث ، و سئل حمدان ابن الاسبہانی اُتدین بحدیث ابراہیم بن اُبی یحیی ؟ قال : نعم ! قال ابن عدی : هو ممن یکتب حدیثہ . و ترکہ آخرون ، کذا فی تہذیب التہذیب ، والحدیث قد مر فی الجزء الثاني من الإعلاء فلیراجع .

۱۹۲۰- عن : أنس بن سیرین قال : خَرَجْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ إِلَى أَرْضِ بَلْعٍ سَرِينٍ ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِدِجْلَةٍ حَضَرَتِ الظُّهُرُ ، فَأَسْنَا قَاعِدًا عَلَى بَسَاطٍ فِي السُّفِينَةِ وَ أَنَّ السُّفِينَةَ لَتَجْرِبَنَا جَرًّا . رواه الطبرانی فی الكبير و رجالہ ثقات (مجمع ، ۱: ۲۰۷) .

۱۹۲۱- عن : میمون بن مہران ، عن ابن عمر ، قَالَ : مُثِلَ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِي السُّفِينَةِ فَقَالَ : كَيْفَ أَصْلَحِي فِي السُّفِينَةِ ؟ قَالَ : صَلِّي فِيهَا قَائِمًا إِلَّا أَنْ تَخَافَ الْغَرَقَ .

فائدہ: ایک روایت بعض کے حق میں صحیح اور بعض کے حق میں ضعیف ہو سکتی ہے۔ مثلاً اس روایت کو عبد الرزاق بواسطہ ابراہیم روایت کرتے ہیں اور ابراہیم بواسطہ داؤد بن الحصین اور داؤد بواسطہ مکرمہ اور مکرمہ بلا واسطہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ پس یہ روایت عبد الرزاق کے حق میں ضعیف ہے اور داؤد اور مکرمہ کے حق میں ضعیف نہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ابو حنیفہ کے حق میں یہ روایت ضعیف نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کو یہ روایت بواسطہ ابراہیم بن یحییٰ کیونکہ ابراہیم مذکور امام شافعی کے مشائخ میں سے ہیں نہ کہ امام صاحب کے۔ ان کے مشائخ میں مکرمہ ہیں اور مکرمہ ہے کہ داؤد بن حصین بھی ہوں ، پس غالباً ان کو یہ روایت مکرمہ سے پہنچی ہے اور مکرمہ ہے داؤد سے پہنچی ہو پس ابراہیم کا ضعف ابو حنیفہ کے لئے معزز نہیں ہو سکتا۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ روایت ابو حنیفہ کو داؤد یا مکرمہ کے واسطے سے پہنچی ہے تو یہ حجت طرہ و دافعہ دونوں ہوگی۔ اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو احتمال وصول کی بنا پر صرف حجت دافعہ الحسن الخضم ہوگی فتدبر فیہ فانہ ینفعک فی کثیر من المقام واللہ اعلم۔

۱۹۲۰- انس بن سیرین کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے ساتھ ارض بلع سرین کے قصد سے روانہ ہوئے۔ پس جبکہ ہم دجلہ پر پہنچے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ انس نے ہشتی کے اندر فرش کے اوپر بیٹھ کر ایسی حالت میں ہماری امامت کی کہ کشتی ہمارے سمیت کھنکھ جاتی تھی۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ابن عباس اور انس کی روایتوں سے معلوم ہوا کہ چلتی ہوئی کشتی میں بحالت قدرت علی القیام بھی بیٹھ کر نماز جائز ہے اور یکنافہب امام اعظم ابو حنیفہ کا ہے۔

۱۹۲۱- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا اور سائل نے کہا کہ میں کشتی میں کس طرح نماز پڑھوں؟



أُخْرِجَ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ (۱: ۲۷۵) ، وَقَالَ : صَحِيحُ الْإِسْنَادِ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَهُوَ شَاذٌ بِمَرَّةٍ وَكَذَا قَالَ الذَّهَبِيُّ فِي تَلْخِيصِهِ اهـ .

۱۹۲۲- وَرَوَى الْبِزَارُ نَحْوَهُ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ فِي السَّفِينَةِ قَائِمًا إِلَّا أَنْ يُخْشَى الْغَرَقُ . وَفِيهِ رَجُلٌ لَمْ يَسْمَعْ ، وَبَقِيَّةُ رَجَالِهِ تَقَاتُ كُذَّاءً فِي الْمَجْمَعِ (۱: ۲۰۷) .

۱۹۲۳- عَنْ : عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عَتَبَةَ ، قَالَ : صَحَبْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَآبَا سَعِيدَ الْخُدْرِيِّ ، وَآبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي سَفِينَةٍ ، فَصَلُّوا قِيَامًا فِي جَمَاعَةٍ أَمَّهُمْ نَعُضُهُمْ ، وَهُمْ يَقْدِرُونَ عَلَى الْجِدِّ . رَوَاهُ سَعِيدُ ( بِنِ مَنصُور ) فِي سُنَنِهِ كُذَّاءً فِي الْمُنْتَقَى

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھو بجز اس کے کہ تم کو ڈوبنے کا اندیشہ ہو۔ اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت بالکل شاذ ہے اور ایسا ہی ذہبی نے تلخیص مستدرک میں کہا ہے۔

۱۹۲۲- بزار نے جعفر بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں بجز اسکے کہ ان کو ڈوبنے کا اندیشہ ہو (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: یہ روایات بصورت ثبوت امام صاحب کے نزدیک عزیمت پر محمول ہیں اور ابن عباسؓ اور انسؓ کی روایات رخصت پر۔ اور اس صورت میں تمام روایات متفق ہو جائیں گی۔ اور ان روایتوں کو وجوب قیام پر محمول کرنے میں ابن عباسؓ اور انسؓ کی روایتوں کو چھوڑنا پڑے گا حالانکہ وہ بھی حکماً مرفوع ہیں کیونکہ مخالف قیاس ہیں۔ اس لئے کہ قیاس کا مقتضی یہی ہے کہ باوجود قدرت کے قیام کو ترک کرنا جائز نہ ہو مگر ان سے اس کی اجازت ظاہر ہے۔ اور جن لوگوں نے ان کو قیاس کے موافق بتانے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ کشتی میں بجز من القیام غالب ہے اور قدرت نادر ہے والناذر کالمعدوم، یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ اول تو دعویٰ غلبہ بجز مسلم نہیں۔ پھر اگر یہ غلبہ مسلم بھی ہو تو مرض میں یہ غلبہ ظاہر ہے۔ پس مرض میں بجز حقیقی کو شرط کرنا اور سفینہ میں بجز نقدیری کو کافی سمجھنا حکم ہے، پس حقیقت وہی ہے کہ امام صاحب نے آثار کی بنا پر قیاس کو چھوڑ دیا ہے اور احادیث موافق قیاس کو دلائل میں تطبیق دینی دیتے ہوئے عزیمت پر محمول کیا ہے۔ پس اس تقریر سے امام صاحب کے مذہب کو بہت قوت ہوگئی۔ اور جن لوگوں نے مذہب صاحبینؓ کو ترجیح دی ہے ان کی ترجیح مرجوح ہوگئی۔

۱۹۲۳- عبد اللہ بن ابی عتبہ سے مروی ہے کہ میں کشتی میں جابر بن عبد اللہؓ اور ابوسعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ کے ہمراہ تھا۔ سو ان لوگوں نے کشتی میں کھڑے ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی حالانکہ وہ ساحل پر نماز پڑھنے پر قادر تھے۔ اس کو سعید بن منصور نے



وسکت عنه الشوکانی فی النیل (۳: ۹۵)۔

## باب جواز المكتوبة على الدابة لعذر بالإيماء وجواز الصلاة بالإيماء

### للمخائف ونحوه

۱۹۲۴- عن : يعلی بن أمیة رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ ، فَأَصَابَتْنا السَّمَاءُ ، فَكَانَتْ الْبَلَّةُ مِنْ تَحْتِنَا وَ السَّمَاءُ مِنْ فَوْقِنَا ، وَكَانَ فِي مَضِيقٍ فَخَضَرَتِ الصَّلَاةُ ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِإِلَاءٍ ، فَأَذَّنَ وَ أَقَامَ ، وَ تَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى عَلَى رَاجِلَيْهِ وَ الْقَوْمُ عَلَى رَوَاجِلِهِمْ ، يُؤْمِي إِيْمَاءً يَجْعَلُ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ . قلت : رواه أبو داود من حديث يعلی بن مرة ، وهو ههنا من حديث يعلی بن أمية رواه الطبرانی فی الكبير ، وإسناده إسناده أبي داود ، و رجاله موقوفون إلا أن أبا داود قال :

اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور نیل میں اس پر جرح نہیں کی لہذا روایت قائل جت ہے۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب کشتی ساحل کے قریب ہو تو وہ حکم میں ساحل کے ہے اور اس میں کڑے ہو کر نماز جائز ہے، نہ کہ بیٹھ کر اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین پر نماز پڑھنے کی طاقت و قدرت کے باوجود کشتی میں نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ کشتی میں اضطراب ہوتا ہے۔

باب کسی عذر کی وجہ سے فرض نماز کا گھوڑے وغیرہ پر اشارہ سے پڑھنا اور خائف وغیرہ کا اشارہ سے نماز

### پڑھنا جائز ہے

۱۹۲۳- یعلی بن أمیة سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے کہ بارش ہونے لگی پس نیچے تری تھی اور اوپر بارش اور آپ ﷺ تکلیف میں تھے۔ اسی حالت میں نماز کا وقت آ گیا، آپ ﷺ نے بلال کو حکم دیا، انہوں نے اذان اور اقامت کہی، رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور آپ ﷺ نے اپنی سواری پر نماز پڑھی اور لوگوں نے اپنی سواریوں پر بھاگ کر آپ ﷺ کا اشارہ کرتے تھے جس میں عیدہ کو رکوع کی بہ نسبت پست کرتے تھے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی مؤثق ہیں، اسی روایت کو اسی سند سے ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر انہوں نے بجائے یعلی بن أمیة کے یعلی بن مرہ کہا ہے اور اسکو غریب کہا ہے۔ عبدالحق نے اس کی سند کو صحیح اور نووی نے حسن کہا ہے۔



غریب تفرد بہ عمر بن الرماح ا۔ (مجمع الزوائد ۲: ۲۰۶) وفی جمع الفوائد (۱: ۷۱): وهو رحمه الله وهم فی نسبته لأبی داود ، وإنما هو للترمذی فقط ا۔ وفی التلخیص (۱: ۷۹): قال عبد الحق : إسناده صحيح ، وقال النووی : إسناده حسن ا۔

۱۹۲۵- عن : علقمة بن عبد الله المزنی ، عن أبیه ، رفعه : إِذَا كُنْتُمْ فِي الْقَصَبِ أَوْ التَّلَجِ أَوْ الرِّدَاغِ فَأَوْمِئُوا إِيمَاءً . للكبير بضعف كذا فی جمع الفوائد للمغربی (۱: ۷۱) و قد التزم أن لا يخرج من أحاديث مجمع الزوائد ، والدارمی ، وابن ماجه ، ما كان بعض رواه كذاباً ، أو متهماً ، أو متروكاً ، أو منكراً ، كما صرح به فی خطبته (۱: ۶۱) فالضعيف الذى فيه قريب من الحسن كما يشعر به كلامه .

۱۹۲۶- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہ فی صلاة الخوف مرفوعاً : أَنَّهُ إِذَا كَانَ خَوْفٌ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ صَلَّى رَاكِباً أَوْ قَائِماً يُؤْمِئُ إِيمَاءً وَفِي أُخْرَى : مُسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرِ مُسْتَقْبِلِيهَا . أخرجه فی جمع الفوائد (۱: ۱۰۴) ، و عزاه إلى الستة و الحديث أخرجه البخاری (ص- ۶۵۰ و ۶۵۱) بمثل هذا اللفظ كما تقدم فی الجزء الثاني من الإعلاء .

فائدہ: اس حدیث سے گارے اور کچڑ کے موقع پر سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر امام اپنی سواری پر سوار ہو اور مقتدی اپنی سواریوں پر اور سواریاں قریب قریب ہوں تو یہ صورت جائز اور اقلہً امسج ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اصل علم کے اس اہی پر عمل ہے۔

۱۹۲۵- علقمة بن عبد الله المزنی اپنے باپ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب تم نیتان میں ہو (جہاں اسکے معجان ہونے کی وجہ سے رکوع سجدہ کی گنجائش نہیں ہوتی) یا برف میں ہو یا گارے کچڑ میں ہو تو ان سب صورتوں میں رکوع سجدہ کے لئے اشارہ کرو۔ جمع الفوائد میں اس کو نجم کبیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت کسی قدر کمزور ہے۔ لیکن چونکہ کتاب مذکور میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ اس میں کسی ایسے راوی کی روایت درج نہیں کی جائیگی جو کذاب یا عہم یا متروک یا منکر ہو۔ اس لئے یہ ضعیف قلیل ہے جو کہ معز نہیں۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا حالتوں میں اشارہ سے نماز جائز ہے۔

۱۹۲۶- ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوة الخوف کے بیان میں فرمایا کہ جب خوف بہت زیادہ ہو تو آدمی



۱۹۲۷- عن : عزة - وَكَانَتْ مِنَ النِّسَاءِ الْأَوَّلِ - قَالَتْ : خَطَبَنَا أَبُو بَكْرٍ : لَأَنْصُلُوا عَلَيَّ الْبَرَادِعَ . رواه الطبرانی فی الكبير ، و رجاله ثقات إن كانت عزة صحابية ، وهو الظاهر من قول أبي حازم ، كذا فی مجمع الزوائد (۲۰۶:۱) .

۱۹۲۸- عن : أنس بن سيرين ، قال : أَقْبَلْنَا مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مِنَ الْكُوفَةِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَطْلَافِ أَصْبَحْنَا وَ الْأَرْضُ طِينٌ وَ مَاءٌ ، فَصَلَّى الْمَكْتُوبَةَ عَلَى ذَاتَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : مَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَةَ عَلَى ذَاتَيْهِ قَبْلَ الْيَوْمِ . و رجاله ثقات اه (مجمع الزوائد ۲۰۶:۱) .

۱۹۲۹- عن : عطاء بن أبي رباح ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : هَلْ رُخِّصَ لِلنِّسَاءِ أَنْ يُصَلِّيْنَ عَلَى الدَّوَابِّ ؟ قَالَتْ : لَمْ يُرَخِّصْ لَهُنَّ فِي ذَلِكَ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ . قال محمد : هذا فی المكتوبة . أخرجه أبو داود وسكت عنه (۱۸۰:۱) .

ساریا یاد دہونے کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھے ۔ اسکو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے ۔

۱۹۲۷- عرۃ سے مروی ہے اور یہ پرائی عورتوں میں سے تھیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ زین وغیرہ کے عرق گیر دن پر نماز نہ پڑھا کرو ( کیونکہ اسکے باب میں احتیاط نہیں کی جاتی ) کیونکہ وہ زین اور کپادوں کے نیچے ہوتے ہیں ۔ ہاں خود زین اور کپاد پر نماز پڑھ سکتے ہو ۔ کیونکہ ان کے باب میں احتیاط کی جاتی ہے اور عموماً وہ پاک ہوتے ہیں ) اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ عرۃ صحابیہ ہیں ۔ واللہ اعلم ۔

۱۹۲۸- انس بن سیرین سے روایت ہے کہ ہم انس بن مالکؓ کے ساتھ کوثر سے واپس ہو رہے تھے سو جب ہم مقام اطلیہ میں پہنچے تو ہم نے ایسی حالت میں صبح کی کہ زین پر پانی اور کچڑ تھا ۔ اور نماز پڑھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اس لئے انہوں نے فرض نماز اپنے گھوڑے پر پڑھی اور فرمایا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے فرض گھوڑے پر پڑھے ، مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں ۔

فائدہ : انسؓ کا یہ فرمانا کہ آج اس حالت میں میں نے پہلی مرتبہ نماز پڑھی ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فرض نماز ساری پر پڑھنا عذر کے ساتھ مقید ہے اور مشروط ہے مثلاً نیچے اترا کچڑ یا خوف کی وجہ سے حذر ہو ۔ باقی ابوسعید خدریؓ کی وہ حدیث جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب نماز سے فارغ ہوتے تو آپ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور گارے کا اثر تھا ۔ تو مذکورہ بالا مرفوع حدیث اور انس بن مالکؓ کے اجماعی عمل کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت گار نہایت کم ہوگا ۔

۱۹۲۹- عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو گھوڑوں پر فرض نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو اس کی اجازت نہیں دی



### باب المغمی علیہ

۱۹۳- حدثنا : أحمد بن یونس ، ثنا زائدة ، عن عبيد الله ، عن نافع ، قال :

أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يَوْمًا وَ لَيْلَةً ، فَأَقَاتَ فَلَمْ يَقْضِ مَا فَاتَهُ وَاسْتَقْبَلَ . كَذَا فِي نَسَبِ الرَّايَةِ (۳۰:۵) وعزاه إلى إبراهيم الحربي في أواخر كتابه غريب الحديث . قلت : رجاله رجال الصحيح ، و في الدراية (ص-۱۲۷) : إسناده صحيح ، وأخرجه الدارقطني بطريق سفيان ، عن عبيد الله ، عن نافع . وبطريق سفيان ، عن أيوب ، عن نافع ، هكذا بهذا اللفظ ، ثم قال (.....):

۱۹۳- و عن سفيان ، عن أيوب ، عن نافع ، عن ابن عمر رضي الله عنهما : أَنَّهُ

أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنْ يَوْمَيْنِ فَلَمْ يَقْضِ . ثم أخرج عن هشام ، عن أيوب ، عن نافع : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أُغْمِيَ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ فَلَمْ يَقْضِ ۵. (۱۹۰:۱).

۱۹۳۲- و روى عبد الرزاق في المصنف أخبرنا الثوري ، عن ابن أبي ليلى ، عن

نافع : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أُغْمِيَ عَلَيْهِ شَهْرًا فَلَمْ يَقْضِ مَا فَاتَهُ . و كذا رواه ابن أبي شعبة :

نہ تکلیف میں نہ راحت میں ( کیونکہ ان کو ایسی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ اور اگر ان کو ایسی ضرورت پیش آئی تو وہ مردوں سے زیادہ اجازت کی مستحق تھے) اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی عورتوں کے لئے بھی عذر کی بنا پر سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے۔

### باب بے ہوش کے حکم کے بیان میں

۱۹۳۰- نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر ایک دن رات بے ہوش رہے اور انہوں نے فوت شدہ نمازوں کو قضا نہیں کیا۔ اور

آئندہ سے نماز شروع کی۔ اس کی سند صحیح ہے اور یہی مضمون دارقطنی نے بطریق سفيان عن عبيد الله عن نافع اور بطریق سفيان عن ايوب عن نافع روایت کیا ہے۔

۱۹۳۱- اس کے بعد اس نے بطریق سفيان عن ايوب عن نافع روایت کیا کہ ابن عمر دو دن سے زیادہ بے ہوش رہے اور

انہوں نے فوت شدہ نمازیں قضا نہیں کیں۔ اس کے بعد بطریق هشام عن ايوب عن نافع روایت کیا کہ ابن عمر تین دن رات بے ہوش رہے اور انہوں نے (فوت شدہ) نمازیں قضا نہیں کیں۔



حدثنا وكيع ، عن ابن أبي ليلى به .

۱۹۳۳- وأخرج مالك في الموطأ عن نافع ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما : أَنَّهُ أُمِّيٌّ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَلَمْ يَقْضِ مَا فَاتَهُ ۖ هـ . (ولم يذكر اليوم ولا اليومين فصاعداً) كذا في التعليق المغني (۱: ۱۹۵).

۱۹۳۴- أخبرنا : أبو حنيفة ، عن حماد بن أبي سليمان ، عن إبراهيم النخعي ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما : أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَغْنِيِّ عَلَيْهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً : قَالَ : يَقْضِي . أخرجه محمد الإمام في كتاب الآثار (ص-۳۲) . قلت : إسناده صحيح ، ومراسيل النخعي صحاح

۱۹۳۲- عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے بطریق ابن ابی لیلیٰ عن نافع روایت کیا کہ ابن عمر ایک مہینہ بے ہوش رہے اور (فوت شدہ) نمازیں قضا نہیں کیں۔

۱۹۳۳- مالک نے نافع سے روایت کیا کہ ابن عمرؓ بے ہوش ہوئے اور نمازیں قضا نہیں کیں اور کوئی مقدار بے ہوشی کی نہیں بیان کی۔  
**فائدہ:** ان روایات میں ابن ابی لیلیٰ کی روایت تو ساقط ہے کیونکہ وہ حفاظ کی روایت کا معارضہ نہیں کر سکتی۔ اب رہی ایوب کی روایت سواس میں ہشام اور سفیان میں اختلاف ہو گیا ہے اس لئے وہ بھی ساقط ہے۔ اب رہی عبید اللہ کی روایت سودہ اضطراب سے خالی ہے کیونکہ اس میں زائدہ اور سفیان متفق ہیں اور ایوب کی ایک روایت بطریق سفیان بھی اس کی مؤید ہے۔ اور مالک کی روایت اس کے معارضہ نہیں کیونکہ مالک کی روایت مقدار سے ساقط ہے اور عبید اللہ کی روایت نافع اور ساقط اور نافع میں تعارض نہیں اور بلا تعارض کے اضطراب نہیں پس روایت عبید اللہ سالم اور محفوظ عن الاضطراب ہے لیکن یہ روایت حنفیہ کے اس لئے خلاف نہیں کہ ممکن ہے کہ ابن عمرؓ کو مغرب کے وقت بے ہوش ہوئی ہو۔ اور اگلے دن مغرب کے بعد ہوش آیا ہو تو اس صورت میں یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ ایک رات دن بے ہوش رہے۔ اور بوجہ چھ نمازوں کے قضا ہو جانے کے ان پر قضا بھی نہیں۔ لہذا اس روایت سے ہم پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ ایک دن رات سے کچھ زیادہ بے ہوش رہے تھے جس سے ان کی چھ نمازیں فوت ہو گئی تھیں۔ راوی نے کسر کو حذف کر کے ایک دن رات روایت کر دیا۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خود ابن عمرؓ نے ایک دن رات بے ہوش رہنے پر قضا کا حکم کیا ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ پس ضروری ہے کہ خود ان کا قضا نہ کرنا اس بنا پر ہو کہ وہ ایک دن رات سے زیادہ بے ہوش رہے ہوں اور خود ان کے قول اور فعل میں تعارض ہو جائے گا۔ پس عبید اللہ کی روایت ہمارے موافق ہے، نہ کہ مخالف والحمد للہ علیٰ ذالک۔

۱۹۳۳- ابراہیم نخعی، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کے باب میں جو ایک دن رات بے ہوش رہے (اور اس کی بے ہوشی ایک دن رات سے تجاوز نہ ہو) فرمایا کہ وہ قضا کرے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے اور مرسل بھی صحیح ہوتی ہے



کما مر غیر مرة ، قَالَ مُحَمَّدٌ : وَبِهِ نَأْخُذُ ، حَتَّى يُغْنِيَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ اه .

۱۹۳۵- عن : سفیان ، عن السدی ، عن یزید مولى عمار : أَنَّ عَمَّازَيْنِ يَاسِرٍ أَعْمَى عَلَيْهِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ ، فَأَقَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ ، فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ . أَخْرَجَهُ الدَّارِ قُطْنِي (۱: ۱۹۵) وَالسَّيِّدِي هُوَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مُخْتَلَفٌ فِيهِ ، كَانَ ابْنُ مَعِينٍ يَضَعُهُ ، وَكَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ مَهْدِيٍّ لَا يَرِيَانُ بِهِ بِأَسْأَ ، كَمَا فِي التَّعْلِيقِ الْمَغْنِيِّ ، قُلْتُ : الْمَجْهُولُ فِي الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ لَا يَضُرُّنَا فَهُوَ مَرْسَلٌ حَسَنٌ .  
۱۹۳۶- أَخْبَرَنَا : أَبُو حَنِيفَةَ ، عَنْ حَمَادٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ : أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْمَرِيضِ يُغْنِي عَلَيْهِ فَيَدْعُ الصَّلَاةَ ، قَالَ : إِذَا كَانَ الْيَوْمُ الْوَاحِدُ فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَقْضِيَهُ ، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ فِي عُدْرٍ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى . أَخْرَجَهُ مُحَمَّدٌ فِي الْأَنَارِ (ص- ۳۱) وَهُوَ مَوْقُوفٌ صَحِيحٌ .

اسکے بعد امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مذہب ہے کہ ایک دن رات بے ہوش رہنے میں قضا ہے (ابن عمرؓ کے فتویٰ سے) یہاں تک کہ جب بیہوش ایک دن سے متجاوز ہو جائے تو اس پر قضا نہیں (بجواب ابن عمرؓ کے فتل کے جس کو اوپر روایت کیا گیا ہے) اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

۱۹۳۵- یزید مولى عمار روایت کرتے ہیں کہ عمار بن یاسر ظہر اور عصر اور مغرب اور کچھ حصہ عشاء میں بے ہوش رہے اور آدمی رات کے وقت بیہوش آیا تو انہوں نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء چاروں نمازیں پڑھیں۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سندیں سدی مختلف فیہ ہے اور یزید مجہول اور نہ یہ اختلاف مضمر ہے اور نہ قرون ثلاثہ میں جہالت مضمر ہے۔ لہذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن رات سے کم بے ہوشی کی صورت میں قضا ہے اور اس کی تائید ابن عمرؓ کے فتویٰ سے ہوتی ہے۔

۱۹۳۶- حماد کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ سے اس مریض کا حکم پوچھا جسکی نماز بے ہوشی کی وجہ سے قضا ہو جائے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر بے ہوشی ایک ہی دن رہی ہے تو میں پسند کرتا ہوں کہ وہ نمازوں کو قضا کرے اور اگر ایک دن سے متجاوز ہو جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ معذور ہوگا۔ اس کو امام محمدؒ نے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے اور وہ ادرج صحیح ہے اور مدعا ہے باب میں نص ہے۔



### باب سجود التلاوة وما يتعلق به

۱۹۳۷- عن : أبي هريرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً : إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السُّجْدَةَ فَسَجَدَ إِغْتَرَّلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ : يَا وَيْلَتَى أُبَرِّئُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ ، وَأُبَرِّئُ بِالسُّجُودِ وَ أَتَيْتُ فَلِيَ النَّارُ . أخرجه مسلم في كتاب الإيمان من الصحيح (۶۱:۱) كذا في الزيلعي (۳۰۵:۱) و جمع الفوائد (۹۸:۱).

۱۹۳۸- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السُّجْدَةُ ، فَيَسْجُدُ وَ تَسْجُدُ مَعَهُ ، حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدًا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ فِي غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ . أخرجه الشيخان و أبو داود (جمع الفوائد ۹۵:۱).

**فائدہ:** مجنون کا بھی یہی حکم ہے۔ یعنی اگر پانچ نمازوں تک مجنون رہے اور پھر افاقہ ہو جائے تو قضا کرے اور زیادہ مجنون کی صورت میں قضا نہیں۔

### باب سجدہ تلاوت کے بیان میں

۱۹۳۷- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی آیت سجدہ پڑھتا ہے اور اس کے بعد سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا الگ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے رے میری خرابی! آدمی کو سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کیا تو اسکو جنت ملی۔ اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے انکار کیا تو مجھے دوزخ ملی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس روایت سے سجدہ تلاوت کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بھٹتا ہے کہ آدمی سجدہ تلاوت کے لئے مامور ہے اور رسول اللہ ﷺ اسکی اس فہم کو صحیح تسلیم فرماتے ہیں پس جبکہ اس سے سجدہ تلاوت کا مامور ہونا ثابت ہوا تو وجوب ثابت ہو گیا کیونکہ امر و وجوب کیلئے ہوتا ہے۔

۱۹۳۸- ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وہ سورت پڑھتے تھے جس میں سجدہ ہے اور سجدہ تلاوت کرتے تھے۔ اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کرتے تھے یہاں تک کہ ہم کو اپنی پیشانی ٹیکنے کے لئے جگہ نہ ملتی تھی (اور بعض روایات میں ہے کہ بعضوں نے دوسروں کی پیٹھ پر سجدہ کیا) اور یہ نماز کے علاوہ دوسرے وقت ہوتا تھا۔ اس کو بخاری و مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس روایت سے سجدہ تلاوت کا حدت و اہتمام اور وجوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ سنت زائدہ یا مستحب میں اس قسم کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سامعین پر بھی واجب ہے۔



۱۹۳۹- عن : أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ : قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ - ص ، فَلَمَّا بَلَغَ السُّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَ سَجَدَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ آخِرِ قَرَأَهَا ، فَلَمَّا بَلَغَ السُّجْدَةَ تَشَرَّنَ النَّاسُ لِلْسُّجُودِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنَّمَا هِيَ تَوْبَةٌ نَبِيٍّ وَلَكِنِّي رَأَيْتُكُمْ تَشَرَّنْتُمْ لِلْسُّجُودِ فَسَجَدَ وَ سَجَدُوا . رواه أبو داود وسكت عنه هو والمنذرى ، (عون المعبود ۱: ۵۳۲) ، و أخرجه الحاكم فى المستدرک فى تفسير سورة ص (۴۳۱:۲) وقال : صحيح على شرط الشيخين ، و أقره عليه الذهبي فى تلخيصه . وقال النووى فى الخلاصة : سنده صحيح على شرط البخارى (زيلعى ۱: ۳۰۷) و أخرجه ابن خزيمة أيضاً فى صحيحه كما فى فتح البارى (۴۵۱:۲) .

۱۹۴۰- عن : ابن عباس رضى الله عنهما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ فِي ص ، وَقَالَ : سَجَدَهَا دَاوُدُ تَوْبَةً وَنَسَجَدُهَا شُكْرًا . رواه النسائى (۱۸۲:۱) وسكت عنه ، وفى الدراية : رجاله ثقات اه (ص-۱۲۸) . وصححه ابن السكن كما فى التلخيص (۱۱۴:۱) .

۱۹۳۹- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برسر منبر سورہ ص پڑھی، پس جب آیت مجیدہ پر پہنچے تو منبر پر سے اتر کر مجیدہ کیا اور لوگوں نے بھی مجیدہ کیا پس جبکہ ایک اور دن ہوا تو آپ ﷺ نے پھر سورہ مذکورہ پڑھی۔ پس جبکہ آپ ﷺ آیت مجیدہ پر پہنچے تو لوگ مجیدہ کے لئے تیار ہوئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مجیدہ ایک نبی کی توبہ کے طور پر ہے (اس وجہ سے اتنا ہمہ باشان نہیں ہے کہ اس کی ادا میں غلت کی جائے، گو واجب ہے) لیکن میں نے دیکھا کہ تم مجیدہ کے لئے تیار ہو (اس لئے ابھی مجیدہ کرتا ہوں) پس آپ ﷺ نے مجیدہ کیا اور لوگوں نے بھی مجیدہ کیا۔ اس کو ابو داؤد اور منذری نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور حاکم نے اسے شرط بخاری پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسکو برقرار رکھا ہے اور نووی نے اسے شرط بخاری پر صحیح کہا ہے اور ابن خزيمة نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ سورہ ص میں مجیدہ تلاوت ہے اور اس کا ادا کرنا فی الفور واجب نہیں۔ باقی آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ یہ توبہ نبی ہے اس سے مقصود مجود کا سبب بیان کرنا ہے۔

۱۹۴۰- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ” ص “ میں مجیدہ کیا اور فرمایا کہ یہ مجیدہ داؤد (علیہ السلام) نے توبہ کے طور پر کیا تھا اور ہم اس کو شکر کے طور پر کرتے ہیں۔ اسکو نسائی نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔



۱۹۴۱- عن : أمي هريرة رضي الله عنه : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ فِي صَ . أَخْرَجَهُ الدَّارِ قُطْنِي وَ رَوَاهُ ثَقَاتٌ ، كَذَا فِي الدَّرَايَةِ (ص- ۱۲۸) .

۱۹۴۲- عن : العوام قَالَ : سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةِ صَ ؟ فَقَالَ : سَأَلْتُ إِبْنَ عَبَّاسٍ مِنْ أَيْنِ سَجَدَتْ ؟ فَقَالَ : أَوْ مَا تَقْرَأُ ﴿ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ ﴾ وَ ﴿ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمُ افْتَدَى ﴾ فَكَانَ دَاوُدُ بِمَعْنٍ أَمِيرَ نَبِيِّكُمْ أَنْ يُفْتَدَى بِهِ ، فَسَجَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ (۲: ۷۰) .

**فائدہ:** شکر سے مراد میرے نزدیک اس جگہ تعبد اور تعمیل حکم ہے اور مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ سجدہ تو بہ کے طور پر کیا تھا اور ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ہم اس کی عبادت کے سبب سجدہ کے لئے مامور ہیں اور ہماری یہ تعمیل حکم تعبد ہے اور ہر عبادت شکر ہے یہ تقریر میرے نزدیک بے غبار ہے اور دوسرے لوگ شکر کی اور تقریر کرتے ہیں جو عربی حواشی میں ہے فافہم۔ نیز اس سجدہ کے سجدہ شکر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سجدہ عبادت نہ بن سکے کیونکہ سجدہ عبادت کا تعلق قراءت آیت سے ہے یا اس کے سننے سے اور اس کے تحقق کے وقت سجدہ عبادت واقع ہوتا ہے خواہ اس کا سبب امر ہو یا شکر ہو یا کچھ اور۔

۱۹۴۱- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ ص میں سجدہ کیا۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۱۹۴۲- عوام سے روایت ہے کہ میں نے مجاہد سے سورۃ ص میں سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا تھا کہ سورۃ ص میں سجدہ کس وجہ سے واجب ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا تم یہ آیت نہیں پڑھتے وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ فَبِهِدَاهُمُ افْتَدَى پس داؤد علیہ السلام بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کی ہدایت کے پیروی کا تمہارے نبی کو حکم تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک سجدہ حق واجب ہے کیونکہ وہ اسکو اس ہدئی میں داخل سمجھتے ہیں جس کے اتباع کے لئے رسول اللہ ﷺ مامور ہیں، یہ دوسری بحث ہے کہ ان کا یہ اجتہاد کہ وہ اس بنا پر واجب ہے کہ آپ ﷺ داؤد علیہ السلام کی اقتداء کے لئے مامور ہیں صواب ہے یا خطا؟ کیونکہ خطائی الدلیل خطائی المدعی کو مستلزم نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس سجدہ کا وجوب امر اقتداء کی بنا پر نہیں کیونکہ داؤد علیہ السلام نے سجدہ تو یہ کیا تھا نہ کہ سجدہ عبادت، پس اگر اقتداء کی بنا پر اس کا وجوب ہوتا تو سجدہ تو یہ واجب ہوتا چاہئے تھا نہ کہ سجدہ عبادت۔ حالانکہ امر بالعکس ہے بلکہ یہ وجوب مستقل امر کی بنا پر ہے جس کی طرف جناب رسول اللہ ﷺ نے نَحْنُ نَسْجُدُ لِلشَّكْرِ أَمْي نَعْبُدُ اَوْ اَمِنْثَا لَا میں اشارہ کیا ہے۔



۱۹۴۳- حدثنا عفان ، ثنا يزيد يعني ابن ذريع ، ثنا حميد ، قال : حدثني بكر انه أخبره : أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَأَى رُؤْيَا أَنَّهُ يَكْتُوبُ صَ فَلَمَّا بَلَغَ إِلَى سَجْدَتِهَا قَالَ : رَأَى الذَّوَاءَ وَالْقَلَمَ وَ كُلَّ شَيْءٍ يَحْضُرُهُ انْقَلَبَ سَاجِدًا ، قَالَ : فَقَضَاهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَزَلْ يَسْجُدُ بِهَا بَعْدُ . رواه الإمام أحمد في مسنده (۷۸:۲) و رجاله ثقات من رجال الجماعة ، و أخرجه المنذرى فى الترغيب (۲۵۳:۱) و قال : رواه رواة الصحيح .

۱۹۴۴- عن : أبى رافع ، قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ الْعَتَمَةَ ، فَقَرَأَ ﴿ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ﴾ فَسَجَدَ ، فَقُلْتُ : مَا هَذِهِ ؟ قَالَ : سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ؓ فَلَا أَرَأُلُ اسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ . رواه البخارى (۱۴۷:۱) .

۱۹۴۵- عن : عبد الله ، قَالَ : قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ النُّجُمَ بِمَكَّةَ ، فَسَجَدَ فِيهَا وَ سَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرُ شَيْخٍ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصَى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ ، وَ قَالَ : يَكْفِي هَذَا ،

۱۹۴۳- ابو سعید خدریؓ نے خواب دیکھا کہ وہ سورہ من لکھ رہے ہیں، پس جب کہ وہ آیت سجدہ تک پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ روات اور قلم اور جو چیزیں ان کے سامنے تھیں سب سجدہ میں گر گئیں۔ اس خواب کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے سمجھا کہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے ہم کو تعلیم ہے سجدہ کی اس لئے اس کے بعد اس کے سبب سے برابر سجدہ کرتے رہے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ اور جماعت کے راوی ہیں اور منذری نے ترغیب میں کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سورہ من میں سجدہ ہے جس کی تعلیم بذریعہ دیاء صالحہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر ہدایت فرمائی ہے۔

۱۹۴۳- اور ارفع سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، انہوں نے سورۃ انشقاق پڑھی اور سجدہ کیا، میں نے کہا کہ یہ کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اُنکی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سجدہ کیا ہے اور میں اس میں برابر سجدہ کرتا رہوں گا تا آنکہ میں ان سے مل جاؤں۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ انشقاق میں سجدہ ہے۔

۱۹۴۵- عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہ میں سورۃ وانجم پڑھی تو آپ ﷺ نے بھی اس میں سجدہ کیا



فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ قَتْلِ كَافِرًا . رواه البخاری (۱۶۶:۱).

۱۹۴۶- عن : أبي هريرة رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَتَبَتْ عِنْدَهُ سُورَةُ النَّجْمِ ، فَلَمَّا بَلَغَ الشَّجْدَةَ سَجَدَ وَ سَجَدْنَا مَعَهُ ، وَ سَجَدْتُ الدَّوَاتُ وَ الْقَلَمُ . رواه البزار بإسناد جيد ، كذا في الترغيب للمعذري (۲۵۴:۱).

۱۹۴۷- و عنه : قَالَ : سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ، وَ أَقْرَأَ بِاسْمِ رَبِّكَ . رواه مسلم (۲۱۵:۱) وَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ (۲۰۶:۱) : اسَلَّمَ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي سَنَةِ سِتِّ غَامٍ خَبِيرٌ ، وَ هَذَا السُّجُودُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم آخِرُ فِعْلِهِ اهـ .

اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا بجز ایک بوڑھے کے کہ اس نے سجدہ نہیں کیا بلکہ نکر کیوں یا مٹی کی ایک مٹی لے کر پیشانی سے لگا لی اور کہا کہ مجھے تو یہی کافی ہے، سوا کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ وہ نکر کی حالت میں مارا گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس سے سورۃ نجم میں سجدہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم پڑھی اور سجدہ تلاوت نہیں کیا تو اس کا اور اس قسم کی دوسری روایات کا جن میں سجدہ نہ کرنے کا ذکر ہے تو ان کا جواب دوسری مذکورہ بالا صحیح احادیث کی روشنی میں یہ ہے کہ انہوں نے بعد میں سجدہ تلاوت کیا ہوگا کیونکہ سجدہ تلاوت علی الفور واجب نہیں۔ خود حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ سجدہ کو اس حالت میں چھوڑ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بالکل چھوڑ دیا ہوگا کیونکہ اسی وقت چھوڑنے کا سبب عدم وجوب نہیں بلکہ بے وضو ہونا یا وقت کا مکروہ ہونا وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور حضرت عثرے بخاری میں ہی ایک حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "قَفْنٌ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ وَ مَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَ لَمْ يَسْجُدْ لَهُ عَمْرٌ" - اور بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ عثرے نے فرمایا کہ "إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَغْضُ عَلَيْنَا السُّجُودَ إِلَّا أَنْ نَشَاءَ" ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ جو فوراً سجدہ کرے گا وہ مصیب ہے اور جو بعد میں کرے گا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور آپ نے علی الفور سجدہ نہیں کیا، فلا اشکال علی الاضافہ۔

۱۹۴۶- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ نجم لکھی گئی مٹی کی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تک پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا اور ہم سب نے بھی سجدہ کیا اور قلم اور دوات نے بھی سجدہ کیا۔ اسکو بزار نے سند جید روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس سے بھی سورۃ نجم میں سجدہ کا ثبوت ہوتا ہے۔  
۱۹۴۷- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورۃ انشقاق اور سورۃ اقرآء میں سجدہ کیا۔ اسکو مسلم نے



۱۹۴۸- حدثنا: أبو بكرة ، وابن مرزوق قالا: ثنا أبو عامر قال: ثنا: سفیان عن عبد الأعلى الثعلبی ، عن سعید بن جبیر ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ فَبِیْ سُخُودِ الْحَجِّ: الْأَوَّلُ غَزِيْمَةٌ وَ الْآخِرُ تَغْلِيْمٌ. أخرجه الطحاوی (۱۲:۱) ورجاله کلہم ثقات . و عبد الأعلى من رجال الأربعة روى عنه شعبه . و یحیی القطان ولا یرویان إلا عن ثقة . و قال یعقوب: فی حدیثہ لین وثقة ، و صحیح الطبری حدیثہ فی الکسوف و حسن له الترمذی ، و صحیح له الحاکم ، و ضعفہ آخرون کما فی التہذیب (۹۵:۶) فالحدیث حسن .

۱۹۴۹- حدثنا: ابی مرزوق ، قال: ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث ، قال: ثنا سعید بن إسحاق ، قال: ثنا شعبه ، عن إسحاق بن سويد ، قَالَ: سُئِلَ نَافِعٌ ، أ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْجُدُ فِي الْحَجِّ سَجْدَتَيْنِ؟ قَالَ: مَاتَ ابْنُ عُمَرَ وَ لَمْ يَقْرَأْهَا ، وَ لَكِنَّهُ كَانَ يَسْجُدُ فِي النُّجْمِ ، وَ فَبِیْ إِقْرَأَ بِاسْمِ رَبِّكَ . أخرجه الطحاوی (۲۰۹:۱) ورجاله کلہم ثقات من رجال الشيخین ، إلا شیخ الطحاوی ، و قد مر غیر مرة أنه ثقة ، وإلا سعید بن إسحاق ، فلم أعرف من هو؟ و ظنی أنه من زیادة الناسخین ، فإن عبد الصمد یروی عن شعبه نفسه بلا واسطه و هو روايته .

روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے کہا ہے کہ ابو ہریرہؓ جنگ خیبر کے سال ۶ھ میں مسلمان ہوئے ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کا آخر کا فعل ہے۔

فائدہ: اس سے سورۃ انشققت اور اقراء میں سجدہ کا ثبوت ہوتا ہے۔

۱۹۴۸- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سجدہ سورہ حج کے متعلق فرمایا کہ پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم۔

اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عبدالاعلیٰ ثعلبی مختلف فرمے ہیں۔ لہذا اس حدیث سے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حج میں سجدہ تلاوت ایک ہی ہے یعنی پہلا۔ اور دوسرا سجدہ ملائیہ ہے۔

۱۹۴۹- نافع سے روایت کیا گیا کہ کیا ابن عمرؓ حج میں دو سجدے کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ مر گئے اور مرتے دم

تک انہوں نے سورۃ حج پر بھی ای نہیں (پھر وہ اس میں دو سجدے یا ایک سجدہ کیسے کرتے) ہاں دوسرہ نجم اور اقراء میں سجدہ ضرور کرتے

تھے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں سعید بن اسحقؓ راوی ہے جس کی مجھے تحقیق نہیں ہوئی اور میرا خیال ہے کہ



۱۹۰- عن : عثمان بن فائد ، ثنا عاصم بن رجاء بن حیوة ، عن المہدی بن عبد الرحمن ، حدثنی عمتی أم الدرداء ، عن أبی الدرداء رضی اللہ عنہ قَالَ : سَجَدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِحْدَى عَشْرَةَ سَجْدَةً لَيْسَ فِيهَا مِنَ الْمُفْضِلِ شَيْءٌ ، الْأَعْرَافُ وَالرُّعْدُ وَالنُّحُلُ وَبَنُو إِسْرَائِيلَ وَمَرْيَمُ وَالْحَجُّ وَ سَجْدَةُ الْفُرْقَانِ وَ سُلَيْمَانُ سُورَةُ النَّمْلِ وَ السَّجْدَةُ وَ فِيَّ ص وَ سَجْدَةُ الْحَوَائِجِ . أخرجه ابن ماجه (ص-۷۵) وفيه عثمان بن فائد ضعيف ، و ذكرناه اعتضاداً .

۱۹۱- حدثنا : يوسف بن يزيد ، قال ثنا سعيد ، ثنا هشيم ، قال : أنا خالد ، عن أبي العريان المجاشعي ، عن ابن عباس رضي الله عنهما : وَ ذَكَرَ سُجُودَ الْقُرْآنِ فَذَكَرَ مِنْهَا ص . أخرجه الطحاوی فی مشکله (۲: ۳۴) وسنده حسن ، فإن يوسف بن يزيد شيخه هو القراطيسي ثقة من الحادية عشر ، و أبو العريان هو الهيثم بن الأسود شاعر صدوق رمى بالنصب ، روى له البخاري في الأدب كما في التقریب (ص-۲۲۸ و ۲۴۴) وفي التهذيب : قال العجلي : كوفي ثقة من خيار التابعين (۱۱: ۸۹) و ذكره ابن حبان فی الثقات ، فالحديث حسن .

یہ باتحکم کی غلطی ہے اور انہوں نے غلطی سے عبد الصمد بن عبد الوارث اور ان کے شیخ شعبہ کے درمیان یہ تمام اضافہ کر دیا ہے کیونکہ عبد الصمد بواسطہ شعبہ سے روایت کرتے ہیں لیکن مترجم کہتا ہے کہ ایسی غلطی بہت بعید ہے۔ اس لئے اس کی تصحیح کے لئے رجال طحاوی اور معانی الآثار کے صحیح نسخہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

۱۹۵- ابو الدرداء سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیارہ سجدے کئے جن میں سے مفصل میں کوئی بھی نہیں ، سجدہ سورۃ اعراف ، سورۃ زمر ، سورۃ نحل ، سورۃ بنی اسرائیل ، سورۃ مریم ، سورۃ حج ، سورۃ فرقان ، سورۃ نمل ، سورۃ آل عمران ، سورۃ ص اور سورۃ حم سجدہ۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ لیکن یہ عثمان بن فاکد راوی کی وجہ سے ضعیف ہے اور ہم نے اس کو صرف اس مضمون کی تائید کے لئے نقل کیا ہے کہ سورۃ حج میں ایک سجدہ ہے۔ اور سورۃ ص میں سجدہ ہے۔

۱۹۵ا- ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے جو قرآن کو ذکر کیا اور ان میں سجدہ ص کو بھی شامل کیا۔ اس کو طحاوی نے مشکل

آثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔



۱۹۰۲- حدثنا: فهد، ثنا معلى بن راشد، ثنا عبد الواحد بن زياد، ثنا خصيف، عن سعيد بن جبیر، قال: قال لى ابن عمر: اَتَسْجُدُ فِى ص؟ قُلْتُ: لَا! قَالَ فَاسْجُدْ فِيْهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْتَدِه. أخرجه الطحاوى فى مشكله (ص-۳۵) أيضاً، و سنده حسن، فإن معلى بن راشد الهذلى وثقه ابن حبان، وقال النسائى: ليس به بأس، كما فى التهذيب (۱۰: ۲۳۷) و خصيف وثقه ابن معين و غير واحد، و ضعفه آخرون، كما فيه أيضاً (۳: ۱۴۴) وفهد وثقه ابن الترمكانى كما مر غير مرة، و صحح أحاديثه النيموى فى آثار السنن كثيرأ.

۱۹۰۳- عن: ابن عباس رضى الله عنهما: أَنَّهُ كَانَ يَسْجُدُ بِآخِرِ الْآيَتَيْنِ مِنْ حَمِ السَّجْدَةِ، وَ كَانَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُعْنِي إِبْنَ مَسْعُودٍ يَسْجُدُ بِالْأُولَى مِنْهُمَا. أخرجه الحاكم فى المستدرک (۲: ۴۳۱) وقال: صحيح الإسناد، و أقره عليه الذهبي، و أخرجه الطحاوى عن مجاهد عنه، أنه قال: اسْجُدْ بِآخِرِ الْآيَتَيْنِ. وفى آثار السنن (ص-۶۱): إسناده صحيح.

۱۹۰۴- حدثنا: أبو بكرة، قال: ثنا أبو أحمد قال: مسعر عن عمرو بن مرة عن مجاهد، قال: سَجَدَ رَجُلٌ فِى الْآيَةِ الْأُولَى مِنْ حَمِ، فَقَالَ إِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: عَجَلْ هَذَا بِالسُّجُودِ. رواه الطحاوى (۱: ۲۰۹) و رجاله رجال الجماعة غير أبى بكرة و هو ثقة كما مر غير مرة.

۱۹۰۲- سعيد بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم سورت میں سجدہ کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم سجدہ کیا کرو، کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ (داؤد وغیرہ) وہ جن کو خدا نے ہدایت دی ہے۔ لہذا تم بھی ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔ اس کو بخاری نے مشکل الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: مترجم کہتا ہے کہ ابن عمرؓ کا مدعا صحیح ہے۔ اور استدلال بخودش ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۱۹۰۳- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ جم سجدہ کی دوسری آیت پر سجدہ کرتے تھے۔ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ پہلی آیت پر سجدہ کرتے تھے۔ اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔ اور طحاوی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا کہ بھٹی آیت پر سجدہ کرو اور آثار السنن میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۱۹۰۴- مجاہد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے جم سجدہ کی پہلی آیت پر سجدہ کیا۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس نے سجدہ میں جلدی کی



۱۹۵۵- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَةً فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْهُمْ الرَّاكِبُ وَ السَّاجِدُ فِي الْأَرْضِ ، حَتَّى إِنْ الرَّاكِبُ يَسْجُدُ عَلَى يَدِهِ. رواه أبو داود و سكت عنه ، و أخرجه الحاكم و صححه ، و أقره الذهبي ، كذا في المرقاة (عون المعبود ۱: ۵۳۲).

۱۹۵۶- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ، فَإِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ وَ سَجَدَ وَ سَجَدْنَا مَعَهُ . رواه أبو داود (۲۵۴:۱) و سكت عنه ، و في التلخيص الحبير (۱: ۱۴۰): و فيه العمري عبد الله المكبر وهو ضعيف ، و خرجه الحاكم من رواية العمري أيضا ، لكن وقع عنده مصغراً وهو الحق ، قال : إنه على شرط الشيخين اهـ .

(اسکودری آیت پر مجیدہ کرنا چاہتے تھا) اس کو لحادی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں۔

**فائدہ:** روایات سے معلوم ہوا کہ ہم جہدہ کے متعلق ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کے درمیان اختلاف ہے۔ مگر ہم نے ابن عباسؓ کے قول کو احتیاط کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اگر جہدہ تعبدیوں پر واجب ہو تو لا یستعینون تک تاخیر مضرتیں ہوگی اور واجب ادا ہو جائیگا لیکن اگر جہدہ لا یستعینون پر بالفرض واجب ہو تو تعبدیوں پر جہدہ کرنے کی صورت میں قیل الوجوب اور قیل سبب وجوب جہدہ حلاوت کرنا لازم آئے گا جس سے جہدہ واجب ادا نہ ہوگا بلکہ ایک عمل زائد کا کرنا لازم آئے گا جو کہ غلط ہوگا۔ الفرض پہلی آیت پر کرنے کی صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی جبکہ دوسری آیت پر جہدہ کرنے کی صورت میں (جیسا کہ احناف کا مذہب ہے) کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ یہ ہے احناف کا تخریطی فی الفقہ (لحمادی)

۱۹۵۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال آیت مجیدہ پڑھی تو سب لوگوں نے جہدہ کیا۔ بعض نے زمین پر جہدہ کیا اور بعض نے سواری پر۔ اور جس نے سواری پر جہدہ کیا اس نے اپنے ہاتھ پر جہدہ کیا۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ سوار کو جہدہ حلاوت کے لئے سواری سے اتارنا ضروری نہیں۔ اور ہاتھ پر جہدہ کرنا بخود بالایماہ تھا۔ اور گویا ہمہ کے لئے اس قدر سر جھکانا ضروری نہ تھا مگر انہوں نے غایت تعلیم کے لئے اس قدر رخصتہ کو اختیار کیا۔

۱۹۵۶- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے قرآن پڑھتے۔ پس جبکہ وہ آیت مجیدہ پر پہنچتے تو تکبیر کہہ کر جہدہ کرتے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ جہدہ کرتے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (بہذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔



قلت : ليس لفظ "كبر" في المستدرک الموجود عندنا ، وعبد الله المکبر حسن الحديث ، وثقه ابن معین ، وابن عدی ، والعلجی ، وأحمد بن یونس . وروی عنه ابن مہدی ( وهو لا یروی إلا عن ثقة ) وحسن حدیثه یعقوب بن شیبہ ، وضعفه أحمد وغيره ، كما فی التہذیب (۲۲۷:۵).

۱۹۵۷- حدثنا : ابن نمیر و وکیع ، قالوا : ناسفیان ، عن أشعث بن أبی الشعثاء ، عن عبد الرحمن بن یزید ، قال : سألنا عبد الله عن السُّورَةِ تَكُونُ فِي آخِرِهَا سَجْدَةٌ أَوْ يَرْكَعُ أَوْ يَسْجُدُ ؟ قَالَ : إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ السَّجْدَةِ إِلَّا الرُّكُوعُ فَهُوَ قَرِيبٌ . رواه أبو بکر بن أبی شیبہ فی مصنفه (۲۸۲-خ) . قلت : رجاله رجال الجماعة فهو صحيح .

۱۹۵۸- عن : ابن مسعود ؓ (قَالَ) : مَنْ قَرَأَ الْأَعْرَافَ ، وَ النَّجْمَ ، وَ أَقْرَأَ بِاسْمِ رَبِّكَ ، فَإِنْ شَاءَ رَكَعَ وَ قَدْ أَجْزَأُ عَنْهُ ، وَإِنْ شَاءَ سَجَدَ ثُمَّ قَرَأَ السُّورَةَ ، وَ فِي رِوَايَةٍ قَالَ : إِذَا كَانَتْ السَّجْدَةُ آخِرَ السُّورَةِ فَارْكَعْ إِنْ شِئْتَ أَوْ اسْجُدْ ، فَإِنَّ السَّجْدَةَ مَعَ الرُّكْعَةِ .

فائدہ: اس روایت سے مجہد کرتے وقت تکبیر کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور مجہد سے اٹھتے وقت تکبیر کی تکبیر سے احادیث ساکت نظر آتی ہیں۔ غالباً مجتہدین نے اس کو قیاس سے ثابت کیا ہے کیونکہ نماز میں مجہد کے شروع میں بھی تکبیر ہوتی ہے اور آخر میں بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب مجہد ہے۔ رہا قیام للمجہد و بعد المجہد سو یہ غیر مجتہدین کے اجتہادات ہیں اور خر رکاعا اور یخرون للاذقان سے استدلال اس لئے مخدش ہے کہ خر جیسے قیام سے ہوتا ہے اسی طرح قعود سے بھی ہوتا ہے اور جبکہ مجہد صلوٰۃ کے لئے قیام اول و آخر مننون نہیں تو مجہد تلاوت کے لئے کہاں سے مننون ہوگا۔

۱۹۵۷- عبد الرحمن بن یزید سے مروی ہے کہ ہم نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے دریافت کیا کہ جب مجہد سورت کے آخر میں ہو تو کیا رکوع کرے یا پہلے مجہد تلاوت کرے اور اس کے بعد رکوع کرے۔ تو فرمایا کہ جب تمہارے اور مجہد صلاۃ کے درمیان صرف کوڑا حائل ہو تو وہ قریب ہی ہے (اور ایسی حالت میں مستقل مجہد کی ضرورت نہیں کیونکہ مجہد صلاۃ قائم مقام مجہد تلاوت ہو جائے گا) اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۱۹۵۸- ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص اعراف اور انجم اور اقرا پڑھے تو اگر چاہے رکوع کر دے اور یہ اس کے لئے کافی ہوگا (کیونکہ رکوع کے بعد مجہد کرے گا اور وہ مجہد تلاوت کے قائم مقام ہو جائے گا اور مستقل مجہد کی ضرورت نہ ہوگی



جیسا کہ حدیث سابق میں مصرح ہے) اور اگر چاہے مستقل مجتہد کرے، اس کے بعد اور سورت پڑھے (اور اس کے بعد رکوع کرے) اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب مجتہد آخر سورت میں ہو تو رکوع اور رکوع کر دے کیونکہ اس کے بعد مجتہد (صلوٰۃ) جو کہ مجتہد خلافت کے قائم مقام ہوگا) رکوع کے ساتھ ہی ہے یا مستقل مجتہد کر لو۔ اس کو اطرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور اس پر ان سلیمان مغربی فارسی نے سکوت کیا ہے۔ لہذا یہ ایک نکتہ ذہنیک حسن یا صحیح ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں قاعدہ بیان کیا ہے۔

Telegram : [t.me/pasbanehaq1](https://t.me/pasbanehaq1)



۱۹۵۹- حدثنا : صالح بن عبد الرحمن ، قال : ثنا يوسف بن عدى ، ثنا أبو الأحوص ، عن أبي إسحاق ، عن عمرو بن مرة ، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى ، قال : صَلَّى بِنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْفَجْرَ بِمَكَّةَ ، فَقَرَأَ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِالنَّجْمِ ، ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ ، فَقَرَأَ إِذَا زُلْزِلَتْ . أخرجه الطحاوى (۲۰۹:۱) . قلت : و رجاله رجال الصحيح إلا شيخ الطحاوى وهو ثقة ، صحح حديثه الشيخ ابن دقيق العيد فى الإمام ، كما فى فتح القدير (۹۱:۲) قلت : وأخرج الطحاوى بعده عن عثمان رضي الله عنه نحوه و سنده حسن .

۱۹۶۰- عن : عائشة رضى الله عنها ، قالت : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ : سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَ شَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ وَ بِحَوْلِهِ وَ قُوَّتِهِ . رواه الترمذى (۷۵:۱) وقال : حسن صحيح ، وفى الأذكار للنووى (ص-۴۸) : زاد الحاكم : ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ ، قال : وهذه الزيادة صحيحة على شرط الصحيحين ، اهـ . وفى التلخيص الحبير (۱۱۴:۱) وصححه ابن السكن وقال فى آخره : ثلاثا اهـ .

ہو سکے گا لعدم انفصل یہہما ، پس اس اختلاف کا کوئی نتیجہ نہیں معلوم ہوتا۔ نیز ابن مسعود کی پہلی روایت سے اس دعا پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ نماز میں سجدہ تلاوت واجب علی الفور ہے نہ کہ واجب علی التراخی۔ لیکن یہ مضمون بھی اس روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اگر سجدہ صلاۃ قریب تلاوت ہو تو وہ قائم مقام سجدہ تلاوت ہو جائیگا۔ ورنہ نہیں لیکن یہ مضمون دوسرا ہے اور وہ مضمون دوسرا ، قد روالا ، واللہ اعلم ، یہ سب احقر مترجم کی رائے ہے۔

۱۹۵۹- عبد الرحمن بن ابی لیلى سے مروی ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے ہمیں مکہ میں صبح کی نماز پڑھائی تو آپ نے دوسری رکعت میں سورۃ نجم پڑھی اور سجدہ تلاوت کیا۔ اسکے بعد کھڑے ہو کر اذا زلزلت پڑھی۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقاہت ہیں۔ اس کے بعد طحاوی نے اس مضمون کی روایت حضرت عثمانؓ سے روایت کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کے بعد فوراً رکوع مناسب نہیں۔ بلکہ دونوں کے درمیان قراءت فاصل ہونی چاہئے اور یہی مضمون بیشتر عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی گزر چکا ہے۔

۱۹۶۰- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد میں سجدہ تلاوت میں فرماتے تھے سجد و جہی للذی خلقه و شق سمعه و بصره و بحوله و قوته۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔ او حاکم نے مسند صحیح اس میں



۱۹۶۱- عن : اللیث ، عن نافع ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ، قَالَ : لَا یَسْجُدُ الرَّجُلُ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ . رواه البیهقی بإسناد صحیح کما فی فتح الباری (۴۶۷:۲) .

### باب استحباب سجود الشکر

۱۹۶۲- عن : أبی بکرہ ؓ ، عن النبی ﷺ : أَنَّهُ كَانَ إِذَا جَاءَهُ أَمْرٌ سُرُورٍ أَوْ بُشْرٍ بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شُكْرًا لِلَّهِ . رواه أبو داود و سکت عنه (۴۴:۳) وفي المرقاة (۲۸:۳) قال الترمذی : حسن غریب ، و صححه الحاکم اه . و صححه فی زاد المعاد أيضاً بعد عزوه إلى الإمام أحمد (۲۱:۲) .

فتبارک اللہ احسن الخالقین کا اضافہ کیا ہے اور ابن الکن نے اس میں اتنا اور بڑھایا ہے کہ یہ الفاظ آپ ﷺ ممن مرتبہ فرماتے تھے اور اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے عبادہ تلاوت میں مسنونیت تعظیم لسانی معلوم ہوئی۔ اور گو تمام عبادوں میں۔۔۔ تمام اذکار واردہ جائز ہیں مگر بہتر سبحان ربی الاعلیٰ ہے کیونکہ مروی ہے جب سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو عبادہ میں رکھو۔ اور عبادہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرو۔

۱۹۶۱- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کو بحالت طہارت ہی عبادہ کرنا چاہئے اور غیر حالت طہارت میں عبادہ نہ کرنا چاہئے۔ اس کو تنبیہ نے سند صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے عبادہ تلاوت کے لئے طہارت کا شرط ہونا معلوم ہوتا ہے۔ نیز یہ عبادہ مکمل ہے عبادہ صلائیہ کے قربت مقصودہ ہونے میں۔ پس اس کے لئے بھی وہی چیزیں شرط ہوں گی جو عبادہ صلائیہ کے لئے شرط ہیں۔ اور جس طرح عبادہ صلائیہ بلا شرائط مخصوصہ کے عبادت نہیں ہوتا۔ یوں ہی یہ بھی عبادت نہ ہوگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادہ شکر و عبادہ دعا شری نہیں ہے بلکہ لغوی عبادہ ہیں کیونکہ ان میں طہارت وغیرہ شرط نہیں۔

### باب عبادہ شکر کے بیان میں

۱۹۶۲- ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کو کوئی خوشی کی بات پہنچی تو حق تعالیٰ کے شکر کے لئے عبادہ میں گر جاتے۔ اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ اور ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے اور حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور ابن القیم نے اسے امام احمد کی طرف نسبت کر کے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے عبادہ شکر کا ثبوت ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عبادہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عبادہ شرعی



۱۹۶۳- عن : البراء بن عازب رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم سَجَدَ جُنَيْنَ جَاءَهُ كِتَابٌ عَلَى رضی اللہ عنہ بِنِ النَّيْمِ بِإِسْلَامٍ هُمَذَانٍ . رواه البيهقي و قال : إسناده صحيح كذا في التلخيص الحبير (۱: ۱۱۵) . وصححه المنذرى أيضاً ، كما في عون المعبود (۳: ۴۵) . وصححه الحافظ ابن القيم أيضاً في زاد المعاد (۱: ۹۷) حيث قال : إسناده على شرط البخاري اه .

جس سے تہجد مقصود ہو جیسے سجدہ صلائیہ یا سجدہ تلاوت ، اسکے لئے شرائط صلوٰۃ لازم ہیں خواہ وہ فرض ہو یا واجب یا سنت یا مستحب ۔ اور یہی سجدہ شرعی ہے ۔ اور دوسرا سجدہ لغوی جس سے مجرد تواضع مقصود ہو اور تعبد مقصود نہ ہو جیسے سجدہ شکر یا سجدہ دعا اور اس کے لئے وہ شرائط لازم نہیں جو سجدہ شرعی کے لئے لازم ہیں ۔ پس امام ابوحنیفہؒ جو سجدہ شکر کی نفی کرتے ہیں ، اس سے مراد ان کی سجدہ شرعی ہے اور جو لوگ اس کو ثابت کرتے ہیں اس سے مراد ان کی سجدہ لغوی ہے لہذا یہ نزاع لفظی ہے ۔ اور لوگوں نے فریقین کی مراد نہ سمجھنے کی وجہ سے اسکو نزاع حقیقی بنا دیا ہے ۔ اور تاحق امام الجعفیؒ کو اپنی نا فہمی سے نشانہ ملامت بنا رکھا ہے ۔ اور اس سجدہ لغوی کا یہ حکم ہے کہ وہ محض مباح ہے ۔ نہ سنت اور نہ مندوب نہ واجب اور نہ فرض ۔ کیونکہ شریعت میں شکر ضرور مطلوب ہے مگر اس کی خاص یہ ہیئت بذاتہ مقصود نہیں ۔ اسی طرح اس میں تواضع ضرور مطلوب ہے مگر اسکی یہ ہیئت خاص بذاتہ مقصود نہیں ۔ اور جن لوگوں نے اس کو مستحب کہا ہے انہوں نے اسکو لذاتہ مستحب نہیں کہا بلکہ شکر اور تواضع کا ایک اعلیٰ فرد ہونے کی وجہ سے مستحب کہا ہے اور مستحب بھی بمعنی لغوی نہ کہ بمعنی شرعی ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے لئے طہارت وغیرہ کو لازم نہیں کہتے ۔ اور اگر وہ اسکو لذاتہ مستحب کہتے تو وہ سجدہ صلائیہ اور سجدہ تلاوت کے ساتھ یوں ہی ملحق ہو جاتا جیسے فرض اور واجب نمازوں کے ساتھ نفل نمازیں ۔ اور اسکے لئے بھی وہ تمام شرطیں لازم ہوتیں جو سجدہ صلائیہ اور سجدہ تلاوت کے لئے ہیں ۔ اور اس کا مستحب ہونا اس سے اسی طرح مانع نہ ہوتا جس طرح نماز کا نفل ہونا اس سے مانع نہیں ہے ۔ اب جبکہ اس سجدہ کی شرعی حیثیت معلوم ہو گئی تو اب سمجھو کہ اگر اس کو سجدہ شرعی اور مندوب شرعی سمجھ کر کیا جائے تو پھر وہ مکروہ ہو جائیگا ۔ کیونکہ اس میں اس کی شرعی حیثیت کا بدل دینا ہے ، یہی معنی ہیں امام صاحبؒ کی اس روایت کے کہ آپ نے اسے مکروہ قرار دیا واللہ اعلم ۔ اور مقصود اس سے دوسروں پر تکبر نہیں اپنے ذوق اور شرح صدر کا اظہار ہے ۔

۱۹۶۳- براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یمن سے حضرت علیؓ کی جانب سے ہمدان کے مسلمان ہونے کے اطلاع کا خط آیا تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ اس کو یمنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور منذری نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ اور ابن قیم نے بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔



۱۹۶۴- عن : سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ مَكَّةَ نُرِيدُ النَّدِيمَةَ ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيبًا مِنْ عَزْوَزَاءَ نَزَلَ ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللَّهَ سَاعَةً ، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَتْ طَوِيلًا ، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا ، قَالَ : إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي وَ شَفَعْتُ لِأَسْتَبِي ، فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أَسْتَبِي فَخَرَزْتُ سَاجِدًا شُكْرًا لِرَبِّي ، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأَسْتَبِي فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أَسْتَبِي فَخَرَزْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا ، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأَسْتَبِي ، فَأَعْطَانِي الثَّلَاثَ الْآخِرَ ، فَخَرَزْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا . رواه أبو داود (۴۵:۳) وسكت عنه ، و صححه في زاد المعاد (۹۷:۱ و ۲۱:۲) .

۱۹۶۵- عن : عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ، قَالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاتَّبَعْنَاهُ ، حَتَّى دَخَلَ نَحْلًا ، فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ ، حَتَّى جَفَّتْ أَوْ خَشِيبَتْ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ قَدْ تَوَفَّاهُ أَوْ قَبَضَهُ

۱۹۶۴- سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ارادہ سے مکہ سے روانہ ہوئے پس جب ہم غزوہء اترے قریب پہنچے تو آپ ﷺ اترے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے کچھ دیر تک دعا فرماتے رہے ، اسکے بعد آپ ﷺ سجدہ میں گر گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے ، اسکے بعد اٹھے اور ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر تک حق تعالیٰ سے دعا فرماتے رہے ، اسکے بعد آپ ﷺ سجدہ میں گر گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر اٹھے اور دعا مانگی ، اسکے بعد سجدہ میں گر گئے ، اسکے بعد فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی اور اپنی امت کی سفارش کی تھی سو آپ نے مجھے تہائی امت دیدی۔ اس پر میں حق تعالیٰ کے شکر کے لئے سجدہ میں گر گیا (کیونکہ حقیقت شکر تعظیم منعم ہے اور سجدہ انتہائی تعظیم ہے) اس کے بعد میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لئے دوبارہ درخواست کی تو آپ نے ایک تہائی اور مجھے دیدی۔ اس پر میں بغرض اداء شکر سجدہ میں گر گیا۔ اسکے بعد میں نے سر اٹھایا اور تیسری مرتبہ اپنی امت کے لئے درخواست کی تو آپ نے باقی تہائی مجھے دیدی۔ اس پر میں تیسری مرتبہ بغرض اداء شکر سجدہ میں گر گیا۔ اسکا بواؤ اذ نے روایت کیا ہے۔ اور اس پر سکوت کیا ہے اور زاد المعاد میں اس کی تصحیح کی ہے۔

فانکہ : ترجمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے یہ سجدے بحیثیت افراد شکر ہونے کے ادا کئے ہیں نہ کہ من حیث الذات مطلوب شری ہونے کی حیثیت سے۔

۱۹۶۵- عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے چلے اور میں آپ ﷺ کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھ روں کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے۔ یہاں تک کہ



قَالَ : فَجِئْتُ أَنْظُرَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ، فَقَالَ : مَا لَكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ ؟ قَالَ : فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ قَالَ : فَقَالَ : إِنَّ جَبْرِئِلَ قَالَ لِي : أَلَا يُبْسِرُكَ ؟ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ : مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ ، وَ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ . زاد في رواية : فَسَجَدْتُ لِلَّهِ شُكْرًا . رواه أحمد و الحاكم و قال : صحيح الإسناد ، كذا في الترغيب (۱: ۲۹۸) . و نقل البيهقي في الخلافيات عن الحاكم ، قال : هذا حديث صحيح ، و لا أعلم في سجدة الشكر أصح من هذا الحديث ، كذا في القول البديع (ص- ۷۹) . و صححه ابن القيم في زاد المعاد (۱: ۹۷ و ۹۸) بعد عزوه إلى أحمد .

۱۹۶۶- و فی القول البديع أيضاً عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ، قَالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِإِخَاجَتِهِ ، فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يَتَّبِعُهُ ، فَفَزَعْتُ عُمَرَ فَأَتَانَا بِمَطْهَرَةٍ مِنْ خَلْفِهِ ، فَوَجَدَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم سَاجِدًا فِي شَرِيَةٍ ، فَتَنَحَّى عَنْهُ مِنْ خَلْفِهِ حَتَّى رَفَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهُ ، فَقَالَ : أَحْسَنْتَ يَا عُمَرُ ! جِئْتَ وَ جَدَّنِي سَاجِدًا فَتَنَحَّيْتُ عَنْكَ ، إِنَّ جَبْرِئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِي فَقَالَ : مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ وَاجِدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ، وَ رَفَعَهُ عَشْرَ ذُرَجَاتٍ . رواه الطبرانی في الصغير

مجھے خیال ہوا کہ کہیں خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات تو نہیں دیدی؟ جب میں آپ کو دیکھنے کے لئے آیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا عبد الرحمن! کیا بات ہے؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل میرے پاس آئے اور فرمایا کیا تم کو یہ سن کر خوش نہ ہوگی کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص تم پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت کروں گا۔ اور جو تم پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا اور ایک روایت میں یہ مضمون زائد ہے کہ یہ سن کر میں نے شکر کے لئے سجدہ کیا۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا کہ سجدہ شکر میں اس سے زیادہ مجھے کوئی روایت معلوم نہیں۔ اور ابن القیم نے اسکو امام احمد کی روایت سے صحیح کہا ہے۔

۱۹۶۶- قول بریلج میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعاضاً حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور میں نے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جاتے ہوئے نہ پایا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمر گھبرا گئے اور خود لوٹا لے کر پیچھے سے روانہ ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جدہ کی حالت میں پایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر پیچھے لوٹ آئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ اے عمر! تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے جدہ میں دیکھ کر پیچھے لوٹ گئے۔ کیونکہ جبریل میرے پاس آئے تھے۔ اور انہوں نے فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہاری امت میں سے تم پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت



من رواية الأسود بن يزيد عن عمر رضی اللہ عنہ ، و من طريق الطبرانی أخرجه الضياء في المختارة. قلت : وإسناده جيد بل صححه بعضهم اهـ.

۱۹۶۷- سَجَدَ أَبُو بَكْرٍ رضی اللہ عنہ حِينَ جَاءَهُ قَتْلُ نُسَيْلَمَةَ . رواه سعيد بن منصور.

۱۹۶۸- وَ سَجَدَ عَلِيُّ رضی اللہ عنہ حِينَ وَجَدَ ذَا النَّدْيَةِ فِي الْخَوَارِجِ . رواه أحمد في مسنده .

۱۹۶۹- وَ سَجَدَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا بُشِّرَ بِتَوْنَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ . وقصته متفق عليها كذا في المتنقي (متن النيل ۲: ۳۵۵) ، وصحح الأثرين ، أثر أبي بكر رضی اللہ عنہ ، وأثر على رضی اللہ عنہ في زاد المعاد (۱: ۹۷ و ۲: ۲۱).

کریں گے اور اس درجہ بلند کریں گے۔ اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد جدید ہے۔ بلکہ بعض نے اسے صحیح کہا ہے۔  
۱۹۶۷- سعید بن منصور نے روایت کیا ہے کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسیّر کذاب کے قتل کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے سجدہ (شکر) کیا۔

۱۹۶۸- احمد نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذوالندیہ کی لاش کو خوراج کی لاشوں میں پایا تو آپ نے سجدہ (شکر) کیا۔ (مسند احمد)۔

۱۹۶۹- بخاری و مسلم میں ہے کہ جب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو قبولِ توبہ کی خوشخبری دی گئی تو انہوں نے سجدہ کیا۔ اور ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما کے سجدوں کی روایتوں کو زاد المعاد میں صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان روایات سے سجدہ شکر کا ثبوت ہوتا ہے۔ لیکن اسی تفصیل کے ساتھ جس کو ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ یہاں پر ایک اور دقیق بات قابلِ گزارش ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض افعال جوشِ طبعی اور غلبہِ حال کی بنا پر صادر ہوا کرتے ہیں اور ایسے افعال قابلِ اتباع نہیں ہوتے۔ مثلاً ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد الوفاات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوشِ محبت میں بوس لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا بوس لیا لیکن باوجود اس کے کوئی نہیں کہتا کہ میت کی چیشانی کا بوس لینا سنت یا مستحب وغیرہ ہے بلکہ اگر لوگ حلف ایسا کریں تو ان کو منع کیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی غلبہِ شوق و جوشِ محبت میں ایسا کرے تو وہ معذور ہے، نہ مبتدع نہ آثم، کیونکہ ایسے بوس کا ثبوت ہے اور اس بوس کا جو بے حلف ہو کوئی ثبوت نہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ کنسے ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات کو غلبہِ شوق اور جوشِ اندرونی اور غلبہِ حال پر محمول کیا ہوا اور اس لئے انہوں نے اس سجدہ شکر کو جو بے حلف اور بلا جوش و غلبہ حال ہو منع فرمایا ہو۔ جیسے ہوسریت مگر اقرب وہی ہے جو کہ ہم پیشتر لکھ چکے ہیں۔ واللہ اعلم



## أبواب صلاة المسافرين

### باب مسافة القصر

۱۹۷۰- عن : عبد الرحمن بن أبي بكر ، عن أبيه : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَّتْ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى الْخُفَيْنِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ ، وَلِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً . رواه ابن حبان في صحيحه (زيلعي ۸۷: ۱) وقال الطحاوي في معاني الآثار (۱: ۱۵۰) : قَدْ تَوَاتَرَتْ الْآثَارُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى الْخُفَيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا ، وَلِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً .

۱۹۷۱- و أخرجه مسلم (۱: ۱۳۵) عن شريح بن هانئ عن عائشة رضي الله عنها ، قَالَ : أَتَيْتُهَا أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْخُفَيْنِ ، فَقَالَتْ : عَلَيْكَ بِأَيِّ أَبِي طَالِبٍ فَاسْأَلْهُ ، فَمَسْأَلُهُ ؟ فَقَالَ : جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ ، إلخ .

۱۹۷۲- أخبرنا : سعد بن عبيد الطائي ، عن علي بن ربيعة الوالسي - الوالبة بطن من بني أسد بن خزيمة - قَالَ : سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ إِلَى كَمْ تَقْصُرُ الصَّلَاةَ ؟ فَقَالَ : أَتَعْرِفُ السُّوَيْدَاءَ ؟ قَالَ : قُلْتُ : لَا ! وَلَكِنِّي قَدْ سَمِعْتُ بِهَا ، قَالَ : هِيَ ثَلَاثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ

### باب مسافت قصر کے بیان میں

۱۹۷۰- ابوبکر یا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسج علی الخفین میں تین دن رات مسافر کے لئے اور ایک دن رات مقیم کے لئے مقرر فرمائی۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور طحاوی نے کہا ہے کہ اس باب میں کہ مدت مسافر کے لئے تین دن اور تین دن رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے، رسول اللہ ﷺ سے روایات متواتر ہیں۔

۱۹۷۱- مسلم نے شرح بن ہانی سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عائشہؓ سے مسج علی الخفین کی بابت دریافت کرنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو۔ پس ہم نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن رات مقرر فرمائے ہیں إلخ۔

تنبیہ: ان روایات سے مدعا پر استدلال کی تقریر جو میرے ذہن میں آئی ہے آئندہ مذکور ہوگی (مترجم)

۱۹۷۲- علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ آپ (کم از کم) کتنی مسافت پر قصر کریں گے۔



فَإِذَا خَرَجْنَا إِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلَاةَ . رواه الإمام محمد بن الحسن في الآثار له (ص-۳۴ و ۳۵) وفي آثار السنن : إسناده صحيح اه (۶۲:۲) . قلت : رجاله ثقات من رجال الصحيحين .

۱۹۷۳- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ . رواه البخاری (ص-۱۴۷) وفي رواية مسلم بطريق الضحاك بن عثمان عن نافع : مَسِيرَةُ ثَلَاثِ لَيَالٍ (فتح الباری ۲: ۴۶۸) .

۱۹۷۴- عن : أبي هريرة ؓ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَا يَجِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تُسَافِرَ ثَلَاثًا إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ بَيْنَهَا . أخرجه مسلم (۴۳۴:۱) و عزاه في النيل إلى أحمد و مسلم بلفظ : مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ اه (۴۷۰:۱) .

۱۹۷۵- عن : أبي سعيد الخدري ؓ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَا يَجِلُّ لِامْرَأَةٍ تَوْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَ مَعَهَا أَبُوْهَا أَوْ ابْنُهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوْهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ بَيْنَهَا . أخرجه مسلم (ص-۴۳۴) ، و عزاه في النيل

انہوں نے فرمایا کہ تم سوید اکو جانے ہو۔ میں نے کہا دیکھا تو نہیں، ہاں سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ وہ تین معتدل راتوں کی مسافت پر ہے پس جبکہ ہم انکے ارادہ سے روانہ ہو گئے اس وقت قہر کریں گے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں لہذا اسناد صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اقل مدت سفر تین دن کی مسافت ہے۔ اور یہی مذہب احناف کا ہے۔

۱۹۷۳- ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر نہ کرے بجز اس کے کہ اس کے ساتھ

اس کا کوئی محرم ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم میں بجائے تین دن کے تین رات کی مسافت مذکور ہے۔

۱۹۷۴- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن کا سفر کرے۔ بجز اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور نسل الاوطار میں بجائے تین دن کے تین دن کی مسافت روایت کر کے اسکو

امام اور مسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔

۱۹۷۵- ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لئے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو



إلى الجماعة إلا البخارى والنسائى ۱ (۱۷۰:۱)۔

## باب وجوب القصر فى السفر و كراهة الإتمام

۱۹۷۶- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما ، قال : صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ لَا

يُرِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ ، وَأَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . رواه البخارى (۱۴۹:۱)

یہ جائز نہیں کہ دو تین دن یا زیادہ کا سفر کرے بجز اسکے کہ اسکے ساتھ اس کا باپ یا بیٹا یا خاوند یا بھائی یا کوئی اور محرم ہو۔ اس کو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان روایات سے ابن عمرؓ کی روایت کی تائید ہوتی ہے جس میں انہوں نے ادنیٰ مدت سفر تین دن کی مسافت قرار دی ہے۔ اور وجہ تائید یہ ہے کہ عورت کے لئے بلا محرم کے تین دن یا اس سے زیادہ کے سفر کو ناجائز قرار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ مسافت ہے جس سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اور اس سے کم مسافت مکان واحد کے حکم میں ہے۔ اور چونکہ وہ مسافت جس سے احکام بدل جاتے ہیں مدت سفر ہی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ اقل مدت سفر تین دن کی مسافت ہے اور جبکہ اس کے ساتھ ان روایات کو ملایا جاتا ہے جس میں مسافر کو تین دن رات تک مستحق نہیں کی اجازت مذکور ہے تو اس خیال کو اور بھی قوت ہو جاتی ہے کیونکہ جب ہم اس تحدید کے منظر پر غور کرتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ آخری تین دن رات کی تفصیل کیوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحدید ادنیٰ مدت سفر کی بنا پر کی گئی ہے اور مستحب یہ ہے کہ چونکہ تین دن سے کم کے سفر سے ادنیٰ قیم ہی رہتا ہے اس لئے وہ کسی تخفیف کا مستحق نہیں۔ اور جبکہ اس نے تین دن کا سفر کیا تو اب وہ مستحق تخفیف ہوا۔ اب اگر اسکے لئے تین دن سے کم تخفیف کی جائے تو یہ پورے سفر میں تخفیف نہ ہوگی بلکہ اسکے ایک حصہ میں ہوگی۔ اور اگر تین دن سے زیادہ کی تخفیف کی جائے تو وہ زیادتی سفر کے لئے لازم نہیں کیونکہ تین دن کے بعد ادنیٰ قیم ہو سکتا ہے۔ پس اسی مقدار پر اکتفا کیا گیا جو ہر مسافر کے لئے ضروری ہے یعنی تین دن رات کیونکہ اس مقدار سے کم میں ادنیٰ مسافر ہی نہیں ہوگا اور زیادہ میں قیم ہو سکتا ہے، اس لئے وہ کسی اور بیشی دونوں صورتوں میں تخفیف کا مستحق نہیں اور تخفیف کا مستحق وہ صرف تین دن سے ہے۔ اس لئے یہ مقدار مقرر کی گئی اور اس سے اقل مدت سفر معلوم ہوگی۔ پس چونکہ یہ تمام دلائل آپس میں ایک دوسرے کی تائید کرتے تھے۔ اس لئے حنفیہ نے کہا کہ اقل مدت سفر تین دن رات ہے۔

## باب سفر میں قصر واجب ہے اور اتمام مکروہ ہے

۱۹۷۶- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا، سو آپ ﷺ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔

اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے بھی ساتھ رہا (وہ بھی سفر میں دو رکعتوں پر زیادتی نہ کرتے تھے) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔



و لفظ مسلم فی صحیحہ (۲۴۲:۱) : صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ رُكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ ، وَ صَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ رُكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ ، وَ صَحِبْتُ عُمرَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ رُكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ ، ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ رُكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ ، وَ قَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ .

۱۹۷۷- وعنه : قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : صَلَاةُ السَّفَرِ رُكْعَتَانِ ، مَنْ تَرَكَ السُّنَّةَ كَفَرَ . رواه ابن حزم بسند صحيح (عمدة القارئ ۵: ۴۸۸) .

۱۹۷۸- عن : مورق ، قال : سَأَلْتُ ابْنَ عُمرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الصَّلَاةِ فِي السَّفَرِ ، قَالَ : رُكْعَتَيْنِ رُكْعَتَيْنِ ، مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ كَفَرَ . رواه الطبرانی فی الكبير و رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱: ۲۰۳) .

اوسلمکی ایک روایت بدیں - ساق ہے کہ میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا۔ سو آپ ﷺ نے دو رکعتوں پر زیادتی نہ کی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دیدی۔ اور ابوبکرؓ کے بھی ساتھ رہا، انہوں نے بھی دو رکعتوں پر زیادتی نہ کی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کو بھی وفات دیدی۔ اور حضرت عمرؓ کے بھی ساتھ رہا۔ سو انہوں نے بھی دو رکعتوں پر زیادتی نہ کی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کو بھی وفات دیدی۔ پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ رہا، سو انہوں نے بھی دو رکعتوں پر زیادتی نہ کی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کو بھی وفات دیدی اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے اندر اسوۂ حسنہ ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب حضرات سفر میں قصر ہی کرتے تھے اور اتمام نہ کرتے تھے۔ اور اس کا سبب بجز اسکے کچھ نہیں کہ وہ اتمام کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اگر ان کے نزدیک اتمام عزیمت ہوتا اور قصر محض رخصت ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ قصر پر ادا کرتے اور عزیمت کو یک لخت چھوڑ دیتے۔

۱۹۷۷- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں (اور اس سے ثابت ہوا کہ یہ قانون ہے) اب جو اس قانون کو چھوڑے (اور اتمام کرے) تو وہ اس قانون کو نہیں مانتا، اس کو ابن حزم نے بعد صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی وجوب قصر ثابت ہوتا ہے۔

۱۹۷۸- مورق کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے سفر میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھو (کیونکہ یہی قانون ہے) جو قانون کے خلاف کرتا ہے وہ اس قانون کے ماننے سے انکار کرتا ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔



۱۹۷۹- عن : أبي الكنود ، قال : سَأَلْتُ ابْنَ عُمرَ عَنْ صَلَاةِ السَّفَرِ ، فَقَالَ : رَكْعَتَانِ نَزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ ، فَإِنْ شِئْتُمْ فَرُدُّوهُمَا . رواه الطبرانی فی الصغیر و رجاله موثقون (معجم الزوائد ۱: ۲۰۳)۔

۱۹۸۰- عن : السائب بن يزيد الكندی ابن أخت النمر ، قال : فُرِصَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ زِيدَ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ وَ أَقْرُتْ صَلَاةُ السَّفَرِ . رواه الطبرانی فی الکبیر ، و رجاله رجال الصحيح (معجم الزوائد ۱: ۲۰۳)۔

فائدہ: ان حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہو رہا ہے کہ سفر میں قصر واجب ہے اور گویا کہ سفر میں اتمام ایسے ہی ہے جیسے حضر میں قصر کرتا۔ ۱۹۷۹- ابوالکود سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے نماز سفر کے بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دو رکعتیں ہیں جو کہ آسمان سے نازل ہوئی ہیں (کسی نے خود نہیں گزلیں) تم چاہو تو انہیں رد کر دو (اور بجائے دو کے چار پڑھا کر دو یہ مضمون تو سچی ہے)۔ اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی مؤثق ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں قصر ہی عزیمت ہے کیونکہ اگر اتمام افضل ہوتا تو یہی فرماتے کہ آسمان سے چار رکعات نازل ہوئی ہیں البتہ دو پڑھنا بھی جائز ہے۔

۱۹۸۰- سائب بن یزید سے مروی ہے کہ اول نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی، اسکے بعد حضر کی نمازوں میں اضافہ ہو کر تین اور چار ہو گئیں۔ اور سفر کی نماز کو حالت سابق پر دو رکعت باقی رکھا گیا۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: یحییٰ بن اسیر کی آئندہ روایت اس کے معارض نہیں کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ کو صلوة خوف سے متعلق دیکھا اور اس میں قصر احوال صلوة کو خوف ایذا کفار کے ساتھ شروط پایا تو ان کو خیال ہوا کہ صلوة حضر میں جو دو رکعت کا اضافہ کیا گیا اور صلوة سفر میں اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ اس کو حالت سابق پر باقی رکھا گیا ہے، اس کا نشانہ ایسا اندیشہ اذ کفار ہی تھا کیونکہ اس زمانہ کے سفر اس خطرہ سے خالی نہ تھے۔ اب جبکہ وہ خطرہ مٹ گیا اور پھر بھی نماز سفر حالت سابق ہی پر رہی اور اس میں اضافہ نہ ہوا تو ان کو تر دو ہوا کہ یہ کیا بات ہے کہ امن کے بعد بھی نماز سفر کو حالت سابق پر باقی رکھا گیا۔ اور اس تر دو کو رفع کرنے کے واسطے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نماز سفر کو حالت سابق پر باقی رکھنے نشانہ ایسا اندیشہ اذ کفار تھا بلکہ جن دو رکعتوں کو حق تعالیٰ نے حضر میں رہنا حق قرار دیا ہے سفر میں ان کو تمہارا حق یعنی نفل بنا دیا ہے۔ اور چونکہ یہ دو رکعتیں اس نے تم پر صدق کی ہیں کہ اپنے حق کو تمہارا حق بنا دیا اس لئے تم اسکے اس صدقہ کو قبول کرو۔ پس اب دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا۔ اور یہ تقریر جسام اور مؤلف دونوں کی توجیہوں سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔



۱۹۸۱- عن : عائشة رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ ، قالت : الصَّلَاةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رُكْعَتَانِ ، فَأَقْرَبَتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَأَيْمَنَتْ صَلَاةُ الْخَضِرِ . قال الزهري : نقلت لِعُرْوَةَ : فَمَا بَالُ عَائِشَةَ تَنِيْمُ ؟ قَالَ : تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ . رواه البخاری (۱: ۱۴۸) .

۱۹۸۲- و عنہا : قالت : فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رُكْعَتَيْنِ رُكْعَتَيْنِ إِلَّا الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا لِأَنَّهَا وَتَرٌ ، قالت : وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَافَرَ صَلَّى الصَّلَاةَ الْأُولَى إِلَّا الْمَغْرِبَ ، وَإِذَا أَقَامَ زَادَ مَعَ كُلِّ رُكْعَتَيْنِ رُكْعَتَيْنِ إِلَّا الْمَغْرِبَ لِأَنَّهَا وَتَرٌ ، وَ الصُّبْحُ لِأَنَّهَا يَطْوُلُ فِيهَا الْفِرَاقَةُ . رواه أحمد مع روایات أخرى ، و رجالها كلها ثقات (مجمع الزوائد ۱: ۲۰۳) .

۱۹۸۳- عن : عمر رضی اللہ عنہ ، قَالَ : صَلَاةُ السَّفَرِ رُكْعَتَانِ ، وَ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ رُكْعَتَانِ ، وَ الْفِطْرُ رُكْعَتَانِ ، وَ الْأَضْحَى رُكْعَتَانِ ، تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرِ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ . رواه ابن ماجہ والنسائی وابن حبان ، و إسناده صحيح (آثار السنن ۲: ۶۱) .

۱۹۸۱- عائشہ سے مروی ہے کہ شروع میں نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی۔ پس سفر کی نماز تو اسی حال پر رکھی گئی اور حضر کی نماز کو پورا کر دیا گیا۔ زہری کہتے ہیں کہ یہ روایت سن کر میں نے عروہ سے پوچھا کہ جب عائشہؓ جانتی تھیں کہ سفر میں فرض دو ہی رکعتیں ہیں تو وہ خود اتمام کیوں کرتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمانؓ نے کی تھی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** یعنی حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی حالانکہ وہ مسافر تھے اس کی مختلف تاویلات کی گئی ہیں جن میں سب سے بہتر یہ ہے کہ آپؐ نے اس شہر کہ میں شادی کر لی تھی اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ إِذَا تَأَهَّلَ الرَّجُلُ بِبِلْدَةٍ فَإِنَّهُ يُصَلِّيُ بِهَا صَلَاةَ يَقِينٍ (مسند احمد: ۶۳) اس لئے آپؐ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی اور مستقل بیان حدیث نمبر ۲۰۱ کے تحت آ رہا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۹۸۲- نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اول نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی بجز مغرب کے کہ وہ شروع سے تین ہی رکعت تھی کیونکہ وہ دن کے وتر تھیں۔ اور جب رسول اللہ ﷺ سفر کرتے تھے تو پہلی ہی نماز پڑھتے تھے اور جب مقیم ہوتے تو ہر دو رکعتوں کے ساتھ (تکلم خدا) دو رکعتیں اور بڑھا لیتے یا ستشاء مغرب کے کہ وہ دن کے وتر تھیں اور یا ستشاء صبح کے کہ اس میں قراءت کو طویل کر دیتے تھے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۱۹۸۳- حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نماز سفر دو رکعتیں ہیں۔ اور جمعہ کی نماز بھی دو رکعتیں ہیں اور عید الفطر کی نماز بھی دو



۱۹۸۴- عن یعلی بن أمیة قال : قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ جَفْتُمْ أَنْ يُفْتِنَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا . فَقَدْ أَبَى النَّاسُ فَقَالَ : عَجِبْتُ بِمَا عَجِبْتُ بِهِ ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ ؟ فَقَالَ : صَدَقَ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَأَقْبَلُوا صَدَقَتَهُ . رواه مسلم (۲۴۱:۱) ، و فی لفظ لابن حبان فی صحيحه : فَأَقْبَلُوا رُخْصَتَهُ . كذا فی نصب الرایة (۳۱۱:۱) .

رکتیں ہیں اور عید الاضحیٰ کی نماز بھی دو رکتیں ہیں اور یہ پوری ہیں نہ کہ ناقص۔ اور رسول اللہ ﷺ کی زبان ہی (کسی نے اپنی طرف سے نہیں بتائیں) اس کو سنائی، امین ماجد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس کی اسانجھ ہے۔

فائدہ: جب ان تمام روایتوں سے یہ ثابت ہوا کہ سفر میں فرض دو ہی رکعت ہیں تو اب اگر کوئی چار پڑھے گا تو چاروں فرض نہ ہوگی، بلکہ دو فرض ہوں گی اور دو نفل اور فرض کے ساتھ نفل کا اختلاط اور سلام کی تاخیر لازم آئے گی جو کہ ناجائز ہے۔

۱۹۸۳- یعلی بن امیة سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ جَفْتُمْ أَنْ يُفْتِنَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا اس کا معنی یہ ہے کہ اس زمانہ میں قصر نہ ہو، کیونکہ اس وقت لوگ مامون ہو چکے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ جس بات سے تم کو تعجب ہوا اسی سے مجھے بھی تعجب ہوا تھا اور میں نے اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ حق تعالیٰ کا صدقہ ہے جو اس نے تم پر کیا ہے۔ لہذا تم اسے قبول کرو۔ اس کو سلم نے روایت کیا ہے اور صحیح ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ تم اس کی رخصت کو قبول کرو۔

فائدہ: اس روایت میں سفر میں دو رکعت کی کئی کو حق تعالیٰ کا صدقہ فرمایا یعنی دو رکعت بصورت ثابت ہونے کے فرض اور حق تعالیٰ کا حق ہوئیں، انکو بندوں کا حق اور نفل قرار دیا گیا ہے۔ پس جبکہ وہ دو رکتیں نفل ہوئیں تو اب اتمام جائز نہ رہا کیونکہ اس صورت میں اختلاط الغرض بالنفل اور تاخیر سلام من محلہ لازم آئی جو کہ ناجائز ہے۔ نیز جبکہ تہدق کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اس کا حقیقی رد بندوں کی جانب سے ناممکن ہے کیونکہ روکی یہ صورت ہے کہ وہ ان رکتوں کو فرض ہی رکھیں اور نفل نہ ہونے دیں اور یہ بندوں سے ناممکن ہے، ہاں رد و صورت ممکن ہے کہ بجائے دو کے چار رکتیں پڑھیں۔ جن میں دو فرض ہوں اور دو نفل اس لئے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ تم اس کو صورت بھی رد نہ کرنا اور بجائے دو کے چار نہ پڑھنا۔ پس اس حکم کی رو سے بھی چار پڑھنا ممنوع ہوا کیونکہ اس میں صورت حق تعالیٰ کے صدقہ کا رد ہے۔ لہذا مدعی ثابت ہے۔ صدقہ کی یہ تفسیر جو میں نے کی ہے مشہور تفسیر سے بہتر ہے۔



۱۹۸۵- عن: أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سَافَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ، وَ غَمَزَ، كُلُّهُمْ صَلَّى بِنِ جِنٍّ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى أَنْ يُرْجَعَ إِلَيْهَا رَكَعَتَيْنِ فِي الْمَسِيرِ وَ الْمَقَامِ بِمَكَّةَ. رواه أبو يعلى والطبرانی فی الأوسط، ورجال أبی يعلى رجال الصحيح، (مجمع الزوائد ۱: ۲۰۴).

۱۹۸۶- عن: ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہم، أَنَّهُمَا قَالَا: سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ فِي السَّفَرِ رَكَعَتَيْنِ وَ هِيَ تَمَامٌ، وَ التَّوَتُّ فِي السَّفَرِ سُنَّةٌ. قلت: فی "الصحيح" بعضه، رواه البزار و فیہ جابر الجعفی، و ثقہ شعبۃ و الثوری و وضعفہ آخرون، (مجمع الزوائد ۱: ۲۰۴) قلت: فالحدیث حسن.

۱۹۸۷- عن: ابن عباس رضی اللہ عنہما، قَالَ: فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ﷺ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا، وَ فِي السَّفَرِ رَكَعَتَيْنِ، وَ فِي الْخَوْبِ رَكَعَةً. رواه مسلم (۲۴۱:۱) و فی لفظ له: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَرَضَ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ عَلَى الْمُسَافِرِ رَكَعَتَيْنِ وَ عَلَى الْمُقِيمِ أَرْبَعًا. الحدیث.

۱۹۸۵- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کیا۔ ان سب نے مدینہ سے نکلنے سے لیکر مدینہ میں واپسی تک طے سافت کے زمانہ میں بھی اور مکہ کے قیام کے زمانہ میں بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کو ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ کا اہتمام کرتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصر لازم ہے نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصر حالت طے سافت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ طے سافت اور قیام دونوں میں ہونا چاہئے۔

۱۹۸۶- ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز سفر دو رکعت مقرر فرمائی ہے اور یہ پوری نماز ہے نہ کہ آدھی اور سفر میں وتر پڑھنے کا بھی قاعدہ ہے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں جابر بھی مختلف یہ ہے۔ لہذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں فرض دو رکعت ہیں، اگر چار پڑھے گا تو باقی دو نفل ہوگی۔  
۱۹۸۷- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبانی حضور میں چار رکعتیں فرض فرمائی ہیں اور سفر میں دو رکعتیں



۱۹۸۸- عن: موسى بن سلمة الهذلي، قال: سألت ابن عباس كيف أصلي إذا كنت بمكة إذا لم أصل مع الإمام؟ فقال: ركعتين، سنة أبي القاسم عليه السلام. أخرجه مسلم (۲۴۱:۱).

۱۹۸۹- وعنه: أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج من المدينة إلى مكة لا يخاف إلا رب العالمين، فصلّى ركعتين. أخرجه الترمذی و غيره، وقال الترمذی: حديث صحيح (۷۱:۱).

۱۹۹۰- وعنه: قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم حين سافر ركعتين ركعتين، وحين أقام أربعا. قال: وقال ابن عباس: فمَن صلى في السفر أربعا كمن صلى في الحضر ركعتين. قلت: في "الصحيح" بعضه، رواه أحمد وفيه حميد بن علي العقيلي قال الدار قطنی: لا يحتج به وذكره ابن حبان في الثقات، (مجمع الزوائد ۱: ۲۰۴) مختصراً.

اور خوف کی حالت میں (امام کے ساتھ) ایک رکعت (اور دوسری رکعت جمہا پڑھی جائے گی) اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری نبی کی زبانی مسافر پر دو رکعتیں فرض کی ہیں اور تم پر چار۔

فائدہ: اس سے بھی مضمون بالاتفاق ہوتا ہے۔

۱۹۸۸- موسی بن سلمہ ہذلی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ جب میں مکہ میں ہوں اور امام کے پیچے نماز نہ پڑھتا ہوں تو میں کس طرح نماز پڑھوں۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھو، یہ قانون ہے ابو القاسم عليه السلام کا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ سفر میں دو ہی رکعتوں کا قاعدہ ہے اور چار رکعتیں خلاف قاعدہ ہیں۔

۱۹۸۹- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلى الله عليه وسلم مکہ سے مدینہ کو ایسی حالت میں روانہ ہوئے کہ آپ صلى الله عليه وسلم کو خدا کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔ اور اس حالت میں بھی آپ صلى الله عليه وسلم نے دو ہی رکعتیں پڑھیں اس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ قصر حالت خوف کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اسن وخوف دونوں حالتوں میں ہے۔

۱۹۹۰- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے جب سفر کیا تو دو رکعتیں پڑھیں اور جب آپ صلى الله عليه وسلم مقیم ہوئے تو چار پڑھیں۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ اب جو شخص سفر میں چار پڑھے وہ ایسا ہے جیسے وہ قصر میں دو پڑھے۔



قلت: وقال أبو زرعة: كوفي لا بأس به، ولم يذكر البخاری فيه جرحاً، كذا في تعجيل المنفعة (ص ۱۰۶) فالحدیث حسن.

۱۹۹۱- عن: إبراهيم، أَنَّ إِبْنِ مَسْعُودٍ ؓ قَالَ: مَنْ صَلَّى فِي السَّفَرِ أَرْبَعًا أَعَادَ الصَّلَاةَ. رواه الطبرانی في الكبير وإبراهيم لم يسمع من ابن مسعود. (مجمع الزوائد ۲۰: ۱). قلت: ولكن مراسطه عنه صحاح كما مر غير مرة.

۱۹۹۲- عن: عبد الرحمن بن يزيد، يقول: صَلَّى بِنَا عُثْمَانَ بْنِ عُفَانَ ؓ بِمِنَى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقِيلَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ؓ، فَاسْتَرْجَعَ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِنَى رَكْعَتَيْنِ، وَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ؓ رَكْعَتَيْنِ، وَ صَلَّيْتُ مَعَ عُمرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ رَكْعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي بِنِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ. أخرجه البخاری و مسلم (آثار السنن ۶۱: ۲).

اس کا احمد نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند میں ایک شخص مختلف فیہ ہے لہذا اسند حسن ہے۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چار پڑھنا یوں ہی خلاف قانون ہے جس طرح حضر میں دو پڑھنا۔ یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر سفر میں لازم ہے اور اتمام بالکل جائز نہیں۔

۱۹۹۱- ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جو شخص سفر میں قصداً چار رکعتیں پڑھے اس کو چاہئے کہ نماز دہرائے (بعد تیسرے سلام کے) اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور ابراہیم کی وہ روایات جو ابن مسعودؓ سے مروی ہیں، صحیح ہیں۔

**فائدہ:** چار رکعت پڑھنے کی صورت میں اگر دو رکعتوں پر قعدہ کیا ہے تو نماز تو ہو جائیگی البتہ تاخیر سلام کی وجہ سے اعادہ واجب ہے اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو اس صورت میں تو نماز بالکل ہی فاسد ہو جائیگی۔

۱۹۹۲- عبد الرحمن بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں اور یہ واقعہ ابن مسعودؓ سے ذکر کیا گیا۔ تو آپؓ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی منیٰ میں دو رکعتیں پڑھی ہیں اور ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بھی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور عمرؓ کے ساتھ بھی دو رکعتیں پڑھی ہیں، کاش بجائے چار غیر مقبول رکعتوں کے دو مقبول رکعتیں مجھے میسر ہو جائیں (کیونکہ یہ دو ان چار سے اچھی ہیں) اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** اس روایت میں ابن مسعودؓ کا حضرت عثمانؓ پر اس قدر رشیدیہ انکار کرنا اور ان کے فضل کو خلاف سلف قرار دینا اور ان کی نماز



۱۹۹۳- عن : خلف بن حفص ، عن أنس رضی اللہ عنہ انطلق بنا إلى الشام إلى عبد الملك ونحن أربعمائة رجل من الأنصار يفرض لنا ، فلما رجع وكنا بفج الناقة صلى بنا الظهر ركعتين ، ثم دخل فسطاطه ، وقام القوم يضيفون إلى ركعتيهم ركعتين أخرتين فقال : فتح الله الوجوه ، فوالله ما أصابت السنة ، ولا قبلت الرخصة ، فاشهد لسمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول : إن قوماً يتعمقون في الدين يعرفون كما يمرق السهم من الرمية . رواه أحمد ، وخلف بن حفص لم أجد من ترجمه (مجمع الزوائد ۲: ۲۰۴) .

قلت : قال الحافظ في تعجيل المنفعة (ص-۱۱۸) : إن هذا هو خلف بن خليفة المترجم في التهذيب ، ولكن وقع فيه تصحيف نشأ عنه هذا الوهم ، والذي في المسند : حدثنا حسين ، ثنا خلف ، عن حفص ، عن أنس ، فذكر الحديث المذكور في صلاة السفر ، وبهذا السند عدة أحاديث أخرى ، فخلف هو ابن خليفة ، وحفص هو ابن عمر بن عبد الله بن أبي طلحة ، فتصحفت "عن" فصارت بن ، فنشأ من ذلك خلف بن حفص ، ولا وجود له في الخارج ، اه . قلت : خلف بن خليفة من رجال مسلم والأربعة ، وثقه ابن معين وغيره ، كذا في التهذيب (۳: ۱۵۱) وحفص هو ابن أخي أنس وثقه ابو حاتم والدارقطني وابن حبان كما فيه أيضا (۲: ۴۲۱) فالحديث صحيح أو حسن .

کے بوجہ خلاف قانون ہونے کے غیر مقبول ہونے کی تعریض کرنا یہ صاف دلیل ہے اس امر کی کہ ان کے نزدیک قہر واجب ہے۔ کیونکہ اس جیسا شدید انکار مباح فعل پر بھی جائز نہیں ہے جائیکہ افضل پر جائز ہو۔ پس ثابت ہوا کہ چار پڑھنا سفر میں مکروہ ہے وحوالہ مطلوب۔

۱۹۹۳- حفص بن عمر کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ ہمیں ملک شام میں عبدالملک کے پاس لے گئے تاکہ وہ ہمارے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دے اور ہم چالیس انصاری شخص تھے۔ پس جب ہم واپس ہوئے اور ان لوگوں میں پہنچے تو انہوں نے ہمیں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی ، اس کے بعد خیمہ میں تشریف لے گئے۔ لوگ دو رکعتیں زائد شامل کر کے اپنی نماز پوری کرنے کمرے ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ خدا ان چہروں کو بگاڑے ، نہ انہوں نے قانون کی موافقت کی اور نہ رخصت کو قبول کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کچھ لوگ دین میں غلو کریں گے اور دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیرکان سے نکل جاتا ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح احسن ہے۔



### باب القصر إذا فارق البيوت

۱۹۹۴- عن: أبي هريرة رضي الله عنه، قَالَ: سَافَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَغَمَرَ كُلُّهُمْ صَلًى مِنْ جَنِينَ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى أَنْ يَرْجِعَ إِلَيْهَا رَكَعَتَيْنِ فِي الْمَسِيرِ وَالْمَقَامِ بِمَكَّةَ. رواه أبو يعلى والطبرانی في الأوسط، ورجال أبي يعلى رجال الصحيح، (مجمع الزوائد ۱: ۲۰۴) وفي فتح الباری بعد عزو الحديث إليهما: إسناده جيد (۴۷۱: ۲).

۱۹۹۵- عن: أبي حرب بن أبي الأسود الدبلی، أَنَّ عَلِيًّا خَرَجَ مِنَ الْبَصْرَةِ فَصَلَّى الظُّهْرَ أَرْبَعًا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّا لَوْ جَاوَزْنَا هَذَا الْخُصْ لَصَلَّيْنَا رَكَعَتَيْنِ. رواه ابن أبي شیبہ ورواته ثقات، آثار السنن (۶۴: ۲).

### باب القصر إلى أن يدخل موضع الإقامة

۱۹۹۶- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما: أَنَّهُ كَانَ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ جُنَّ يَخْرُجُ مِنْ

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اتمام سفر میں ناجائز ہے کیونکہ انسؓ نے اسکو ظوفی الدین اور دین سے نکل جانا قرار دیا اور ان کے لئے بد دعا کی اور انکو مخالف قانون اور رخصت کو قبول نہ کرنے والے قرار دیا۔

### باب آبادی سے نکلنے سے قصر کا حکم ثابت ہو جاتا ہے

۱۹۹۳- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے ساتھ سفر کے، سب نے مدینہ سے نکلنے کے وقت سے لے کر اس میں واپسی کے وقت تک بحالت طے مسافت (یعنی بحالت سفر) بھی اور بحالت قیام کہ بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ اسکو ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور فتح الباری میں اس کی سند کو جدید کہا ہے۔  
۱۹۹۵- ابو حرب بن ابی الاسود دلی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے (سمن کو جاتے وقت) بصرہ سے نکلے اور (قبل اسکے کہ آبادی سے آگے پڑھیں) ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ اگر ہم اس جھوپڑی سے آگے بڑھ جاتے (جو کہ آبادی کا قسمی ہے) تو ہم دور کھٹ پڑھتے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: یعنی جوئی مسافر شہر کی آبادی سے باہر نکلے اس جگہ سے نماز قصر کر کے پڑھے، مثلاً آج کل چوگی کی حدود سے نکلنے سے قصر کا حکم ثابت ہو جائے گا۔



شُعَبِ الْمَدِينَةِ ، وَ يَقْصُرُ إِذَا رَجَعَ حَتَّى يَدْخُلَهَا . رواه عبد الرزاق ، و إسناده لا بأس به ،  
(آثار السنن ۶۴:۲).

۱۹۹۷- أخبرنا : الثوري عن وقاء بن إياس الأسدي ، قال : حدثنا علي بن ربيعة الأسدي ، قال : خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ نَحْنُ نَنْظُرُ إِلَى الْكُوفَةِ ، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَى الْقَرْيَةِ ، فَقُلْنَا لَهُ : أَلَا تُصَلِّي أَرْبَعًا ؟ قَالَ : لَا حَتَّى نَدْخُلَهَا . رواه عبد الرزاق في مصنفه (زيلعي ۳۰۸:۱) ورحاله رجال الجماعة إلا وقاء فلم أقف عليه ، إلا أن الحافظ أورد الأثر بهذا الإسناد في الفتح (۴۶۹:۲) . و عزاه إلى الحاكم بلفظ : خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَصَرْنَا الصَّلَاةَ وَ نَحْنُ نَرَى النُّبُوتَ ، ثُمَّ رَجَعْنَا فَقَصَرْنَا الصَّلَاةَ وَ نَحْنُ نَرَى النُّبُوتَ ، و لفظ البيهقي : خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ مُتَوَجِّهِينَ هَهُنَا ، وَ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الشَّامِ ، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ رَكَعَتَيْنِ ، حَتَّى إِذَا رَجَعْنَا وَ نَظَرْنَا إِلَى الْكُوفَةِ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ ،

### باب حکم قصر اس وقت ختم ہوگا جبکہ آبادی میں داخل ہو جائے

۱۹۹۶- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ روانگی میں بھی قصر کرتے تھے اور قصر اس وقت شروع کرتے تھے جبکہ وہ مدینہ کی مکائی سے نکل جاتے اور واپسی میں بھی قصر کرتے تھے اور اس وقت تک کرتے تھے جب تک کہ وہ مدینہ میں داخل ہوں۔ اسکو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور اس کی سند لا بأس بہ ہے۔

۱۹۹۷- علی بن ربيعة اسدی کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ روانہ ہوئے تو آپ نے ایسی حالت میں دو رکعتیں پڑھیں کہ کوفہ ہمیں دکھائی دے رہا تھا اور ہم واپس ہوئے تو آپ نے ایسی حالت میں دو رکعتیں پڑھیں کہ آپ ہستی کو دیکھ رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ چار کیوں نہیں پڑھتے (ہم تو گھر آ گئے) آپ نے فرمایا کہ نہیں تا وقتیکہ ہم اس میں داخل نہ ہو جائیں۔ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور فتح الباری میں بحوالہ حاکم یوں روایت کیا ہے کہ ہم علی بن ابی طالب کے ساتھ روانہ ہوئے تو ہم نے ایسے وقت قصر کیا کہ ہم ہستی کے گھروں کو دیکھ رہے تھے، اس کے بعد ہم واپس ہوئے تو ہم نے ایسی حالت میں قصر کیا کہ ہم ہستی کے گھروں کو دیکھ رہے تھے۔ اور بحوالہ بیہقی یوں روایت کیا ہے کہ ہم علی کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوئے تو ہم دو رکعت پڑھتے رہے یہاں تک کہ جب ہم واپس ہوئے اور کوفہ ہم کو دکھائی دینے لگا تو نماز کا وقت آ گیا۔



قَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَذِهِ الْكُوفَةُ أَيْتَمَ الصَّلَاةَ! قَالَ: لَا أَحْتَى نَدْخُلَهَا هـ. فهو صحيح أو حسن على قاعدته، وعلقه البخاری مختصراً (۱: ۱۴۸).

### باب القصر ما لم ينو الإقامة خمسة عشر يوماً

۱۹۹۸- عن: مجاهد، قَالَ: إِنَّ إِبْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَجْمَعَ عَلَى إِقَامَةِ خَمْسَةِ عَشَرَ يَوْمًا أَيْتَمَ الصَّلَاةَ. رواه أبو بكر بن أبي شيبة، وإسناده صحيح (آثار السنن ۲: ۶۶).

۱۹۹۹- عن: مجاهد، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما: أَنَّهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِمَكَّةَ خَمْسَةَ عَشَرَ سَرَجَ ظَهْرَهُ وَصَلَّى أَرْبَعًا. رواه محمد بن الحسن في كتاب الحج، وإسناده صحيح، (آثار السنن ۲: ۶۶).

۲۰۰۰- عن: مجاهد، عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما، قَالَ: إِذَا كُنْتُ مُسَافِرًا فَوَطَّئْتُ نَفْسَكَ عَلَى إِقَامَةِ خَمْسَةِ عَشَرَ يَوْمًا فَاتَيْتُمُ الصَّلَاةَ، وَإِنْ كُنْتُ لَا تَذَرِي فَأَقْصُرْ. رواه محمد بن الحسن في الآثار، وإسناده حسن (آثار السنن ۲: ۶۶). و أخرجه الحافظ في الدراية (ص- ۱۲۹) عن ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم

لوگوں نے عرض کیا کہ کو ذوق یہ ہے اب تو پوری نماز پڑھئے، آپ نے فرمایا کہ نہیں تا وقتیکہ ہم اس میں داخل نہ ہو جائیں ہیں یہ روایت فتح الباری کے قاعدہ سے حسن یا صحیح ہے اور بخاری نے اس کو اختصار کے ساتھ تطبیقاً روایت کیا ہے۔

### باب جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو قصر کیا جائے گا

۱۹۹۸- مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرتے تھے اس وقت پوری نماز پڑھتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

۱۹۹۹- نیز مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ جب مکہ میں پندرہ دن قیام کرتے تھے تو اپنے سواری کے جانور کو چرنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور چار رکعت پڑھتے تھے۔ اس کو امام محمدؒ نے کتاب الصبح میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۰۰- نیز مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب تمہارا پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ خیال ہو جب تو نماز کو پورا پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو (کہ قیام تک ہوگا) تو قصر کرو۔ اس کو امام محمدؒ نے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے



و عزاء إلى الطحاوی وسکت عنه.

باب يقصر من لم ينو الإقامة وإن طال مكثه وكذا العسكر في أرض

الحرب وإن نوا الإقامة

۲۰۰۱- عن : أَبِي جَمْرَةَ نَضْرِبِ بْنِ عِمْرَانَ ، قَالَ : قُلْتُ لِأَبْنِ عَبَّاسٍ . إِنَّا نُطِيلُ الْقِيَامَ بِخُرَّاسَانَ فَكَيْفَ تَرَى ؟ قَالَ : صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَإِنْ أَقَمْتَ عَشْرَ سِنِينَ . رواه أبو بكر بن أبي شيبة : حدثنا وكيع ، ثنا المثنى بن سعيد ، عن أبي جمره ، فذكره ، وإسناده صحيح (آثار السنن ۶۵:۲).

اور ابن حجرؒ نے درایہ میں یہی مضمون ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ دونوں سے بحوالہ طحاوی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں چار دن سے زیادہ قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے پس موانع و شوافع کا چار دن کی تحدید کرنا درست نہ ہوا، نیز جامع السائید میں امام ابوحنیفہؒ سے سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مدت اقامت پندرہ دن ہے۔ اور زرقانی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں کہ پندرہ دن کی تحدید ابن عباسؓ و ابن عمرؓ دونوں سے مروی ہے۔ باقی بخاری میں جو یہ حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر انیس روز قیام کیا اور قصر کرتے رہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنگ کی حالت میں انسان کسی مقررہ مدت تک اقامت کا عزم نہیں کر سکتا اور یہی حال آپ ﷺ کا بھی تھا۔ اس لئے آپ ﷺ قصر فرماتے رہے جیسا کہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب تک مسافر کسی ایک جگہ قیام کا پختہ ارادہ نہ کرے وہ قصر کرتا رہے اگرچہ کئی سال بھی گزر جائیں اور یہی جواب ان تمام احادیث کا ہے جن میں پندرہ دن سے زیادہ کا ذکر ہے۔

باب جب تک اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک قصر کیا جائے گا اگرچہ کتنا ہی عرصہ لگ جائے اور

لشکر دار الحرب میں برابر قصر کرے گا اگرچہ اقامت کی نیت بھی کر لے

۲۰۰۱- ابو جمرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ ہم خراسان میں عرصہ دراز تک رہتے ہیں، سو اس میں آپ کا

کیا خیال ہے (آیا ہم قصر کریں یا پوری نماز پڑھیں) آپ نے فرمایا کہ اگرچہ دس برس رہو، دو ہی پڑھو۔ اس کو ابن ابی شیبہؒ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔



۲۰۰۲- عن : نافع ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما : قَالَ : إِرْتَجَّ عَلَيْنَا الثَّلْجُ وَ نَحْنُ بِأَذَرِ بِيْجَانَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فِيْ غَزَاةٍ ، قَالَ ابْنُ عُمرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : وَ كُنَّا نُصَلِّي رُكْعَتَيْنِ . رواه البيهقي في المعرفة . و إسناده صحيح ، و قال النووي في الخلاصة : هذا سند على شرط الشيخين ، و قال الحافظ في الدراية : بإسناد صحيح (آثار السنن ، مع تعليقه السابق).

۲۰۰۳- عن : الحسن ، قَالَ : كُنَّا مَعَ عُبَيْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سُمُرَةَ بِبَغْضِ بِلَادِ فَارِسَ سَنَتَيْنِ ، فَكَانَ لَا يُجْمَعُ وَلَا يَزِيدُ عَلَى رُكْعَتَيْنِ . رواه عبد الرزاق و إسناده صحيح (آثار السنن ، السابق ) رواه هشام عن الحسن ، و روايته عنه في الكتب الستة ، و تابعه يونس بن عبيد عنه في رواية عند عبد الرزاق أيضاً ، قال : أنا الثوري ، عن يونس ، عن الحسن ، فذكره (التعليق الحسن).

۲۰۰۴- عن : أنس ؓ : أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَقَامُوا بِرَاسِمْهُرْمُرَ تِسْعَةَ أَشْهُرٍ يَقْصُرُونَ الصَّلَاةَ . رواه البيهقي و إسناده حسن ، و قال النووي : إسناده صحيح ، و كذا صحيح إسناده الحافظ في الدراية ، و فيه عكرمة بن عمار مختلف فيه ،

۲۰۰۲- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم آذربائیجان میں ایک جہاد میں ایسی حالت میں چھ مہینے رہے کہ برف نے راستہ بند کر دیا تھا۔ اور ہم دو ہی رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس کو بتاتی نے کتاب المعروفہ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دارالحرب میں بحالت جنگ نیچہ اقامت معتبر نہیں۔ کیونکہ جب راستہ بند تھا اور صحابہؓ کو معلوم تھا کہ راستہ چلو کھلنے والا نہیں تو ضرور ان کی نیت غمخیز کی ہوگی۔

۲۰۰۳- حسن بھریؓ سے مروی ہے کہ ہم عبدالرحمن بن حمزہ کے ساتھ فارس کے ایک شہر میں دو برس رہے، سو نہ وہ اقامت کی نیت کرتے تھے اور نہ دو رکعت سے زیادہ پڑھتے تھے۔ اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر برسوں نیچہ اقامت نہ ہو تو برسوں تک قصر کیا جائیگا۔

۲۰۰۴- انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہؓ نے رامہرمز میں نو مہینے قیام کیا اور وہ برابر قصر کرتے رہے (خواہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اقامت کی نیت نہیں کی یا نیت کی مگر اسے معتبر نہیں سمجھا) اس کو بتاتی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔



و احتج به مسلم کذا فی آثار السنن مع تعلیقہ السابق .

۲۰۰۵- عن : جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قَالَ : أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِبُؤُكَ عِشْرِينَ يَوْمًا يَقْصُرُ الصَّلَاةَ . رواه أبو داود و قال : غير معمر لا يسنده اه (۲: ۲۲۴) . و قال فی الجوهر النقی : أخرجه أبو داود و البيهقي بسند على شرط الصحيح اه (۱: ۲۲۲) . قلت : و معمر من رجال الجماعة ثقة حافظ ، فيقبل إسناده ، وفي النيل (۳: ۸۴) : أخرجه ابن حبان و البيهقي ، و صححه ابن حزم و النووي اه .

### باب صلاة المسافرين خلف المقيم وإتمامها

۲۰۰۶- عن : موسى بن سلمة الهذلي ، قَالَ : سَأَلْتُ إِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَيْفَ أَصَلَّى إِذَا كُنْتُ بِمَكَّةَ إِذَا لَمْ أَصِلْ مَعَ الْإِمَامِ ؟ فَقَالَ : رَكَعَتَيْنِ ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ رضی اللہ عنہ . أخرجه مسلم (۱: ۲۴۱) و فی التلخیص الحبير (۱: ۱۳۰) أحمد فی مسنده : حدثنا الطفاوی ، ثنا أيوب ، عن قتادة ، عن موسى بن سلمة ، قَالَ : كُنَّا مَعَ إِبْنِ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ ، فَقُلْتُ : إِنَّا إِذَا كُنَّا مَعَكُمْ صَلَّيْنَا أَرْبَعًا ، وَإِذَا رَجَعْنَا إِلَى رِحَالِنَا صَلَّيْنَا رَكَعَتَيْنِ ، فَقَالَ : بَلْ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ رضی اللہ عنہ اه . قلت : موسى بن سلمة من رجال مسلم ، و بقية السند على شرط البخاری

اور نووی اور ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۲۰۰۵- جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیس روز تک جو کہ میں قیام فرمایا اور برابر قصر کرتے رہے۔ اسکو ابوداؤد، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور ابن حزم اور نووی نے اسے صحیح کہا ہے۔  
فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک نیت اقامت نہ ہو برابر قصر کیا جائے گا۔

### باب مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور نماز پوری پڑھے گا

۲۰۰۶- موسی بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ جب میں مکہ میں (عمیل سفر) ہوں اور امام (مقیم) کے ساتھ نماز نہ پڑھ رہا ہوں تو کیسے نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھو، یہ قانون ہے رسول اللہ ﷺ کا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور احمد نے روایت کیا ہے کہ موسی بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم ابن عباسؓ کے ساتھ مکہ میں تھے تو میں نے کہا کہ



و حسنه النيموى فى آثار السنن (۶۶:۲) و لعله لم يصححه لعنينة قتادة وهو مدلس ، و لكنه صرح بالتحديث عند مسلم ، فزال العلة و صح الحديث .

۲۰۰۷- عن : نافع : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي وَرَاءَ الْإِمَامِ بَيْنِي أَرْبَعًا ، فَإِذَا صَلَّى يُنْقِبُهُ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ . أخرجه الإمام مالك فى موطأه (ص-۵۲) وسنده صحيح .

باب إعلام الامام المسافر بعد السلام بأنه مسافر وأن الوطن الأصلي

يبطل بمثله

۲۰۰۸- عن : عمران بن حصين رضي الله عنه ، قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ شَهِدْتُ مَعَهُ الْفَتْحَ ، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِي عَشْرَةَ لَيْلَةً لَا يُصَلِّي إِلَّا رُكْعَتَيْنِ ، يَقُولُ : يَا أَهْلَ الْبَلَدِ ! صَلُّوا أَرْبَعًا فَإِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ . رواه أبو داود فى باب متى يتم المسافر (۱: ۴۷۰) وسكت عنه ، و صححه الترمذى (۱: ۷۷) .

ہم جب آپ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو چار پڑھتے ہیں اور جب ہم نہ رہتے ہیں تو دو پڑھتے ہیں، یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ طریقہ ہے رسول اللہ ﷺ کا (کہ جب مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو پوری پڑھے اور اگر مقیم کے پیچھے نہ پڑھے خواہ تمہارا پڑھے یا مسافر کے پیچھے تو قصر کرے) یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۰۰۹- ابن مژمر سے مروی ہے کہ وہ مثنیٰ میں امام مقیم کے پیچھے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور اپنے طور پر پڑھتے تھے تو دو پڑھتے تھے۔ اس کو امام مالک نے موطا میں سند صحیح روایت کیا ہے۔

باب جب امام مسافر ہو اور مقتدی کل یا بعض مقیم ہوں تو اس کو دو رکعت پڑھ کر کہہ دینا چاہئے کہ تم اپنی نماز

پوری کر لو ہم مسافر ہیں اور وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے

۲۰۰۸- عمران بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا اور میں رجب کے کے وقت موجود تھا۔ سو

آپ ﷺ نے مکہ میں ایسی حالت میں اٹھارہ شب قیام فرمایا کہ آپ ﷺ صرف دو رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے باشندگانِ شہر تم چار ہجوم لوگ مسافر ہیں (اس لئے دو پڑھتے ہیں) اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔



۲۰۰۹- عن : ابن شہاب ، عن سالم بن عبد اللہ ، عن أبیہ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ كَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ صَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ يَقُولُ : يَا أَهْلَ مَكَّةَ اتَّبِعُوا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ . رواه مالك في موطأه (ص-۵۲) و سندہ من أصح الأسانید ، و فی الدرایۃ : إسناده صحيح (ص-۱۳۰) .

### باب إذا تزوج المسافر في بلد وله فيه زوجة فليتم وإن لم ينو الإقامة

۲۰۱۰- ثنا أبو سعيد يعني مولى بنی ہاشم ، ثنا عكرمة بن إبراهيم الباهلي ، ثنا عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي ذباب ، عن أبیہ : أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ صَلَّى بِمَنْىَ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ، فَأَنكَرَهُ النَّاسُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَأَهَّلْتُ بِمَكَّةَ مُنْذُ قَدِمْتُ ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ : مَنْ تَأَهَّلَ فِي بَلَدٍ فَلْيَصِلْ صَلَاةَ الْمُقِيمِ . رواه أحمد في مسنده (۱: ۶۲) و رواه أبو يعلى أيضاً ، و لفظه : إِذَا تَأَهَّلَ الْمُسَافِرُ فِي بَلَدٍ فَهُوَ مِنْ أَهْلِهَا يُصَلِّي صَلَاةَ الْمُقِيمِ أَرْبَعًا ، وَإِنِّي تَأَهَّلْتُ بِهَا مُنْذُ قَدِمْتُهَا ، فَلِذَلِكَ صَلَّيْتُ بِكُمْ أَرْبَعًا . و فيه عكرمة بن إبراهيم وهو ضعيف اهـ . كذا في مجمع الزوائد (۱: ۲۰۴) و قال ابن القيم : قال أبو البركات ابن تيمية : ويمكن المطالبة بسبب الضعف ،

۲۰۰۹- عمر بن الخطاب جب مکہ تشریف لاتے تو لوگوں کو دو رکعت پڑھاتے ، اسکے بعد فرماتے کہ اے اہل مکہ! آپ لوگ اپنی نماز پوری کر لیں کیونکہ ہم مسافر لوگ ہیں۔ اس کو مالک نے موطا میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے مدعا ثابت ہوا کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد امام کہے کہ ہم مسافر ہیں اور تم اپنی نماز پوری کر لو۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ کا وطن اصلی ہونا مدینہ کے وطن اصل ہونے سے باطل ہوا۔

باب جب آدمی کسی شہر میں شادی کر لے یا اس میں اس کی بیوی بحالت اقامت موجود ہو تو وہ اس شہر میں

### بلانیت کے بھی مقیم ہو جائے گا

۲۰۱۰- ابو ذباب کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے منی میں چار رکعتیں پڑھیں تو لوگوں نے انکے اس فعل کو اچھی نظر سے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ لوگو! میں نے اس شہر میں شادی کی ہے۔ لہذا میں جب سے مکہ آیا ہوں اپنے گھر میں ہوں۔ اور میں نے



فإن البخاری ذکره فی تاریخه ولم یطعن فیہ ، و عادته ذکر الجرح والمجروحین ، و قد نصّ أحمد و ابن عباس قبله أنّ المُسَافِرَ إِذَا تَزَوَّجَ لَزِمَهُ الْإِنْتِمَاءُ ، وَ هَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ و مالک رحمهما الله و أصحابهما ، وَ هَذَا أَحْسَنُ مَا اغْتَذَرَ بِهِ عُثْمَانُ اهـ .  
زاد المعاد (۱: ۱۳۳)

قلت : أراد بهذا الكلام تحسين الحديث بأن راویہ قد وثقه البخاری بترك الطعن فيه وهو توثيق منه ، فلا يقبل فيه الجرح إلا مفسرا ولم يوجد ، و بأن ابن عباس و أحمد و أبا حنيفة و مالكا أخذوا به ، و احتجاج المجتهد بحديث تصحيح له ، فالحديث حسن ، لا سيما و قد أخرجه الحافظ الضياء في المختارة من طريق المسند ، قاله الحافظ في تعجيل المنفعة (ص- ۲۲۱).

### باب التطوع في السفر

۲۰۱۱- عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ، قَالَ : صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا ، فَمَا زَأَيْتُهُ تَرَكَ الرُّكْعَتَيْنِ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ . أخرجه الترمذی (۷۲: ۱) وحكى عن البخاری أنه رآه حسنا .

رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی کر لے تو اسکو چاہئے کہ نیکم کی نماز پڑھے۔ اسکو اجماع نے روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ نے یوں روایت کیا ہے کہ جب مسافر کسی شہر میں شادی کرے تو وہ اپنے گھر ہی میں ہے، اس لئے اسکو نیکم کی نماز یعنی چار رکعت پڑھنی چاہئے۔ اور میں شادی کی وجہ سے جب سے مکہ آیا ہوں اپنے گھر میں ہوں اس لئے میں تم کو چار رکعت نماز پڑھا تا ہوں۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کو مقدی نے مختارہ میں بھی روایت کیا ہے۔

### باب سفر میں نوافل کے بیان میں

۲۰۱۱- براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کئے، سو میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے زوال کے بعد اور نماز ظہر سے قبل دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور بخاری سے اس کی حقین نقل کی ہے۔



۲۰۱۲- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْخَضِرِ وَ السَّفَرِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْخَضِرِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَ صَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَ الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَ لَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا، وَ الْمَغْرِبَ فِي الْخَضِرِ وَ السَّفَرِ سَوَاءً، ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ لَا يَنْقُصُ فِي خَضِرٍ وَ لَا سَفَرٍ وَ هِيَ وَزْنُ النَّهَارِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ. رواه الترمذی (۷۲:۱) و حسنه، و أخرج الطحاوی بسند حسن و زاد فيه: وَ صَلَّيْتُ الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ۵۱. (۲۴۳:۱).

۲۰۱۳- عن: أبی ہریرۃ ؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَدْعُوا رَكْعَتِي الْفَجْرِ وَ لَوْ صَرَدْتُكُمْ الْخَيْلُ. أخرجه أحمد و أبو داود، وقال العراقي: إن هذا حديث صالح ۵۱، كذا في النيل، وقد مر في باب النوافل (۲۶۴:۲).

۲۰۱۲- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر میں بھی نماز پڑھی اور سفر میں بھی، سو میں نے حضر میں آپ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے چار اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور سفر میں ظہر سے پہلے بھی دو اور بعد میں بھی دو اور سفر میں عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھی ہیں اور اس کے بعد کچھ نہیں اور مغرب حضر اور سفر میں یکساں تین رکعتیں پڑھیں۔ یہ نماز حضر اور سفر میں کم نہیں ہوتی اور یہ دن کے ہر تریں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔ اور طحاوی نے بھی اس کو بسند حسن روایت کیا ہے۔ اور اس میں یہ مضمون بڑھایا ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔

فائدہ: ان روایتوں سے سفر میں نوافل کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے لیکن اس میں مسافر کی حالت کا اعتبار رہے حتیٰ پڑھ سکتا ہو اس قدر پڑھ لے اور یہ قیاس کہ جب فرضوں میں تخفیف کی گئی ہے تو نوافل کیسے جائز ہوں گے، صحیح نہیں کیونکہ فرضوں کی تخفیف کے یہ معنی ہیں کہ دو رکعتوں کو فرض نہیں رکھا بلکہ ان کو نفل بنادیا۔ اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ نفل سفر میں شروع ہونے کے بغیر شروع نہ رہی یہ بات کہ تمام جائز نہیں، سو اسکی وجہ یہ نہیں کہ سفر میں نفل جائز نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام مستلزم ہے صوریہ و مصدقہ اور تاخیر سلام کو اور یہ عارض نوافل میں نہیں ہے اس لئے نوافل شروع ہوں گے، فافہم! باقی ترمذی میں ابن عمرؓ سے مروی حدیث (جس میں ہے کہ میں نے حضور ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے ساتھ سفر کیا اور ظہر اور عصر کے فرائض سے قبل اور بعد دو رکعتیں نوافل نہیں پڑھیں) کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حالت غلبت پر محمول ہے جبکہ احادیث باب حالت اطمینان پر محمول ہیں یا نوافل پڑھنا عزیمت و افضلیت پر اور نوافل نہ پڑھنا رخصت پر محمول ہیں۔

۳۰۱۳- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتیں نہ چھوڑو اگرچہ تم کو دشمن کے سوار بھاگ رہے ہوں۔



۲۰۱۴- عن : عامر بن ربیعہ ؓ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي السُّبْحَةَ فِي اللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ . أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانُ كَذَا فِي زَادِ الْمَعَادِ (۱: ۱۳۴) وَ قَدْ تَقَدَّمَ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ ابْنِ عَمْرِو بَلَفْظَ: أَلُوْثِرُ فِي السَّفَرِ سُنَّةٌ . وَ سَنَدُهُ حَسَنٌ فِي بَابِ وَجُوبِ الْقَصْرِ .

## أبواب الجمعة

### باب عدم جواز الجمعة في القرى

۲۰۱۵- عن : علي ؓ أَنَّهُ قَالَ: لَا جُمُعَةٌ ، وَلَا تَشْرِيقٌ إِلَّا فِي مَضَرٍّ جَامِعٍ . أَخْرَجَهُ أَبُو عُبَيْدٍ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ إِلَيْهِ مَوْقُوفًا . وَ مَعْنَاهُ لَا صَلَاةَ جُمُعَةٍ ، وَلَا صَلَاةَ عِيدٍ . كَذَا فِي فَتْحِ الْبَارِي (۲: ۳۸) . وَ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مَصْنَفِهِ : أَنَبَا الثَّوْرِيُّ عَنْ زُبَيْدِ الْأَيَّامِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّلْمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ ؓ قَالَ: لَا تَشْرِيقٌ ، وَلَا جُمُعَةٌ إِلَّا فِي مَضَرٍّ جَامِعٍ . كَذَا فِي نَصَبِ الرَّايَةِ (۱: ۳۱۳) وَ فِي الدَّرَايَةِ (ص- ۱۳۱) :

اس کو احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور عراقی نے اس کی سند کو صالح کہا ہے۔

فائدہ: چونکہ نبی مطلق ہے اس لئے وہ حضور و سرداروں کو شامل ہوگی اور طَرَدْنَكُمْ الْخَيْلُ سے اس اطلاق کو مزید قوت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ حالت عام طور پر سفری میں ہوتی ہے۔

۲۰۱۳- عامر بن ربیعہ ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سفر میں رات کے وقت سواری پر فو اٹھ پڑھنے دیکھا۔ اس کو شیخین نے روایت کیا ہے اور یہ امر کہ سفر میں وتر پڑھنے کا قانون ہے۔ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے بسند حسن و مشرّفہ کو روچکا ہے (اور وہ ان لوگوں پر حجت ہے جو وتر کو سنت کہتے ہیں اور سفر میں فو اٹھ کو منع کرتے ہیں۔ کیونکہ ابن عباسؓ و زید کو سنت کہتے ہیں اور پھر بھی ان کے سفر میں پڑھنے کو بہن قانون کہتے ہیں..... مترجم) واللہ اعلم۔

## البواب جمعة

### باب گاؤں میں جمعہ جائز نہیں

۲۰۱۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ اور تشریق صرف معراج میں (جائز) ہیں۔ (یعنی جموں کی نماز اور عید کی نماز صرف معراج میں درست ہے) اس کو ابو یحییٰ اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔



إسناده صحيح ۱۰. و روی ابن أبی شیبہ فی مصنفہ : حدثنا جریر عن منصور عن طلحة عن سعد بن عبيدة عن أبي عبد الرحمن أنه قال : قال على ؓ فذكر اللفظ الأول ، وإسناده صحيح ، كذا في عمدة القاری (۳: ۲۶۴). و ذکر الإمام خواهر زادہ فی مسبوطة أن أبا يوسف ذكره في الإملاء مستندا مرفوعا الى النبي ﷺ . و أبو يوسف إمام الحديث حجة ۱۱. كذا في البناية (۱: ۹۸۳). أي فيكون رفعه حجة لأنه زيادة من ثقة فقيل:

۲۰۱۶- عن : عائشة رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ ، قَالَتْ : كَانَ النَّاسُ يَتَنَابَوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي ، فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ . و الحديث أخرجه البخاری ، قال الحافظ في الفتح (۲: ۳۲۱): وفي رواية : يَتَنَابَوْنَ .

۲۰۱۷- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما أَنَّهُ قَالَ : إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ بَعْدَ جُمُعَةِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجَوَاثِي مِنَ الْبُحَيْرَيْنِ . أخرجه البخاری ، قال الحافظ في الفتح : زاد وكيع عن ابن طهمان "في الإسلام" أخرجه أبو داود .

اور خواہر زادہ نے اپنی مسبوطة میں کہا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے اس مضمون کو اپنی املاء میں مرفوعاً روایت کیا ہے (اور زیادتی نقد مقبول ہے)۔  
فائدہ: اس کی سند معلوم نہیں، پس اگر وہ صحیح ہے تب تو کوئی کلام ہی نہیں۔ اور اگر ضعیف ہے تو حضرت علیؓ کی موقوف روایت جو کہ حکماء مرفوع ہے اور حضرت حذیفہؓ کی آئندہ آئینا کی موقوف روایت جو کہ حکماء مرفوع ہے اس کی تائید ہیں لہذا وہ حسن الخیر ہو جائیگی۔  
۲۰۱۶- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لوگ اپنے گھروں اور عوالی سے باری باری سے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں کیونکہ اگر ان پر فرض ہوتا تو یا تو وہ اپنے یہاں جمعہ پڑھتے ، یا سب کے سب مدینہ آ کر جمعہ پڑھتے۔ حالانکہ یہ دونوں امر ثابت نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ان پر جمعہ فرض نہیں اور جبکہ شہر سے باہر والوں پر جمعہ فرض نہیں تو معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔

۲۰۱۷- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مسجد رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے بحرین کے مقام غوثی میں عبد القیس کی مسجد میں جمعہ منعقد کیا گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔



۲۰۱۸- عن : حذیفہ ؓ قَالَ : لَيْسَ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى جُمُعَةٌ إِنَّمَا الْجُمُعُ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ بِثَلَاثَةِ الْمُدَائِنِ. رواه أبو بكر بن أبي شيبة قال : حدثنا عباد بن العوام عن عمر بن عاص عن حماد عن إبراهيم عن حذيفة فذكره . و إبراهيم لم يسمع من حذيفة كذا في آثار السنن (۷۸:۲ و ۷۹).

قلت : رجالہ کلہم ثقات و مراسیل إبراهيم صحاح عندہم ، لا سيما و قد تأید بآثر علی ؓ ، و المرسل حجة عندنا و عند الجمهور خلافا للبعض ، و إذا تأید بقول صحابی فهو حجة عند الكل .

فائدہ: مسجد رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے جوئی میں جمع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جن لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جوئی شہر تھا ان کا بیان صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس کو قریہ کہا ہے ان کی مراد اس کی ہستی ہے جس کا اطلاق شہر پر بھی صحیح ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں ایسے اطلاق کا بکثرت موجود ہیں اور خاص چھوٹی ہستی مراد نہیں ہے جس کو گاؤں کہتے ہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں میں جائز ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جوئی میں سب سے پہلے جمعہ ہوتا۔ کیونکہ عبدالقیس کا اسلام بہت متاخر ہے اور اس وقت بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ اور یہ دعویٰ کہ اس سے پہلے اور کسی گاؤں کے لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے، محض بلا دلیل ہے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ ”و قد عبدالقیس نے بیان کیا“ کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان مضر کے کفار مائل ہیں اس لئے ہم آپ ﷺ کے پاس سوائے اشہر حرم کے دوسرے زمانہ میں نہیں آسکتے“ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے، محض بے معنی ہے کیونکہ اس سے تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ مدینہ اور بحرین کے راستہ میں اور کوئی گاؤں مسلمان نہ ہوا ہو۔ کیونکہ مدینہ اور بحرین کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ اب اگر راستہ میں مدینہ کے قرب کے گاؤں مسلمان ہو گئے ہوں۔ اور باقی گاؤں کافر ہوں تب بھی ان کا غرض صحیح ہے اور جب اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا تو یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ جو گاؤں ان کے راستہ میں نہیں تھے وہ بھی مسلمان نہ ہوئے ہوں، پس یہ دعویٰ محض بے دلیل ہے۔ پس جبکہ یہ دونوں باتیں اس روایت سے ظاہر ہوئیں تو ثابت ہوا کہ یہ روایت خود اختلاف کی دلیل ہے نہ کہ مخالفت کی پس ان کا اس روایت کو لیکر شہر چنانچہ محض دھرمی ہے۔

۲۰۱۸- ابراہیم نخعی، حدیث سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ گاؤں والوں پر جمعہ نہیں ملے۔ بعد ایشیہ شہر والوں پر ہے۔ عیسے دامن (یعنی بڑے شہر والوں پر) اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی تھے ہیں اور ابراہیم نخعی کا ارسال مضر نہیں رہا نہ ان کی مراسیل صحیح ہیں۔ پھر اس کی تائید حضرت علیؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے اور امام ابو یوسفؒ کی روایت سے بھی اور ابن ماجہؒ کی جوئی والی روایت سے بھی۔



۲۰۱۹- عن : الحسن و محمد أنهما قالا : أَلْجُمُعَةُ فِي الْأَمْصَارِ . رواه أبو بكر بن أبي شيبة ، وإسناده صحيح . آثار السنن (۲: ۸۷) .

قلت : و ليس لمن يحتج بقول عمر بن عبد العزيز و الليث بن سعد أن لا يحتج بقول الحسن و محمد بن سيرين ، و قد احتج البيهقي ، و تبعه صاحب التعليق المغني ، و من وافقه من أبناء جنسه بقول ابن عبد العزيز و الليث بن سعد ، كما ذكرناه في الحاشية .

**باب إذا بعث الإمام نائباً له إلى قرية ، و أقام الجمعة بها صحت**

**الجمعة ، و أن الإمام أو نائبه شرط لصحتها**

۲۰۲۰- صح : أَنَّهُ كَانَ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَبْدُ أَسْوَدَ أَمِيرٌ عَلَى الرَّبَذَةِ يُصَلِّي خَلْفَهُ أَبُو ذَرٍّ وَ عَشْرَةُ بَنِ الصَّخَابَةِ الْجُمُعَةَ وَ غَيْرَهَا . ذكره ابن حزم في المحلى ، كذا في شرح المنية للمحلى (ص- ۵۱۲) .

فائدہ: اس سے بھی اشتراط مصر للجمعه ثابت ہوتا ہے پس جبکہ حضرت علی اور حضرت زید کی روایات سے اشتراط مصر ثابت ہوا تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جواٹی گاؤں نہیں تھا بلکہ شہر تھا، کیونکہ اگر وہ گاؤں ہوتا تو اس میں جمعہ کا ہونا ضرور ان کے دعوے کے خلاف ہوتا اور پھر وہ یہ نہ کہہ سکتے کہ جمعہ صرف مصر جامع ہی میں ہوتا ہے۔

۲۰۱۹- حسن بھری اور محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جمعہ شہروں میں ہے (نہ کہ گاؤں میں) اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ یہی ہے اور ان کی تقلید میں صاحب تعلیق مغنی وغیرہ نے جواز جمعہ فی القری پر عمر بن عبد العزیز اور لیث بن سعد کے قول سے استدلال کیا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ان کے لئے عمر بن عبد العزیز اور لیث بن سعد کا قول حجت ہو اور ہمارے لئے حسن بھری اور ابن سیرین کا قول حجت نہ ہو۔

**باب امام یا نائب امام اقامت جمعہ کے لئے شرط ہے اور امام جب اپنا نائب کسی گاؤں میں اقامت جمعہ**

**کے لئے بھیج دے اور وہ جمعہ قائم کرے تو یہ جمعہ صحیح ہے**

۲۰۲۰- یہ روایت صحیح طور پر ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے ایک حبشی غلام کو بڑہ پر حاکم بنا کر بھیجا اور اسکے پیچھے ابو ذرؓ اور دس دیگر صحابی جمعہ وغیرہ پڑھتے تھے۔ یہ ابن حزم نے محلی میں بیان کیا ہے۔



۲۰۲۱- عَنْ : مَوْلَى لَّآلِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ : أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ الْفَرَى الَّتِي بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ مَا تَرَى فِي الْجُمُعَةِ؟ قَالَ : نَعَمْ ! إِذَا كَانَ عَلَيْهِمْ أُبَيْرٌ فَلْيُجْمَعِ . أخرجه البيهقي في المعرفة ، كذا في التعليق الحسن للنيموي (۸۴:۲) وقال : إسناده مجهول .  
 ۸. قلت : لعله أراد مولى لآل سعيد و لكنه تابعي ، و المجهول في القرون الثلاثة لا يضرنا كما ذكره في المقدمة .

۲۰۲۲- حدثنا : وكيع عن جعفر بن برقان قال : كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى غَدِي بْنِ عَبْدِ : أَلَيْمَا أَهْلُ قَرْيَةٍ لَيْسُوا بِأَهْلِ عُمُودٍ يَنْتَقِلُونَ فَأَبْرَ عَلَيْهِمْ أُبَيْرًا يُجْمَعُ بِهِمْ . أخرجه ابن أبي شيبة ، و إسناده ضعيف ، فإن جعفر لم يسمع من عمر بن عبد العزيز ، و لم يثبت سماعه من ابن عدى و أنه لم يسنده ، و لم يذكر أنه شهد الكتابة ، فهو منقطع .  
 كذا في التعليق الحسن (۸۴:۲) قلت : و لكن له شاهد .

فائدہ: استدلال ظاہر ہے، نیز اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اس جگہ صرف ابو ذر اور دس صحابہ ہی رہتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دس اجلہ صحابہ ابو ذرؓ سمیت اس نائب امام جمعی کے چھپے جمعی کی نماز پڑھتے تھے۔  
 ۲۰۲۱- مولى آل سعيد بن العاص نے ابن عمرؓ سے ان بستیوں کے متعلق جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہیں سوال کیا کہ ان میں جمعہ پڑھنے کی بابت آپؐ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب ان پر کوئی امیر ہو تو جمعہ قائم کرے، اس کو بیہقی نے کتاب المعرفة میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد مجہول ہے اور غالباً یہ انہوں نے مولى آل سعيد بن العاص کی بنا پر کہا ہے لیکن چونکہ یہ جہالت قرون ثلاثہ میں ہے اس لئے معزز نہیں۔

فائدہ: اس سے اشتراط امیر للجمعہ ظاہر ہے۔

۲۰۲۲- جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزيز نے اپنے گورنر عدی بن عدی کو لکھا کہ جو بستی والے اہل غیر نہ ہوں جو کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، ان پر ایک حاکم مقرر کر دو، جو ان کے لئے جمعہ کا انتظام کرے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ جعفر اور عمر بن عبد العزيز و نیز جعفر و عدی کے درمیان انقطاع ہے لیکن اس کی تائید عمر بن عبد العزيز کی آئندہ روایت سے ہوتی ہے۔

فائدہ: چونکہ عمر بن عبد العزيز نے بلا حکم مقرر کئے ہوئے جمعی کی اجازت نہیں دی اس سے معلوم ہوا کہ امیر جمعہ کے لئے



۲۰۲۳- عن : عمر بن عبد العزيز أَنَّهُ كَانَ مُتَبَدِّيًا بِالسُّوَيْدَا فِي إِسَارَتِهِ عَلَى الْجَبَّازِ ، فَخَضَرِبَ الْجُمُعَةَ ، فَهَيَّأُوا لَهُ مَجْلِسًا مِنَ النَّطْحَاءِ ، ثُمَّ أَذِنَ بِالصَّلَاةِ ، فَخَرَجَ ، فَخَطَبَ ، وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ، وَجَهَرَ ، وَقَالَ : إِنَّ الْإِنْسَانَ يَجْمَعُ حَيْثُ كَانَ . رواه عبد الرزاق في مصنفه ، كذا في التلخيص الحبير (۱: ۱۳۲) .

۲۰۲۴- عن : علي بن خشرم عن عيسى بن يونس عن شعبة عن عطاء بن أبي سيمونة عن أبي رافع ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ؓ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ ؓ يَسْأَلُهُ عَنِ الْجُمُعَةِ وَهُوَ بِالْبَحْرَيْنِ ، فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ أَنْ يَجْعَلُوا حَيْثُمَا كُنْتُمْ . أخرجه ابن خزيمة صاحب الصحيح . قال البيهقي في المعرفة : إسناده هذا الأثر حسن ، كذا في التعليق المغني (۱: ۱۶۶) .

شرط ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے ان بستیوں میں جو نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہاں کوئی امیر نہ تھا۔ اس سے بھی اشتراط للمجمعہ ظاہر ہے۔

۲۰۲۳- عمر بن عبد العزیزؓ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی حکومتِ حجاز کے زمانہ میں مقامِ سویدا میں دورہ پر تھے، ایسی حالت میں ان کو جمعہ آ گیا۔ لوگوں نے ان کے لئے ایک پتھریلی زمین میں جانے قیامِ درست کی اسکے بعد جمعہ کے لئے اذان دی گئی تو آپ تشریف لائے اور درگشتیں پڑھائیں اور جہر کیا اور فرمایا کہ امام جہاں بھی ہو جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ اسکو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: لیکن ”جہاں بھی ہو“ کا فقرہ اتنا عام نہیں ہے جتنا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ عمر بن عبد العزیز کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی بستی ہونی چاہئے جس میں لوگ مستقل سکونت رکھتے ہوں کیونکہ جنگلوں میں بالاتفاق جمعہ درست نہیں، نیز اس پر لفظ جمعہ بھی دلالت کرتا ہے کہ وہاں جمعہ جائز ہے جہاں اجتماع ہو سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق اقامتِ جمعہ امام کو ہے نہ کہ عوام کو۔

۲۰۲۴- ابورافع سے روایت ہے کہ ابو ہریرہؓ نے، جبکہ وہ بحرین پر حاکم تھے، حضرت عمرؓ کو لکھا کہ وہ وہاں جمعہ قائم کریں یا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کے جواب میں لکھا کہ تم یعنی حکام جہاں کہیں ہوں (یعنی جس بستی میں ہوں) جمعہ قائم کر سکتے ہو۔ اس کو ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔ اور بیہقی نے کتاب المعروف میں اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی اشتراط امیر للمجمعہ ظاہر ہوتا ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہاں جو نہیں ہوتا تھا بلکہ حضرت عمرؓ کے حکم سے اس وقت نیا جمعہ قائم کیا گیا ہے اور بحرین مشہور جگہ ہے جو بحرین میں باذان (گورنر فارس) کا قیام گاہ اور بڑا شہر تھا۔ اس پر بھی



۲۰۲۵- عن : أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قَالَ : خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ، فَقَالَ : إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِي مَقَابِي هَذَا ، فِي سَاعَتِي هَذِهِ ، فِي شَهْرِي هَذَا ، فِي غَابِي هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ . مَنْ تَرَكَهَا بَغَيْرِ عُذْرٍ مَعَ إِمَامٍ عَادِلٍ ، أَوْ إِمَامٍ جَائِرٍ ، فَلَا جَمْعَ اللَّهُ شَمْلُهُ ، وَلَا بُورِكَ لَهُ فِي أَمْرِهِ . أَلَا أَوْ لَا صَلَاةَ لَهُ ، أَلَا وَلَا بِرَّ لَهُ ، أَلَا وَلَا صَدَقَةَ لَهُ . رواه الطبرانی فی الأوسط ، و فیہ موسی بن عطیة الباہلی ، ولم أجد من ترجمہ . و بقیة رجالہ ثقات ، کذا فی مجمع الزوائد (۲۰۹:۱) . قلت : و مثله ثقہ علی قاعدة ابن حبان ، کما ذکرنا فی المقدمة ، و أيضا فلم یذکرہ الذہبی فی المیزان ، ولا الحافظ فی اللسان ، ولا فی فصل المتفرقات ، فهو إما ثقہ أو مستور ، کما قالہ فی آخر اللسان (۸۶۶:۶) .

۲۰۲۶- و رواہ جماعة ، منهم یحیی بن صاعد بن عبد اللہ ، و علی بن الحسن بن جرموثہ عن مہنا بن یحیی السامی صاحب الإمام أحمد ( وثقہ الدار قطنی و ابن حبان ) عن زید بن أبی الزرقاء عن سفیان الثوری عن علی بن زید عن سعید بن المسیب عن جابر رضی اللہ عنہ قَالَ : خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ : إِنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ

حضرت ابو ہریرہؓ کا حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ جمعہ کیلئے اذن امام کی ضرورت ہے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی طرف سے صراحت یا کم از کم دلالت اجازت ضروری ہے۔ ابو ہریرہؓ اگرچہ حضرت عمرؓ کی طرف سے نائب مقرر تھے۔ اور ان کو دلالت اجازت بھی حاصل تھی۔ لیکن اسکے باوجود انہوں نے احتیاطاً صراحت اجازت حاصل کی۔ اور اگر امام یا اسکے نائب کا ہونا صحیح جمعہ کیلئے شرط نہ ہوتا تو ابو ہریرہؓ کے سوال کا کوئی مقصد نہیں بنتا۔

۲۰۲۵- ابوسعید خدریؓ نے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ہمارے سامنے تقریر فرمائی اور اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اے جبکہ اسی وقت اسی مہینہ میں اسی سال میں تم پر جمعہ کو قیامت تک کے لئے فرض فرمایا ہے۔ سو جو شخص اس کو امام عادل یا جائز کے ساتھ بلا عذر ترک کرے خدا اس کی حالت درست نہ کرے اور اسکے کاموں میں برکت نہ دے ، نہ اس کی نماز مقبول ہے اور نہ اس کا حج اور نہ اس کی کوئی نیکی مقبول ہے اور نہ صدقہ ۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں موسیٰ بن عطیہ ایک راوی ہے جو کہ ابن حبان کے قاعدہ سے ثقہ ہے اور لسان المیزان کے قاعدہ سے یا ثقہ ہے یا مستور۔



فی یومیّ هذا . الحدیث بطولہ کذا فی اللسان (۶: ۱۰۸) . رجالہ کلہم ثقات إلا علی بن زید وهو مختلف فیہ ، وثقہ یعقوب بن شبیبہ وقال الترمذی : صدوق ، وقال الساجی : کان من أهل الصدق ، و یحتمل لروایۃ الجلة عنه اھ من التہذیب (۸: ۳۲۲) .

قلت : روى عنه شعبۃ وهو لا یروی إلا عن ثقۃ ، كما قد عرف ، أخرج له مسلم فی الصحیح مقرونا ، واحتج بہ أصحاب السنن ، و البخاری فی الأدب ، كما فی التہذیب أيضا . فالحدیث حسن . و أخرجه ابن ماجۃ مطولا من طریق العدوی عن علی بن زید قال ابن عبد البر : إن جماعة أهل العلم بالحدیث یقولون : إنه من وضعه . وإنہم حملوه علیہ من أجلہ . قال : لكن وجدنا من روایۃ غیرہ ثم ذکر أن محمد بن وضاح - و کان ثقۃ - حدث بہ عن ابن أبی خیشمۃ عن محمد بن مصفی عن بقیۃ عن حمزۃ بن حسان عن علی بن زید بہ ، کذا فی اللسان . قال الحافظ : و أما هذا الإسناد فلیس فیہ سوى حمزۃ بن حسان ، وهو مجهول اھ . وقال العینی فی العمدة : و رواہ الطبرانی فی الأوسط عن عمر مثله . و الحدیث إذا روى من وجوه ، و طرق مختلفۃ تحصل له قوۃ ، فلا یمنع من الاحتجاج بہ اھ .

۲۰۲۶- اور یہ روایت دوسری سند سے جاڑ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جمعہ کے دن ہم سے خطاب فرمایا اور کہا کہ آج کے دن سے اللہ نے تم پر جو فرض کر دیا ہے (الحدیث) کذا فی اللسان مگر اس میں علی بن زید مختلف فیہ ہے۔ نیز طبرانی نے اس کو ابن عمرؓ سے بھی روایت کیا ہے پس تعدّد طرق سے یہ روایت قابل استدلال ہے۔

فانکروہ: اس سے جمعہ کے لئے امام کا شرط ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں وعید کو ترک جمعہ مع الامام پر مرتب کیا گیا ہے۔ نیز یہ امام یا اسکے نائب کا ہونا وجوب اور صحت جمعہ دونوں کے لئے شرط ہے کیونکہ یہ شرط غیر مصلیٰ کی طرف راجع ہے اور جو شرط غیر مصلیٰ کی طرف راجع ہو وہ صحت کے لئے بھی شرط ہوا کرتی ہے جیسے مصر ہونا وغیرہ، نیز عمدۃ القاری میں ہے کہ شروع سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ خود بادشاہ یا اسکا نائب باذن ہی جمعہ پڑھاتا ہے اور اگر یہ نہ ہوں تو ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ اور یہ صاحب عمدہ کی طرف سے اجماع کا نقل کرتا ہے۔ مذکورہ بالا آثار صحابہؓ بھی اس کے مؤید ہیں۔



## باب لا جمعة إلا بجماعة ، وأقلها ثلاثة سوى الإمام

۲۰۲۷- عن : طارق بن شهاب عن النسي عليه السلام قَالَ : أَلْجُمْعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ . الحديث . و سياتي مطولا رواه أبووداد (۱: ۱۲۷) و صححه النووي و الحاكم على شرط الشيخين ، و قال الحافظ في التلخيص (۱: ۱۳۷) : صححه غير واحد .

۲۰۲۸- عن : بقية ثنا معاوية بن يحيى ثنا معاوية بن سعيد التجيبي ثنا الزهري عن أم عبد الله الدؤيبية قالت : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عليه السلام : أَلْجُمْعَةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ قَرْيَةٍ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا إِلَّا أَرْبَعَةٌ يَغْنِي بِالْقَرْيَةِ الْمَدَائِنِ . أخرجه الدار قطني (۱: ۱۶۵) و قال : لا يصح هذا عن الزهري اه . قلت : ولكنه حسن الإسناد كما سند كره .

## باب جمع کے لئے جماعت شرط ہے اور جماعت امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی ہیں

۲۰۲۷- طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلمان پر (جس میں شرائط واجبہ موجود ہوں) حق اور ثابت ہے۔ جماعت کے ساتھ۔ اسکو ابووداد نے روایت کیا ہے اور نووی اور حاکم وغیرہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس روایت میں وجوب کو فی جماعۃ کے ساتھ متعید کرنا ظاہر ہے کہ جماعت جمعہ کے لئے شرط ہے۔ یعنی اگر جماعت نہ بن سکے تو جمعہ واجب ہی نہیں ہوتا کیونکہ شرطیت کے یہی معنی ہیں۔ علامہ عینی نے عمدۃ میں کہا ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ منفرد کا یعنی بغیر جماعت کے جمعہ نہیں ہوتا اور بدائع میں ہے کہ لفظ جمعہ جس لفظ سے مشتق ہے، کم از کم اسکے معنی کا لحاظ کرنا تو ضروری ہوتا چاہیے جیسے رهن، رنج صرف اور رنج سلم میں اسکے مشتق منہ کے معانی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس لئے تو حضور ﷺ نے ہمیشہ جماعت کے ساتھ ہی جمعہ اور افرامایہ اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

۲۰۲۸- معاویہ بن سعید صحیحی بواسطہ زہری، ام عبد اللہ دوسرے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر ہستی پر واجب ہے اگرچہ اس میں صرف چار ہی آدمی ہوں (جو کہ مکلف بہ جمعہ ہوں) اور ہستیوں سے مراد شہر ہیں۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور گو انہوں نے کہا ہے کہ یہ روایت زہری سے ثابت نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت حسن ہے اور دارقطنی نے اسکو دو اور سندوں سے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔ جس میں ہے کہ ام عبد اللہ دوسرے فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر اس ہستی والوں پر واجب ہے جس میں امام ہو اور اس میں اگرچہ صرف چار ہی آدمی ہوں۔ اور دوسری سند سے یہ لفظ ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر ہستی والوں پر واجب ہے اگرچہ وہ ہستی والے صرف تین آدمی ہوں اور چوتھا ان کا امام ہو۔ مگر دونوں سندیں ضعیف ہیں لیکن تینوں سندوں کے لئے سے روایت کو خیر بوقت ہو جاتی ہے۔



ثم أخرجه من طريق الوليد بن محمد الموقري : ثنا الزهري حدثني أم عبد الله الدوسية قالت : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : أَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ قَرْيَةٍ فِيهَا إِمَامٌ ، وَإِنْ لَمْ يَكُونُوا إِلَّا أَرْبَعَةٌ . وقال : الموقري متروك اه . قلت : هو من رجال الترمذي . أثنى عليه أبو زرعة الدمشقي وغيره . ولكن الراوى عنه تالف بالمرة ، كما سنذكره .

ثم أخرجه من طريق الحكم بن عبد الله بن سعد عن الزهري ، عن الدوسية مرفوعا بلفظ : أَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلَى أَهْلِ كُلِّ قَرْيَةٍ وَإِنْ لَمْ يَكُونُوا إِلَّا ثَلَاثَةٌ . رَابِعُهُمْ إِمَامُهُمْ . وقال : الحكم هذا متروك اه . قلت : نعم ، ولكنه تأيد باللذين قبله .

### باب أن وقت الجمعة بعد الزوال

۲۰۲۹ - عن : المغيرة بن عبد الرحمن عن مالك عن الزهري عن عبيد الله عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ : أَمَّا النَّبِيُّ ﷺ أَلْجُمُعَةُ قَبْلَ أَنْ يُهَاجِرَ ، وَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُجَمِّعَ بِمَكَّةَ ، فَكَتَبَ إِلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ : أَمَّا بَعْدُ ، فَاَنْظُرِ الْيَوْمَ الَّذِي تَجْهَرُ فِيهِ الْيَهُودُ بِالزُّبُورِ ،

فائدہ: اس روایت میں ”اگر چہ اس میں صرف چار ہی آدمی ہوں“ کا فقرہ بتاتا ہے کہ جماعت ضروری ہے اور وہ کم از کم چار آدمی ہیں۔ اور آخری طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے سوا چار آدمی بھی جماعت کے لئے کافی ہیں لہذا معلوم ہوا کہ تین مقتدیوں سے کم کی جماعت جمعہ کے لئے کافی نہیں ورنہ حضور ﷺ اس کو بھی ذکر فرماتے، نیز قرآن کی آیت میں لفظ ”قاسموا“ بھی جماعت کا تقاضی ہے جو کہ کم از کم تین ہے۔

تنبیہ: یہ بھی یاد رکھیں کہ صرف چار آدمیوں کے ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس ہستی میں صرف چار آدمی رہتے ہوں تو بھی کافی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ہستی میں مسلمان صرف چار ہوں باقی غیر مسلم و کافر ہوں تب بھی جمعہ پڑھو، کیونکہ جس ہستی کے کل باسی چار آدمی ہوں تو وہ ہستی نہیں بلکہ جنگل ہے، جس میں کوئی بھی جمعہ کا قائل نہیں۔

### باب جمعہ کا وقت بعد زوال ہے

۲۰۲۹ - ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی ہی جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہو چکی تھی مگر آپ ﷺ وہاں غلبہ کفار کی وجہ سے جمعہ کا انتظام نہ کر سکے۔ اس لئے آپ ﷺ نے مدینہ میں مصعب بن عمیرؓ کو لکھا کہ تم اس روز کو دو کھجوریں دن



فَاجْمَعُوا نِسَانَكُمْ ، وَ اَبْنَاءَكُمْ ، فَاِذَا مَالَ النَّهَارُ عَنْ شَطْرِهِ عِنْدَ الزَّوَالِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ، فَتَقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ بِرُكْعَتَيْنِ . قَالَ : فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ جَمَعَ حَتَّى قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ ، فَجَمَعَ عِنْدَ الزَّوَالِ مِنَ الظُّهْرِ ، وَ اَظْهَرَ ذَلِكَ . رواه الدار قطنی ، كما فی التلخیص الحبیر (۱: ۱۳۳) . ( و لعله أخرجه فی غرائب مالك فإني لم أجده فی سننه ) . والمذكور من السند رجاله كلهم ثقات من رجال الصحيح ، و فی المغيرة كلام لا يضر ، فقد وثقه ابن معين ، و ابن حبان ، و أبو زرعة ، و أخرج له البخاری فی الصحيح (تهذيب - ۱۰: ۲۶۶) ، و عادة المصنفين أن ما يحذفونه من الإسناد يكون سالما من الكلام . و ذكره الحافظ فی الفتح (۲: ۲۹۴) أيضا مختصرا فهو إما حسن ، أو صحيح على قاعدته .

۲۰۳۰- عن : أنس بن مالك رضي الله عنه ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ جَنِينَ نَجِيلُ الشَّمْسِ . رواه الإمام البخاری (۱: ۱۲۳) .

۲۰۳۱- عن : سلمة بن الأكوع رضي الله عنه قال : كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذَا

یہود یوریلند آواز سے پڑھتے ہیں اور اپنی عورتوں اور مردوں کو جمع کر دو (یعنی جمع کے روز) پس جس وقت جمع کے روز دن ڈھل جائے تو دو رکعتیں پڑھ کر خدا سے قرب حاصل کرو۔ پس مصعب بن عمیرؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعہ کا اہتمام کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ یہ تشریف لائے۔ اور زوال کے وقت جمعہ پڑھایا اور اس کو ظاہر کیا۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور حافظ نے فتح الباری میں اس کو مختصر روایت کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حسن یا صحیح ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اول جمعہ تھا اور خود حضور ﷺ نے اس کے لئے بعد الزوال وقت کی تعیین بھی خودی فرمادی اور اگر جمعہ کیلئے قبل الزوال بھی وقت ہوتا تو حضور ﷺ ضرور اس کو نوا و نفل بیان فرماتے۔ جیسا کہ دوسری نمازوں کیلئے حدیث جبرئیل اور حدیث سائل عن وقت الصلوۃ میں بیان فرمایا۔ لیکن کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے خود قبل الزوال جمعہ پڑھا ہو یا کسی کو اسکی اجازت دی ہو، بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ بعد الزوال جمعہ پڑھا اور بعد الزوال پڑھنے کا حکم فرمایا۔

۲۰۳۰- انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت جمعہ پڑھتے تھے جب کہ آفتاب ڈھل جاتا تھا۔ اسکو

بخاری نے روایت کیا ہے۔



زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَزَجُ نَتَّعُ الْفَيْءَ . رواه الإمام مسلم (۲۸۳:۱) .

۲۰۳۲- عن : جابر رضی اللہ عنہ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الْجُمُعَةَ .

رواه الطبرانی فی الأوسط ، وإسناده حسن ، كذا فی التلخیص الحبر (۱۳۴:۱) .

۲۰۳۳- عن : سويد بن غفلة : أَنَّهُ صَلَّى مَعَ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَعُمَرُ رضی اللہ عنہ حِينَ زَالَتِ

الشَّمْسُ . رواه ابن أبي شيبة ، وإسناده قوى ، كذا فی فتح الباری (۳۲۱:۲) .

۲۰۳۴- عن : مالك بن أبي عامر أنه قال : كُنْتُ أَرَى طُنْفَسَةً لِعَقِيلِ بْنِ أَبِي

حَنْبَلٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَطْرُقُ إِلَى جِدَارِ الْمَسْجِدِ الْغَرْبِيِّ ، فَإِذَا غَشَى الطَّنْفَسَةُ كُلَّهَا ظِلُّ

أَنْجَذَارٍ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، وَصَلَّى الْجُمُعَةَ . قَالَ مَالِكٌ : ثُمَّ نَزَجُ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ ،

فَيَقِيلُ قَائِلَةَ الضُّحَا . رواه مالك في الموطأ (ص-۴) . وإسناده صحيح كذا في فتح

الباري (۳۲۱:۲) . وفيه أيضا : وهو ظاهر في أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَخْرُجُ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ اهـ .

۲۰۳۵- عن : أبي إسحاق ، أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ عَلِيٍّ الْجُمُعَةَ بَعْدَ مَا زَالَتِ الشَّمْسُ .

رواه ابن أبي شيبة وإسناده صحيح ، كذا في فتح الباری (۳۲۱:۲) .

۲۰۳۱- سلمۃ بن الأكوعؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت جمعہ پڑھتے تھے جبکہ آفتاب ڈھل

جاتا تھا اور ہم دیواروں کا سایہ ڈھونڈتے ہوئے اپنے گھر لوٹتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۳۲- جابرؓ سے مروی ہے کہ جب آفتاب ڈھل جاتا اس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔ اس کو طبرانی نے

بسنن حسن روایت کیا ہے۔

۲۰۳۳- سويد بن غفلةؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے ساتھ اس وقت جمعہ کی نماز پڑھی

جبکہ آفتاب ڈھل چکا تھا۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

۲۰۳۴- مالک بن ابی عامر سے روایت ہے کہ میں دیکھتا تھا کہ عقیل بن ابی طالب کی چٹائی مسجد کی دیوار غربی کے نیچے

بچھا دی جاتی تھی پس جب اس پوری چٹائی پر سایہ آ جاتا اس وقت عمر بن الخطابؓ تشریف لاتے اور نماز جمعہ پڑھاتے ، اس کے بعد ہم

واپس ہوتے اور دوپہر کا آرام کرتے۔ اس کو مالک نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ : اس سے ظاہر ہے کہ عمر بن الخطابؓ بعد الزوال تشریف لاتے تھے۔



۲۰۳۶- عن : سَمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ : كَانَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رضی اللہ عنہ يُصَلِّي بِنَا الْجُمُعَةِ بَعْدَ مَا تَزُولُ الشَّمْسُ . رواه ابن أبي شيبة بإسناد صحيح . كذا في المفتح (۲: ۳۲۲) أيضا .

### باب خطبة الجمعة وما يتعلق بها

۲۰۳۷- عن : عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ : مَنْ أَدْرَكَ الْخُطْبَةَ فَالْجُمُعَةُ رُكْعَتَانِ ،

۲۰۳۵- ابواسحاق سہمی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ کے پیچھے جمعہ کی نماز زوال کے بعد پڑھی۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۳۶- شمس کا بن حرب کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیرؓ نے ہم کو جمعہ کی نماز زوال کے بعد پڑھائی۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکر نعمان بن بشیرؓ تک یہی طریق عمل رہا ہے کہ جمعہ کی نماز زوال کے بعد پڑھی جاتی تھی۔ پس جبکہ اس واقعہ پر نظر کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ دوسرے امور کو منضم کیا جاتا ہے:

مثلاً (۱) یہ کہ جمعہ کا مقام ظہر ہے اسلئے اس کا وقت وہی ہونا چاہئے جو ظہر کا وقت ہے (۲) یہ کہ اسکے آخر وقت میں اتفاق ہے کہ اس کا آخر وقت وہی ہے جو ظہر کا آخر وقت ہے لہذا اس کا اول وقت بھی وہی ہونا چاہئے جو ظہر کا اول وقت ہے (۳) یہ کہ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ سے پہلے اس میں کسی کا اختلاف نہیں تھا بلکہ تعامل مسلمین اسی پر رہا ہے کہ اس کو زوال کے بعد پڑھا جاتا تھا تو ان تمام باتوں سے بالکل اطمینان ہو جاتا ہے کہ جمعہ کا وقت بعد زوال ہی ہے اور اس کا زوال سے پہلے پڑھنا جائز نہیں۔ اور جن بعض روایتوں سے امام احمد اور ابی ائمن کو مخالف ہوا ہے وہ یا مؤول ہیں یا غیر ثابت، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ ”كُنَّا نَتَكَبَّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقْبُلُ بَعْدَ الْخُفَّةِ“ تو ان سے مراد یہ ہے کہ ظہر کی نماز چونکہ ہم دیر سے پڑھتے تھے اور پہلے قیلولہ کر لینے تھے لہذا جمعہ کی نماز ہم جلدی یعنی اول وقت میں پڑھ کر بعد میں قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے۔ اسی طرح بعض روایات میں لفظ عید سے انکو دھوکا لگا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اگر وقت جمعہ میں عید کے مشابہا ہوتے ہوں تو باقی احکام عدم جواز صوم، خطبہ بعد العید اور عدم جواز نفل میں بھی اس کو اسکے مشابہ مانو۔ اور بالفرض اگر وہ ثابت اور غیر مؤول ہوں تو امام احمد اور ابی ائمن سے پہلے انکو کسی نے قبول نہیں کیا اس لئے وہ قابل حجت نہیں۔ اس کے علاوہ زوال کے بعد جمعہ پڑھنے میں احتیاط بھی ہے۔

### باب خطبہ جمعہ اور اسکے متعلقات کے بیان میں

۲۰۳۷- عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس نے خطبہ پالیا اسکے لئے جمعہ دو رکعتیں ہیں اور جس کو خطبہ نہ ملا



وَمَنْ لَمْ يُدْرِ كُفَّهَا فَلْيَصِلْ أَرْبَعًا ، وَمَنْ لَمْ يُدْرِكَ فَلَا يَغْتَدِّ بِالسُّجْدَةِ حَتَّى يُدْرِكَ الرَّكْعَةَ .  
رواہ الطبرانی فی الکبیر ، و رجالہ ثقات ، کذا فی مجمع الزوائد (۱: ۲۱۸) .

۲۰۳۸- عن : عمر بن الخطاب قال : إِنَّمَا جُعِلَتِ الْخُطْبَةُ مَوْضِعَ الرَّكْعَتَيْنِ ، مَنْ فَاتَتْهُ الْخُطْبَةُ صَلَّى أَرْبَعًا . أخرجه عبد الرزاق و ابن أبي شيبة في مصنفيهما ، کذا فی کنز العمال (۴: ۱۴۰) : و لم أقف علی سندہ ، ولكنه تأييد بالأثر المذكور قبله . وقال الحافظ في التلخيص (۱: ۱۴۰) : حديث عمر و غيره أنهم قالوا : إِنَّمَا قُصِرَتِ الصَّلَاةُ لِأَجْلِ الْخُطْبَةِ . (رواه ) ابن حزم من طريق عبد الرزاق بسند مرسل عن عمر اه . ولم يعله إلا بالإرسال ، و مرسل القرون الثلاثة مقبول عندنا .

وہ چار پڑھے اور جو نماز میں بعد میں شریک ہوا وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے جس میں وہ ملا ہے ، جب تک اسے اس رکعت کا رکوع نہ مل جائے ۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں ۔

۲۰۳۸- عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ خطبہ بجائے دو رکعت کے ہے ، لہذا جس کو خطبہ نہ ملے اس کو چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں ۔ اس کو عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے ۔ اور حافظ مخفی میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو غیری کی حدیث کا یہ مطلب ہے کہ خطبہ کی وجہ سے دو رکعتیں کم کی گئیں ۔ اور ابن حجر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ارسال کے سوا اور کوئی علت نہیں ہے اور قرون ثلاثہ میں ارسال ہمارے یہاں مضربیں اس لئے روایت مقبول ہے ۔

فائدہ : ان روایات سے خطبہ کا نماز جمعہ کے لئے شرط ہونا ظاہر ہے کیونکہ حضرت عمرؓ صاف فرما رہے ہیں کہ خطبہ بجائے دو رکعت کے ہے لہذا جس کو خطبہ نہ ملے وہ چار رکعتیں ظہر کی پڑھے اور عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول بھی اسی کے قریب ہے اور خطبہ نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ خطبہ پڑھنے والا امام نہ ملے یا امام نے خطبہ ہی نہ پڑھا ہو اور نہ خطبہ حقیقہ ملے اور نہ ہی حکماً کیونکہ اگر امام نے خطبہ پڑھا ہو اور مقتدی بعد میں آکر نماز میں شریک ہوا تو اس نے خطبہ پالیا جیسے کسی نے امام کی قراءت نہیں پائی مگر رکوع پالیا تو اس نے قراءت پالی ۔ اس مطلب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آئندہ ایسی روایات آئیں گی کہ جس نے جو کہ ایک رکعت پالی تو اس نے جمعہ پالیا اور ظاہر ہے کہ جس نے ایک رکعت نہیں پائی اس نے خطبہ بدرجہ اولیٰ نہیں پالیا ، پس معلوم ہوا کہ خطبہ پڑھنے والا امام نہ ملے یا وہ خطبہ نہ پڑھے تو جمعہ نہیں ہوگا بلکہ ظہر پڑھنا واجب ہوگی اور یہی معنی ہیں خطبہ کے شرط ہونے کے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے کہ خطبہ نماز جمعہ کے لئے شرط ہے اور یہ روایات اجماع کے لئے سند ہیں ۔ علماء امت نے ان روایات سے اس مضمون پر استدلال کیا ہے جیسا کہ مخفی حیر سے علماء شافعیہ کا استدلال مفہوم ہوتا ہے واللہ اعلم ۔



۲۰۳۹- عن : جابر رضی اللہ عنہ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا ، ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا ، فَمَنْ تَبَاكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ ، فَقَدْ وَ اللَّهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِي صَلَاةٍ . رواه مسلم (كتاب الجمعة ۱: ۲۸۳).

۲۰۴۰- عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال : كُنْتُ أَصَلِّيُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قُضَا ، وَ خُطْبَتُهُ قُضَا . رواه مسلم (كتاب الجمعة ۱: ۲۸۴).

۲۰۴۱- عن : أبي وائل ، خَطَبَنَا عُمَارُ رضی اللہ عنہ ، فَأَوْجَزَ وَأَبْلَغَ ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا : يَا أَبَا الْيَقْظَانِ ! لَقَدْ أَبْلَغْتَ وَأَوْجَزْتَ ، فَلَوْ كُنْتَ تَنَفَّسْتَ فَقَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَ قِصَرَ خُطْبَتِهِ مِثْنَةٌ مِنْ فَسْهِهِ فَأَطِيعُوا الصَّلَاةَ ، وَ أَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ ، وَ إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ بَسْخَرًا . رواه مسلم (كتاب الجمعة ۱: ۲۸۶).

۲۰۳۹- جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے ، اس کے بعد بیٹھ جاتے ، اس کے بعد پھر کھڑے ہوتے اور کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پس جو کوئی تم سے یہ کہے کہ آپ ﷺ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے اس نے لگا لگا کر کہہ کر میں نے خدا کی قسم آپ ﷺ کے ساتھ (جمعا اور غیر جمعا کر) دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھیں ہیں (اسلئے میں آپ ﷺ کی عادت سے بخوبی واقف ہوں) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: نفس خطبہ ، محبت جمعہ کے لئے شرط ہے اور دو خطبے درمیان میں وقفے کے ساتھ مسنون ہیں۔ نیز اس حدیث سے دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے ، اور کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا مسنون ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

۲۰۴۰- جابر بن سمرة سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا سو آپ ﷺ کی نماز بھی متوسط ہوتی تھی اور آپ ﷺ کا خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی طویل خطبہ اور طویل نماز سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۲۰۴۱- ابو وائل سے مروی ہے کہ عمارؓ نے ہمارے سامنے خطبہ پڑھا سو آپ نے اسے مختصر کیا اور کمال کو پہنچایا ، پس جب وہ منبر سے نیچے اترے تو ہم نے کہا کہ اے ابو یقظان ! آپ نے خطبہ کو کمال کو پہنچایا اور مختصر کیا ، کاش آپ زاردار کر دیتے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے نماز کی درازی اور خطبہ کا اختصار اس کے فہم کی دلیل ہے ، سو تم نماز کو رازدار کیا کرو اور خطبہ کو مختصر کیا کرو اور بعض بیان تو جادو ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔



۲۰۴۲- عن : أبی ہریرۃ ؓ قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيهَا

تَشَهُدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ . رواه الترمذی (۱: ۱۳۱) وقال : حسن غریب .

۲۰۴۳- عن : أخت لعمرۃ رضی اللہ عنہا ، قَالَتْ : أَخَذْتُ قِ وَالْقُرْآنَ مِنْ فِی

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَهُوَ یَقْرَأُ بِهَا عَلَی الْجَنْبَرِ فِی كُلِّ جُمُعَةٍ . رواه مسلم (باب

الجمعة ۱: ۲۸۶) .

۲۰۴۴- عن : یَعْلٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقْرَأُ عَلَی الْجَنْبَرِ " وَنَادَوْا

يَا مَالِكُ " . رواه مسلم (كتاب الجمعة ۱: ۲۸۶) .

۲۰۴۵- عن : أبی بن کعب ؓ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ نِزَانَةً وَهُوَ

قَائِمٌ یَذْكُرُ بِآيَاتِ اللَّهِ . رواه عبد اللہ بن أحمد من زیاداتہ ، و رجالہ رجال الصحیح کذا فی

مجمع الزوائد (۱: ۲۱۷) ، وهو صحیح ، کذا فی کنز العمال (۴: ۲۷۵) .

فائدہ: یعنی نماز خطبہ کی نسبت کچھ دراز ہونی چاہیے۔

۲۰۴۲- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس خطبہ میں تشہد نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے کٹا ہوا ہاتھ

(یعنی ناقص ہے)۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے خطبہ میں تشہد کا تاکد معلوم ہوتا ہے۔

۲۰۴۳- عمرہ کی بہن کبھی ہیں کہ میں نے قی والقرآن المجید متعدد دفعوں میں رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سن کر یاد کی

ہے، آپ ﷺ اسے تقریباً ہر جمعہ میں منبر پر پڑھتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۴۴- یعنی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر "و نادوا یا مالک" پڑھتے سنا۔ اس کو مسلم نے

روایت کیا ہے۔

۲۰۴۵- ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی حالت میں کہ وہ خدا کے دنوں کو یاد دلارہے تھے۔

(یعنی حق تعالیٰ کے افعال کی نیونگیاں ظاہر فرما رہے تھے) جمعہ کے دن سورہ براءت پڑھی (جس میں کفار کی کمال مقہوری اور بے بسی کا

بیان ہے) اس کو عبد اللہ بن احمد نے سند صحیح روایت کیا ہے۔



۲۰۴۶- عن: أبي بن كعب رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَبَارَكَ وَهُوَ قَائِمٌ، فَنُذِرُنَا بِأَيَّامِ اللَّهِ. الحديث. رواه ابن ماجة (باب ما جاء في الاستماع للخطبة والانصات لها- ۱: ۱۷۷). وفي الزوائد اسناده صحيح و رجاله ثقات قاله السندی.

۲۰۴۷- عن: النعمان رضی اللہ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ يَقُولُ: أُنْذِرُكُمْ النَّارَ. أُنْذِرُكُمْ النَّارَ حَتَّى لَوْ أَنَّ رَجُلًا كَانَ بِالسُّوقِ لَسَمِعَهُ بَيْنَ مَقَابِي هَذَا، قَالَ: حَتَّى وَقَعْتَ خِمِصَةً كَانَتْ عَلَى عَاتِقِهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ، وَسَمِعَ أَهْلَ السُّوقِ صَوْتَهُ وَخَوَّ عَلَى الْمُنْبِرِ. رواه أحمد، و رجاله رجال الصحيح، كذا في مجمع الزوائد (۱: ۲۱۷).

۲۰۴۸- عن: غلبي رضی اللہ عنہ أَوْ عَنِ الرَّبِيعِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُنَا، فَنُذِرُنَا بِأَيَّامِ اللَّهِ، حَتَّى نَعْرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ. وَكَأَنَّهُ نَذِيرُ قَوْمٍ يُضْبِحُهُمُ الْأَمْرُ غَدَوَةً، وَكَانَ إِذَا كَانَ خِدِينُثُ غَهْدٍ بِجِجْرِيْلٍ لَمْ يَنْسَسْهُ ضَاحِكًا حَتَّى يَرْتَقِعَ. رواه أحمد و البزار و الطبرانی

۲۰۴۹- ابی ابن کعب سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن سورۃ تبارک الی پڑھی اور ہم کو سننے والوں کے دل یاد دلانے۔ اس کو ابن ماجہ نے سند صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان آثار و احادیث سے خطبہ میں قرآن پاک کی آیات پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔

۲۰۵۰- نعمان کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ پڑھتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے اس میں یہ الفاظ کہے کہ میں تم کو دوزخ سے ڈراتا ہوں، میں تم کو دوزخ سے ڈراتا ہوں (نہایت جوش کے ساتھ) فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بازار میں نہ ہو، تو وہ بھی یہاں سے اس کو سن سکتا تھا، یہاں تک کہ اسی جوش میں آپ ﷺ کی کمری بھی آپ کے کان سے سے اتر کر آپ ﷺ کے پاؤں پر آ پڑی ایک روایت میں ہے کہ بازار والوں نے آپ ﷺ کی آواز سنی حالانکہ آپ منبر پر تھے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس نے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ اونچی آواز سے دیا جائے اور یہ مستحب ہے۔

۲۰۵۱- حضرت علیؓ یا زہر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ سناتے اور ہمیں حق تعالیٰ کے دن یاد دلاتے (جن میں انہوں نے ٹکڑا کر سنائیں وہی ہیں) یہاں تک کہ اس کا اثر (خوف) آپ کے چہرہ میں محسوس ہوتا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ خدشہ کے خطرہ سے مطلع کرنے والے ہیں جن پر صبح کے وقت حملہ ہونے والا ہے۔ اور نبی آپ ﷺ کے پاس جبریل آتے تھے تو



فی الکبیر و الأوسط بنحوہ، و أبو یعلی عن الزبیر وحده، و رجالہ رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد (۲۱۷:۱)، و فی التلخیص (۱۳۴:۱) نقلہ بروایۃ أحمد إلی قوله: قوم، ثم قال: و رجالہ ثقات اہ۔

۲۰۴۹- عن: جابر بن سمرة السوائي رضی اللہ عنہ قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يُطْبِلُ الْمَوْعِظَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِنَّمَا هُنَّ كَلِمَاتٌ يَسِيرَاتٌ. رواه أبو داود (باب إقصار الخطب ۱: ۴۳۲) . و فی نیل الأوطار (۱۴۵:۳): سكت عنه أبو داود والمنذرى، و رجال إسناده ثقات اہ۔

۲۰۵۰- عن: الحكم بن حزن الكلبي رضی اللہ عنہ في حديث طويل: شَهِدْنَا الْجُمُعَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَامَ مَتَوَكِّفًا عَلَى عَصَا أَوْ قَوْسٍ، فَحَمِدَ اللَّهَ، وَ أَثْنَى عَلَيْهِ كَلِمَاتٍ خَفِيفَاتٍ طَيِّبَاتٍ مُبَارَكَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ لَنْ تَطِيقُوا أَوْ لَنْ تَفْعَلُوا كُلَّ مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَلَكِنْ سَدِّدُوا وَ أَنْبِشِرُوا. رواه أبو داود (باب الرجل يخطب على قوس ۱: ۴۲۸)، و فی التلخیص الحبیر (۱۳۷:۱): و إسناده حسن فيه شهاب بن خراش و قد اختلف فيه و الأكثر وثقه و قد صححه ابن السكن و ابن خزيمة اہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نہ آنی تھی تا وقتیکہ وہ روانہ نہ ہو جائیں (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان نہ ہو جائے کیونکہ ان کی موجودگی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف رہتا تھا کہ شاید کوئی عذاب وغیرہ کا حکم لائے ہوں اور جب چلے جاتے تو اطمینان ہو جاتا) اس کو احمد اور بزار نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے کبیر اور الأوسط میں اس کے قریب قریب روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ نے اسے سمہا زبیر سے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور تنقیص میں اس کو بروایت احمد مختصر روایت کر کے کہا ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۲۰۴۹- جابر بن سمرة السوائي سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز وعظ کو طول نہ دیتے تھے بلکہ مختصر باتیں ہوتی تھی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے و نیز منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۲۰۵۰- حکم بن حزن کلبی ایک لمبی حدیث کے ضمن میں کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی یا کمان پر سہارا کر کے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی بحالیکہ وہ حمد و ثنا چند مختصر اور نہایت عمدہ اور بابرکات کلمات تھے اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! جن باتوں کا تم کو حکم دیا گیا ہے تم ان تمام باتوں کو (مزامعات نفسانیہ اور معارضات شیطانیہ



۲۰۵۱- عن : جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ حُطَبَانِ يُخْلِصُ بَيْنَهُمَا نِغْرَ الْقُرْآنِ وَ يُذَكِّرُ النَّاسَ . رواه مسلم (باب كتاب الجمعة ۱: ۲۸۳).

۲۰۵۲- عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا خُطِبَ اخْمَرَتْ عَيْنَاهُ وَ غَلَا صَوْتُهُ ، وَ اشْتَدَّ غَضَبُهُ ، حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ حَبِيشٍ ، يَقُولُ : صَبَحَكُمْ نَسَاكُمْ ، وَ يَقُولُ : بُعِثْتُ أَنَا وَ السَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ ، وَ يَقْرُنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَابَةِ وَ الْوُسْطَى وَ يَقُولُ : أَمَّا بَعْدُ ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ ، وَ خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ ، وَ شَرُّ الْأَنْوَارِ مُخْذَنَاتُهَا ، وَ كُلُّ بَذْعَةٍ ضَلَالَةٌ . رواه مسلم (كتاب الجمعة ۱: ۲۸۴) وَ فِي رِوَايَةٍ لَهُ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ ، يُحَمِّدُ اللَّهَ ، وَ يُثْنِي عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ عَلَى إِنْثِرْ ذَلِكَ ، وَ فُذَّ غَلَا صَوْتُهُ ، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ .

کے سبب نہیں کر سکتے یا نہ کر دے۔ ہاں (جہاں تک تم سے ہو سکے) اپنے اعمال کو درست رکھو اور خوش رہو۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی مختلف فیہ ہے لہذا اس حدیث سے اور ابن اسکن اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔  
**فائدہ:** استراحت وغیرہ کیلئے لائچی وغیرہ لینا خطبہ کے دوران مستحب ہے لیکن اس کا التزام کر دہے۔

۲۰۵۱- جابر بن سمرة کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ میں دو خطبے پڑھتے تھے جن کے درمیان آپ ﷺ بیٹھ جاتے تھے اور ان میں آپ ﷺ قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۵۲- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب خطبہ پڑھتے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا (یہ حقیقت غصہ نہ تھا بلکہ جوش تھا اور اس جوش کے یہ آثار تھے، مترجم) یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کسی فوج سے دوڑ رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ صبح و شام ہی میں تم پر حملہ ہونے والا ہے اور فرماتے تھے کہ میں اور قیامت یوں قریب قریب پیچھے گئے ہیں اور آپ ﷺ دونوں اٹکیوں سپاہ اور وسطی کو لگاتے اور فرماتے کہ سب سے بہتر کام خدا کی کتاب ہے اور سب سے بہتر میری کتاب محمد ﷺ کی سیرت ہے اور سب سے بدتر کام وہ ہیں جو تم نے ہوں اور برائی بات جو دین میں اپنی طرف سے داخل کر لی جائے سراسر گمراہی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو خطبہ سناتے تو اہل حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے اسکے بعد ایسی حالت میں کہ (بوجہ جوش نے) آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی اور مضمون بالا بیان فرماتے۔



۲۰۵۳- عن : عمارۃ بن رؤبَیَّةَ قَالَ : رَأَى بِشْرُ بْنُ مَرْوَانَ عَلَى الْمَنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ ، فَقَالَ : قَبَّحَ اللَّهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ ! لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا يَزِيدُ عَلَى أَنْ يَقُولَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَ أَشَارَ بِأَصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ . رواه مسلم (كتاب الجمعة ۱: ۲۸۷) . ولفظ الترمذی (۶۸: ۱) من طریق ہشیم : نا حصین قال : سَمِعْتُ عَمَارَةَ بْنَ رُوَيْبَةَ وَ بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ يَخْطُبُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ فَقَالَ عَمَارَةُ : قَبَّحَ اللَّهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ الْقَصِيرَتَيْنِ ! لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا يَزِيدُ عَلَى أَنْ يَقُولَ هَكَذَا ، وَ أَشَارَ هُشَيْمٌ بِالسَّبَابَةِ . قال أبو عيسى : حسن صحيح ۵۱ .

فائدہ: کل بدعت ضلالتہ سے معلوم ہوا کہ ہر بدعت شرعی گمراہی ہے اور بدعت شرعی کبھی حسن نہیں ہوتی۔ اور جن علماء نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں ان کی مراد بدعت لغوی ہے نہ کہ بدعت شرعی چنانچہ ان کی مثالوں سے خود ظاہر ہے، اس لئے اہل بدعت کا ان سے تمسک اور دلیل چلانے میں سراسر تلبیس اور فریب دہی ہے۔

۲۰۵۳- عمارۃ بن رویہ نے بشر بن مروان کو منبر پر دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھا تو (چونکہ ان کا یہ فعل خلاف سنت تھا) گو بدعت شرعی نہ تھا کیونکہ وہ اس کو دین نہ سمجھتے تھے مگر باوجود اس کے ان سے نہ رہا (اور) فرمایا کہ خدا ان ہاتھوں کو بگاڑے ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حصین کہتے ہیں کہ میں نے عمارۃ بن رویہ کو ایسی حالت میں کہ بشر بن مروان تشہد کے وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر خلیفہ پڑھ رہا تھا۔ یہ کہتے سنا ہے کہ خدا ان دونوں کو تباہ ہاتھوں کو بگاڑے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ وہ اس سے زیادہ اشارہ نہ کرتے تھے۔ اور ہشیم نے انگشت شہادت سے اشارہ کر کے سمجھایا۔ اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: خلیفہ کے دوران ہاتھ نہ اٹھانا سنت ہے۔ اب مسلمان خیال کریں کہ جن لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ اتنی خفیف مخالف سنت کو نہ دیکھ سکتے تھے، اگر وہ ہمارے اس زمانہ کی بدعات کو دیکھتے تو کیا کہتے اور کیا کرتے۔ نیز میں نے ترمذی کی حدیث میں لفظ ”دعا“ کا ترجمہ تشہد کیا ہے کیونکہ دعائے معروف کے موقع پر رفع یدین خلاف سنت نہیں اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ آپ ﷺ دعا کے وقت انگلی سے اشارہ کر رہے تھے اور آپ کی انگلی متحرک تھی وہاں دعا سے مراد تشہد ہی ہے نہ کہ دعائے معروف۔ اس مقام پر بڑے بڑے لوگوں کو مغالطہ ہو گیا ہے اور وہ دعا سے دعائے معروف سمجھ گئے ہیں اس کو خوب سمجھ لو۔



۲۰۵۴- عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَسْتَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ . رواه البزار بإسناد لين ( بلوغ المرام ، ۸۵: ۱ ) ، ورواه الطبرانی في الكبير بزيادة : وَ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُسْلِمَاتِ ، وفي إسناد البزار يوسف بن خالد السمطي وهو ضعيف اهـ . ( مجمع الزوائد ۲۱۸: ۱ ) . قلت : ولكن الحافظ لم يضعف الاسناد ، بل لينه . وهو يدل على أن السمطي فيه ضعف يسير ، ولما رواه شاهد .

۲۰۵۵- عن : ابن شهاب قال : بَلَّغْنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَبْدَأُ فَيَجْلِسُ عَلَى الْمِنْبَرِ ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ ، فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الْأُولَى ، ثُمَّ جَلَسَ شَيْئًا يَسِيرًا ، ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الثَّانِيَةَ ، حَتَّى إِذَا قَضَاها اسْتَغْفَرَ ثُمَّ نَزَلَ ، فَصَلَّى . قال ابن شهاب : وَ كَانَ إِذَا قَامَ أَخَذَ عَصًا ، فَتَوَكَّأَ عَلَيْهَا وَ هُوَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ ، ثُمَّ كَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ، وَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، وَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ . رواه أبو دوداء في مراسيله ( ص- ۹ ) ، وفي آثار السنن ( ۹۷: ۲ ) : هو مرسل جيد .

۲۰۵۴- جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ میں ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرتے تھے۔ اس کو بزار نے ایک قدرے کمزور سند سے روایت کیا ہے۔ نیز طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور اس میں مؤمنین اور مومنات کے ساتھ مسلمان اور مسلمات بھی ہے۔

۲۰۵۵- زہری کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آؤلا منبر پر بیٹھ جاتے ، پس جب مؤذن خاموش ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور پہلا خطبہ پڑھتے ، اس کے بعد کچھ دیر بیٹھ جاتے ، اس کے بعد پھر کھڑے ہوتے اور دوسرا خطبہ پڑھتے ، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ختم کرتے تو استغفار کرتے ، اس کے بعد اتر آتے اور نماز پڑھتے۔ نیز ابن شہاب نے کہا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو لاشی لینے اور اس پر سہارا کرتے ، بحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوتے۔ اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اس کو ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ یہ مرسل جيد ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے خطبہ کے دوران استغفار کا ثبوت معلوم ہوتا ہے۔



## باب عدد رکعات الجمعة و غيرها

۲۰۵۶- أخبرنا: علي بن حجر قال: حدثنا شريك عن زيد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: صَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ، وَ صَلَاةُ الْفِطْرِ رَكْعَتَانِ، وَ صَلَاةُ الضُّحَى رَكْعَتَانِ، وَ صَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرِ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ. رواه النسائي (۲۰۹:۱)، وقال: عبد الرحمن بن أبي ليلى لم يسمع من عمر اه. ورواه ابن ماجه (ص-۷۶) فقال: حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة ثنا شريك فذكر بلفظ: صلاة السفر ركعتان، والجمعة ركعتان، والعید ركعتان تمام غير قصر على لسان محمد ﷺ. اه. وأورده الزيلعي (۳۱۰:۱) باللفظ الأول، وعزاه إلى النسائي وابن ماجه، ثم قال: ورواه ابن حبان في صحيحه، ولم يقدحه بشئ اه. وقال الزيلعي أيضاً: وأجيب عن ذلك (أى عن قبح النسائي) بأن مسلماً حكم في مقدمة كتابه بسماع ابن أبي ليلى من عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فقال: و أسند عبد الرحمن بن أبي ليلى، وقد حفظ عن عمر بن الخطاب اه. وفى التلخيص الحبير (۱۳۷:۱) بعد عزوه إلى النسائي: وقد رواه البيهقي بواسطة بينهما و هو كعب بن عجرة، وصححها ابن السكن اه.

ورجال النسائي وابن ماجه رجال الصحيحين ثقات إلا شريكاً أخرج له البخارى تعليقا

## باب عدد ركعات جمعہ وغیرہ کے بیان میں

۲۰۵۶- عبد الرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانی جمعہ کی بھی دو رکعتیں ہیں۔ اور عید کی بھی دو رکعتیں ہیں اور بقرہ عید کی بھی دو رکعتیں ہیں اور سفر کی بھی دو رکعتیں ہیں۔ اور یہ سب پوری ہیں، کم نہیں ہیں (یعنی یہ نمازیں کل دو ہی رکعتیں ہیں اور یہ نہیں کہ اصل میں زیادہ ہوں اور کسی عارض کی وجہ سے کم کر دیا گیا ہو)۔ اس کو نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ثقات ہیں۔ مگر نسائی کے نزدیک اس میں عبد الرحمن ابن ابی لیلی اور حضرت عمرؓ کے درمیان انقطاع ہے لیکن مسلم کے نزدیک سند متصل ہے اور اگر انقطاع بھی ہو تو بتاتی کی روایت سے یہ طعن بھی دور ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اس کو عبد الرحمن بن کعب بن جرحہ عن عمر حصلاً روایت کیا ہے اور ابن اسکن نے اسے صحیح کہا ہے۔



، و مسلم متابعہ و هو مختلف فیہ ، و قد تقدم ، و قد تابع شریکا الثوری عند النسائی  
ایضا . فقال النسائی : أخبرنا عمران بن موسى قال : حدثنا یزید بن زریع قال : حدثنا  
سفيان بن سعيد عن زبید فذكره . و کلهم ثقات ، فالحدیث عند النسائی و ابن ماجه  
إسناده صحيح على شرط مسلم .

### باب من لا تجب علیہم الجمعة

۲۰۵۷- عن : طارق بن شهاب رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قَالَ : أَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ  
عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ ، إِلَّا عَلَى أَرْبَعَةٍ : عَبْدٌ مَمْلُوكٌ ، أَوْ إِسْرَاءٌ ، أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَرِيضٌ .  
رواه أبو داود (باب الجمعة للمملوك والمرأة: ۱۱۲: ۱) وقال : طارق بن شهاب قد رأى  
النبي ﷺ ولم يسمع منه شيئا اهـ . و فی نصب الرایۃ (۳۱۴: ۱) : قال النووي فی  
الخلاصة : و هذا غیر قادح فی صحته ، فإنه يكون مرسل صحابي وهو حجة . و  
الحدیث علی شرط الصحیحین اهـ ، و رواه الحاكم فی المستدرک عن طارق بن  
شهاب عن أبي موسى رضی اللہ عنہ مرفوعاً ، و قال : صحيح على شرط الشيخين ، انتهى كلام  
الزيلعي . و فی التلخیص الحبير (۱۳۷: ۱) بعد عزوه إلى أبي داود و الحاكم بكلی  
الطریقین ما لفظه : و صححه غیر واحد اهـ .

فائدہ: یہ روایت مضمون باب میں نص ہے اور یہ مضمون اجماع سے بھی ثابت ہے۔

### باب ان لوگوں کے بیان میں جن پر جمعہ فرض نہیں

۲۰۵۷- طارق بن شهاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلمان پر جماعت  
کے اندر حق اور واجب ہے، بجز چار شخصوں کے جو کہ حسب ذیل ہیں غلام، عورت، نابالغ اور بیمار۔ اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور کہا  
ہے کہ طارق نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ضرور ہے مگر ان سے کچھ سنا نہیں لہذا روایت مرسل ہے لیکن اول تو مرسل صحابی حجت ہے۔  
دوسرے حاکم نے اسکو سند صحیح مصلحاً روایت کیا ہے۔ یعنی طارق اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ابوموسی کا واسطہ بیان کیا ہے لہذا  
روایت صحیح ہے اور متعدد ثقاد نے اس کو صحیح کہا ہے۔



۲۰۵۸- عن : أم عطية رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ : نُهِنُنَا عَنْ إِتْبَاعِ الْجَنَابِزِ ، وَلَا جُمُعَةَ غُلَيَّنَا . رواه ابن خزيمة كذا في التلخيص الحبير (۱: ۱۳۷) .

۲۰۵۹- أخبرنا : أبو حنيفة قال : حدثنا غيلان و أيوب بن عائذ الطائفي عن محمد بن كعب القرظي عن النبي ﷺ قَالَ : أَرْبَعَةٌ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِمْ ، الْمَرْأَةُ ، وَالْمَمْلُوكُ ، وَالْمُسَافِرُ ، وَالْمَرِيضُ . رواه الإمام محمد في كتاب الآثار (ص- ۳۵) . وإسناده حسن ، ولكنه مرسل . ولم اقدر على تعيين غيلان .

### باب من لم تجب عليه الجمعة ، وقد صلاها أجزأه عن الظهر

۲۰۶۰- عن : عبد الله يعني ابن مسعود رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَا كَانَ لَنَا عِيْدًا إِلَّا فِي صَدْرِ الشَّهْرِ ، وَلَقَدْ رَأَيْنَا نَجْمًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي ظِلِّ الْخَطِيمِ . رواه الطبراني في الكبير .

۲۰۵۸-۱۱ عطية سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو (یعنی عورتوں کو) جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے اور ہم پر بعد بھی نہیں ہے۔ اس کو ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے (تخصیص الحیبر)۔

۲۰۵۹- محمد بن کعب قرظی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چار شخص ہیں جن پر جمعہ واجب نہیں ہے: عورت، مملوک، مسافر اور مریض۔ اسکو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے مگر مرسل ہے۔

فائدہ: ان روایات (اور علماء السنن کے عربی حاشیہ میں مذکور دوسری روایات) سے معلوم ہوا کہ عورت اور مملوک اور مسافر اور نابالغ اور مریض (اندھا اور شیخ کبیر بھی مریض میں داخل ہے کیونکہ علت عدم وجوب حرج ہے اور وہ ان میں بھی پایا جاتا ہے) پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے جمعہ میں شرکت ضروری نہیں اور انکو شرکت کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا۔ ہاں اگر یہ خود شریک ہو جائیں تو جمعہ ہوگا اور ظہر ساقط ہو جائے گی جیسا کہ باب آئندہ سے ظاہر ہے۔

### باب اگر وہ لوگ جن پر جمعہ فرض نہیں جمعہ میں شریک ہوں تو جمعہ صحیح ہوگا

۲۰۶۰- عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہماری عید شروع دن میں ہوتی تھی اور ہم نے اپنے کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ



و أبو عبيدة لم يسمع من أبيه كذا في مجمع الزوائد (۱: ۲۱۹). قلت : ولكن الأئمة صححوا حديثه عن أبيه ، كما مر غير مرة.

## باب أن من فاتته الجمعة لا يصلي الظهر بجماعة وأن السفر يجوز يوم الجمعة قبل الزوال

۲۰۶۱- حدثنا : عبد السلام بن حرب عن القاسم بن الوليد قال : قَالَ عَلِيُّ عليه السلام : لَجَمَاعَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا مَعَ الْإِمَامِ . رواه أبو بكر بن أبي شبة في مصنفه (ص- ۳۵۲) . قلت : إسناده حسن ، لكنه مقطوع ، فإن القاسم من كبار أتباع التابعين وهو حجة عندنا .  
۲۰۶۲- و يؤيده ما في كنز العمال (۴: ۲۷۴) عن علي عليه السلام قَالَ : لَا يُجَمَعُ الْقَوْمُ الظُّهْرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي مَوْضِعٍ يَجِبُ عَلَيْهِمْ فِيهِ شُهُودُ الْجُمُعَةِ . رواه نعيم بن حماد في نسخته ۱۵ . و السند لم أطلع عليه ولكن لا ينزل عن رتبة الضعيف لجلالة الحافظ السيوطي ، وقد تأيد بمرسل القاسم ، فحصل للمجموع قوة .

حکم کے سایہ میں جمعہ پڑھتے دیکھا ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس میں صرف یہ قدر وطن کیا گیا ہے کہ ابوعبیدہ نے عبداللہ بن مسعود سے کچھ نہیں سنا مگر یہ وطن ساقط ہے، کیونکہ ابوعبیدہ کا سماع ثابت ہے اور انہوں نے انکی ابن مسعود سے روایات کو صحیح کہا ہے۔  
فائدہ: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مکہ میں کبھی مقیم ہونے کی حیثیت سے نہیں رہے، اس لئے معلوم ہوا کہ یہ جمعہ مسافرین کا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ مسافروں کا جمعہ صحیح ہے اور مسافر جمعہ میں امامت بھی کر سکتا ہے۔ اور دیگر معذورین عورت، بملوک اور مریض کو مسافر پر قیاس کیا جائے گا۔

باب جو لوگ جمعہ میں شریک نہ ہو سکیں وہ جماعت سے ظہر نہ پڑھیں اور جمعہ کے دن زوال سے پہلے سفر جائز ہے  
۲۰۶۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن اور کوئی جماعت نہیں بجز امام کے ساتھ۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے بسند منقطع روایت کیا ہے لیکن چونکہ یہ انقطاع قرودن مشکوٰۃ میں ہے اس لئے معتبر نہیں۔

۲۰۶۲- نیز اسکی تائید عیم بن حماد سے مروی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ روایت بھی کرتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ جمعہ کے روز ایسے مقام پر جہاں شریک جمعہ لازم ہے جماعت نہ کریں۔ اسکو کنز العمال میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند نہیں معلوم ہو سکی۔ زیادہ سے زیادہ



۲۰۶۳- عن الثوری عن الأسود بن قیس عن أبیه ، قال : أَبْصَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَجُلًا عَلَيْهِ هَيْئَةُ السَّفَرِ وَقَالَ الرَّجُلُ : إِنَّ الْيَوْمَ يَوْمٌ جُمُعَةٌ فَلَوْلَا ذَلِكَ لَخَرَجْتُ ، فَقَالَ عُمَرُ ۖ إِنَّ الْجُمُعَةَ لَا تَخْبِسُ مُسَافِرًا فَأَخْرُجْ مَا لَمْ يَجِي الرُّوَّاحُ . رواه عبد الرزاق ، كذا في زاد المعاد (۱: ۱۰۵) ورجاله ثقات .

### باب من أدرك ركعة من صلاة الجمعة أو شيئاً منها صلى الجمعة

۲۰۶۴- عن : سالم بن عبد الله بن عمر عن ابن عمر رضى الله عنهما قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ وَغَيْرَهَا ، فَلْيُضِفْ إِلَيْهَا أُخْرَى ، وَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ . رواه الدار قطنی (۱: ۱۶۷) ، وفي بلوغ المرام (۱: ۸۱) : وإسناده صحيح ، لكن قوى أبو حاتم إرساله ۱۱۰ .

ضعیف ہوگی اور اس صورت میں ابن ابی شیبہ اور قسیم بن حماد کی روایتیں آپس میں ایک دوسرے کی مؤید ہوگی۔

فائدہ: ان روایتوں سے باب کا جزو اول ثابت ہے کہ لوگ جمعہ میں شریک نہ ہو سکیں وہ ظہر کی نماز جماعت سے نہ پڑھیں۔  
۲۰۶۳- اسود بن قیس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو چب سفر پر دیکھا اور اس شخص نے کہا کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں روانہ ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جمعہ سفر کرنے والے کو نہیں روکتا، تم زوال سے قبل روانہ ہو جاؤ۔ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے باب کا جزو ثانی معلوم ہوا کہ جمعہ کے روز زوال یا شمس سے قبل سفر پر روانہ ہونا جائز ہے۔ البتہ زوال یا شمس کے بعد جمعہ کی نماز سے قبل سفر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ تخلص النہیر میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو جمعہ کے دن (زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے سے قبل) سفر کرے تو ملائکہ اس کے خلاف بدوعا کرتے ہیں کہ سفر میں اس کو کوئی اچھا ساتھی نہ ملے (۱-۱۳)۔

### باب جو شخص جمعہ کی ایک رکعت یا اس کا کوئی حصہ پائے تو وہ جمعہ پڑھے

۲۰۶۴- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ وغیرہ کی کوئی رکعت پالے تو اسکے ساتھ دوسری رکعت ملے اور اس کی نماز پوری ہو جائیگی۔ اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے لیکن ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ مرسل صحیح ہے۔



۲۰۶۵- عن : ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ : مَنْ أَذْرَكَ مِنْ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْيَصِفْ إِلَيْهَا أُخْرَى وَمَنْ فَاتَتْهُ الرَّكْعَتَانِ فَلْيَصِلْ أَرْبَعًا . رواه الطبرانی فی الکبیر ، و إسناده حسن (مجمع الزوائد ۱: ۲۱۸).

۲۰۶۶- عن : أمی هريرة رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : إِذَا سَجَعْتُمْ الْإِقَامَةَ فَأَسْأَلُوا إِلَى الصَّلَاةِ ، وَ عَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ ، وَلَا تُسْرِعُوا . فَمَا أَذْرَكْتُمْ فَصَلُّوا ، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا . رواه البخاری (باب ما ادر کتم فصلوا و ما فاتکم فاتموا ۱: ۸۸).

۲۰۶۵- ابن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی ایک رکعت پالے تو اسکو چاہئے کہ اس کے ساتھ دوسری رکعت اور ملالے اور جس کو دونوں رکعتیں نہ ملیں اس کو چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

فائدہ: دونوں رکعتیں نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ آخری تشہد بھی نہ ملے کیونکہ تشہد ملنے کی صورت میں وہ جمعہ کی نمازی پڑھے گا جیسا کہ خود ابن مسعود ہی معصف ابن ابی شیبہ اور جو ہریقی میں مروی ہے کہ جس نے تشہد پالیا تو اس نے نماز پالی۔  
۲۰۶۶- ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اقامت سنو تو ایسی حالت میں نماز کو چلو کہ تم مطمئن ہو اور دوڑ مت۔ پھر جس قدر نماز تم کو مل جائے اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کر لو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی دلالت شیخین (امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ) کے مذہب پر ظاہر ہے کہ جس شخص کو جمعہ کی نماز کا کچھ بھی حاصل جائے خواہ تشہد یا عجمہ سکھائی ملے اس کو جمعہ مل گیا، وہ امام کے سلام کے بعد جمعہ کی دو رکعت ادا کرے۔ کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ امام کے ساتھ نماز کا جو حاصل جائے اس کو اس کے ساتھ پڑھ لو اور جو رہ جائے اس کو بعد میں پورا کر دو، اس میں نماز اور جماعت کا لفظ جمعہ کی نماز اور جماعت کو بھی عام ہے اور ما فاتکم ایک رکعت اور دو رکعت سب کو شامل ہے، پس جس کی دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں صرف تشہد پالیا ہو وہ بھی اسی نماز کو ادا کرے گا جو فوت ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ فوت جمعہ کی رکعتیں ہوئی ہیں تو وہ جمعہ ہی کی دو رکعتیں پڑھے گا اور یہ حدیث صحیح بھی ہے اور درجہ و شہرت کو بھی پہنچ چکی ہے (بدائع) اس کے معارض وہ روایات نہیں ہو سکتیں جو عبد اللہ بن مسعود وغیرہ سے بائیں مضمون وارد ہوئی ہیں کہ جس سے جمعہ کی دو رکعت فوت ہو جائیں وہ چار رکعت پڑھے، امام محمد نے انہی روایات کی بنا پر یہ فرمایا ہے کہ جس شخص کو جمعہ کی کوئی رکعت نہ ملی ہو صرف تشہد ملا ہو یا سلام امام سے پہلے بغیر تحریر کا وقت پالیا ہو وہ امام کے سلام کے بعد چار رکعت پڑھے۔ شیخین کی طرف سے یہ جواب دیا جا تا ہے



## باب سلام الخطیب علی المنبر

۲۰۶۷- حدثنا: محمد بن یحیی ثنا عمر بن خالد ثنا ابن لہیعہ عن محمد بن زید بن مہاجر عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ سَلَّمَ . رواه ابن ماجہ (باب ما جاء فی الخطبة يوم الجمعة ص- ۷۹) . ورجاله ثقات الا ان ابن لہیعہ مختلف فیہ حسن الحديث كما تقدم وقد صححه السيوطی فی الجامع الصغير (۲- ۹۳) .

۲۰۶۸- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَلَّمَ عَلَى مَنْ عِنْدَ مَنْبَرِهِ مِنَ الْجُلُوسِ ، فَإِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ يُوجِّهُ إِلَى النَّاسِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ . رواه الطبرانی فی الأوسط (مجمع الزوائد - ۱: ۲۱۵) .

۲۰۶۹- أخبرنا: ابن جریج عن عطاء قال : كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اسْتَقْبَلَ النَّاسَ بِوُجْهِهِ ، فَقَالَ : أَلَسَلَامٌ عَلَيْكُمْ . رواه عبد الرزاق

کہ یہ روایات ضعیف ہیں (بدائع) اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ بے اصل ہیں (تلمیض) اور کوئی روایت حسن بھی ہو تو اس میں دونوں رکعتیں فوت ہونے کا مفہوم صریح نہیں ممکن ہے کہ سلام امام کے بعد پہنچنا مراد ہو اس لئے ان سے احتجاج صحیح نہیں، دوسرے اس میں اقتداء کی حالت میں تحریر جدید لازم آتا ہے جو خلاف قیاس ہے۔ واللہ اعلم

## باب جب خطیب منبر پر آئے تو لوگوں کو سلام کرے

۲۰۶۷- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر چڑھتے تو سلام کرتے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں، صرف ابن ابی عمیر نے جامع صغیر میں اسے صحیح کہا ہے۔  
فائدہ: یہ سلام کرنا احتیاج پر محمول ہے۔

۲۰۶۸- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوتے تو جو لوگ منبر کے قریب بیٹھے ہوتے ان کو سلام کرتے پھر جبکہ منبر پر چڑھتے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے ان کو سلام کرتے۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن عبد اللہ انصاری ضعیف ہے۔

۲۰۶۹- عطاء تابعی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے دن منبر پر چڑھتے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے السلام



فی مصنفہ (نصب الراية ۱: ۳۱۸) . و رجالہ رجال الجماعة . و لکنہ مرسل ضعیف ، فإن مراسیل عطاء بن أبی رباح ضعیفہ عندهم ، كما قد تقدم .

۲۰۷۰- ثنا: أبو أسامة ثنا مجالد عن الشعبي قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَعِدَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اسْتَقْبَلَ النَّاسَ بِوَجْهِهِ ، وَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ . وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ ، وَ غُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَفْعَلُونَ . رواه ابن أبي شيبة في مصنفه (نصب الراية ۱: ۳۱۸) . قلت : رجالہ لا بأس بهم ، و هو مرسل .

فرماتے (مصنف عبدالرزاق) اسکے راوی جماعت کے راوی ہیں لیکن یہ مرسل ہے۔

۲۰۷۰- معنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب منبر پر چڑھتے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے ان کو سلام کرتے اور ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند میں ایک راوی مجالد متکلم فیہ ہے۔

فائدہ: مخالف کہتے ہیں کہ اعلاء السنن جلد اول میں اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام کی شرح میں واضح کر دیا گیا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کلام الناس کی ممانعت پر یہ حدیث محمول ہے، ذکر اور کلام خیر کی ممانعت مراد نہیں، مطلق کلام کی ممانعت ابتداء خطبہ سے ہوتی ہے اور امام کا یہ سلام قبل المجلس وقبل الاذان ہوگا تو حدیث اذا خرج الامام کی مخالفت لازم نہیں آتی لہذا اسراج و ہاج کا قول اصول مذہب کے خلاف نہیں اور حدیث سے مؤید ہے تو بظاہر وہی راجح ہے (واللہ اعلم) اور اصول سلام کے خلاف ہونا اسلئے مسلم نہیں کہ اصول سلام احادیث ہی سے ماخوذ ہیں، جب حدیث سے اس وقت سلام ثابت ہے تو یہ بھی مواقع سلام میں سے ہو اور گو فردا و بعدا ہر حدیث میں کلام ہو مگر مجموعہ طرق سے حدیث کا ثبوت ظاہر ہے، نیز جب امام اہل بلد و اہل قری کو اپنے سامنے بیٹھا ہوا دیکھتا ہے تو اسکے لیے یہ وقت ملاقات کا بھی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایات ناقابل وثوق ہیں اور منبر پر چڑھ کر سلام کرنا نہ عام اصول سلام کے مطابق ہے کیونکہ وہ سلام عند الملاقات ہوتا ہے اور یہ وقت ملاقات نہیں ہے اور نہ خاص اصول خطبہ کے لحاظ سے کیونکہ اسکے متعلق یہ قانون ہے کہ اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام . اور اس سلام میں لوگوں کو خواہ مخواہ کلام پر مجبور کرنا ہے کیونکہ جب وہ سلام کرے گا تو لوگوں کو جواب دینا پڑے گا اور اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام کی مخالفت لازم آئے گی۔ پس صحیح وہی ہے جو بدائع سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب سلام نہ کرے اور سراج و ہاج میں جو کہا ہے کہ سلام کرے یہ خلاف اصول مذہب ہے۔



### باب ما جاء فى استقبال الإمام وهو يخطب

۲۰۷۱- عن : عدی بن ثابت عن أبیه قال : قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلَهُ أَصْحَابُهُ بِوُجُوهِهِمْ . رواه ابن ماجه (باب ما جاء فى استقبال الأمام وهو يخطب ص- ۱۸۰) . وفى الزوائد : رجال إسناده ثقات إلا أنه مرسل قاله السندى . وفى التلخيص الحبير (۱: ۳۶) : قال : ابن ماجه : أرجو أن يكون متصلاً كذا قال : و العدی لا صحبه له إلا أن يراد بأبيه جده أبو أبیه فله صحبه على رأى بعض الحفاظ من المتأخرين ۵۱ . وقد حسن الحديث السيوطى فى الجامع الصغير (۱: ۹۳) .

### باب التأذين عند الخطبة

۲۰۷۲- عن : السائب بن يزيد رَوَى عَنْهُ يَقُولُ : إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلُهُ جِئَ يُخْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِى بَكْرٍ وَعُمَرُ ، فَلَمَّا كَانَ فِى خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَ كَثُرُوا أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ فَأَذَنَ بِهِ عَلَى الرُّوَّاءِ فَتَبَتِ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ . رواه البخارى (باب التأذين عند الخطبة ۱: ۱۲۵) . وفى مسند إسحاق بن راهويه من هذا الوجه : كَانَ الْبَدَاءُ الَّذِى ذَكَرَهُ اللَّهُ فِى الْقُرْآنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذَا

### باب خطبة کے وقت لوگوں کو امام کی طرف متوجہ رہنا چاہئے

۲۰۷۱- عدی بن ثابت اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب منبر پر کھڑے ہوتے تو لوگ اپنے رخ رسول اللہ ﷺ کی طرف پھیر دیتے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، اس کے راوی ثقات ہیں۔ اور مسندى نے اس کو مرسل کہا ہے۔ کیونکہ عدی کے باپ ثابت صحابی نہیں۔ اور ابن ماجہ نے اس خیال سے کہ شاید باپ سے مراد دادا ہوں جن کے متعلق بعض متأخرین کی رائے ہے کہ وہ صحابی ہیں، کہا ہے کہ مجھے امید ہے کہ یہ متصل ہوگی اور سیوطی نے جامع صغیر میں اسے حسن کہا ہے۔

### باب خطبة کے وقت اذان دینے کے بیان میں

۲۰۷۲- سائب بن یزید سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام جمعہ کے دن منبر پر بیٹھا ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی اور ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں بھی اور عمر فاروقؓ کے زمانہ میں بھی پھر حضرت عثمانؓ کی



جس الزماناً علی المنبر فی عهد رسول اللہ ﷺ و ابی بکر و عمر حتی خلافة عثمان ،  
فما کثر الناس زادة البداء الثالث علی الزوراء . (التلخیص ۱: ۱۳۶) .

۲۰۷۳- عن : السائب بن یزید رحمہ اللہ قال : کان یؤذن بین یدی رسول اللہ ﷺ إذا  
جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکر و عمر ثم ساق نحو حدیث  
یونس . رواہ أبو داود (۱: ۴۶۴) و سکت عنه فهو صالح عنده للاحتجاج به .

### باب أن المصلی عند الزحام یسجد علی ظهر أخیه

۲۰۷۴- عن : عمر رحمہ اللہ : إذا اشتد الزحام فلیسجد علی ظهر أخیه . رواہ البیہقی  
(التلخیص الحبر ، ۱: ۱۴۳) ، وصححه العینی فی شرح الہدایہ (۲: ۱۰۱۶) .

خلافت ہوئی اور مدینہ میں لوگ براہ گئے تو حضرت عثمانؓ نے ایک تیسری اذان کا حکم دیا اور وہ اذان زوراً پڑی گئی اور اسی پر قرار پا  
گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور اٹلی بن راہوی کی سند میں اس روایت کا سیاق یوں ہے کہ وہ اذان جس کا ذکر قرآن میں  
ہے جو کہ دن جناب رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ کی خلافت تک اس وقت ہوئی  
تھی جبکہ امام نمبر پر بیٹھا۔ پس جب لوگ مدینہ میں زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان زوراً پڑی دو کی۔

۲۰۷۳- سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب منبر پر تشریف رکھتے تو آپ ﷺ کے سامنے مسجد  
کے دروازہ پر اذان دی جاتی اور ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے سامنے بھی اس کے بعد اذیتہ مضمون بیان کیا (جو اس حدیث سے قبل  
سنن ابوداؤد میں مذکور ہے)۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک قابل احتجاج ہے۔

فائدہ: آپ کے سامنے سے مراد آپ کے قریب ہے۔ اور علی الباب سے مراد یہ ہے کہ منبر کے قریب مسجد کے اندر ایک  
دروازہ بنایا ہوا تھا وہاں اذان دی جاتی۔ نیز یاد رکھیں کہ مسجد میں اذان دینا درست ہے، ہاں اگر مقصود نمازین کو اطلاع کرنا ہو تو پھر مسجد  
میں اذان دینا خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اس صورت میں تو باہر کسی اونٹنی جگہ پر اذان دی جائے تاکہ سب کو اطلاع ہو جائے۔ البتہ آج کل  
خطبے سے پہلے والی اذان چونکہ حاضرین کی توجہ کیلئے ہوتی ہے اس لئے وہ مسجد کے اندر دینا بھی جائز ہے۔

### باب ایک نمازی انجم کے وقت دوسرے نمازی کی پیٹھ پر سجدہ کر سکتا ہے

۲۰۷۴- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جہم بکثرت ہو تو آدمی کو چاہئے کہ اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ ان وہ بکثرت  
روایت کیا ہے اور یعنی نے ثرثہ جاریہ میں اس کو صحیح کہا ہے۔



۲۰۷۵- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَرَأَ التَّعْمَ فَسَجَدَ فِيهَا ، فَأَطَالَ السُّجُودَ ، وَكَثُرَ النَّاسُ ، فَصَلَّى تَغْضُفُهُمْ عَلَى ظَهْرِ بَعْضٍ . رواه البيهقي (التلخيص الحبير ، ۱: ۱۴۳) . ولم أفق على سنده ، ولكن لا ينزل عن رتبة الضعيف ، لجلالة ناقله وهو صاحب التلخيص .

### باب کراہۃ التخطی یوم الجمعة بغير عذر

۲۰۷۶- عن: أبي الزاهرية قال: كُنَّا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِ: جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اجْلِسْ ، فَقَدْ آذَيْتَ . رواه أبو داود (باب تخطي رقاب الناس يوم الجمعة ۱: ۴۳۵) ، وسكت عنه ، وفي الترغيب (۱: ۱۲۶) عزاه إلى صحيحی ابن خزيمة وابن حبان أيضا ، ثم قال : وعند ابن خزيمة فَقَدْ آذَيْتَ وَأُذِيتَ .

۲۰۷۵- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور اس میں سورہ نجم پڑھی اور سجدہ تلاوت کیا اور سجدہ کو دراز کیا۔ آدمیوں کی شرکت کثرتی اس لئے ایک نے دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا۔ اس کو بتائی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند کی تحقیق نہیں ہو سکتی لیکن چونکہ ابن حجر نے اس کو تلخیص میں نقل کیا ہے اس لئے کم از کم یہ ضعیف ہوگی اور حضرت عمرؓ کی روایت کو قوت پہنچائے گی۔

### باب جمعہ کے دن بلا ضرورت لوگوں کی گردنوں پر پھلانگنا مکروہ ہے

۲۰۷۶- ابوالزاہریہ یہ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کے روز عبد اللہ بن بشرؓ صحابی کے ساتھ تھے تو ایک شخص لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا آیا تو عبد اللہ بن بشرؓ نے فرمایا کہ ایک شخص ایسی حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں پر پھلانگتا ہوا آیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ بیٹھ جا! تو نے لوگوں کو تکلیف دی۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکت کیا ہے۔ (لہذا اس کے ہاں صحیح یا حسن ہے) اور ترغیب میں اس کو صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ ہے کہ تو نے دوسروں کو تکلیف دی اور تجھے خود بھی تکلیف ہوئی۔



۲۰۷۷- عن : عمرو بن شعيب عن أبيه عن عبد الله بن عمرو العاصي رضي الله عنه أنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ سَسَّ مِنْ طَيِّبٍ إِمْرَأَتِهِ إِنْ كَانَ لَهَا ، وَ لَيْسَ مِنْ صَالِحِ بَنِيهِ ، ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ ، وَ لَمْ يُلْغِ عِنْدَ الْمُوعِظَةِ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا نَبِيَهُمَا ، وَ مَنْ لَغِيَ وَ تَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظُهُرًا . رواه أبو داود ، وابن خزيمة في صحيحه ، كذا في الترغيب ( ۱۲۷:۱ ) .

۲۰۷۸- عن : عقبه رضي الله عنه قَالَ : صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ ، فَسَلَّمْتُ ، فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ ، فَفَزَعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ ، فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ ، فَقَالَ : ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ بَيْتٍ عِنْدَنَا فَكِرِهْتُ أَنْ يُعْجِبَنِي ، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ . رواه البخاري (باب تخطي رقاب الناس يوم الجمعة ۱۷:۱) .

۲۰۷۷- عبد اللہ بن عمرو بن العاصی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اپنی بیوی کی خوشبو میں سے خوشبو لگائی اگر اس کے پاس خوشبو ہو اور اچھے کپڑے پہنے اور لوگوں کی گردنوں پر نہ پھلا لگا اور خطبہ کے وقت کوئی فضول حرکت کی تو یہ جمعہ اسکے لئے دونوں حصوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا۔ اور جو کوئی فضول حرکت کرے اور لوگوں کی گردنوں پر پھلا لگے اسکے لئے وہ جمعہ بمنزلہ ظہر کے ہوگا (اور وہ فضیلت جمعہ سے محروم رہے گا) اس کو ابو داؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۲۰۷۸- حضرت عقبہ رضي الله عنه سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے عمر کی نماز پڑھی تو آپ ﷺ سلام پھیر کر جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنوں کو (بلا ایذا پہنچائے) پھلاتے ہوئے ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی اس حرکت سے گھبرا گئے (کہ خدا خیر کرے! انہیں معلوم کیا بات ہے کہ آپ ﷺ نے خلاف عادت ایسا کیا ہے؟) اس کے بعد آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی حرکت سے متوجہ ہیں، جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے یہاں ایک سوئے کی ڈلی یاد آگئی تھی میں نے اس کو نہ پسند کیا کہ وہ مجھے متعید کرے، اس لئے میں نے اسکی تقسیم کا حکم دیا ہے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: پہلی دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازیوں کی گردنوں سے پھلانا منسوع ہے اور آخری حدیث سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ لہذا یہی تعلیق ہوگی کہ عند الضرورت جائز ہے جیسا کہ آخری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، بشرطیکہ لوگوں کو ایذا نہ ہو۔



## باب القرائۃ فی صلاۃ الجمعة

۲۰۷۹- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ سُورَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِينَ . رواه مسلم (كتاب الجمعة و قبل صلوة العیدین ۱: ۲۸۸).

۲۰۸۰- عن : النعمان بن بشیر ؓ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ ، وَ فِي الْجُمُعَةِ بِ ﴿ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ وَ ﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ﴾ قَالَ : وَ إِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ وَ الْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَاجِدُ يَقْرَأُ بِهِمَا أَيْضًا فِي الصَّلَاتَيْنِ . رواه مسلم (۱: ۴۳۷).

۲۰۸۱- عن : عبيد الله بن عبد الله بن عتبة أَنَّ الضَّحَّاكَ بْنَ قَبِيْسٍ سَأَلَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ ؓ ، مَاذَا كَانَ يَقْرَأُ بِهٖ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى إِثْرِ سُورَةِ الْجُمُعَةِ ؟ فَقَالَ : كَانَ يَقْرَأُ بِ ﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ﴾ . رواه أبو داود (باب ما يقرأ به في الجمعة ۱: ۴۳۷) وسكت عنه و إسناده على شرط مسلم ، و قد أخرجه بنحوه .

## باب جمع کی نماز میں قراءت کے بیان میں

۲۰۷۹- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمع کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقین پڑھتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۸۰- نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین میں اور جمعہ میں سبوح اسم ربك الاعلیٰ اور هل اتاك حدیث الغاشیة پڑھتے تھے اور جبکہ عید اور جمعہ دونوں ایک دن ہوتے تو دونوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۸۱- عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیرؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز سورہ جمعہ کے بعد کیا پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ هل اتاك حدیث الغاشیة۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط پر ہے اور مسلم نے بھی اس کو اس کے قریب قریب روایت کیا ہے۔

فائدہ : ان روایات سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے کوئی سورت مقرر نہیں البتہ مذکورہ بالا سورتیں پڑھنا افضل ہے البتہ ان پر بھی نذر کرے ، مبادا لوگ ان سورتوں کا پڑھنا واجب سمجھ لیں۔



### باب سقوط الجمعة بسبب مطر شدید

۲۰۸۲- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ لِمُؤَدَّتِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ : إِذَا قُلْتَ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَلَا تَقُلْ : حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ ، قُلْ : صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ ، فَكَانَ النَّاسُ اسْتَنْكَرُوا فَقَالَ : فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي ، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزَمَتْ وَ إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ ، فَتَمَشُّونَ فِي الطِّينِ وَ الدَّخْصِ . رواه البخاری (باب الرخصة ان لم يحضر الجمعة ۱: ۱۲۳) . وقد تقدم في حاشية باب الأعداء في ترك الجماعة.

### باب تعدد الجمعة في مصر واحد

۲۰۸۳- عن : عمر رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى ، وَإِلَى غَيْرِهِ مِنَ الْعَاصِ ، وَإِلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ : أَنْ يَتَّخِذَ مَسْجِدًا جَابِعًا ، وَ مَسْجِدًا لِلْقَبَائِلِ ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ انْصَبُوا إِلَى الْمَسْجِدِ الْجَابِعِ ، فَشَهِدُوا الْجُمُعَةَ . أخرجه ابن عساکر في مقدمة تاريخ دمشق ، كذا في التلخيص الحبير ، ولم يذكر سنده ، ولم يتكلم عليه بشيء . قال : و قال ابن المنذر : لا أعلم أحدا قال بتعدد الجمعة غير عطاء اهـ .

### باب بارش کی شدت کی وجہ سے جمعہ لازم نہیں رہتا

۳۰۸۴- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بارش کے روز اپنے خُزن سے فرمایا کہ جب تم اذان میں اشدھ ان محمد رسول اللہ کہو تو اسکے بعد وحی علی الصلوٰۃ نہ کہنا بلکہ بجائے اس کے یہ اعلان کرنا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز (ظہر) پڑھ لو۔ اس پر ابن عباسؓ کو کھسوا ہوا کہ لوگوں نے اس کو اچھا نہیں سمجھا تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ کام اس نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھا (یعنی حضور ﷺ نے) اس میں کوئی شک نہیں کہ جمعہ ایک ضروری چیز ہے مگر میں اسے اچھا نہیں سمجھتا کہ تم لوگ گھروں سے نکالو اور تم گارے، کچڑ اور بھسل میں چلو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث باب اعداء کے حاشیہ میں مفصل بحث کے ساتھ گزر چکی ہے وہاں دیکھ لینا چاہئے۔

### باب ایک ہی شہر میں تعدد و جمعہ کے بیان میں

۳۰۸۳- حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم (اپنے مورخوں) کو حکم لکھا کہ وہ جامع مسجد الگ بنائیں اور مکلوں کی مساجد الگ، پھر جبکہ جمو کا دن ہو تو لوگ جامع مسجد میں آکر جمعہ میں شریک ہوں۔ اسکو ابن عساکر نے مقدمہ تاریخ دمشق میں روایت کیا ہے اور ابن جریر نے اسے تلخیص میں بلا سند اور بلا کسی قسم کی



۲۰۸۴- عن : أبی إسحاق أَنَّ عَلِيًّا ۞ أَمَرَ رَجُلًا فَصَلَّى بِضَعْفَةِ النَّاسِ يَوْمَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ رُكْعَتَيْنِ . رواه الشافعی ، و ابن جریر ، والبيهقي ، كذا في كنز العمال (۳۳۷:۴) ولم أقف على سندہ .

۲۰۸۵- عن : علی ۞ قيل له : إِنَّ بِالْبَلَدِ ضُعْفَاءَ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ إِلَى الْمُصَلَّى ، فَاسْتَخْلَفَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِالْمَسْجِدِ . قِيلَ : إِنَّهُ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ بِتَكْبِيرٍ ، وَقِيلَ : بَلْ صَلَّى أَرْبَعًا بِلَا تَكْبِيرٍ . ذكره ابن تيمية في منهاج السنة (۲۰۴:۳) . واحتج به ، وقال : قيل بل يجوز عند الحاجة أن تصلي جمعتان في المص ، كما صلى علي ۞ عيدين للحاجة . و هذا مذهب أحمد بن حنبل في المشهور عنه ، و أكثر أصحاب أبي حنيفة ، و أكثر المتأخرين من أصحاب الشافعي ، و هؤلاء يحتجون بفعل علي ۞ ، لأنه من الخلفاء الراشدين . قلت : واحتجاج المجتهدين بأثر تصحيح له . و في رسائل الأركان (ص-۱۱۸) : هذا الأثر صحيح ، صححه ابن تيمية في منهاج السنة .

توثیق کے نقل کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کوئی شخص سوائے عطاء کے تعدد جمعہ کا قائل ہوا ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی شہر میں متعدد جمعے جائز نہیں ، اگرچہ صراحتہً معلوم نہیں ہوتا۔

۲۰۸۳- ابو اخیل کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ کمزوروں کو جو کہ عید گاہ نہیں جاسکتے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھا دے۔ اس کو شافعی ، ابن جریر اور بیہقی نے روایت کیا ہے (کنز العمال) لیکن اس کی سند میں معلوم ہو سکی۔

۲۰۸۵- حضرت علیؑ سے کہا گیا کہ شہر میں کچھ کمزور لوگ ہیں جو کہ عید گاہ نہیں جاسکتے تو آپ نے ایک آدمی کو مامور کیا کہ وہ ان کو مسجد میں نماز پڑھا دے۔ (اب اس میں اختلاف ہے کہ ان کو دو رکعتیں بغیر اتر عید کے ساتھ پڑھائیں یا چار رکعتیں بلا تکبیر)۔ بعض اس کے قائل ہیں کہ ان کو تکبیرات عید کے ساتھ دو رکعتیں پڑھائیں اور بعض اس کے قائل ہیں کہ ان کو بلا تکبیرات عید چار رکعت پڑھائیں۔ اسکو ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں بطور استدلال کے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض مجتہدین اس کے قائل ہیں کہ ضرورت کے وقت ایک شہر میں دو جمعہ بھی جائز ہیں جیسا کہ حضرت علیؑ نے ضرورت کے لئے ایک شہر میں عید کی نماز کے تعدد کو جائز رکھا۔ امام احمد کا مشہور مذہب اور اکثر حنفیہ کا اور اکثر متاخرین اصحاب شافعی کا یہی مذہب ہے اور یہ لوگ حضرت علیؑ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ خلفائے راشدین میں سے تھے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ مجتہدین کا کسی روایت سے استدلال کرنا یہاں بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت ان کے نزدیک ثابت ہے۔



۲۰۸۶- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ : لَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ الْإِمَامُ . رواه ابن المنذر ، كما في التلخيص الحبير (۱: ۱۳۳) .

۲۰۸۷- عن : بکیر بن الأشج ، أَنَّهُ كَانَ بِالْمَدِينَةِ تِسْعَةُ مَسَاجِدَ سَعَّ سَجْدِهِمْ ﷺ يَسْمَعُ أَهْلُهَا تَأْذِينَ بِلَالٍ ، وَ يُصَلُّونَ فِي مَسَاجِدِهِمْ . رواه أبو داود في مراسله . زاد يحيى بن يحيى في روايته : وَ لَمْ يَكُونُوا يُصَلُّونَ فِي شَيْءٍ مِنْ تِلْكَ الْمَسَاجِدِ (أَيِ الْجُمُعَةِ) إِلَّا فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ كَذَا فِي التَّلْخِيسِ الْحَبِيرِ (۱: ۱۳۳) . وكلام الحافظ يشعر بصلاحيته للاحتجاج به .

### باب إذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة به

۲۰۸۸- عن : ابن شهاب عن أبي عبيد مولى ابن أضره أَنَّهُ قَالَ : شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَجَاءَ فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ ، فَخَطَبَ ، وَ قَالَ : إِنَّهُ قَدْ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِي يَوْمِكُمْ هَذَا عِيدَانِ ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْ أَهْلِ الْعَالِيَةِ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْيَنْتَظِرْهَا ، وَمَنْ أَحَبَّ

۲۰۸۹- ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو صرف اسی بڑی مسجد میں ہوتا چاہئے جس میں امام نماز پڑھتا ہے اس کو ابن المنذر نے روایت کیا ہے (کذا فی التلخیص)۔

۲۰۹۰- بکیر بن الاشج سے مروی ہے کہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے علاوہ نو مسجدیں اور تھیں جن میں لوگ جلال کی اذان سنتے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے اس کو ابو داؤد نے مراسل میں روایت کیا ہے۔ اور یحییٰ بن یحییٰ نے اپنی روایت میں یہ مضمون زیادہ کیا ہے کہ جو کسی نماز وہ سب صرف رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں پڑھتے تھے (کذا فی التلخیص)۔

**فائدہ:** بلا ضرورت تعدد جو اطلاق روایت مبسوط سے جائز ہے اور یہی احناف کا صحیح قول ہے۔ اور وقوع تعدد عدم شیوع تعدد فی العید العلمی سے اشتراط تعدد عدم ضروریہ تعدد لازم نہیں آتا۔

**فائدہ:** تعدد جو کے متعلق رسالہ تجدد اللہ فی تعدد الجمع میں مبسوط بحث ہے اس کو دیکھنا مفید ہے۔

### باب جب عید اور جمعہ جمع ہو جائیں تو جمعہ ساقط نہیں ہوتا

۲۰۸۸- ابن شہاب بن زہری ، ابو عبید مولى ابن اضرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مید میں حضرت عثمان کے ساتھ موجود تھا تو آپ تفریف لائے اور نماز پڑھائی ، اسکے بعد لوٹے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ تمہارے لئے آج دو عیدیں جمع ہوئی ہیں۔ پس جو کوئی



أَنْ يُرْجَعَ قَدْ أَذْنُتْ لَهُ . رواه مالك في موطائه (ص-۶۳) و هذا الإسناد قد أخرجه البخاری (ص-۲۶۷) فی باب صوم يوم الفطر .

۲۰۸۹- أخبرنا : إبراهيم بن محمد حدثني إبراهيم بن عقبة عن عمر بن عبد العزيز قال : اجتمع عيذان على عهد النبي ﷺ قال : من أحب أن يجلس من أهل العالية فلنجلس في غير حرج . أخرجه الإمام الشافعي (ص-۴۴) . و إسناده مرسل حسن ، و شيخ الإمام ضعيف عند الجمهور ، و ثقة عنده و عند حمدان بن الإصبهاني ، و قال ابن عقدة : نظرت في حديث إبراهيم كثيرا ، و ليس بمنكر الحديث . قال ابن عدی : و هذا الذي قاله كما قال اهـ . (تهذيب ۱: ۱۵۹) و إبراهيم بن عقبة من رجال مسلم ثقة (تهذيب - ۱: ۱۴۵) و عمر بن عبد العزيز أمير المؤمنين من خير التابعين ، و إرسال مثله مقبول حجة عندنا ، و له شاهد مرفوع موصول مقيدا بأهل العوالي . رواه البيهقي من حديث سفيان بن عيينة عن عبد العزيز بن رفيع عن أبي صالح عن أبي هريرة ؓ

عوالی کا رہنے والا جمعہ کا انتظار کرے وہ انتظار کرے اور جو واپس جانا چاہے اسے میری طرف سے اجازت ہے، (کیونکہ گاؤں والوں پر جو نہیں اس کو مالک نے طامس روایت کیا ہے اور اس سند کو بخاری نے باب صوم یوم فطر میں ذکر کیا ہے) گویا اس کی سند صحیح ہے۔  
**فائدہ:** اس میں حضرت عثمانؓ نے صرف گاؤں والوں کو واپسی کی اجازت دی ہے وہ بھی اس بنا پر کہ ان پر جو نہیں اور یہ رخصت صحابہؓ کی موجودگی میں تھی۔ اگر یہ رخصت ہستی اور شہر والوں سب کو ہوتی تو صحابہؓ ضرور اس تخصیص پر کبیر کرتے۔ لیکن انکا کیر نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عید کے دن جمعہ اہل شہر پر اجماع صحابہؓ سے بھی ثابت ہے اور کتاب اللہ کے عموم سے بھی۔ لہذا اسقاط جمعہ کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے جبکہ امام احمد جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ اخبار احاد ہیں جو نص قطعی کتاب و اجماع کا معارض نہیں بن سکتے۔ نیز امام احمد کے استدلال میں یہ احتمال بھی ہے کہ وہ ہستی اور عوالی والوں کے بارے میں ہوں اور نیز احتیاط بھی احناف کے مسلک میں ہے، پس معلوم ہوا کہ اہل شہر کو ترک جمعہ کی اجازت نہیں۔

۲۰۸۹- عمر بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو عیدیں جمع ہوئیں (یعنی عید اور جمعہ) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو گاؤں والا (جمعہ کے انتظار میں) بیٹھا رہنا چاہے وہ بیٹھا رہے (اور جو جانا چاہے جائے) اس پر کوئی ٹکلی نہیں۔



و إسناده ضعيف اه (التلخیص الحبر ۱: ۴۶) . والمرسل إذا تأيد بموصول ولو ضعيفا .  
فهو حجة عند الكل ، كما مر غير مرة .

### باب جواز الكلام والعمل للخطيب عند الضرورة و كراهتهما لغيرها

۲۰۹۰- عن : بريدة رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُنَا فَبَاءَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْنِيَانِ ، وَ يَغْتُرَانِ ، فَتَزَلُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ الْيَمْنِ ، فَحَمَلَهُمَا ، فَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : صَدَقَ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ ﴿ إِنَّمَا أَنَا الْكُفْمُ وَ أَوْلَادُكُمْ فَتَنَّةٌ ﴾ ، نَفَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْنِيَانِ ، وَ يَغْتُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي ، وَ رَفَعْتُهُمَا . رواه الخمسة ، كما في نيل الأوطار (۳: ۱۵۴) . وقال الترمذی (۲: ۲۱۸):  
حديث حسن غريب اه .

اس کو امام شافعی نے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد مرسل حسن ہے۔ اور اس کی تائید ابو ہریرہ کی مرفوع روایت سے ہوتی ہے جو کہ سنداً ضعیف ہے اور جسکو تھیں جہر میں روایت کیا ہے اور مرسل جب کسی موصول روایت سے مزید ہو تو وہ سب کے نزدیک حجت ہے اگرچہ وہ مرفوع ضعیف ہی ہو۔

### باب خطبہ پڑھنے والے کے لئے بضرورت گفتگو کرنا یا کوئی کام کرنا جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ

۲۰۹۰- بريدة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے تو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ایسی حالت میں کہ دوسرے کرتے پہنچے ہوئے تھے یوں آئے کہ وہ چل رہے تھے اور چلتے چلتے گر گر پڑتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور ان کو اٹھا کر اپنے آگے بٹھالیا اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حج فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایذا بردست آ رہا ہے۔ میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے ہوئے اور گرتے ہوئے دیکھا تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا، یہاں تک کہ میں نے اپنی گفتگو چھوڑی اور ان کو اٹھالیا۔ اس کو ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

فائدہ: اس روایت میں یہ فقرہ کہ مجھ سے ضبط نہ ہو سکا تلاتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فعل بضرورت کیا تھا اور اس کی وجہ تلا تاہل ہے اس بات کی کہ بلا ضرورت یہ فعل مکروہ ہے۔



## أبواب العیدین

### باب وجوب صلاة العیدین

۲۰۹۱- حدثنی : یونس أخبرنا ابن وهب قال : ابن زید : كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ إِذَا نَظَرُوا إِلَى هَلَالِ شَوَّالٍ أَنْ يُكَبِّرُوا اللَّهَ حَتَّى يَفْرَغُوا مِنْ عِيْدِهِمْ ، لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى ذَكَرَهُ ، يَقُولُ : ﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ، وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَذَاكُمْ ﴾ .

۲۰۹۲- قال یونس : قال ابن وهب : قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ : وَالْجَمَاعَةُ عِنْدَنَا عَلَى أَنْ يُغْدُوا بِالتَّكْبِيرِ إِلَى الْمُصَلَّى . أَخْرَجَهُ الْإِمَامُ الْحَافِظُ ابْنُ جَرِيرٍ الطَّبْرِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ (۹۲:۲) وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ .

۲۰۹۳- حدثنی : المثنی قال : ثنا سويد قال : أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ : سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ : ﴿ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَذَاكُمْ ﴾ قَالَ : بَلَّغْنَا أَنَّ التَّكْبِيرَ يَوْمَ الْفِطْرِ .

## البواب العیدین

### باب نماز عید واجب ہے

۲۰۹۱- ابن زید کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس وقت وہ عید کا چاند دیکھیں تو اللہ اکبر کہیں یہاں تک کہ وہ نماز عید سے فارغ ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ولتکملوا العدة ولتکبروا اللہ علی ما ہذاکم ۔  
۲۰۹۲- ابن زید کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے لوگوں کا یہ معمول ہے کہ وہ تکبیر کہتے ہوئے عید گاہ جاتے ہیں ۔ اس کو ابن جریر نے تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے ۔

فائدہ: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ولتکبروا اللہ کا تعلق تکبیر عید سے ہے اور ہمارے نزدیک اس سے وہ تکبیرات مراد ہیں جو کہ نماز کے اندر ہیں ۔ اور امر وجوب کے لئے ہے اور اسی طرح فصل لربک وانحر سے بھی صلاۃ عید النضحی مراد ہے اور امر وجوب کے لئے ہے لہذا نماز عیدین کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے ۔

۲۰۹۳- سفیان فرماتے تھے کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ ولتکبروا اللہ میں تکبیر سے عید کے روز کی تکبیریں مراد ہیں ۔



أخرجه ابن جریر أيضا ، و سنده صحیح ، و بلاغات سفیان حجة عندنا ، فإن الإرسال فی القرون الثلاثة لا یضر .

۲۰۹۴- حدثنا: ابن حمید قال: ثنا هارون بن المغيرة عن عتبة عن جابر عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُنْخَرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ ، فَأَبْرَأَ أَنْ يُصَلِّيَ ثُمَّ يُنْخَرُ . أخرجه الطبري (۲۲۱:۳۰) أيضا فی تفسیره و سنده حسن . وابن حمید هو محمد بن حمید بن حبان الرازی حافظ ، و ثقہ ابن معین ، و كان أحمد حسن الرأي فيه ، كما فی التهذيب (۱۲۸:۹) . و جابر هو ابن زید أبو الشعثاء ثقة من رجال الجماعة . و الباقر کلهم ثقات أيضا .

۲۰۹۵- حدثنا: ابن عبد الأعلى قال: ثنا ابن نور عن معمر عن قتادة: ﴿ فَضَّلَ لِرَبِّكَ وَ انْخَرُ ﴾ قَالَ: صَلَاةُ الضُّحَى ، وَ النَّخْرُ نَخْرُ الْبُدنِ . أخرجه الطبري، و سنده صحیح .

۲۰۹۶- حدثنا: ابن حمید قال: ثنا حکام عن أبي جعفر عن الربيع: ﴿ فَضَّلَ لِرَبِّكَ وَ انْخَرُ ﴾ قَالَ: إِذَا صَلَّيْتَ يَوْمَ الْأَضْحَى فَأَنْخَرُ . أخرجه الطبري فی تفسیره (۲۱۱:۳۰) أيضا ، و سنده حسن .

اسکو بھی ابن جریر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور بلاغات سفیان حجت ہیں کیونکہ قردن ثلاثہ میں ارسال حجت ہے۔

۲۰۹۴- انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نماز سے پہلے نخر فرماتے تھے اس کے بعد (جبکہ فصل لربک و انحر نازل ہوئی تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اول نماز پڑھی جائے ، اس کے بعد نخر کیا جائے۔ اس کو بھی طبرانی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ فصل لربک و انحر میں نماز سے مراد نماز عید ہے اور امر واجب کے لئے ہوتا ہے اس لئے اس کا واجب ثابت ہوا مگر چونکہ اس سے صلوٰۃ عید کا مراد ہونا ظنی ہے اس لئے وہ فرض نہ ہوگی بلکہ واجب ہوگی۔

۲۰۹۵- قارہ سے فصل لربک کی تفسیر میں مروی ہے کہ کہ صلاۃ سے مراد صلوٰۃ عید الاضحیٰ ہے اور نخر سے مراد اونٹوں کا نخر کرنا ہے اس کو بھی طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۹۶- ربیع نے فصل لربک و انحر کی تفسیر یوں کی ہے کہ جب تم عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ چکو تو اونٹوں کی قربانی کرو۔

اسکو بھی ابن جریر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔



۲۰۹۷- عن : البراء رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ : إِنَّ أَوَّلَ مَا بُدِئَ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ تُصَلِّيَ ثُمَّ تَرْجِعَ فَتَنْتَحِرَ ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا . أخرجه الإمام البخاری فی الصحيح (۱۳۱:۱) .

۲۰۹۸- عن : أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَ الْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى ، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ ، فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ ، وَ النَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ ، فَيَعِظُهُمْ ، وَ يُؤْصِيهِمْ ، وَ يَأْمُرُهُمْ . الحديث . أخرجه إمام الدنيا أبو عبد الله البخاری (۱۳۱:۱) عليه رحمة الخالق الباری .

۲۰۹۹- عن : أم عطية رضي الله عنها : أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نُخْرَجَ فِي الْفِطْرِ وَ الْأَضْحَى الْعَوَاتِقَ ، وَ الْحَيْضَ ، وَ ذَوَاتِ الْخُدُورِ ، فَأَمَّا الْحَيْضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ ، وَ يَشْهَدْنَ الْحَيْرَ ، وَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ . للسته إلا مالكا ، وفي رواية قَالَتْ : كُنَّا نَوْمِرُ أَنْ نُخْرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ

۲۰۹۷- براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس روز یعنی عید الاضحیٰ کے روز ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں ، اسکے بعد یہ ہے کہ ہم لوٹ کر قربانی کریں ، پس جس نے یہ کیا اس نے ہمارے طریق کو پایا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔  
فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور قربانی اس روز کے وظائف میں سے ہیں اور نماز قربانی کرنے سے پہلے ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ وہ واجب ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اس پر ہدایت کرنا یہ اس وجوب کا ثبوت ہے۔

۲۰۹۸- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز عید گاہ جاتے اور وہاں جا کر سب سے پہلا کام آپ ﷺ کا یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھتے ، اسکے بعد لوٹے اور لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی غموں پر بیٹھے ہوتے اور آپ ﷺ ان کو نصیحت کرتے ، وصیت کرتے اور امر کرتے الی آخر اللہ ہیٹ۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے آپ ﷺ کی نماز عیدین پر ہدایت ثابت ہوتی ہے جس سے ان کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۲۰۹۹- ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں جو ان عورتوں اور حاضرین عورتوں اور کنواری لڑکیوں کو سب کو لیائیں۔ رہی حائضہ عورتیں سو وہ نماز سے الگ رہیں اور نیک کام میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں۔ اس کو مالک کے سوا باقی چھ نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہم سب عید کے روز بیٹھیں



حَتَّى تُخْرِجَ الْبُكَرَ مِنْ خُدْرِهَا حَتَّى تُخْرِجَ الْغَيْضَ ، فَيَكْتَبَنَّ بِتَكْبِيرِهِمْ وَ يَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ  
، يَزُجُونَ بِرُكَّةِ ذَلِكَ النَّيِّمِ وَ طَهَّرَتْهُ . كذا فی جمع الفوائد (۱۰۶:۱) .

۲۱۰۰- عن : جابر رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُخْرِجُ فِي الْعَبْدِ وَيُخْرِجُ أَهْلَهُ .  
رواہ أحمد وفيہ الحجاج بن أرطاة وفيہ کلام ، وبقية رجالہ رجال الصحيح كذا فی جمع  
الفوائد (۲۲۱:۱) . قلت : هو حسن الحديث كما قد مر غير مرة .

۲۱۰۱- عن : أخت عبد الله بن رواحة رضي الله عنها عن رسول الله ﷺ أَنَّهُ  
قَالَ : وَجِبَ الْخُرُوجُ عَلَى كُلِّ ذَابٍ بِطَاقٍ . رواہ أحمد ، و أبو يعلى ، و زاد : يعنى فى  
العبيدين ، و الطبرانى فى الكبير وفيه امرأة تابعية لم يذكر اسمها ( مجمع الزوائد ،  
۲۲۱:۱) . قلت : و المجهول فى القرون الثلاثة مقبول عندنا .

جی کہ کوٹاری لڑکی کو بھی اسکے پردہ میں سے لے ملیں۔ یہاں تک کہ حائضہ عورتوں کو بھی لے ملیں اور وہ مردوں کی بکیر کے ساتھ بکیر  
کہیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں ، ایسی حالت میں کہ وہ اس دن کی برکت اور پاکی کی امید دار ہوں (جمع الفوائد)۔

فائدہ: اس سے عید کا کمال اہتمام معلوم ہوتا ہے جس سے اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ مگر عورتوں کی شرکت ابتداء میں تہی  
بعد میں نہیں رہی اور آج کل کے فساد اور بدنامی کے حالات میں عورتوں کا نماز کے لئے نکلنا مکروہ ہے، مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب  
کی جلد اول باب منع النساء عن الحضور فی المساجد کا مطالعہ کریں۔

۲۱۰۰- جاؤ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید میں خود بھی تشریف لے جاتے تھے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی لے  
جاتے تھے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے بھی آپ ﷺ کی موانعت اور اہتمام معلوم ہوتا ہے جو کہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔  
۲۱۰۱- عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چکے والی یعنی عورت پر عیدین کیلئے نکلنا واجب  
ہے۔ اس کو احمد ، ابویعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں ایک تابعی عورت ہے جس کا نام نہیں لیا  
گیا۔ لیکن مؤلف کہتے ہیں کہ قرآن میں جہالت معترتیں۔

فائدہ: اس سے عید کی نماز کا وجوب معلوم ہوتا ہے گو وجوب شرکت نہ منسوخ ہے۔



باب استحباب الأكل قبل الخروج إلى المصلى في يوم الفطر وبعد

الرجوع عنها في يوم الأضحى

۲۱۰۲- عن : بريدة رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ ، وَكَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ شَيْئًا حَتَّى يَرْجِعَ ، فَيَأْكُلُ مِنْ أَضْجِيتهِ . رواه الدار قطنی (۱۸۰:۱) و صححه ابن القطان ، كما في نصب الراية (۳۱:۱) ، و في بلوغ المرام (۸۸:۱) نقله بلفظ (كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ ، وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ . رواه أحمد ، والترمذی و صححه ابن حبان ۵۱ .

۲۱۰۳- عن : أنس رضي الله عنه : مَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ فِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرًا ثَلَاثًا ، أَوْ خَمْسًا ، أَوْ سَبْعًا ، أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ أَوْ أَكْثَرَ وَتَرَأَى . رواه الإسماعيلي في مستخرجه على البخاری ، و ابن حبان في صحيحه ، و الحاكم في مستدركه (فتح الباری ۲: ۳۷۲) .

۲۱۰۴- وفي حديث البراء رضي الله عنه (عند البخاری في باب الاكل يوم النحر) أَنَّ أَبَا بُرْدَةَ رضي الله عنه أَكَلَ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ النَّحْرِ ، فَبَيَّنَ لَهُ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ دَبَّحَهَا لَا تُخْزِي عَنْ الْأَضْحِيَةِ

باب عيد الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کھالیا جائے اور عید الاضحیٰ میں واپسی کے بعد کھایا جائے

۲۱۰۲- بریدہ سے روایت ہے کہ عید الفطر میں رسول اللہ ﷺ اس وقت تک عید گاہ تشریف نہ لے جاتے تھے جب تک کہ کچھ نہ کھائے اور عید الاضحیٰ میں اس وقت تک کچھ نہ کھاتے تھے ، جب تک کہ واپس نہ ہوں اور واپس ہو کر اپنی قربانی میں سے کھاتے تھے۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے اور بلوغ المرام میں روایت بایں الفاظ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر میں اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے تھے جب تک کچھ نہ کھائے۔ اور عید الاضحیٰ میں اس وقت تک کچھ نہ کھاتے تھے جب تک نماز نہ پڑھ لیں۔ اس کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۱۰۳- انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے روز اس وقت تک عید گاہ تشریف نہ لے جاتے تھے جب تک کہ وہ چھوڑے تین یا پانچ یا سات یا اس سے کم ویش مگر طاق نہ کھالیں۔ اس کو اسمعیل نے مستخرج علی البخاری میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

۲۱۰۴- بخاری کے باب الاكل يوم النحر میں ہے کہ ابو ہریرہ نے نماز سے پہلے اپنی قربانی کا گوشت کھالیا تو آپ ﷺ



وَأَقْرَهُ عَلَى الْأَكْلِ مِنْهَا. (فتح الباری ۲: ۳۷۳).

### باب استحباب الزينة في العیدین

۲۱۰۵- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَلْبَسُ يَوْمَ الْعِيدِ بُرْدَةً حُمْرَاءَ . رواه الطبرانی فی الأوسط ، و رجالہ ثقات (معجم الزوائد ۱۰: ۲۲۱) .  
 ۲۱۰۶- عن جابر ؓ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَلْبَسُ بُرْدَةً أَحْمَرَ فِي الْعِيدَيْنِ وَ الْجُمُعَةِ . رواه ابن خزيمة فی صحيحه (التلخیص الحبير ۱: ۱۴۳) .  
 ۲۱۰۷- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما : أَنَّهُ كَانَ يَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ فِي الْعِيدَيْنِ . رواه ابن أبي الدنيا و البيهقی بإسناد صحيح كذا فی فتح الباری (۲: ۳۶۶) .

### باب إخراج صدقة الفطر قبل الخروج إلى الصلاة

۲۱۰۸- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما : مِنْ السُّنَّةِ أَنْ لَا تَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ

نہ ان کو یہ بتلایا کہ تمہاری قربانی نہیں ہوئی اور قربانی کے گوشت میں سے کھانے پر اعتراض نہیں کیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ترک اکل قبل الصلوٰۃ عید الاضحیٰ میں واجب نہیں اور اسی طرح عید الفطر میں کھانا لازم نہیں۔

### باب عیدین میں زینت مستحب ہے

۲۱۰۵- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید میں سرخ چادر پہنتے تھے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۲۱۰۶- جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ میں اپنی سرخ چادر پہنتے تھے اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۲۱۰۷- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ عید میں اپنا سب سے عمدہ لباس پہنتے تھے اس کو ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے سند صحیح روایت کیا ہے۔

### باب صدقة فطر کے عید گاہ جانے سے قبل نکالنے کے بیان میں

۲۱۰۸- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ تم عید کے دن اس وقت تک عید گاہ نہ جاؤ



حَتَّى تُخْرِجَ الصَّدَقَةَ ، وَ تَطْعَمَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ تُخْرُجَ . رواه الطبرانی فی الأوسط والکبیر .  
واسنادہ حسن (مجمع الزوائد ۱: ۲۲۱)۔

۲۱۰۹- وفی الصحیح عن ابن عمر رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ ۝

### باب الخروج يوم الفطر والأضحى إلى المصلى إلا العذر

۲۱۱۰- عن أبي سعيد ۞ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُخْرِجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى ، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ ، فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ ، وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ ، فَيُعِظُهُمْ ، وَيُوصِيهِمْ ، وَيَأْمُرُهُمْ ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قِطْعَةً أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ . الحديث رواه البخاری (۱: ۱۳۱)۔

جب تک کہ صدقہ فطر نہ نکال دو اور کچھ کھانہ نہ لو۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے اور صحیح میں ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ نماز کو جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دو۔  
فائدہ: ہدایہ میں اسکا مستحب ہونا مذکور ہے۔

### باب عیدین کے روز اگر کچھ عذر نہ ہو تو عید گاہ جانا چاہئے

۲۱۱۰- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز عید گاہ جاتے پھر سب سے پہلے جو کام کرتے وہ نماز ہوتی تھی ، اسکے بعد لوٹے اور لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے بھائیہ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے اور ان کو نصیحت فرماتے اور وصیت کرتے اور حکم کرتے۔ اب اگر کوئی فوج روانہ کرنی ہوتی تو اسے روانہ فرماتے یا کوئی اور حکم کرنا ہوتا تو وہ حکم کرتے ، اسکے بعد واپس ہو جاتے الیٰ آ خر الخدیث۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر نہ ہونے کی صورت میں جامع مسجد کی بجائے عید گاہ میں نماز پڑھی جائے ، شامی اور فتح القدیر میں اسے سنت کہا گیا ہے ، نیز باوجود مسجد نبوی کی فضیلت کے حضور ﷺ کا ہمیشہ باہر کھلے میدان میں نماز عید پڑھنا بھی اس کی فضیلت پر دلال ہے۔ اور اگر عید گاہ جانے کی صورت میں کچھ ضعیف پیچھے رہ جائیں تو پیچھے شہر میں ایک خلیفہ مقرر کیا جاسکتا ہے جو انکو عید پڑھائے جیسا کہ منہاج السنہ میں حضرت علیؓ کے اثر سے معلوم ہوتا ہے۔



۲۱۱۱- عن : أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ : أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِی یَوْمِ عِیدِ فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَاةَ الْعِیدِ فِی الْمَسْجِدِ . رواہ أبو داود ، وسکت عنه ہو و المنذری (عون المعبود ۱: ۴۵۱) .

**باب ما جاء فی التکبیر فی طریق المصلی ثم فیہ إلی خروج الإمام**  
 ۲۱۱۲- عن : نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما : أَنَّهُ كَانَ إِذَا غَدَا یَوْمَ الْفِطْرِ ، وَیَوْمَ الْأَضْحَى یَجْهَرُ بِالتَّكْبِيرِ حَتَّى یَأْتِيَ الْمُصَلَّى ، ثُمَّ یُكَبِّرُ حَتَّى یَأْتِيَ الْإِمَامُ . أخرجه الدارقطنی ثم البیهقی فی سننہما . قال البیهقی : الصحیح وقفہ علی ابن عمر رضی اللہ عنہ وقد روی مرفوعاً و هو ضعیف ، کذا فی نصب الرایۃ (۱: ۳۱۹) .

۲۱۱۳- حدثنا : الحسن نا عباس بن محمد ثنا الفضل بن دکین ثنا عائذ بن حبیب عن الحجاج عن سعید بن أشوع عن حنش بن المعتمر قَالَ : رَأَيْتُ عَبْدًا یَوْمَ أَضْحَى لَمْ یَزَلْ مُكَبِّرًا حَتَّى أَتَى الْجَبَانَةَ . أخرجه الدارقطنی (۱: ۱۷۹) ، وسندہ حسن .

۲۱۱۱- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ عید کے روز کثرت سے بارش ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو عید کی نماز مسجد میں پڑھائی۔ اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔  
**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ عذر کے وقت عید گاہ جانے کی ضرورت نہیں۔ نیز ایسی حالت میں بھی عید کو ترک نہ کرنا اسکے وجہ کی دلیل ہے۔

**باب ان حدیثوں کے بیان میں جن میں عید گاہ کی راہ میں خروج امام تک تکبیر کہنے کا ذکر ہے**  
 ۲۱۱۲- نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر کا قاعدہ تھا کہ جب عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے روانہ ہوتے تو آواز سے تکبیر کہتے رہتے یہاں تک کہ عید گاہ پہنچ جاتے ، اسکے بعد عید گاہ میں تکبیر کہتے رہتے جب تک کہ امام آتا۔ اس کو دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ صحیح بھی ہے کہ وہ ابن عمرؓ پر متوقف ہے اور یہ روایت مرفوعہ بھی مروی ہے مگر وہ ضعیف ہے۔  
 ۲۱۱۳- حنش بن الحسن سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے بقر عید کے روز حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ برابر تکبیر کہتے رہے یہاں تک کہ عید گاہ میں پہنچ گئے۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔



۲۱۱۴- عن : الزهری قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ ، فَيَكْبِرُ مِنْ جَنِينَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ حَتَّى يَأْتِيَ الْمُصَلَّى . رواه أبو بكر النجاد ، وهو عند ابن أبي شيبة عن يزيد عن ابن أبي ذئب عن الزهری مرسلًا بلفظ : فَإِذَا قُضِيَ الصَّلَاةُ قَطَعَ التَّكْبِيرُ . (التلخيص الحبير ۱: ۴۳) . قلت : إسناده ابن أبي شيبة صحيح مع إرساله ، وهو حجة عندنا ، وعند الكل إذا اعتضد ، وههنا كذلك ، فقد اعتضد بفعل الصحابة .

### باب جواز التهتئة بالعيد

۲۱۱۵- عن : جبیر بن نفیر قال : كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَقَوَّأ يَوْمَ

۲۱۱۴- زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے روز عید گاہ کو روانہ ہوتے تو جس وقت سے کہ آپ گھر سے نکلے برابر تکبیر کہتے رہتے یہاں تک کہ عید گاہ پہنچ جاتے۔ اس کو ابوبکر نجاد نے روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے زہری سے مرسل یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ جب آپ ﷺ نماز ختم کرتے تو تکبیر ختم کر دیتے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ کی سند صحیح ہے اور گو روایت مرسل ہے مگر ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے اور جس وقت اس کی تائید ہو جائے تو سب کے نزدیک حجت ہو جاتی ہے اور یہاں مرسل فعلی صحابہ سے مؤید ہے۔

فائدہ: حضرت علیؓ کا عمل اور زہری کی مرسل روایت مذہب حنفی کے لئے مؤید ہے کہ تکبیر راستہ میں کہی جائے اور عید گاہ میں پہنچ کر ختم کر دی جائے لہذا ابن عمرؓ کی روایت پر اس کو ترجیح ہے کیونکہ حضرت علیؓ خلفاء راشدینؓ میں سے ہیں اور ابن عمرؓ سے جو عید الفطر میں تکبیر جبر کے ساتھ مروی ہے اس میں ہمارے یہاں بھی مجاہدؓ ہے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ عید الفطر میں تکبیر آہستہ آواز سے کہی جائے کیونکہ اصل ذکر میں اخفاء ہے جو ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ سے معلوم ہوتا ہے لہذا جبر بالذکر بدعت ہے لیکن چونکہ عید الاضحیٰ کی تکبیر اونچی آواز سے کہنا اجماع سے ثابت ہے لہذا وہ اس قرآنی اصول سے مستثنیٰ ہوگی اور عید الفطر کی تکبیر کے بارے میں جو ایک ضعیف حدیث سے ثابت ہے جو کہ قرآنی اصول کے معارض نہیں بن سکتا اس لئے اس میں اصل اخفاء ہی ہے، نیز اونچی آواز سے عید الفطر میں تکبیر پڑھنا ایک صحابی ابن عمرؓ کا قول ہے جس کے معارض ابن عباسؓ کا قول ہے جو عید الفطر کے دن جبر سے تکبیر پڑھنے کو جنوں کہتے ہیں لہذا قرآنی اصول بلا معارض باقی رہے گا۔ اور عید گاہ میں تکبیر کہنے پر عبد اللہ بن عباسؓ نے انکار کیا ہے اس لئے حضرت علیؓ کی روایت رائج ہے (فتح القدیر)۔



الْعَبِيدُ يَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : تَقَبَّلَ اللَّهُ بِنَا ، وَ بِنُكَ . رویناہ فی المحاسنات یاسناد حسن ، قالہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری (۲: ۳۷۱) و فی وصول الأمانی (ص- ۱۹) للعلامة السيوطی : أخرج الزاهر بن طاهر فی کتاب تحفة عيد الفطر ، و أبو أحمد الفرضی فی نسخته بسند صحيح ثم ساقه .

۲۱۱۶- عن : محمد بن زياد قال : كُنْتُ نَعَ أَبِي أَسَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَ غَيْرِهِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا رَجَعُوا يَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : تَقَبَّلَ اللَّهُ بِنَا وَ بِنُكَ . قال أحمد بن حنبل : إسناده إسناده جيد ، كذا في الجوهر النقي (۱: ۲۵۳) . و وصول الأمانی (ص- ۱۹) أخرج الزاهر بسند حسن عن محمد بن زياد الألهاني ، قال : رَأَيْتُ أَبَا أَسَامَةَ الْبَاهِلِيِّ يَقُولُ فِي الْعَبِيدِ لِأَصْحَابِهِ : تَقَبَّلَ اللَّهُ بِنَا وَ بِنُكُمْ اهـ .

### باب عید کی مبارکباد کے جواز کے بیان میں

۲۱۱۵- جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جب عید کے روز ملے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ خدا ہماری اور تمہاری نماز وغیرہ قبول فرمائے ، ابن حجر نے کہا ہے کہ ہم سے یہ روایت کالمیات میں بسند حسن روایت کی گئی ہے۔ اور سیوطی نے کہا ہے کہ اس کو زاہر بن طاہر نے اپنی کتاب تحفہ عید الفطر میں اور ابو احمد فرضی نے اپنی کتاب میں بسند صحیح روایت کیا ہے۔

۲۱۱۶- محمد بن زیاد کہتے ہیں کہ میں ابوامامہؓ باہلی اور دوسرے صحابہ کے ساتھ تھا، سو جب وہ نماز سے واپس ہوئے تو ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ خدا ہماری اور تمہاری نماز وغیرہ قبول فرمائے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند حسن ہے اور سیوطی نے بھی اس کو حسن کہا ہے۔ اور زاہر بن سند حسن کے ساتھ نقل کیا ہے کہ محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے ابوامامہؓ باہلی کو عید کے دن اپنے ساتھیوں کو یوں مبارکباد دیتے ہوئے دیکھا کہ اللہ ہماری اور تمہاری نماز وغیرہ قبول فرمائے۔

فائدہ: ایسی دعا و تہنیت کی مشروعیت تو اس روایت سے ثابت ہے لیکن محض مشروعیت قربت یا سنت کو مستلزم نہیں اس لئے ہم نے جواز کو اختیار کیا ہے نہ کہ احتیاج کو۔ درختی میں ہے کہ تقبل اللہ منا و منکم کے الفاظ کے ساتھ مبارکباد دینا منکر نہیں اور شامی میں ہے کہ ابن امیر حاج فرماتے ہیں کہ اشبہ یہ ہے کہ یہ جائز اور فی الجملہ مستحب ہے۔



### باب کراهۃ النافله فی العیدین قبل الصلاة مطلقا و بعدها فی المصلی خاصة

۲۱۱۷- عن : أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ شَيْئًا فَإِذَا رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ ، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ . رواه ابن ماجه (۲۰۱:۱) ، وفي الزوائد : هذا إسناد جيد حسن قاله السندی . وفي فتح الباری (۳۹۶:۲) بعد نقله ما لفظه : بإسناد حسن ، وقد صححه الحاكم ۱۵۰ .

۲۱۱۸- وفي الصحيح : باب الصلاة قبل العيد و بعدها : و قال أبو المعلى : سمعت سعیدا عن ابن عباس كره الصلاة قَبْلَ الْعِيدِ ۱۵۰ .

۲۱۱۹- وفيه أيضا : عن ابن عباس رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهُ بِلَالٌ ۱۵۰ .

۲۱۲۰- عن : أبی مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ : لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ الصَّلَاةُ قَبْلَ خُرُوجِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ .

### باب عیدین میں نماز سے پہلے نوافل مطلقاً ممنوع ہیں اور نماز کے بعد صرف عید گاہ میں ممنوع ہیں

۳۱۱۷- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید سے پہلے کچھ نہ پڑھتے تھے۔ پھر جب واپس ہوتے تو کمر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے (عالمابیہ رکعتیں چاشت کی ہوتی تھیں)۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور زوائد میں اس کی سند کو حسن کہا ہے ، علی ہذا ابن حجر نے بھی اسے حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز سے قبل نوافل نہ پڑھنا اور بعد عید، گھر میں نوافل پڑھنا آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی۔ پس عید کی نماز سے قبل نوافل پڑھنا مکروہ ہوگا، نیز آپ ﷺ حرمین علی العبادت تھے لیکن اس کے باوجود نوافل کا ترک کرنا اسکی کراہیت پر دل ہے۔ باقی بعض صحابہ (انس بن مالک اور حسن رضی اللہ عنہما) سے جو نماز عید سے قبل نوافل پڑھنا منقول ہے وہ بیان جواز پر محمول ہے کیونکہ جواز کراہیت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔

۳۱۱۸- صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عید سے پہلے نماز کو پڑھ نہیں کیا۔

۳۱۱۹- صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن عید گاہ تشریف لے گئے اور صرف دو رکعتیں پڑھیں، نہ ان سے پہلے نماز پڑھی اور نہ ان کے بعد اور آپ ﷺ کے ساتھ بلالؓ تھے۔

۳۱۲۰- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عید کے دن امام کے آنے سے پہلے نماز پڑھنے کا قاعدہ نہیں ہے۔



رواہ الطبرانی فی الکبیر، و رجالہ ثقات (مجمع الزوائد ۱: ۲۲۲)۔

۲۱۲۱- عن : ابن سیرین : أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَ حَذِيفَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَا يَنْهَيَانِ النَّاسَ أَوْ قَالَ يُجْلِسَانِ مَنْ يَرِيَاهُ يُصَلِّي قَبْلَ خُرُوجِ الْإِمَامِ . رواہ الطبرانی فی الکبیر بأسانید ، و فی بعضها قال : أُنْبِئْتُ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَ حَذِيفَةُ فَهُوَ مَرْسَلٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ . (مجمع الزوائد ۱: ۲۲۲)۔

### باب ما جاء فی وقت صلاة العیدین

۲۱۲۲- عن : یزید بن خمیر الرجبی قال : خَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَعَ النَّاسِ فِي يَوْمِ عِيدِ فِطْرٍ أَوْ أَضْعَى ، فَانْتَكَرَ إِطَاءَ الْإِمَامِ ، فَقَالَ إِنَّا كُنَّا قَدْ فَرَعْنَا سَاعَتَنَا هَذِهِ ، وَ ذَلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ . رواہ أبو داود (۲۴۱:۱) . و فی النیل (۱۷۶:۳) سکت عنه هو و المنذرى ، و رجال إسناده ثقات اه . و فی نصب الراية (۳۲۰:۱) : رواہ أبو داود ، و ابن ماجه . قال النووى فى الخلاصة : إسناده صحيح على شرط مسلم اه . و فی فتح الباری (۳۸۰:۲) فى شرح تعليق البخارى : و قال عبد الله بن بسر : إن كنا فرغنا فى هذه الساعة ، و ذلك حين التسبیح ما نصه : هذا التعليق و صله أحمد ، و صرح برفعه ، و سیاقه أتم أخرجه من طریق یزید بن خمیر قال : خَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِ

اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۲۱۲۱- ابن سیرین سے مروی ہے کہ ابن مسعود اور حذیفہ جس کو عید کے روز امام کے آنے سے پہلے نماز پڑھتے دیکھتے اس کو منع کرتے تھے یا فرمایا کہ بخلا دیے تھے۔ اس کو طبرانی نے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے۔ جن میں سے بعض طرق میں یوں ہے کہ مجھے بتلایا گیا ہے کہ ابن مسعود اور حذیفہ گریا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت مرسل ہے مگر صحیح ہے۔

### باب عیدین کی نماز کے وقت کے بیان میں

۲۱۲۲- یزید بن خمیر رجبی سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن بسر صحابی رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ہمراہ مید الفطر یا عید الاضحی کے روز عید کا ہاتھ ریف لے گئے، امام کے دیر کرنے پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ اس وقت تو ہم نماز سے فارغ ہو جاتے تھے اور یہ وقت نماز کا تھا۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کر کے انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور نووی نے اس کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے



صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ النَّاسِ يَوْمَ يَفْطِرُ أَوْ أَضْحَى ، فَأَنْكَرَ ابْطَاءَ الْإِمَامِ ، وَقَالَ : إِنْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ فَرَعْنَا سَاعَتَنَا هَذِهِ . وَكَذَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ أَحْمَدَ ، وَالْحَاكِمُ مِنْ طَرِيقِ أَحْمَدَ أَيْضًا وَصَحَّحَهُ . وَفِي رِوَايَةٍ صَحِيحَةٍ لِلطَّبْرَانِيِّ : ذَلِكَ حِينَ تَسْبِيحِ الضُّحَى اهـ .

۲۱۲۳- حدثنا : فهد ثنا عبد الله بن صالح ثنا هشيم بن بشير عن أبي بشر جعفر بن إياس عن أبي عمير بن أنس بن مالك قال : أخبرني عموتي من الأنصار : أَنَّ الْهَلَالَ خَفِيَ عَلَى النَّاسِ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي رَمَسِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَأَصْبَحُوا صَيَامًا ، فَشَهِدُوا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ أَنَّهُمْ رَأَوْا الْهَلَالَ اللَّيْلَةَ الْمَاضِيَةَ ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ النَّاسَ بِالْفِطْرِ ، فَأَفْطَرُوا تِلْكَ السَّاعَةَ وَخَرَجَ بِهِمْ مِنَ الْعَدِّ ، فَصَلَّى بِهِمْ صَلَاةَ الْعِيدِ . أَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ (۲۲۶:۱) . وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ . أَمَّا فَهْدُ فَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ ، وَتَقَى فِي الْجَوْهَرِ النُّقْي (۲۲۹:۲) . وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ هُوَ كَاتِبُ اللَّيْثِ حَسَنُ الْحَدِيثِ وَهَشِيمُ وَابُو بَشِيرٍ مِنْ رِجَالِ الصَّحِيحِ وَابُو عَمِيرٍ (قِيلَ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ) ثِقَةٌ مِنَ الرَّابِعَةِ ، كَمَا فِي التَّقْرِيبِ (ص-۲۶۲) فَالْحَدِيثُ حَسَنٌ .

امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس وقت تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ فارغ بھی ہو جاتے تھے۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ وقت چاشت کی نماز کا تھا اور اسکو ابن حجر نے صحیح کہا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عید کا مستحب وقت چاشت سے قبل ہے، البتہ چاشت کے بعد بھی درست ہے کیونکہ چاشت کے بعد نماز عید کو صحابی نے باطل نہیں کیا۔

۲۱۲۳- ابو عمیر بن انس بن مالک کہتے ہیں کہ مجھے میرے انصاری چچاؤں نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رمضان کی آخری شب میں چاند نظر نہ آیا اس لئے لوگوں نے روزہ رکھا۔ زوال کے بعد لوگوں نے شہادت دی کہ انہوں نے کل رات چاند دیکھا ہے، آپ ﷺ نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا، انہوں نے روزہ افطار کیا اور اگلے روز آپ ﷺ نے انکو عید کی نماز پڑھائی۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور سند حسن ہے۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ زوال کے بعد عید کی نماز نہیں پڑھی جاسکتی تو معلوم ہوا کہ اس کا آخر وقت زوالِ شمس ہے۔ اسی طرح فقہاء کا اجماع ہے کہ طلوعِ شمس سے قبل بھی نماز عید نہیں پڑھی جاسکتی۔ اور لفظ بعد زوالِ الشمس سے ظاہر اعادة تیار ہے کہ



### باب صلاة العید فی الیوم الثانی للعدر

۲۱۲۴- عن : أبی عمیر بن أنس عن عمومة له من الصحابة : أَنَّ رَجُلًا جَاءُوا ، فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ رَأَوْا الْهَلَالَ بِالْأَمْسِ ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُفْطِرُوا ، وَإِذَا أَصْنَعُوا يَغْدُوا إِلَى مُضَلَّاهُمْ . رواه أحمد ، و أبو داود ، و هذا لفظه ، و إسناده صحيح (بلوغ المرام ۸۸:۱) وصححه ابن المنذر ، و ابن السكن ، و ابن حزم . وعلق الشافعي القول به على صحة الحديث ، فقال ابن عبد البر : أبو عمير مجهول ، كذا قال . و قد عرفه من صححه ( التلخيص الحبير ۱: ۱۴۶ ) .

ولفظ أحمد فی مسنده : غُمَّ عَلَيْنَا هَلَالُ شَوَّال ، فَأَصْنَعْنَا صِيَامًا ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ ، فَشَهِدُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُمْ رَأَوْا الْهَلَالَ بِالْأَمْسِ ، فَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا مِنْ يَوْمِهِمْ ، وَ أَنْ يَخْرُجُوا لِعِبَادِهِمْ مِنْ الْغَدِ . و قال المنذرى : قال الخطابى : حديث أبى عمير صحيح (عون المعبود ۱: ۴۵۰) . قال النووى فى الخلاصة حديث صحيح كذا فى نصب الراية (۱: ۳۲۱) و رواه الدار قطنى (۱: ۲۳۳) و حسنه . وفى روايته : أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ ، فَجَاءَ رَجُلٌ ، فَشَهِدُوا . فذكره .

زوالِ شمس سے زیادہ فصل نہ ہوا تھا اس لئے استدلال صحیح ہے اور ظلمات میں احتمالات بعیدہ کا اعتبار نہیں واللہ اعلم۔

### باب بوجہ عذر عید کی نماز اگلے روز پڑھی جاسکتی ہے

۲۱۲۵- ابو عمیر بن انس اپنے صحابی چچاؤں سے روایت کرتے ہیں کہ شہزادہ سوار آئے ، انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے ، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اظہارِ کاکم دیا اور فرمایا کہ کل بوقتِ صبح وہ عید گاہ چلیں۔ اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے اور ابن المنذر اور ابن السکن اور ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام احمد کی روایت بایں الفاظ ہے کہ ہمیں شوال کا چاند نہ دکھائی دیا اس لئے ہم نے اگلے دن روزہ رکھا۔ خردن میں (نہیں معصوم مس وقت) چند شہزادے آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے اس روز لوگوں کو اظہارِ کاکم دیا اور اگلے دن عید کے لئے جانے کا حکم دیا۔ خطابی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح نوہی نے بھی اسے صحیح کہا ہے اور دارقطنی نے اسے روایت کر کے اسکی تحسین کی ہے۔



۲۱۲۵- عن ربعی بن حراش عن رجل من أصحاب النبی ﷺ قَالَ : اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْ اٰخِرِ يَوْمِ رَمَضَانَ ، فَقَدِمَ اَغْرَابِيَّانِ ، فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِاللّٰهِ لَآهْلًا الْهَلَالُ اَنَسِيَ غَيْبِيَّةً ، فَلَمَّزَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسَ اَنْ يُفْطِرُوْا وَاَزَادَ خَلْفَ وَاَنْ يُغْدُوْا اِلَى مُصَلَّاهُمْ . رواه الدار قطنی (۲۳۳:۱) وقال : هذا إسناد حسن ثابت اهـ . و رواه البيهقی و قال الصحابة كلهم ثقات سموا او لم يسموا و رواه الحاكم في مستدرکه ، و سمی الصحابی فقال : عن ربعی بن حراش عن ابن مسعود ، فذكره و قال : صحيح علی شرطهما ، کذا فی نصب الراية (۳۲۱:۱).

### باب كيفية صلاة العیدین

۲۱۲۶- علی بن عبد الرحمن ، و یحیی بن عثمان قد حدثانا قالا : ثنا عبد الله بن یوسف عن یحیی بن حمزة قال : حدثنی الوضیین بن عطاء أن القاسم أبا عبد الرحمن حدثه قال : حدثنی بعض أصحاب رسول الله ﷺ قال : صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عِيدٍ ، فَكَثَّرَ اَرْبَعًا وَاَرْبَعًا ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوُجْهِهِ حِينَ اِنْصَرَفَ فَقَالَ : لَا تَنْسَوُا كَتِّبِيرَ الْجَنَانِزِ ، وَ

۲۱۲۵- ربعی بن حراش ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں میں رمضان کے آخری دن میں اختلاف ہوا تو اعرابی آئے اور انہوں نے طلفا بیان کیا کہ انہوں نے کل شام کو چاند دیکھا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ انتظار کریں اور غلف نے یہ بھی زائد کہا ہے کہ صبح کے وقت عید گاہ چلیں۔ اس کو دار قطنی نے روایت کر کے اس کو حسن اور ثابت کہا ہے اور حاکم نے اس کو ابن مسعود سے روایت کیا ہے اور اس کو شرطین پر صحیح کہا ہے۔

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کا آخری دن (جمہ ینہ میں روایت نہ ہونے کی وجہ سے) تیس تاریخ کا دن شمار کیا گیا تھا) حقیقت میں عید کا دن تھا مگر چونکہ شہادت ہلال بعد زوال کے پہنچی تھی، جیسا کہ دار قطنی کی روایت سابقہ میں مصرح ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس دن عید نہیں کی بلکہ صابہ کو روزہ توڑ دینے کا اور اگلے دن عید کے لئے نفلے کا حکم دیا اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے جیسا کہ متون و شروح میں منصوص ہے۔

### باب عیدین کی نماز کے طریقہ کے بیان میں

۲۱۲۶- رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے عید کی نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں



۲۱۲۸- یحییٰ بن عثمان قد حدثنا قال : ثنا نعیم بن حماد قال : ثنا محمد بن یزید الواسطی عن النعمان بن المنذر عن مكحول قال : حدثنی رسول حذیفۃ ؓ و ابی موسیٰ ؓ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ اَرْبَعًا اَرْبَعًا سِوَى تَكْبِيْرَةِ الْاِفْتِيْحِ . رواه الطحاوی (۴۰۰:۲) و إسناده مقارب إلا أنه منقطع ، كما ترى .

۲۱۲۹- ثنا : هشيم عن ابن عون عن مكحول أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ سَعِيدَ بْنِ الْعَاصِ : أَرْسَلَ إِلَى أَرْبَعَةِ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ فَسَأَلَهُمْ عَنِ التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدِ ، فَقَالُوا : ثَمَانِي تَكْبِيرَاتٍ ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ سِيرِينَ ، فَقَالَ : صَدَقَ ، وَلَكِنْ أَغْفُلُ تَكْبِيرَةً فَاتَّبِعْ الْخَلَاءَ . و هذا المجهول الذي في هذا السند تبين أنه أبو عائشة ، وباقي السند صحيح رواه ابن أبي شيبة في المصنف (الجواهر الثقی فی الرد علی البیهقی ۱: ۲۴۳) .

۲۱۳۰- أخبرنا : سفيان الثوري عن أبي إسحاق عن علقمة و الأسود أن ابن مسعود ؓ : كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ ثَمَانًا ، أَرْبَعَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ ، فَيَرْكَعُ وَ فِي

۲۱۲۸- مکحول کہتے ہیں کہ حذیفہؓ اور ابو موسیٰؓ کے قاصد نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ عیدین (میں سے ہر ایک کی دونوں رکعتوں) میں چار چار (یعنی ہر رکعت میں چار) تکبیریں کہتے تھے سوائے تکبیر افتتاح کے (یعنی تکبیر رکوع سمیت ہر رکعت میں چار تکبیریں ہوتی تھی) اس کو کھادی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند معمولی درجہ کی ہے لیکن وہ منقطع ہے۔

۲۱۲۹- مکحول سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جو کہ سعید بن العاص کے پاس موجود تھا کہ سعید نے اپنا قاصد اصحاب بیعت اخوان میں سے چار شخصوں کے پاس بھیجا اور تکبیرات عید کے متعلق دریافت کیا، ان سب نے جواب دیا کہ کل آٹھ تکبیرات ہیں (ہر رکعت میں چار مع تکبیر رکوع) میں نے اس کو ابن سیرین سے ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس نے صحیح کہا لیکن اس نے تکبیر تحریمہ کو نظر انداز کر دیا (کیونکہ اس سمیت کل نو ہوتی ہیں۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہو گیا کہ اس میں مکحول نے جس کا نام نہیں لیا ہے وہ ابو عائشہ ہیں اور گو قاصد کا نام نہیں لیا مگر سعید بن العاص کے اس کو قاصد بنانا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت معتد تھا اور گواہ ابن سیرین نے اپنی تصدیق کی وجہ نہیں بتلائی مگر ان کا وثوق بتلا رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ امر محقق اور ثابت تھا۔ پس روایت صحیح ہے اور اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

۲۱۳۰- علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے، پہلی رکعت میں چار (مع تکبیر تحریمہ)



۲۱۳۴- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً : لَيْسَ فِي الْعِيدَيْنِ أَذَانٌ وَلَا إِقَاتَةٌ . رواه الخطيب في المتفق والمفترق و رجاله ثقات . (كنز العمال ۴: ۳۱۵) .

۲۱۳۵- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ كَانُوا يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ . رواه مسلم (۱: ۲۹۰) ورواه البخاری فی باب الخطبة بعد العید .

۲۱۳۶- وروی البخاری ایضاً عن ابن عباس رضی اللہ عنہما : قَالَ : شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَكُلُّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ .

سے پہلے اور نہ امام کے آنے کے بعد اور نہ اقامت ہے اور نہ پکار اور نہ کچھ اور نہ اس روز پکار ہے اور نہ اقامت ۔

۲۱۳۴- ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ عیدین میں نہ اذان ہے اور نہ اقامت ۔ اس کو خطیب نے متفق و متقرن میں روایت کیا ہے اور اسکے رجال ثقہ ہیں ۔

۲۱۳۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نماز عیدین خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے ۔ اسکو شیخین نے روایت کیا ہے ۔

۲۱۳۶- بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمرؓ کے ساتھ (عیدین میں) شریک ہوا ۔ سو یہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے ۔

فائدہ: حکم اصلی یہی ہے کہ خطبہ نماز کے بعد ہو لیکن یہ لازم نہیں ہے اسلئے اگر کسی ضرورت سے اتفاق طور پر خطبہ مقدم کر دیا جائے تو وہ اسکے تاخر اصلی کے منافی نہیں ہے اور یہی عمل ہے ان روایات کا جن میں حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ سے بعض اوقات میں تقدیم خطبہ منقول ہے ۔ پس رسول اللہ ﷺ اور ان حضرات کے فعل میں تعارض نہیں کہ ترجیح کی ضرورت ہو ۔ بلکہ ان حضرات کے اتفاق طور پر کسی ضرورت سے تقدیم تفسیر ہے رسول اللہ ﷺ کی تاخیر کی ۔ یہ اس وقت ہے جبکہ یہ نقل مطابق واقع ہو اور اگر اس کو توہم رواۃ کہا جائے وہو الظاہر کیونکہ اگر حضرت عمرؓ سے تقدیم خطبہ ثابت ہو تو حسن بصریؒ کا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ جس نے سب سے پہلے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا وہ عثمانؓ ہیں ۔ اور اگر ان دونوں سے تقدیم ثابت ہو تو مروان کی تقدیم جس پر محض صحابہؓ نے نہایت سختی سے نکیر کیا قابل اعتراض نہ ہوتی ، اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایات مطابق واقعہ نہیں اور سند کی صحت اصطلاحی اسکے صحت واقعی کو مستلزم نہیں کیونکہ ثقات سے وہم اور خطا ہوتی ہے ، اس کے علاوہ حسن بصریؒ صرف یہ کہتے ہیں کہ



ذَهَبَ فِيهِ . كَذَا فِي فَتْحِ الْبَارِي (۲: ۳۹۲) .

۲۱۴۰- عن إسحاق بن سالم مولى نوفل بن عدی أخبرني بكر بن ميسر الأنصاري قال : كُنْتُ أَغْدُوْ مَعَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْمُصَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحَى ، فَتَسَلُّكَ بَطْنُ بَطْحَانَ حَتَّى تَأْتِيَ الْمُصَلَّى ، فَتُصَلِّيَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، ثُمَّ نَرْجِعُ مِنْ بَطْنِ بَطْحَانَ إِلَى بُيُوتِنَا . رواه أبو داود (۱: ۴۵۰) وسكت عنه .

وفی کنز العمال (۴: ۳۳۸) : رواه البخاری فی تاریخہ ، و أبو داود ، وابن السکین ، وقال : إسناده صالح ، و ما له غیرہ ، والباوردی ، والحاکم فی المستدرک ، و أبو نعیم ، و قال ابن القطان : لم یرو عنه إلا إسحاق بن سالم ، و إسحاق لا یعرف اه . قلت : من جعل الحدیث صالحا فقد عرفه ، و هو مقدم علی من یجهله .

۲۱۴۱- حدثنا : إسماعیل بن موسی ناشريك عن أبی إسحاق عن العارث عن علی ؑ قال : مِنَ السَّنَةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيدِ مَا شِئْتَ ، وَ أَنْ تَأْكُلَ شَيْئاً قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ . رواه الترمذی (۱: ۶۹) و حسنه .

اور اسماعیل کی روایت میں یوں ہے کہ جب آپ ﷺ عید گاہ کو تشریف لے جاتے تو جس راستے سے تشریف لے گئے تھے اسکے سوا دوسرے راستے سے آتے۔

۲۱۴۰- اتفق بن سالم مولى نوفل بن عدی کہتے ہیں کہ مجھ سے بکر بن بشر انصاری نے بیان کیا کہ میں صحابہ کے ساتھ عید اور بقر عید کے دن عید گاہ جاتا اور ہم بطنان کے اندر کوہ کو عید گاہ پہنچتے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھتے پھر بطنان کے اندر ہو کر گھر واپس آتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے (لہذا انکے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) اور بخاری نے اسے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اسے صالح کہا ہے اور ماوردی اور حاکم اور ابویہ نے بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ: جابرؓ کی حدیث کی دلالت انتخاب پر ظاہر ہے کیونکہ مخالف طریق خود رسول اللہ ﷺ کا فعل ہے جس کا ادنیٰ درجہ انتخاب ہے اور اس کے خلاف دوسری حدیث میں چونکہ اصحاب کا قول ہے جس کو کمرہ بلا دلیل نہیں کہہ سکتے تو اس کا ادنیٰ درجہ اباحت ہوگی اور متن نور الایضاح میں مخالف طریق کو مست کہا ہے۔ اسی طرح دوسرے متون میں بھی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۱۴۱- حضرت علیؓ نے فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ ہم عید گاہ میں پیادہ جائیں اور جانے سے پہلے کچھ کھالیں۔ (یعنی عید الفطر)



۲۱۴۳- حدثنا: حسين بن علي عن زائدة عن عاصم عن شقيق عن علي رضي الله عنه:  
 أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ، وَيُكَبِّرُ  
 بَعْدَ الْعَصْرِ . رواه ابن أبي شيبة في مصنفه كما في نصب الراية (۱: ۳۲۵) ، وفي الدراية  
 (ص- ۱۳۶) : إسناده صحيح اه ، وأخرجه الحاكم في مستدرکه (۱: ۲۹۹) و صححه ، و  
 أقره عليه الذهبي ولفظه : كَانَ عَلِيٌّ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ غَدَاةَ عَرَفَةَ ، ثُمَّ لَا يَقْطَعُ حَتَّى  
 يُصَلِّيَ الْإِمَامُ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ثُمَّ يُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ . اه .  
 ۲۱۴۴- عن : عبيد بن عمير قال : كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلَاةِ  
 الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الظُّهْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ . أخرجه الحاكم (۱: ۲۹۹)  
 و صححه ، و أقره عليه الذهبي .

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں جو واذکروا اللہ فی ایام معدودات میں ذکر کا حکم ہے اس سے مراد ایام  
 تشریق میں ذکر اللہ ہے اور ان ایام میں ذکر اللہ تکبیر ہے پس تکبیرات تشریق کا واجب ہونا ثابت ہوا کیونکہ اصل امر میں وجوب ہے اور  
 جب تک کوئی صارف نہ ہوا اصل پر محمول رکھنا ضروری ہے۔ اور گواس روایت میں اس کی تصریح نہیں کہ ذکر اللہ سے مراد تکبیرات تشریق  
 ہیں مگر دوسری بعض روایات میں تصریح ہے کہ مراد نمازوں کے بعد تکبیر کہنا ہے جیسا کہ اعلاء السنن کے حاشیہ عربیہ میں مفصل مذکور ہے  
 اور خود ابن عباسؓ نے اپنے عمل سے بھی اس آیت کی تفسیر تکبیر تشریق ہی سے کی ہے جیسا کہ حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز ابن عربیؒ  
 کے قول میں اس بات پر فقہا مشاہیر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ اذکروا اللہ فی ایام معدودات میں ذکر سے مراد ایام تشریق  
 کی تکبیرات ہی ہیں (احکام القرآن ۱-۶۰) پس آیت سے مقصود باب پر استدلال تام ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۱۴۳- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ عرفہ کے دن کی فجر سے لے کر آخر ایام تشریق کی عمر تک تکبیر کہتے تھے اور عصر کے  
 بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے سند صحیح روایت کیا ہے اور حاکم نے بائیں الفاظ روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ عرفہ کے دن صبح  
 کی نماز کے بعد تکبیر کہتے تھے اور اس کو اس وقت تک بند کرتے تھے جب تک کہ آخر ایام تشریق کی نماز نہ پڑھ لیتا، پھر وہ عصر کی نماز  
 کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسے قائم رکھا ہے۔

فائدہ: یہ روایت صاحبین کے مذہب کی مؤید ہے کہ تکبیرات نودی الحج کی صبح کی نماز سے لیکر تیرہویں الحج کی عصر کی نماز تک  
 پڑھی جائیں اور اس میں ہی احتیاط ہے۔

۲۱۴۴- عیید بن عمر کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ عرفہ کی فجر کی نماز کے بعد سے لے کر آخر ایام تشریق کی ظہر کی نماز تک تکبیر



اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَ لِلَّهِ الْحَمْدُ . رواه ابن أبي شيبة في مصنفه . قال الزيلعي (۱: ۳۲۶) : بسند جيد . و صححه الحافظ في الدراية (ص-۱۳۶) . قلت : فاختلفت الرواية عن ابن مسعود ؓ .

۲۱۴۸- حدثنا : وكيع عن حسن بن صالح عن أبي إسحاق عن أبي الأحوص عن عبد الله : أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ : اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَ لِلَّهِ الْحَمْدُ . أخرجه ابن أبي شيبة أيضا كما في نصب الراية (۱: ۳۲۶) و سنده صحيح .

۲۱۴۹- حدثنا : عباد بن العوام عن حجاج عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي بن عيسى قَالَ : لَا جُمُعَةَ ، وَلَا تَشْرِيقَ ، وَلَا صَلَاةَ فِطْرٍ ، وَلَا أَضْحَى إِلَّا فِي بَصْرَ جَابِعٍ ، أَوْ مَدِينَةِ عَظِيمَةٍ . أخرجه ابن أبي شيبة أيضا كما في نصب الراية (۱: ۳۱۳) و سنده حسن ، كما تقدم في الحاشية ، أول هذا الجزء ، و حجاج بن أرطاة و الحارث الأعور كلاهما حسن الحديث ، كما ذكرناه غير مرة .

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ الحمد۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ زبلی نے اس کی سند کو چیدوار ابن حجر نے صحیح کہا ہے۔  
فائدہ : یہ روایت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی مؤید ہے۔ نیز اس سے تکبیر تشریق کی کیفیت بھی معلوم ہوگئی۔  
 ۲۱۴۸- ابوالاحوص کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ ایام تشریق میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد کہتے تھے۔ اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ : اس اثر سے بھی تکبیر تشریق کی کیفیت معلوم ہوئی ، باقی ابتداء و انتہاء وقت سے یہ روایت ساکت ہے اس کے لئے دوسری روایات موجود ہیں۔

۲۱۴۹- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بجز بڑے شہر کے اور کہیں نہ جمعہ مشروع ہے اور نہ تکبیرات تشریق اور نہ عید کی نماز اور نہ بقر عید کی نماز۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ گاؤں و والوں پر تکبیرات تشریق نہیں ہیں۔ صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ تشریق سے مراد جبر بالجبر ہے اور ماہر لغت نصر بن شمل نے یہی لکھا ہے۔ لہذا تشریق کو صلاۃ عید پر محمول کرنا درست نہیں کیونکہ صلاۃ عید کو لفظ صلاۃ فطر سے بھی مستفاد ہے ، الغرض اس تحقیق میں ابن حجر کا امام اعظم ابو حنیفہؒ پر اعتراض کرنا لغو ہے۔



إِنْجَلَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَضَلُّوا  
وَاذْغُوا حَتَّى يَنْكَشِفَ مَا بَيْنَكُمْ. رواه البخاری (۱۴۱:۱). وفي التلخيص الحبير  
(۱۴۶:۱): ورواه ابن حبان، و الحاكم، ولفظهما: فَإِذَا انْكَسَفَ أَحَدُهُمَا فَأَفْزَعُوا إِلَى  
الْمَسَاجِدِ، وَفِيهِ: فَصَلَّى بِهِمْ رُكْعَتَيْنِ بِثَلَاثٍ صَلَاتِكُمْ ۵۱.

۲۱۵۲- عن: ابن عباس رضی اللہ عنہما: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى فِي كُسُوفِ  
الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ثَمَانِي رُكْعَاتٍ (أَيُّ رُكُوعَاتٍ) فِي أَرْبَعِ سَجْدَاتٍ، يَفْرَأُ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ.  
رواه الدار قطنی فی سننہ (۱۸۸:۱). وفي نصب الراية (۳۲۹:۱): [إسناده جيد، سكت  
عنه عبد الحق في أحكامه، ثم ابن القطان بعده، و قال: ثابت بن محمد الزاهد (الراوى  
في هذا السند) صدوق ۵۱.

### باب چاند گرہن اور سورج گرہن کی نمازوں کے بیان میں

۲۱۵۱- ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ سورج گرہن لگا، آپ ﷺ گھبرا کر آئے اور چادر کو  
کھینچتے ہوئے چلے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے۔ اور ہم کو دور کعتیں پڑھائیں یہاں تک کہ آفتاب گرہن سے نکل گیا، اس کے  
بعد فرمایا کہ چاند اور سورج کسی کی موت کے لئے نہیں گرہن ہوتے اور جب تم اس حالت کو دیکھو تو نماز پڑھا اور دعا کرو۔ یہاں تک کہ وہ  
حالت جو ہم کو لاحق ہوئی ہے دور ہو جائے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم کے یہ لفظ ہیں کہ جب ان میں سے  
کسی کو گرہن لگے تو تم گھبرا کر مساجد کو جاؤ۔ اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ آپ ﷺ نے دور کعتیں اسی قاعدہ سے پڑھیں جس طرح  
تم نماز پڑھا کرتے ہو۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز کسوف و خسوف مسجد میں درست ہیں اور یہ کہ اس حالت میں دور کعتیں جماعت  
سے پڑھی جائیں البتہ چاند گرہن میں جماعت نہیں اور یہ کہ اس میں دعا کی جائے اور یہ کہ اس نماز میں ایک ہی رکوع ہے جیسے عام  
نمازوں میں ہے اور نیز یہ نماز سنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس پر مواعظ فرمائی ہے۔

۲۱۵۲- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کسوفِ شمس و قمر میں آٹھ رکوع چار سجدوں میں اس طرح پڑھے  
کہ آپ ﷺ ہر رکعت میں قراءت کرتے تھے۔ اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور زرعی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ اور عبدالحق نے اس  
پر سکوت کیا ہے، اسی طرح ان کے بعد ابن القطان نے بھی سکوت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کے راوی ثابت بن محمد زاہد سچے ہیں۔



كَأَخَذَتْ صَلَاةً سَلْبُومُهَا مِنَ الْمَكْتُوبَةِ . رواه أبو داود (۱: ۱۶۱) و سکت عنه هو ر المنذرى . وفى النيل (۲: ۲۲۲) : رجاله رجال الصحيح ۵۱ .

۲۱۵۵- عن : ثعلبة بن عباد العبدی من أهل البصرة أنه شهد خطبة يومنا بسمره بن جندب قال : قال سمرة : بَيْنَمَا أَنَا وَ الْغُلَامُ مِنَ الْأَنْصَارِ نَزَمْنِي غَرْضَيْنِ لَنَا حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ وَبَدَ زَمْعَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ فِي عَيْنِ النَّاطِرِ مِنَ الْأَفْقِ إِسْوَدَتْ حَتَّى أَضْمَتْ ، كَأَنَّهَا تَنُومَةٌ ، فَقَالَ أَحَدُنَا لِصَاحِبِهِ : انْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْمَسْجِدِ ، فَوَاللَّهِ لَيُخَدِّثَنَّ شَأْنَهُ هَذِهِ الشَّمْسُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أَمْتِهِ حَدَّثَنَا قَالَ فَدَفَعْنَا فَإِذَا هُوَ بَارِزٌ ، فَاسْتَقَدَّمْ ، فَضَلَّنِي ، فَقَامَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا ، قَالَ : ثُمَّ رَكَعَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا ، قَالَ : ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا سَجَدَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى بِمِثْلِ ذَلِكَ ، قَالَ : فَوَافَقَ تَجَلَّى الشَّمْسُ جُلُوسَهُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ ، قَالَ :

دلائل قدرت ہیں جن سے حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں۔ پس جبکہ تم ان کو دیکھو تو اس وقت اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم ابھی ابھی (یعنی صبح کی) فرض نماز پڑھ چکے ہو۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور نسل الادطار میں اسکے راویوں کو صحیح کے راوی کہا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ اس نماز میں دو رکعتیں اور ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے۔

۲۱۵۵- ثعلبہ بن عباد بصری کہتے ہیں کہ ایک روز میں سمرة بن جندبؓ کے یہاں موجود تھا انہوں نے فرمایا کہ میں اور ایک انصاری لڑکا تیرا نماز کی مشق کر رہے تھے کہ جس وقت دیکھنے والے کی نظر میں آفتاب دو یا تین نیزے افق سے اوجھایا اس وقت وہ سیاہ ہو گیا، یہاں تک کہ وہ ایسا ہو گیا جب ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ مسجد چلیں۔ یہ آفتاب ضرور رسول اللہ ﷺ کے لئے ان کی امت میں کوئی نئی بات پیدا کرے گا، سو ہم چلے گئے، پس دیکھتے کیا ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف فرما ہیں۔ پس آپ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی اور اتنی دیر میں کھڑا رکھا کہ اس سے پہلے اتنی دیر کی نماز میں نہ کھڑا رکھا تھا اور قیام اس طرح فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کے لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں رکوع میں اتنی دیر تک رکھا کہ اس سے پہلے کسی نماز میں نہ رکھا تھا۔ اور یوں رکھا کہ ہم آپ ﷺ کے لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے، اسکے بعد آپ ﷺ نے ہم کو سجدہ میں اتنی دیر رکھا کہ اس سے پہلے کسی نماز میں نہ رکھا تھا اور یوں رکھا کہ ہم آپ ﷺ کے لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے۔ اس کے بعد دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔



و صححه ابن عبد البراہ . فذلک اللفظ إما فی بعض نسخ الصغری المسمی ب المجتبی  
أو فی الکبری . وعند أحمد أيضا لیس هذا اللفظ ، ولفظ الحاكم لم أقف علیہ .  
۲۱۵۸- عن : سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ قَالَ : صَلَّی بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَبِیْ كُسُوفٍ لَا  
نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا . رواہ الترمذی (۷۳:۱) ، وقال : حسن صحیح غریب .

۲۱۵۹- ثنا : علی ( لم أقف علیہ ) بن ( محمد بن ) المبارک ثنا زید بن المبارک  
( صدوق عابد ، قریب ) ثنا : موسی بن عبد العزیز ( مختلف فیہ ) ثنا : الحکم بن أبان  
( مختلف فیہ ) عن عکرمۃ ( ثقۃ ثبت ، قریب ) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ :  
صَلَّیْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ یَوْمَ کَسَفَتِ الشَّمْسُ ، فَلَمْ أَسْمَعْ لَهُ قِرَاءَةً . رواہ  
الطبرانی فی معجمہ ( نصب الراية ۳۳۰:۱ ) . وفی آثار السنن ( ۱۱۴:۲ ) : إسناده حسن اہ .

فائدہ: صبح کی نماز سے تغیر دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز دو رکعت اور جبر کے ساتھ اور ایک رکوع کے ساتھ ہونی  
چاہئے لیکن چونکہ چاند گرہن میں جماعت کا کوئی معتد بہ ثبوت نہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم سورج گرہن کے ساتھ خاص ہے اور  
جبر کے باب میں یہ روایت سمرۃ بن جندب کی روایت کے معارض ہے اور سمرۃ کی روایت اس قانون کے موافق ہے کہ ان کی نمازوں  
میں جبر نہیں ہوتا اس لئے اس کو ترجیح دی گئی ہے اور وحدت رکوع کے باب میں یہ روایت ان روایات کے معارض ہے جن میں تعدد  
رکوع مروی ہے اور یہ روایت عام اصول کے موافق ہے ، اس لئے اس کو ترجیح دی گئی۔

۲۱۵۸- سمرۃ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو کسوف میں اس طرح نماز پڑھائی کہ ہم آپ ﷺ کے  
لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح غریب کہا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی اخفا کا ثبوت ہوتا ہے۔

۲۱۵۹- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے ، جس روز سورج گرہن ہوا ، رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی ، سو میں  
نے آپ ﷺ کے لئے کوئی قراءت نہیں سنی۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ابن عباسؓ اس وقت نابالغ تھے تو وہ لڑکوں کی صف میں ہونگے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں کس طرح نماز پڑھ  
سکتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راوی سے ادا معنی میں اغرض ہوئی ہے اور آپ نے یہ کہا ہوگا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز  
پڑھی چنانچہ آئندہ روایت میں یہی مضمون ہے۔



عَنْهُ (أَيُّ لَاجِلٍ أَنْ يُزْنَى ، قَالَ السِّنْدِيُّ فِي تَعْلِيْقِهِ عَلَى النَّسَائِيِّ ) أَوْ تُزْنَى أُمَّتُهُ . يَا أُمَّهُ مُحَمَّدٍ ! وَاللَّهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَصَحَّحْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَّيْتُمْ كَثِيرًا . رواه البخاری (۱: ۱۴۲۰) .

۲۱۶۲- عن : أسماء بنت أبی بکر رضی اللہ عنہما قالت : دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَ النَّاسُ يَصْلُونَ إِلَى أَنْ قَالَتْ : فَأَنْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَ قَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ ، فَخَطَبَ النَّاسَ ، فَحَمِدَ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ قَالَ : أَمَّا بَعْدُ ، قَالَتْ : وَ لِعِطِ نِسْوَةٌ بَيْنَ الْأَنْصَارِ ، فَانْكَفَأَتِ الْيَهُودُ لِأَسْكِنْتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ : مَا قَالَ ؟ قَالَتْ : قَالَ : مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيدُهُ إِلَّا وَ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَابِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَ النَّارِ ، وَ أَنَّهُ أَوْجَى إِلَيَّ أَنْكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْغُبُورِ بِثَلِّ (بترك التنوين لأن تقديره مثل فتنة ، فحذف المضاف إليه و ترك على هيئة قبل الحذف ، مسوى) أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ ، يُؤْتِي أَحَدُكُمْ ، (أَيُّ يَأْتِيهِ الْمَلَائِكَةُ) فَيُقَالُ لَهُ : مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ ، فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ : الْمُؤْمِنُ يَقُولُ :

مجلس حق تعالی کی قدرت کی نشانیوں کے دو نشانیاں ہیں اور یہ دونوں کسی کی موت و حیات کے لئے نہیں مگر صحت ہوتے ، پس جبکہ تم اس واقعہ کو دیکھو تو اللہ سے دعا کرو ، اس کی بڑائی بیان کرو ، خیرات کرو ، پھر فرمایا کہ اسے امت محمد! بخدا کسی کو اس بات سے کہ اس کا غلام یا لونڈی بنا کر سے خدا سے زیادہ غیرت نہیں۔ اسے امت محمد! بخدا ، اگر تم کو ان باتوں کا علم ہو تا جن کا مجھے ہے تو تم بہت کم جانتے اور بہت زیادہ روئے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۱۶۲-۸۳۱- بنت ابوبکر صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں ایسے وقت عائشہ کے پاس گئی کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے ، اسکے بعد نماز کے متعلق مضمون بیان کیا ، اس کے بعد کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے وقت نماز سے فارغ ہوئے کہ آقا پ روشن ہو چکا تھا ، اس کے بعد آپ ﷺ نے بطور خطبہ تقریر فرمائی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حق تعالیٰ کی وہ حمد و ثناء کی جس کا وہ مستحق ہے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا : ابا بعد! اتنے میں انصاری عورتیں باتیں کرنے لگیں ، میں ان کو خاموش کرنے کے لئے ان کی طرف متوجہ ہوئی (جسکی وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کی گفتگو نہ سن سکی) تب میں نے عائشہ سے کہا کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جو چیزیں مجھے اب تک نہ دکھائی گئی تھیں انکو میں نے اپنی اپنی جگہ دیکھ لیا حتی کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا اور مجھ پر وحی کی گئی کہ قبروں میں تمہارا امتحان کیا جائے گا ویسا ہی جیسا کہ دجال کے زمانہ میں امتحان ہوگا یا اسکے قریب قریب ، چنانچہ فرشتے میت کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اس شخص کی (یعنی میری) نسبت تم کیا جانتے ہو سو جو مومن ہوگا وہ کہے گا کہ



یَوَاقِلُ لِيُخْبِرُنَّ شَأْنَ هَذِهِ الشَّمْسِ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أُمَّتِهِ حَدِيثًا (ای امرا حدیثاً اُی جدیداً) قَالَ: يَذْفَعُنَا إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا هُوَ بَارٌّ، قَالَ: وَوَاقِفَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جِنَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ، فَاسْتَقْدَمَ، فَنَامَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا، ثُمَّ رَعِيَ كَأَطْوَلِ مَا رَكِعَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِشَلِّ ذَلِكَ، فَوَاقِفٌ تَجَلَّى الشَّمْسُ حُلُوسُهُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ. قَالَ زُهَيْرٌ: حَسِبْتُ (لعل الشك في قوله: فسلم فقط) قَالَ: فَسَلَّمْ، فَحَمِدَ اللَّهُ، وَأَنْتَى عَنْهُ، وَشَهِدَ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! أُنَشِّدُكُمْ بِاللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي قَصَرْتُ عَنْ شَيْءٍ مِنْ تَلْبِيعِ رِسَالَاتِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا أَخْبَرْتُمُونِي ذَلِكَ، فَبَلَّغْتُ (أَي فَنَبِّئْتُ) رِسَالَاتِ رَبِّي كَمَا يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَبْلُغَ، وَإِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي بَلَّغْتُ رِسَالَاتِ رَبِّي لَمَّا أَخْبَرْتُمُونِي ذَلِكَ. قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ رِسَالَاتِ رَبِّكَ، وَنَصَحْتَ لِأُمَّتِكَ، وَقَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ. ثُمَّ سَكَنُوا، ثُمَّ قَالَ: أَمَا بَعْدُ! فَإِنَّ رَجُلًا يُزْعَمُونَ أَنَّ كُسُوفَ هَذِهِ الشَّمْسِ، وَكُسُوفَ هَذَا الْقَمَرِ

یونکہ آفتاب کی یہ حالت رسول اللہ ﷺ کے لئے ان کی امت کے باب میں ضرور کوئی نئی بات پیدا کرے گی، پس ہم مسجد کو چلے گئے وہاں جا کر دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ﷺ باہر تشریف فرما ہیں اور ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اسی وقت پہنچ گئے تھے جبکہ آپ ﷺ مکان سے لوگوں میں تشریف لائے تھے، پس آپ ﷺ امامت کے لئے آگے بڑھے اور آپ ﷺ نے ہم کو ایسا قیام کرایا جیسا کہ وہ لمبے لمبا قیام جو کبھی آپ ﷺ نے کسی نماز میں ہم کو کرایا ہوگا اور وہ قیام اس طرح کرایا کہ ہم آپ ﷺ کے لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے، اسکے بعد آپ ﷺ نے ایسا رکوع کرایا جیسا کہ وہ لمبے لمبا رکوع جو آپ ﷺ نے کسی نماز میں ہم کو کرایا ہوگا، اس میں بھی ہم آپ ﷺ کے لئے کسی قسم کی آواز نہ سنتے تھے۔ اسکے بعد دوسری رکعت میں بھی آپ ﷺ نے ویسا ہی کیا، پس آپ ﷺ کے دوسری رکعت میں بیٹھنے کے ساتھ آفتاب گرھن سے نکل گیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے سلام پھیرا، سلام کے بعد آپ ﷺ نے حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور یہ گواہی دی کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر تم جانتے ہو کہ میں نے اللہ کے احکامات کے پہنچانے میں کچھ کمی کی ہے تو تم ضرور مجھے بتلا دو۔ میں حق تعالیٰ کے پیغامات جس طرح پہنچانے چاہئیں پہنچا دوں گا اور اگر تم جانتے ہو کہ میں نے اللہ کے پیغامات پہنچا دیے ہیں تب بھی تم مجھے بتلا دو۔ اس پر کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور آپ ﷺ نے امت کی خیر خواہی کی اور اپنا فرض ادا کر دیا، اسکے بعد وہ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! پھر لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس سورج کا گرھن ہونا اور اس چاند کا گرھن ہونا



يَا مُسْلِمُ! هَذَا يَهُودِيٌّ أَوْ قَالَ: هَذَا كَافِرٌ، تَعَالَ فَاقْتُلْهُ، قَالَ: وَلَنْ يَكُونَ ذَلِكَ كَذَلِكَ حَتَّى تَرَوْا أُمُورًا يَتَفَاقَمُ شَأْنُهَا فِي أَنْفُسِكُمْ، وَتَسْأَلُونَ بَيْنَكُمْ هَلْ كَانَ بَيْنَكُمْ ذِكْرُكُمْ بَيْنَهَا ذِكْرًا؟ وَحَتَّى تَرَوْا جِبَالَ عَلَى مَرَاتِبِهَا (فِي الصَّرَاحِ، قَالَ الْخَلِيلُ: الْمَرَاتِبُ فِي الْجَبَلِ وَالصَّخَارَى هِيَ الْأَحْلَامُ الَّتِي تَرْقُبُ فِيهَا الْعَوْنُ وَالرِّقَابُ) ثُمَّ عَلَى إِثْرِ ذَلِكَ الْقَبْضِ قَالَ: ثُمَّ شَهِدْتُ خُطْبَةً لِسَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ذَكَرَ فِيهَا هَذَا الْحَدِيثَ فَمَا قَدَّمَ كَلِمَةً، وَلَا أَخَّرَهَا عَنْ مَوْضِعِهَا. رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ (۱۶:۵).

و فی مجمع الزوائد (۲۲۵:۱) بعد عزوه إلى المسند ما نصه: و الطبرانی فی الکبیر، إلا أنه زاد: و أنه سَيَظْهَرُ عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا إِلَّا الْخَرَمَ وَ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ، و قال أيضا: قال الأسود بن قيس: و حسبته أنه قال: فَيُضْبِحُ فِيهِمْ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَهْرِبُهُ اللَّهُ وَ جُنُودُهُ وَ الْبَاقِي بَنُوهُ، قال الترمذی فیما رواه منه: حدیث حسن صحیح اه. قلت: رواه مختصرا من طریق سفیان عن الأسود بن قیس، فذكره، و أبو كامل هو مظفر بن مدرك ثقة متقن، كان لا يحدث إلا من ثقة، كذا فی التقریب (ص-۲۰۹)، و زهير هو ابن معاوية من رجال الستة ثقة ثبت إلا أن سماعه عن أبي إسحاق بآخره، كما فی التقریب (ص-۸۲ و ۸۳) أيضا. فالحديث حسن صحيح وهو مراد صاحب مجمع الزوائد من نقل قول الترمذی، فافهم، و احفظ.

اے مومن!..... یہ یہودی ہے..... آ! اور اسے قتل کر!..... اور یہ واقعات اس وقت تک ظہور پذیر نہ ہو گئے تا وقتیکہ ایسے امور نہ دیکھو جن کو تم اپنے دل میں بہت برا (خطرناک) سمجھو اور آپس میں اس کا تذکرہ کرو کہ کیا تمہارے نبی ﷺ نے ان باتوں کا تم سے کوئی تذکرہ کیا ہے اور یہاں تک کہ پہاڑ اپنی گھاٹیوں میں غائب ہو جائیں گے، پھر اسکے بعد (لوگوں کی جائیں) قبض کی جائیں گی، اسکے بعد میں دوسری مرتبہ سمرۃ کے تقریر میں شریک ہوا تو انہوں نے اس میں بھی اس مضمون کو بیان فرمایا اور ایک لفظ کو بھی مقدم و مؤخر نہیں کیا۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں یہ مضمون زائد ہے کہ مسلمانوں میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تشریف لائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسکو (یعنی وہاں) اور اسکے لشکر کو شکست دے گا۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ترمذی نے اس کو اختصار کے ساتھ روایت کر کے حسن صحیح کہا ہے۔



فَقُلْتُ: وَاللَّهِ لَا نُنْظَرَنَّ إِلَى مَا حَدَّثَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ، قَالَ: فَاتَيْنَهُ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلَاةِ رَافِعَ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يُسَبِّحُ، وَيَعْمَدُ، وَيُهَيَّلُ، وَيُكَبِّرُ، وَيَدْعُو حَتَّى خَسَرَ عَنْهَا قَالَ فَلَمَّا خَسَرَ عَنْهَا قَرَأَ سُورَتَيْنِ، وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ. رواه مسلم (۲۹۹:۱).

۲۱۶۶- وفي المنقبي متن النيل (۲۲۱:۳): و قد روى بإسناد حسان من حديث سمرة، و النعمان بن بشير، و عبد الله بن عمر: وَ أَنَّ ﷺ صَلَّى صَلَاتَهَا رَكْعَتَيْنِ، كُلُّ رَكْعَةٍ بِرُكُوعٍ. و الأحاديث بذلك كله لأحمد، و النسائي، و الأحاديث المتقدمه بتكرار الركوع أصح و أشهراه.

۲۱۶۷- عن: عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قَالَ: لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نُوْدِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَابِغَةٌ. رواه البخارى (۱۴۲:۱).

۲۱۶۸- عن: عائشة رضى الله عنها: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

آفتاب کو گرہن لگا۔ پس میں نے حیرت پھینکے اور دل میں کہا کہ میں ضرور اس بات کو دیکھوں گا جو رسول اللہ ﷺ کے لئے کسوفِ شمس کے باب میں نئی پیش آئی ہوگی، سو میں آیا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے، پس آپ ﷺ صبحِ جمید، ہلیل، بجبیر اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ سورج گرہن سے نکل گیا، اسکے بعد آپ ﷺ نے دوسری رکعتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۱۶۶- مستقی میں ہے کہ سمیرہ اور نعمان بن بشیر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے حسن سندوں سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دو رکعتیں، ہر رکعت ایک رکوع سے پڑھی اور یہ تمام حدیثیں احمد اور نسائی کی ہیں۔ لیکن تکرار رکوع کی حدیثیں زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور ہیں۔

فائدہ: تعدد رکوعات کی روایتیں کو بظاہر سنداً صحیح ہیں مگر ان میں اختلاف اور اضطراب ہے اور دوسرے وہ اصول عام کے خلاف ہیں اور وحدت رکوع کی روایات کو سنداً ان سے کم ہوں۔ مگر نہ ان میں تعارض ہے اور نہ عام قانون کی مخالفت، اس لئے انہی کو ترجیح ہوگی۔ واللہ اعلم۔ میں نے اس روایت کا ترجمہ اس کے الفاظ کے موافق کیا ہے اور نووی کی تاویل مجھے پسند نہیں آئی۔

۲۱۶۷- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو الصلوۃ جامعۃ کا اعلان کرایا گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے صلوۃ کسوف کے لئے اعلان کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔



فَمَا كِدْنَا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا ، فَمَا زِلْنَا نُمَطِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ . قَالَ : فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَضْرِبَهُ غُثَا . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : اَللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا ، وَ لَا غَلَيْنَا . قَالَ : فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَنْقَطِعُ بَيْنَنَا وَ شِمَالًا يُمَطِّرُونَ ، وَ لَا يُمَطِّرُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ رواه البخاری (۱: ۱۳۸) . و فی لفظ ذکرہ البخاری فی باب رفع الناس أیدیہم مع الإمام فی الاستسقاء : وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَدْعُونَ ۵۱ .

۲۱۷۱- عن : عامر بن خارجة بن سعد عن جده : أَنَّ قَوْمًا شَكُّوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَخَطَ الْمَطَرُ فَقَالَ : أُجْبُوا عَلَى الرُّكْبِ ثُمَّ قُولُوا : يَا رَبِّ ا يَا رَبِّ ا . الحديث . رواه أبو عوانة في صحيحه من زياداته ، كذا في التلخيص الحبير (۱: ۱۴۸) . وقوله في عمدة القاری (۳: ۴۴۱) و أتمه بزيادة ، قَالَ : فَفَعَلُوا فَسُقُوا ، حَتَّى أَحْبُوا أَنْ يُكْشَفَ عَنْهُمْ ۵۱ .

### باب دعا اور نماز کے ذریعہ سے بارش مانگنے کے بیان میں

۲۱۷۰- انس بن مالک سے مروی ہے کہ اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے، ایک شخص آ یا اور کہا کہ یا رسول اللہ! بارش نہیں ہوتی آپ ﷺ حق تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ بارش کرے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو ہم گھر بھی نہ پہنچے پائے کہ بارش ہوگئی اور آئندہ جمعہ تک مینہ برستا رہا۔ آئندہ جمعہ کو ہی شخص یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش کو ہم سے دور کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسائیے اور ہم پر نہ برسائیے، تو میں نے دیکھا کہ ابر پھٹا اور دائیں بائیں بارش ہو رہی تھی۔ اور اہل مدینہ پر بارش نہ ہوتی تھی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

۲۱۷۱- عامر بن خارجہ بن سعد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش کے نہ ہونے کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا اچھا! دوڑاؤ ہو کر بیٹھ جاؤ اور کہو یا رب یا رب ایلحد۔ اس کو ابو عوانہ نے صحیح میں روایت کیا ہے اور عمدة القاری میں اس روایت میں یہ مضمون اور زائد ہے کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اس قدر بارش ہوئی کہ انہوں نے چاہا کہ بارش بند ہو جائے۔



(أى مقطوع) كما فى تهذيب التهذيب (۶۶:۵) و فيه أيضاً : قال العجلي : لا يكاد الشعبي يرسل إلا صحيحاً ۱۰

۲۱۷۴- حدثنا : عبد الله بن مسلمة عن مالك عن يحيى بن سعيد عن عمرو بن شعيب أن رسول الله ﷺ ح و حدثنا سهل بن صالح نا على بن قادم نا سفيان عن يحيى بن سعيد عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اسْتَسْقَى قَالَ : اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَ اَخِيْ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ . هذا لفظ حديث مالك رواه أبو داود (۴۵۷:۱) و سكت عنه هو و المنذرى كما فى عون المعبود . وقال النووى فى الأذكار : إسناده صحيح ۱۰

۲۱۷۵- عن : عباد بن تميم عن عمه ؓ قال : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِى . قَالَ : فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو ، ثُمَّ حَوَّلَ رِذَائِهِ ، ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَآئَةِ . رواه البخارى (۱۳۹:۱) . و فى لفظ (۱۴۰:۱) له :

روایت کیا ہے، یہ سند شعبی تک جید ہے اور شعبی اور حضرت عمرؓ کے درمیان انقطاع ہے مگر یہ انقطاع اس لئے معترض نہیں کہ شعبی اسی وقت ارسال کرتے ہیں جبکہ ان کے نزدیک روایت صحیح ہو۔

۲۱۷۴- عمرو بن شعیب سے مرسل و مسند امرؤی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب استسقاء کرتے تو فرماتے اللھم اسق عبادک و بہائمک و انشر رحمک و اخی بلدک المیت (اے اللہ اپنے بندوں اور اپنے جانوروں کو سیراب کر اور اچھی رحمت کو پھیلادے اور اپنے غنم پر غلغلے کو آباد کر دے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور نووی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ استسقاء استغفار اور دعا کا ہی نام ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے، باقی جن روایات میں نماز کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی نماز پڑھی اور کبھی چھوڑ دی لہذا نماز کی سیئت ثابت نہیں ہوئی۔ البتہ دونوں مستحب ہیں۔ لیکن نماز زیادہ افضل ہے کیونکہ یہ دعا و استغفار کو بھی شامل ہے۔

۲۱۷۵- عباد بن جمہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس روز دیکھا جس روز آپ ﷺ استسقاء کے لئے تشریف لے گئے، پس آپ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے لوگوں کی طرف پیٹھ کی اور قبلہ کی طرف منہ کیا، اس کے بعد



وَنَزَلَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ، فَأَنشَأَ اللَّهُ سُحَابَةً فَرَعَدَتْ ، وَبَرَقَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ بِإِذْنِ اللَّهِ ، فَلَمْ يَأْبِ  
سُجُودَهُ حَتَّى سَأَلَتْ السُّيُولُ ، فَلَمَّا رَأَى سُرْعَتَهُمْ إِلَى الْكَبْرِ ضَجَّكَ ﷺ حَتَّى بَدَتْ  
نَوَاجِذُهُ ، فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ، وَأَنَّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ . قَالَ أَبُو دَاوُدَ  
( ۴۵۵ : ۱ ) : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ . وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِي الْأَذْكَارِ : إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ  
. ا . وَرَوَاهُ أَبُو عَوَانَةَ ( فِي صَحِيحِهِ ) وَصَحَّحَهُ أَيْضًا أَبُو عَلِيٍّ بْنُ الْسَّكَنِ ( التَّلْخِيسُ الْحَبِيرُ ،  
۱ : ۱۴۹ ) . وَفِي الدَّرَايَةِ : صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالحَاكِمُ . ا .

۲۱۷۷- عن : هشام بن إسحاق وهو ابن عبد الله بن كنانة عن أبيه قال : أُرْسِلَنِي  
الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ عَنِ اسْتِسْقَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاتَيْنِي  
فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ مُبْذِلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا حَتَّى أَتَى الْمُصَلَّى فَلَمْ يَخْطُبْ

( جس کے معنی تھے اللہم اعطني ما سالتك ) اس کے بعد ہاتھ اٹھانے کی حالت میں گلاب رو فرمائی۔ ( جسکے معنی تھے اللہم قلب  
حالتنا کقلبتنا وادنا ) پھر دعا سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف منہ کیا اور منبر سے نیچے تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پس اللہ  
تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور ایک بدلی پیدا کی۔ وہ گرجی اور جھکی پھر بحکم خدا برسی پس آپ ﷺ اپنی مسجد تک  
تشریف نہ لائے تھے کہ نالے بہہ گئے۔ پس جبکہ آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بارش سے بچنے کے لئے ایسی شے کی طرف دوڑتے  
ہیں جو کہ بارش سے ان کی حفاظت کرے تو آپ ﷺ نے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں اور فرمایا کہ میں شہادت  
دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کو ابوداؤد نے جید السند کہا ہے۔ اور نووی، ابن السکن  
، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ابوداؤد نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

**فائدہ:** حدیث کی دلالت صاحبینؒ کے مذہب پر ظاہر ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ اور دعا و نماز سے قبل ہوا اور  
بعض دوسری روایات سے اس کا کسکس معلوم ہوتا ہے۔ لہذا یہ سب احادیث امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی مؤید ہیں کہ استسقاء کے لئے کوئی  
خاص کیفیت مستون نہیں بلکہ صرف دعا و اکتفاء کرنے یا نماز بعد الخطبہ یا خطبہ بعد الصلوٰۃ کا طریقہ اختیار کرنے میں وسعت ہے۔  
لیکن اکثر کا عمل یہ ہے کہ خطبہ اور دعا نماز کے بعد ہو۔ عالمگیری میں اسی طرح ہے۔

۲۱۷۷- ہشام بن اسحق اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھے ولید بن عقبہ نے جبکہ وہ مدینہ پر حاکم  
تھے۔ ابن عباسؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے استسقاء کا طریقہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ پس میں انکے پاس آیا تو انہوں نے



اَللّٰهُ السَّمَاءُ . رواه مسلم (۲۹۳:۱) . و رواه أبو داود (۴۵۴:۱) و سکت عنه بلفظ : سَمَانٌ  
يَسْتَسْنِفُ هَكَذَا يَغْنَى وَ مَذْيَنِي وَ جَعَلَ يُطْلُونَهُمَا بِمَا نَلِي الْأَرْضَ حَتَّى رَأَيْتُ نَبَاضَ إِبْطِئِهِ اهـ .

## ابواب صلاة الخوف

### باب كيفية صلاة الخوف

۲۱۸۰- عن : عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال : غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
بِسَ لَنْجِدٍ فَوَازَيْنَا الْعُدُوَّ ، فَصَافَقْنَا لَهُمْ ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي لَنَا ، فَقَامَتُ طَائِفَةٌ مَعَهُ

۲۱۷۹- انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استسقاء فرمایا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی  
پشت آسمان کی طرف کی (جسکے معنی یہ تھے کہ اسے اللہ ہماری حالت یوں بدلے اور جو کہ دعا بلا اشارہ تھی) اس کو مسلم نے روایت کیا  
ہے۔ اور ابو داؤد نے اس کو، اس پر سکوت کرتے ہوئے باین الفاظ روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ (کبھی کبھی) یوں استسقاء کرتے تھے جیسی  
اپنے ہاتھ پچھلایا کر اور پتھیلیوں کو زمین کی طرف کر کے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی بظلوں کی سفیدی دیکھی۔

فائدہ: بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ نے استسقاء کیلئے محض دعا پر بھی اکتفا فرمایا ہے اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی۔ پس امام  
ساحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ استسقاء میں نماز اور خطبہ اور قلب رواء وغیرہ سنت مؤکدہ و سنت مقصودہ نہیں، باقی مطلق سنت کا ان کو انکار  
نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے جو فعل ثابت ہوا اس کی مسنونیت مطلقہ سے کون انکار کر سکتا ہے یہ اور بات ہے کہ سنت زائدہ کہا جائے یا  
مقصودہ اور صاحبینؒ دو دیگر ائمہؒ کا مذہب یہ ہے کہ استسقاء میں خطبہ و نماز سنت مقصودہ ہے اور حضور کا کبھی صرف دعا پر اکتفا کرنا یا اس  
لئے تھا کہ اس وقت خاص مدینہ میں قحط نہ تھا، یا ہر دالوں نے اپنے اطراف میں قحط کی شکایت کی تھی۔ یا اس لئے تھا کہ اس وقت تک کوئی  
خاص صورت وحی سے اس کے لئے مقرر نہ ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔ اور قلب رواء بلا اتفاق سنت مقصودہ نہیں بلکہ سنت زائدہ ہے اور صاحبینؒ  
کے مذہب پر احادیث کی دلالت ظاہر ہے، ان پر علماء حنفیہؒ نے فتویٰ دیا ہے۔

## ابواب صلوة الخوف

### باب صلوة خوف کے طریقہ کے بیان میں

۲۱۸۰- عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی جانب جہاد کیا، سو ہم دشمن کے مقابل ہوئے اور  
ان کے مقابلہ میں صف بستہ ہوئے۔ پس رسول اللہ ﷺ ہم کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے اور ایک جماعت آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی ہوئی



رواہ الإمام محمد فی کتاب الآثار (ص-۳۵) - ثم قال محمد : أخبرنا أبو حنیفة قال : حدثنا الحارث بن عبد الرحمن عن عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہما مثل ذلك اه . قلت : الحارث هذا مقبول من أتباع التابعین كما فی التقریب ( ص-۲۶۹ ) فالإسناد منقطع ، و هو مما لا یدرك بالرأی .

### باب جواز صلاة الخوف بعد النبی علیہ افضل الصلاة والسلام

۲۱۸۲- عن : حبيب : أَنَّهُمْ عَزَّوْا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْرَةَ ۞ كَاتِلٌ ، فَصَلَّى بِنَا صَلَاةَ الْخَوْفِ . رواه أبو داؤد ( ۴۸۳ : ۱ ) وسكت عنه .

۲۱۸۳- عن : ثعلبة بن زهدم قال : كُنَّا مَعَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ ۞ بِطَبْرِسْتَانَ ، فَقَامَ فَقَالَ :

اس کو امام محمد نے کتاب لآثار میں روایت کیا ہے ، اس کے بعد ابن عباسؓ سے بھی سند منقطع یہ ہی مضمون روایت کیا ہے۔

فائدہ : ان روایتوں میں وہ مضمون مفصل ہے جس کو ابن عمرؓ نے اپنی روایت میں مجمل بیان کیا تھا یعنی یہ کہ امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز ادا کریں۔

فائدہ : صلوة الخوف کے دوسرے طریقہ بھی احادیث میں (خصوصاً ابوداؤد میں) مروی ہیں ، ہر طریقہ پر عمل کرنا جائز ہے۔ لیکن مذکورہ بالا طریقہ جس پر احناف کا عمل ہے زیادہ رائج ہے کیونکہ یہ طریقہ قرآن میں مذکور طریقے کے مشابہ ہے اور احناف کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ وہ معارض احادیث میں سے اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جو قرآن کے موافق ہو ، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس حدیث پر عمل کرو جو قرآن کے مطابق ہو (طبرانی عن ثوبان - ابن عساکر عن علی ، بحوالہ کنز العمال - ص-۱۰۳-۱۱۱)

### باب صلاة خوف رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی باقی ہے

۲۱۸۲- حبيب سے مروی ہے کہ لوگوں نے عبدالرحمن بن سرہ کی ماتحتی میں کابل پر حملہ کیا تو انہوں نے صلوة الخوف پڑھائی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ : غزوہ کابل رسول اللہ ﷺ کے بعد ہے اس لئے مدعا ثابت ہے کہ صلوة الخوف حضور ﷺ کی حیاء طیبہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ کے بعد بھی اسی طرح مشروع ہے۔

۲۱۸۳- ثعلبہ بن زید کہتے ہیں کہ ہم سعید بن العاصؓ کے ساتھ طبرستان میں تھے تو آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ



فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ تَأَخَّرُوا، وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرَى رَكْعَتَيْنِ، فَكَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَزْنَعٌ، وَبَلَقُومٌ رَكْعَتَانِ. متفق عليه، كذا في النيل (۲۰۹:۳).

۲۱۸۶- عن: أبي سعيد ؓ قال: حَبَسْنَا يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ بِهَوَى مِنَ اللَّيْلِ كُفَيْنَا، وَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَكُفِيَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ﴾، وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا غَزِيًّا ﴿قَالَ: فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِلَالًا ؓ، الْحَدِيثُ. وَقد تقدم في الترتيب بين الفوائت.

۲۱۸۷- عن: أنس بن مالك ؓ حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهِضَةِ جِصْنٍ تُسْتَرَّ عِنْدَ إِضَائَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ نُصَلِّ إِلَّا بَعْدَ إِرْقَاعِ الشَّهْرِ،

نہ ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ اس کے بعد دوپہچھے ہو گئے اور دوسری جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں تو رسول اللہ ﷺ کی چار رکعتیں ہوئیں اور دونوں جماعتوں کی (آپ کے ساتھ) دو ہوئیں (اور باقی دو علیحدہ پڑھیں) یہ روایت متفق علیہ ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام متیم ہو تو خوف کی حالت میں ہر جماعت کو دو دو رکعتیں پڑھائے۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ہر دو رکعت پر سلام کیا اس سے مراد تشہد ہے، احادیث میں تسلیم سے تشہد بھی مراد ہوا کرتا ہے۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضرت کی نماز چار رکعت ہے اور سفر کی دو رکعت اور خوف کی ایک رکعت اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے ساتھ ایک رکعت ہے اور ایک ایک رکعت ہر جماعت کو منفرداً پڑھنا ہوگی جیسا کہ دوسری روایتوں میں مصرح ہے، واللہ اعلم۔

۲۱۸۶- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم خندق کے زمانہ میں نماز سے روک دئے گئے۔ یہاں تک کہ مغرب کے بعد کچھ رات گئے ہم کو فراغت ہوئی اور یہی مصداق ہے حق تعالیٰ کے اس قول کا و کفی اللہ المؤمنین القتال و کان اللہ قویا عزیزا تو آپ نے بلائ کو بلایا لی آخرالحدیث، یہ حدیث پوری قضا نمازوں کی ترتیب میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شدت مشغولی کی حالت میں ترک صلوٰۃ یعنی تاخیر میں وقفا جائز ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حالت جنگ میں نماز جائز نہیں بلکہ قتال مقصد صلوٰۃ ہے کیونکہ اگر حالت جنگ میں نماز جائز ہوتی تو آپ ﷺ خندق کے روز چار نمازوں کو مؤخر نہ فرماتے۔

۲۱۸۷- انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ میں ستر کی جنگ میں موجود تھا جو کہ صبح کے وقت ہو رہی تھی جنگ میں شدت کے



فَقَالُوا: تَوَفَّى وَأَوْضَى أَنْ يُؤَجَّهَ إِلَى الْقَبْلَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "أَصَابَ الْفِطْرَةَ" ثُمَّ ذَهَبَ، فَضَلَّى عَلَيْهِ. أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ، وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَلَا أَعْلَمُ فِي تَوْجِيهِ الْمُحْتَضَرِ غَيْرَهُ (نصب الراية ۱: ۳۴۰).

۲۱۸۹- عن: البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْآيَمَنِ وَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ اِلَيْكَ اَنْ قَالَ: فَاِنْ مِتُّ، مِتُّ عَلَى الْفِطْرَةِ. رواه البخارى (۹۳۳:۲).

### باب ما يلقن المحتضر، وما يقوله، وما يقرأ عنده

۲۱۹۰- عن: أبي هريرة رضی اللہ عنہ سرفوعا: لَقِنُوا مُوتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِنَّهُ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عِنْدَ الْمَوْتِ دَخَلَ الْجَنَّةَ يَوْمًا مِنَ الدَّهْرِ وَإِنْ أَصَابَهُ قَبْلَ ذَلِكَ مَا أَصَابَهُ. رواه ابن حبان في صحيحه، وأحمد في مسنده، كذا في كنز العمال (۸۱:۸). وفي التلخيص الحبير (۱۰۲:۱) عزاه إلى ابن حبان فقط، و قال: غلط ابن الجوزي فعزاه

لوگوں نے عرض کیا کہ ان کا تو انتقال ہو چکا اور انہوں نے اپنے انتقال کے وقت کہا تھا کہ انکو قبلہ رو کر دیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے دین کے مطابق کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ مجھے قریب المرگ کو قبلہ رو لٹانے کے باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہیں ملی۔

۲۱۸۹- براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سونے کے لئے لیٹو تو پہلے نماز کے قاعدہ سے وضو کرو، اس کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹو اور اللھم اسلمت اے پڑھو پس اگر تم ایسی حالت میں مر جاؤ تو دین پر مرو گے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں کروٹ پر مرنا بھی دین میں مرغوب ہے۔

### باب قریب المرگ کو کس چیز کی تلقین کی جائے اور وہ کیا کہے اور اسکے پاس کیا چیز پڑھی جائے

۲۱۹۰- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو، کیونکہ جس کا آخر کلام مرنے کے وقت لا الہ الا اللہ ہو وہ کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور جائے گا اگرچہ اس سے پہلے اسکو (اسکے برے اعمال کی وجہ سے)



إلى أبي الشيخ والدليمي . ولفظ الدر المنثور : هون موضع أهون . ولعل كاتب كنز العمال قد سهى . وكذا ذكره الحافظ في التلخيص ( ۱۵۳ : ۱ ) بلفظ هون وسكت عنه ، فهو حسن أو صحيح فإن الشوكاني يحتاج بسكوت الحافظ في التلخيص أيضا .  
 ۲۱۹۴ - عن : معقل بن يسار رضي الله عنه قال : قال رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إقرأوا ينس على موتاكم . رواه أبو داود ( ۱۶۰ : ۳ ) ، وسكت عنه ، وفي بلوغ المرام ( ۱۰۰ : ۱ ) رواه أبو داود والنسائي ، وصححه ابن حبان ۱۵ .

### باب تغميض بصر الميت

۲۱۹۵ - عن : شداد بن أوس رضي الله عنه قال : قال رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِذَا حَضَرْتُمْ مَوْتَاكُمْ فَأَغْمِضُوا النَّبْرَ ، فَإِنَّ النَّبْرَ يُنْعِ الرُّوحَ ، وَقُولُوا خَيْرًا ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُوَمِّنُ عَلَى مَا قَالَ أَهْلُ النَّبْرِ . أخرجه ابن ماجه ، و رواه أحمد في مسنده و الحاكم في المستدرک ،

اس کے لئے جان نکلے میں حق تعالیٰ آسانی فرماتے ہیں۔ اس کو ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے تھمض میں ذکر کر کے اس پر سکوت کیا ہے لہذا وہ حسن یا صحیح ہے۔

۲۱۹۴ - معقل بن یسار کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے مردوں پر سورہ بقرہ پڑھا کرو۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔ نیز اسے نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ : کتب حدیث اور فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تلقین بعد الدفن بھی مستحب ہے لیکن چونکہ آج کل یہ روافض کا شعار بن چکا ہے لہذا تہمت کے خوف کی وجہ سے تلقین کرنا مناسب نہیں کیونکہ حدیث نبوی ہے اتقوا مواضع التہم کہ تہمت کی جگہوں سے بھی بچو۔ البتہ اگر تہمت کا خوف نہ ہو تو اب بھی بعد الدفن تلقین مستحسن ہے اور اس کا طریقہ کتب فقہ میں مذکور ہے اور تھمض الجہیز ص ۱۲۶ میں حضرت امامہ سے تفصیلی حدیث بھی مروی ہے۔

### باب مردہ کی آنکھ بند کرنے کے بیان میں

۲۱۹۵ - شداد بن اوس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے مردوں کے پاس موجود ہوتو انکی آنکھ بند کر دیا کرو



وَالسَّبَدِ ثَلَاثًا، وَجَعَلُوا فِي الثَّلَاثَةِ كَافُورًا وَكَفْتُوهُ فِي وَثَرِ ثِيَابٍ وَحَفَرُوا لَهُ لَحْدًا، وَصَلُّوا عَلَيْهِ، وَقَالُوا: هَذِهِ سُنَّةُ وَلَدِ آدَمَ مِنْ بَعْدِهِ. رواه الحاكم في المستدرک، وسکت عنه، ثم أخرجه عن الحسن عن عتي بن ضمرة السعدي عن أبي بن كعب مرفوعاً نحوه، وفيه: فَقَالُوا يَا بَنِي آدَمَ! هَذِهِ سُنَّتُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ، فَكَذَّبَا لَكُمْ فَأَفْعَلُوا. وقال: صحيح الإسناد ولم يخرجاه، لأن عتي بن ضمرة ليس له راو غير الحسن، انتهى. وضعف النووي في الخلاصة الأول (زيلعي ۱: ۳۴۱ و ۳۴۲).

قلت: عتي ثقة كما في التقریب (ص-۱۴۰). وروی عنه ابنه عبد الله بن عتي أيضاً، كما في تهذيب التهذيب (۷: ۱۴۰) والحسن لم يدرك أبيا عليه السلام، كما في ترجمة الحسن من تهذيب التهذيب، ولكن عرف من هو بينه وبينه. وهو عتي، فلا ضير. ومحمد بن ذكوان وثقه شعبة وابن معين، وضعفه جماعة كما في ترجمته من تهذيب التهذيب. وابن إسحاق ثقة مدلس، كما تقدم غير مرة. والإسناد حسن عندي.

۲۱۹۹- عن: عبد الله بن الحارث قال: غَسَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِيٌّ وَعَلَى يَدِ عَلِيٍّ خِرْقَةً

تھے اور ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کہ ایک کجور کا بہت لمبا درخت، پس جبکہ ان کا انتقال ہونے لگا تو فرشتے جنت سے ان کے لئے خوشبو اور کفن لائے پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین مرتبہ غسل دیا اور تیسری مرتبہ میں اس میں کافور بھی شامل کر دیا اور ان کو طاق کپڑوں میں کفن دیا اور ان کے لئے لحد کھودی اور ان پر نماز پڑھی۔ اور کہا کہ یہ قاعدہ ہے آدم کی اولاد کا اٹکے بعد۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ اے اولاد آدم! یہ قاعدہ ہے تمہارا اٹکے بعد۔ لہذا تم اسی طرح کیا کرو۔ اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اگر کوئی روایت پر شبہ کرے کہ آدم علیہ السلام نبی اللہ اور کثیر الاولاد تھے انہوں نے ضرور کفنِ فن کے قاعدے بتائے ہونگے پھر فرشتوں کی تکلیف اور تعلیم کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ آدم علیہ السلام کے اکرام اور ان کی تائید تعلیم کے لئے ایسا کیا گیا ہو۔

۲۱۹۹- عبد اللہ بن الحارث کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؑ نے غسل دیا تھا۔ اور آپ کے ہاتھ پر کپڑا لپٹا ہوا تھا



- ۲۲۰۱- عن : أم عطية رضي الله عنها : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خِثَّ أَمْرَهَا أَنْ تَغْسِلَ ابْنَتَهُ قَالَ لَهَا "إِذَا نَ بَعَا بِبَنِيهَا ، وَ مَوَاضِعُ الْوُضُوءِ بَنِيهَا" . رواه مسلم (۳۰:۱) .
- ۲۲۰۲- عن : أم عطية رضي الله عنها قالت : دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ وَ نَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ : إغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتِ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَ سِدْرٍ أَخْضَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَأَفْوَزًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَأَفُورٍ . الحديث رواه مسلم (۳۰:۱) .
- ۲۲۰۳- عن : سعيد بن المسيب عن علي ؓ قال : لَمَّا غَسَلَ النَّبِيُّ ﷺ (أَيُّ عَلِيٍّ ؓ . سندى) ذَهَبَ يَلْتَمِسُ مِنْهُ مَا يَلْتَمِسُ بَيْنَ الْمَيِّتِ فَلَمْ يَجِدْهُ . الحديث رواه ابن ماجه (۲۳۱:۱) وقال السندي : وفي الزوائد : هذا إسناده صحيح ، و رجاله ثقات .
- ۲۲۰۴- عن : محمد بن سيرين : أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ الْغُسْلَ (أَيُّ يَتَعَلَّمُ) عَنْ أَمِّ عَطِيَّةَ رضي الله عنها يَغْسِلُ بِالسِّدْرِ مَرَّتَيْنِ وَ الثَّلَاثَةِ بِالمَاءِ وَ الْكَافُورِ . رواه أبو داود .

فائدہ: قیص میں غسل دینا آپ ﷺ کی خصوصیت تھی ورنہ صحابہ اس میں متردد نہ ہوتے کیونکہ عام امتی کو غسل ہوتا ہوا وہ دیکھ چکے تھے۔ اس لئے یہ حدیث بھی احناف کی دلیل ہے کہ عام میت کو قیص کے بغیر تکبیر ڈھک کر غسل دیا جائے۔

۲۲۰۱- ام عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبکہ ان کو اپنی صاحبزادی کے غسل پر مامور کیا تو ان سے فرمایا کہ اس کے داہنے اعضاء اور مقامات وضوء سے ابتدا کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۲۰۲- ام عطیہ سے مروی ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ ہم آپ ﷺ کی صاحبزادی کو نہلا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اس کو تین مرتبہ پانچ مرتبہ یا اگر تمہاری رائے ہو تو اس سے بھی زیادہ غسل دینا اور پانی اور بیری کے پتوں سے نہلا نا اور آخری مرتبہ میں اس میں کافور شامل کر لینا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: احناف کے ہاں بھی یہی طریقہ اولیٰ اور افضل ہے

۲۲۰۳- سعید بن المسيب ، حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا تو وہ نجاست کو تلاش کرنے لگے جو کہ مردوں کے اندر تلاش کی جاتی ہے (یعنی انہوں نے معلوم کرنا چاہا کہ کچھ براز تو کھا رہے ہیں) ہوا) سوانہوں نے وہاں کچھ نہ پایا۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے اور راوی ثقہ ہیں۔

۲۲۰۴- محمد بن سیرین جو کہ ام عطیہ سے غسل میت کے طریقے سیکھتے تھے، دومرتبہ بیری کے پتوں سے غسل دیتے تھے اور



فی نواقض الوضوء فی مراسیل النخعی ما يدل أنه فی حکم الموصول ، و زیاد هذا إمام ابن حسان المعروف بالأعلم ثقة ، أو ابن سعد ثقة ثبت و همام هو ابن يحيى بن دينار ثقة ربما وهم ، كما فی التقریب ، و السند حسن منقطع عندي .

۲۲۰۸- أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ رَأَتْ مَيْتًا يُسْرَحُ رَأْسُهُ فَقَالَتْ : غَلَامٌ تَنْصُونَ مَيْتَكُمْ ؟ . رواه الإمام محمد في كتاب الآثار (ص: ۳۹) قلت : رجاله ثقات إلا أنه منقطع بين النخعی و عائشة رضى الله عنها ، و مراسيله صحاح .

۲۲۰۹- حدثنا : هشيم عن مغرة ( هو الضبي ) : عن إبراهيم ( النخعی ) : عن عائشة رضى الله عنها : أَنَّهَا سُبِلَتْ عَنِ الْمَيِّتِ يُسْرَحُ رَأْسُهُ فَقَالَتْ : غَلَامٌ تَنْصُونَ مَيْتَكُمْ ؟ . رواه أبو عبيد القاسم بن سلام ( هو إمام مشهور ثقة فاضل مصنف . تقریب ) و إبراهيم الحربی فی کتابيهما فی غریب الحديث . قال أبو عبيد : هو مأخوذ من نصوت الرجل أنصوه نصوا إذا مددت ناصيته ، فأرادت عائشة أن الميت لا يحتاج إلى تسريح الرأس ، و ذلك بمنزلة الأخذ بالناصية (زيلعى ۳: ۴۴۱) .

قلت : رجاله رجال الجماعة إلا أن الأولین من مدلسی المرتبة الثالثة اختلف فی الاحتجاج بهم إذا عنعنوا . و إبراهيم لم يسمع من عائشة رضى الله عنها و قد تأيد الأثر

۲۲۰۸- ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ایک مردہ کو دیکھا جسکے بالوں میں کنگھی کی جاری تھی تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنے مردے کے بال کیوں کھینچتے ہو۔ اس کو امام محمد نے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے عورت ہو یا مرد۔ اور بعض روایات میں جو کنگھی کرنا آیا ہے اس سے مراد بالوں کو سیدھا کرنا اور دو حصے کر کے الگ الگ کرنا ہے۔ وافقہ الم

۲۲۰۹- ابراہیم نخعی، حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے مردہ کے بالوں میں کنگھی کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے مردے کے بال کیوں کھینچتے ہو؟۔ اس کو ابو عبیدہ اور ابراہیم حربی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں دو راوی تیسرے درجہ کے مٹس ہیں جسکے علاوہ کتب قبول و عدم قبول مختلف فیہ ہے لیکن اس کی تائید کتاب الاثار کی روایت سے ہوتی ہے۔



### باب کفن الرجل و نوعه

۲۲۱۲- عن : عبد الله بن عمر رضى الله عنهما : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَنَسٍ لَمَّا تَوَفَّى جَاءَ إِبْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : أَعْطِنِي قَبِيضَكَ ، أَكْفِنُهُ فِيهِ ، وَ صَلَّى عَلَيْهِ ، وَ اسْتَغْفَرَهُ . فَأَعْطَاهُ قَبِيضَهُ . الحديث رواه البخارى (۱: ۱۶۹) .

۲۲۱۳- عن : ابن شهاب عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن عبد الرحمن بن عمر بن العاص ؓ أنه قال : أَلَمَّيْتُ يَوْمَئِذٍ ، وَ يُؤَزَّرُ ، وَ يُلْتَفَى فِي الثُّوبِ الثَّالِثِ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا قُتُوبٌ وَاحِدٌ كُفِّنَ بِهِ . رواه الإمام مالك فى الموطأ . (ص- ۷۸) . و غلط يحيى ، و الصحيح عبد الله بن عمرو بن العاص ، كما أفاده الزرقانى ، وهو موقوف فى حكم المرفوع ، رجاله ثقات من رجال الجماعة .

تو غسل دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ کتاب الاکارلام امام محمدؒ میں حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب ہماری بیویاں زندہ ہوں تو ہم انکے زیادہ مقدار میں اور جب وہ مر جائیں تو ہم انکے زیادہ مقدار ہو۔ باقی جن روایات میں ذکر ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تو اس سے مراد اعانت فی الغسل ہے نہ کہ ہیضہ غسل۔

### باب مردہ کے کفن اور اسکے نوع کے بیان میں

۲۲۱۴- عبد الله بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جس وقت عبد الله بن ابی (ریس المنافقین) کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ اپنا کر تہ مجھے دیدیتجئے، میں عبد الله بن ابی کو اس میں کفناؤں کا اور آپ ﷺ اس پر نماز بھی پڑھیے اور انکے لئے استغفار بھی فرمائیے، سو آپ ﷺ نے اسے اپنا کر تہ دیدیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: مؤلف نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ کفن میں کر تہ ہوتا ہے خواہ سلا ہوا ہو یا بے سلا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیص میں کفن دینا صحابہؓ میں معروف تھا اس لئے اس نے حضور ﷺ سے قیص کی درخواست کی۔ اور اگر قیص میں کفن دینا درست نہ ہوتا تو حضور ﷺ فرماتے کہ قیص میں کفن دینا جائز نہیں، دوسرے انسان اعلیٰ اور محبوب چیز کا ہی سوال کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ قیص میں کفن دینا محبوب اور اولیٰ ہے۔ البتہ باقی صورتیں معنی قیص کے بغیر کفن دینا بھی جائز ہے۔ باقی حضور ﷺ کا اس مناقب کے ساتھ مردوں کا سلوک کرنا اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھنا ایک مستقل بحث ہے جس کے لئے یہ مقام وسعت نہیں رکھتا۔

۲۲۱۵- عبد الله بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ مردے کو قیص اور ازاد پر پناہی جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے



۲۲۱۷- عن : خباب رضی اللہ عنہ قال : هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللَّهِ ، فَوَقَعَ آخِرُنَا عَلَى اللَّهِ ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ آخِرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُضَعَبٌ بْنُ عُمَيْرٍ ، وَمِنَّا مَنْ أَيْتَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ ، فَهُوَ يَهْدِيهَا ، قُبِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكْفِيهِ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ ، وَإِذَا غَطَيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَأَمَرْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَغْطِيَ رَأْسَهُ وَأَنْ نَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ . رواه البخاری (۱۷۰:۱)۔

### باب تکفین المرأة

۲۲۱۸- عن : أم عطية رضی اللہ عنہا قالت : فَكَفَّنَاهَا فِي خُمْسَةِ أَثْوَابٍ ، وَخَمَرْنَاهَا كَمَا يُخَمَّرُ الْحَيُّ . رواه الجوزقي . من طريق إبراهيم بن حبيب ابن الشهيد عن هشام بن حسان عن حفصة ، وهذه الزيادة ( على ما في البخاری ) صحيحة الإسناد (فتح الباری ۱۰۷:۳)۔

۲۲۱۹- حضرت خباب کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور ہمیں اس سے حق تعالیٰ کی خوشنودی مقصود تھی سو ہمارا اجر حق تعالیٰ کے ذمہ ہو گیا۔ اب ہم میں سے بعض تو ایسی حالت میں مرے کہ انہوں نے اپنی اجرت میں سے کچھ بھی نہ کھایا انہی میں سے مصعب بن عمیرؓ ہیں اور بعض ایسے ہوئے جن کے لئے پھل پک گئے اور اب وہ ان کو ہمارے ہیں اور کھارہے ہیں۔ مصعب بن عمیرؓ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ سو ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے ہم ان کو کفن دیں۔ بجز ایک چادر کے، جسکی یہ حالت تھی کہ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھکتے تو پاؤں باہر نکل جاتے اور جب پاؤں ڈھکتے تو سر نکل جاتا، پس جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانک دیں اور پاؤں پر اذخر ڈال دیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مجبور کی وقت مرد کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر دو کپڑے میسر ہوں تو اسے کفن کفایت کہتے ہیں۔ البتہ سنت تین کپڑوں میں ہی کفن دینا ہے۔

### باب عورت کے کفن کے بیان میں

۲۲۱۸- ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو پانچ کپڑوں میں کفنایا اور ہم نے ان کو یوں ڈھانکا جس طرح زندہ کو ڈھانکا جاتا ہے۔ اس کو جوزقی نے روایت کیا ہے اور درمجم الاسناد ہے۔



رواہ البیہقی . قال النووی : و سندہ صحیح ( زیلعی ۱ : ۳۴۶ ) .

## ابواب صلاة الجنابة

### باب أن صلاة الجنابة فرض كفاية

۲۲۲۱- عن : عمران بن حصین ؓ قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنْ أَخَاكُمْ النَّجَاشِيُّ قَدْ مَاتَ ، فَقُومُوا ، فَضَلُّوا عَلَيْهِ . الحديث رواه الترمذی ( ۳۳ : ۱ ) ، وقال : حسن صحيح غریب من هذا الوجه .

### باب أن الوالی أحق بصلاة الجنابة من غیره

۲۲۲۲- عن : الحسين بن علی (سرفوعا) : إِذَا حَضَرَتِ الْجَنَازَةُ فَلَا مَاءَ أَخُو بِالضَّلَاةِ عَلَيْهِمَا عَنْ غَيْرِهِ . رواه ابن منیع ( كنز العمال ۸ : ۸۴ ) و لم أقف علی سندہ

### باب کفن کودھونی دینا

۲۲۲۰- جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کفن کو تین مرتبہ دھونی دیا کرو۔ اس کو تین ہی نے روایت کیا ہے اور نووی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

## ابواب صلوۃ الجنابة

### باب نماز جنازہ فرض کفایہ ہے

۲۲۲۱- عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ جس وقت نجاشی کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نجاشی کا انتقال ہو گیا ہے ، انھوں اس پر نماز پڑھو۔ اس کو ترمذی نے روایت کر کے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ : حدیث سے نماز جنازہ کا واجب ہونا ثابت ہوا اور فرضیت کے لئے اجماع دلیل ہے جیسا کہ نووی نے شرح مسلم میں فرمایا ہے۔ لیکن یہ فرض کفایہ ہے جیسا کہ اس پر امت کا اجماع ہے الا من شذ شذ فی النار۔

### باب نماز جنازہ میں الحق بالامۃ حاکم شہر ہے

۲۲۲۲- حسین بن علیؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جس وقت جنازہ آئے تو امام اس پر نماز پڑھنے کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔



۲۲۲۵- أخبرنا: أبو حنیفہ عن حماد عن إبراہیم فی الصلاة علی الجنائز قال: يُصَلِّي عَلَيْهَا أَيْمَةُ الْمَسْجِدِ، قَالَ إِبْرَاهِيمُ: تَرْضَوْنَ بِهِمْ فِي صَلَاتِكُمْ الْمَكُونَاتِ، وَلَا تَرْضَوْنَ بِهِمْ عَلَى الْمَوْتَى. أخرجه محمد فی الآثار (ص-۴۰) وقال: به نأخذ ينبغي للمولى أن يقدم إمام المسجد، ولا يجبر على ذلك، وهو قول أبي حنیفہ اهـ. ورجاله ثقات.

۲۲۲۶- أخبرنا: أبو حنیفہ عن حماد عن إبراہیم، و عن عون بن عبد الله عن الشعبي إنهما قالا: الزَّوْجُ أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ مِنَ الْآبِ. قال أبو حنیفہ: أخبرني رجل من الحسن عن عمر بن الخطاب أنه قال: الْآبُ أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ مِنَ الزَّوْجِ. أخرجه محمد فی الآثار (ص-۴۰) وقال: وبه (أى بقول عمر) نأخذ وبه كان يأخذ أبو حنیفہ رحمه الله اهـ.

و سند الأول صحيح، و سند الثاني مرسل، و لكن مراسيل الحسن حسان

سب سے اول سلطان کو ہے، اس کے بعد اسکے نائب کو، اس کے بعد امام جی کو اسلئے یہی ترتیب نماز جنازہ میں ہوگی۔ اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ تھے اور وہ جماعت میں موجود تھے تو اسکے ہوتے ہوئے حضرت مصیبؓ کو حق تقدم کیونکر ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ کے وقت تک وہ خلیفہ نہیں بنائے گئے تھے، بلکہ ابھی خلافت کا معاملہ ان چھ صحابہؓ کی شوری میں تھا جن سے حضور ﷺ راضی تھے، الغرض چونکہ اس وقت کوئی والی نہ تھا اس لئے امام اچھی ہی زیادہ حقدار تھا امامت کا اور وہ مصیبؓ تھے۔

۲۲۲۵- ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ امام مسجد جنازہ پر نماز پڑھائیں کیونکہ تم ان کے پیچھے فرض نمازیں پڑھنے کو پسند کر دو اور انکی امامت نماز جنازہ کو پسند نہ کرو یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم اسکی اختیار کرتے ہیں۔ ولی کو چاہئے کہ وہ امام مسجد سے نماز پڑھوائے اور اس کو اس پر مجبور نہ کیا جائے اور یہی قول ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا۔

فائدہ: اس روایت سے تقدم امام جی علی الولی ثابت ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا کہ سلطان و والی کے بعد امام جی کا درجہ ہے پھر عصابت میت کا۔

۲۲۲۶- حضرت عمر بن الخطابؓ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کا پدر میت پر نسبت زوج میت کے زیادہ حق دار ہے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارا یہی مذہب ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ شوہر باپ سے زیادہ حق دار ہے۔



وَلَا يَقْرَأُ إِلَّا فِي الْأَوَّلَى . رواه عبد الرزاق ، والنسائی ، وإسناده صحيح (فتح الباری ۱۶۳:۳ و ۱۶۴).

۲۲۲۹- حدثنا : محمد بن یحیی قال : أنا معمر عن الزهري قال : سمعت أبا أمامة بن سهل بن حنيف یحدث ابن المسيب قال : أَلَسْتُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَنْ تَكْبِرَ ، ثُمَّ تَقْرَأَ بِآيَةِ الْقُرْآنِ ، ثُمَّ تُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ تُخْلِصَ الدُّعَاءَ لِلْمَيِّتِ ، وَلَا تَقْرَأُ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأَوَّلَى ، ثُمَّ يُسَلِّمُ فِي نَفْسِهِ عَنْ يَمِينِهِ . أخرجه ابن الجارود في المنتقى ، كذا في عون المعبود (۱۹۳:۳) و رجال هذا الإسناد مخرج لهم في الصحيحين ، كذا في التلخيص الحبير (۱: ۱۶۱) .

۲۲۳۰- عن : عبد الله بن أبي أوفى ؓ أَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةِ ابْنَتِهِ لَهُ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ ، فَكَبَّرَ بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو ، ثُمَّ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَضَعُ هَكَذَا . وفي رواية : كَبَّرَ أَرْبَعًا فَكَبَّرَ سَاعَةً حَتَّى ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيَكْبِرُ خُمْسًا ، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهُ : مَا هَذَا ؟ فَقَالَ : إِنِّي لَا أَزِيدُكُمْ

پڑھے۔ اسکے بعد (دوسری تکبیر کہہ کر) درود پڑھے، اس کے بعد (تیسری تکبیر کہہ کر) میت کے لئے دعا کرے (پھر تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے) اور الحمد صرف پہلی تکبیر کے بعد پڑھے اس کو عبد الرزاق اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی سورۃ فاتحہ نماز جنازہ میں بہ نیت دعا جائز ہے اور بہ نیت قراءۃ ناجائز ہے کیونکہ یہ محل دعا ہے، نہ کہ محل قراءت۔

۲۲۲۹- زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف کو سعید بن المسیب سے بیان کرتے سنا کہ قاعدہ نماز جنازہ کا یہ ہے کہ اول تکبیر کہے اس کے بعد الحمد (بطور ثانی) پڑھے اسکے بعد (دوسری تکبیر کہہ کر) درود پڑھے۔ اس کے بعد (تیسری تکبیر کہہ کر) میت کے لئے دعا کرے اور قراءت الحمد صرف پہلی تکبیر میں ہے اسکے بعد (تکبیر کہہ کر) آہستہ سے دائیں طرف سلام پھیرے (اس کے بعد بائیں طرف) اس کو ابن الجارود نے منتقی میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں۔

۲۲۳۰- عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی لڑکی کے جنازہ پر چار تکبیریں کیں اور چوتھی تکبیر کے بعد چوتھی دیر دو تکبیروں کے درمیان کی تھی، اتنی دیر کھڑے ہوئے، اسکے لئے استغفار اور دعا کرتے رہے، اسکے بعد سلام پھیر کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یوں ہی کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ



و ابن وضاح هو الحافظ محدث الأندلس صدوق فی نفسه رأس فی الحديث ، كما فی اللسان (۴۱۶:۵) . و فیہ (۱۰۸:۶) أيضا : عن ابن عبد البر أن محمد بن وضاح كان ثقة اهد . و الباقر من رجال الصحيح معروفون ، و الحديث أورده الحافظ أيضا فی الدراية والتلخیص ، و سکت عنه ، فهو صحيح عنده أو حسن .

۲۲۳۲- عن : سعيد بن المسيب قال : كَانَ التَّكْبِيرُ أَرْبَعًا ، وَ خُمْسًا ، فَجَمَعَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى أَرْبَعٍ . رواه ابن المنذر بإسناد صحيح إلى سعيد (فتح الباری ۱۶۲:۳) .

۲۲۳۳- عن : أبي وائل رضی اللہ عنہ قال : كَانُوا يُكَبِّرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سَبْعًا ، وَ سِتًّا ، وَ خُمْسًا ، وَ أَرْبَعًا فَجَمَعَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى أَرْبَعٍ كَأَطْوَلِ الصَّلَاةِ . رواه البيهقي بإسناد حسن إلى أبي وائل (فتح الباری ۱۶۲:۳) .

۲۲۳۴- عن : أبي هريرة رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ . رواه الجماعة ، كذا فی نیل الاوطار (۲۸۳:۳) .

۲۲۳۲- سعيد بن المسيب کہتے ہیں کہ پہلے تکبیریں چار بھی تھیں اور پانچ بھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر متفق کر دیا۔ اس کو ابن المنذر نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

۲۲۳۳- ابو وائل کہتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کبھی سات ، کبھی چھ ، کبھی پانچ اور کبھی چار تکبیریں کہتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کر دیا۔ جیسے کہ سب سے لمبی نماز ہوتی ہے (جس میں چار رکعتوں سے زائد نہیں کوئیس) اس کو بیہقی نے سند حسن روایت کیا ہے۔

فائدہ: اور یہ حضرت عمرؓ کا چار تکبیروں پر لوگوں کو قائم کرنا اپنی رائے سے نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل کو مطوم کر کے صحابہؓ کو اسی پر جمادیا کیونکہ آخری فعل سابق افعال کیلئے ناخ ہوتا ہے اور اس کی تفصیل حاشیہ عربیہ میں مذکور ہے۔

۲۲۳۴- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جس روز نجاشی کا انتقال ہوا۔ اسی روز جناب رسول اللہ ﷺ کو اسکی اطلاع ہوئی۔ اور آپ ﷺ لوگوں کو عید گاہ لے گئے۔ اور وہاں جا کر ان کو صف بستہ کیا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے۔



۲۲۳۸- عن : عوف بن مالک رضی اللہ عنہ يقول : صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى جَنَازَةٍ ، فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ ، وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ ، وَاعْفُ عَنْهُ ، وَاکْرِمْ نُزْلَهُ وَزَسِّعْ مَدْخَلَهُ ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالتَّلْحِجِ وَالْبُرْدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يَنْقِي الثُّوبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ ، وَابْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ ، وَاهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهِ ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ ، وَادْخُلْهُ الْجَنَّةَ ، وَاعِزَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَبَيْنَ عَذَابِ النَّارِ . قَالَ : حَتَّى تَمْنَيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَنْتَى . رواه مسلم (۳۱۱:۱) .

۲۲۳۹- عن : واثلة بن الأسقع رضی اللہ عنہ قال : صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذَنْبِكَ وَحَبْلٍ جَوَارِكَ فَبِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَ اَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ . رواه أبو داود (۱۰۱:۲) ، وسكت عنه .

۲۲۴۰- عن : أبي إبراهيم الاشعري عن أبيه قال : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا ، وَشَاهِدِنَا ، وَغَائِبِنَا ، وَصَغِيرِنَا ، وَكَبِيرِنَا ،

۲۲۳۸- عوف بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو میں نے ان کی دعا یاد کی، آپ ﷺ فرماتے تھے اللہم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واکرم منزله ووسع مدخله و اغسله بالماء و التلحج و البرد و نقه من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس و ابدله دارا خيرا من داره و اهلا خيرا من اهله و زوجا خيرا من زوجة و ادخله الجنة و اعذه من عذاب القبر و من عذاب النار۔ عرض آپ ﷺ نے یہاں تک دعا کی کہ مجھے یہ آرزو ہوئی کہ کاش یہ مرد میں ہوتا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۲۳۹- واثلة بن الاسقع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان شخص کے جنازہ پر ہم کو نماز پڑھائی تو میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے سنا اللہم ان فلان بن فلان فی ذنک و حبل جوارک فہ من فتنۃ القبر و عذاب النار و انت اهل الوفاء و الحمد للہم فاغفر له و ارحمہ انک انت الغفور الرحیم۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث اگلے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

۲۲۴۰- ابوبراہیم اشعری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنازہ پر نماز پڑھتے تو فرماتے



۲۲۴۲- عن : أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الْمَنُفُوسِ : اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا قَرَطًا وَسَلَفًا ، وَأَجْرًا . رواه البيهقي ، كما في التلخيص الحبير . ولم أفت على سنده .

۲۲۴۳- ويؤيده ما علقه البخاري قال الحسن : يَفْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُولُ : اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا ، وَفَرَطًا ، وَأَجْرًا . اهـ . وفي فتح الباري (۱۶۳:۳) : وصله عبد الوهاب بن عطاء في كتاب الجنائز له عن سعيد بن أبي عروبة أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ الصَّلَاةِ عَلَى الصَّبِيِّ ، فَأَخْبَرَهُمْ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ : أَنَّهُ يَكْبِّرُ ، ثُمَّ يَفْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ ثُمَّ يَقُولُ : اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا ، وَفَرَطًا ، وَأَجْرًا .

۲۲۴۴- عن : نافع أن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما كان يقول : لَا يُصَلِّي الرَّجُلُ عَلَى الْجَنَازَةِ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ . رواه الإمام العلامة مالك في موطاه (ص- ۸۰) .

۲۲۴۵- عن : سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ قال : صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى إِسْرَافٍ مَاتَتْ فِي نَفْسِهَا ، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطُهَا . رواه البخاري (۱۷۷:۱) و الجماعة .

۲۲۴۲- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ توڑا مکہ پہنچے پر یہ دعا پڑھتے تھے اللہم اجعلہ لنا فرطاً و سلفاً و اجرا۔ اس کو یحییٰ نے روایت کیا ہے مگر اس کی سند معلوم نہ ہو سکی۔

۲۲۴۳- لیکن اس کی تائید بخاری کی ایک تعلق سے ہوتی ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ پیچ پر (ٹاٹے طور پر) فاتحہ الکتاب پڑھے اور یہ دعا کرے اللہم اجعلہ لنا سلفاً و فرطاً و اجرا۔ عبد الوہاب بن عطاء نے کتاب الجنائز میں اس کو موصول کیا ہے اور کہا ہے حسن (بصری) اول تکبیر کہتے اس کے بعد (بطور حمد و ثناء کے) فاتحہ الکتاب پڑھتے۔ اس کے بعد کہتے اللہم اجعلہ لنا سلفاً و فرطاً و اجرا۔

فائدہ: اس سے فقہاء حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوگئی کہ تابلغ اور بالغ میت کے لئے دعائیں فرق ہے۔

۲۲۴۴- نافع کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ آدمی کو چاہئے کہ بلا طہارت جنازہ پر نماز نہ پڑھائے۔ اس کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے نماز جنازہ کے لئے طہارت کا شرط ہونا ظاہر ہے۔

۲۲۴۵- سمرة بن جندبؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک عورت پر نماز پڑھی جو کہ زچگی کے زمانہ میں



۲۲۴۷- عن: ابن أبي ذئب حدثني صالح مولى التوأمة عن أمي هريرة رضی اللہ عنہا قال: قال رسول الله ﷺ: مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَهُ. رواه أبو داود (۹۸:۲) وسكت عنه. ورواه ابن أبي شيبة في مصنفه بلفظ: "فَلَا صَلَاةَ لَهُ" (زيلعي ۳۵۱:۱) وفي زاد المعاد (۱: ۱۴۴) وهذا الحديث حسن، فإنه من رواية ابن أبي ذئب عنه، وسماعه منه قديم قبل اختلاطه، ولا يكون اختلاطه موجبا لرد ما حدث به قبل الاختلاط اهـ.

۲۲۴۸- عن: ابن عباس رضي الله عنهما رفعه: إِذَا اسْتَهْلَ الصَّبِيُّ صَلَاتِي عَلَيْهِ، وَوَرِثَ. رواه ابن عدى، وإسناده حسن (درایہ، ص-۱۴۴).

۲۲۴۹- عن: جابر رضی اللہ عنہ رفعه: الْطِفْلُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهِ، وَلَا يَرِثُ وَلَا يُورَثُ حَتَّى يَنْتَهِي. أخرجه الترمذی، والنسائی و ابن ماجه، وصححه ابن حبان، والحاكم (درایہ ص-۱۴۴).

ضرورت ہوئی پھر حضرت فاطمہؓ کی اس بات کو تمام صحابہؓ اور تابعین نے پسند کیا جیسا کہ ابوغالب کے قول سے حاشیہ عربیہ میں مفہوم ہوتا ہے پس اس کے استجاب پر اجماع بھی ہے (کفایہ شرح ہدایہ ملاحظہ ہو)۔

۲۲۴۷- ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کو کچھ ثواب نہ ملے گا۔ اس کو ابوداؤد نے بلا جرح کے روایت کیا ہے (لہذا انکے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ اس کی نماز نہ ہوگی اور زاد المعاد میں اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوئی۔  
۲۲۴۸- ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس وقت بچہ پیدا ہو کر آواز نہ لے تو اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی ہوگا۔ اس کو ابن عدی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۲۲۴۹- جابرؓ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ بچہ پر نماز پڑھی جائے گی اور نہ وہ کسی کا وارث ہوگا اور نہ کوئی اس کا وارث ہوگا تا وقتیکہ وہ آواز نہ لے۔ اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔



و تبين بهذه الرواية أن قائل "فنظرت ، و فقلت" في رواية النسائي هو نافع الراوى عن ابن عمر، والمنكر هو عمار مولى الحارث بن نوفل . ففى أبى داود (۹۹:۳): عنه أَنَّهُ شَهِدَ جَنَازَةً أَمَّ كُلُّهُمْ وَ آيَنَهَا ، فَجَعَلَ الْغُلَامُ بِمَا يَلِي الْإِمَامَ ، فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ وَ فِى الْقَوْمِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَدْرِي ، وَ أَبُو قَتَادَةَ وَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَقَالُوا : هَذِهِ السُّنَّةُ أَه . وَ فِى نِيل الْأَوطَار (۳۰۵:۳) : سَكَتَ عَنْهُ أَبُو دَاوُدَ ، وَ الْمُنْذَرِي ، وَ رِجَالُ إِسْنَادِهِ قَاتَات أَه . وَ فِى نَصَبِ الرَّايَةِ (۳۴۷:۱) : قَالَ النَّوَوِي رَحِمَهُ اللَّهُ : وَ سَنَدُهُ صَحِيحٌ أَه .

### باب ما يفعل المسلم إذا مات له قريب كافر

۲۲۵۱- عن : على ؑ قال : لَمَّا مَاتَ أَبُو طَالِبٍ أُنْتُيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنْ عَمَّكَ الشَّيْخُ الضَّالُّ قَدْ مَاتَ . قَالَ : إِذْهَبْ فَوَارِهِ . قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : فَلَمَّا وَارَيْنَاهُ جِئْتُ إِلَيْهِ ، فَقَالَ لِي : اِغْتَسِلْ . رواه ابن حبان فى صحيحه ، كذا فى السيرة الحلبيه (۳۸۱:۱) . وَ فِى سَنَنِ أَبِي دَاوُدَ (۲۰۶:۳) : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَحْيَى عَنْ سَفْيَانَ حَدَّثَنِى أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ ، وَ سَكَتَ عَنْهُ هُوَ وَالْمُنْذَرِي .

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ جب مردوں اور عورتوں کے جنازوں پر ساتھ نماز پڑھی جائے تو مرد کا جنازہ امام کے قریب ہو پھر پچو کا، پھر عورتوں کا اور یہی مذہب حنیفہ کا ہے، واللہ اعلم۔

فائدہ: نماز جنازہ میں تکبیرات کے وقت رفع یدین اور عدم رفع یدین میں احادیث میں اختلاف ہے لہذا نماز کے اصل اصول و شعور و خضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے ان احادیث کو ترجیح دی جائیگی جن میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔

### باب جب کسی مسلمان کا کافر رشتہ دار مر جائے تو اسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے

۲۲۵۱- حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ جب میرے باپ ابو طالب کا انتقال ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے چچا گمراہ بڑھے کا انتقال ہو گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں دفن کرو دوں جبکہ میں فن کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نہالو۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے



وَهُمْ لَا يَظُنُّونَ إِلَّا أَنَّ جَنَازَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ . رواه ابن حبان في صحيحه ، كذا في نصب الراية (۳۵۵:۱) و في فتح الباری (۱۰۱:۳) بعد نقله ما نصه : أخرجه (أبو ابن حبان) . من طريق الأزراعی عن يحيى بن أبي كثير عن أبي قلابة عن أبي المهلب عنه (أبو عن عمران) . ولأبي عوانة (في صحيحه) من طريق أبان و غيره عن يحيى "فَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ وَ نَحْنُ لَا نَرَى إِلَّا أَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا" اهـ.

## فصل فی حمل الجنائزۃ

### باب استحباب حمل الجنائزۃ بقوائمه الأربع

۲۲۵۳- عن : أبي عبيدة قال : قال عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ : مَنِ اتَّعَجَ جَنَازَةً فَلْيَحْمِلْ بِجَوَانِبِ الشَّرِيرِ كُلِّهَا ، فَإِنَّهُ مِنَ السُّنَّةِ ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ فَلْيَتَطَوَّعْ ، وَإِنْ شَاءَ فَلْيَدْعُ . رواه ابن ماجه (ص-۱۰۷) . و في الزوائد : رجال الإسناد ثقات ، لكن الحديث موقوف

اور لوگ یہی سمجھتے تھے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے ہے۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، صحیح ابوعوانہ میں ہے کہ ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی سمجھتے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

فائدہ: یہ ان حضرات صحابہ کا کشف تھا اور جب ان کو کشف ہو گیا تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے زیادہ کشف ہوا ہوگا۔ اور چونکہ سب کو کشف ہونا ضروری نہیں اس لئے ممکن ہے کہ بعض صحابہ کو کشف نہ بھی ہوا ہو تو مجمع میں جاریہ کی روایت میں ابن ماجہ کے نزدیک جو آیا ہے کہ ہم کچھ نہیں دیکھتے تھے وہ اس کے معارض نہیں ہو سکتی۔ نیز اگر غائب میت پر جنازہ شروع ہوتا تو پھر جبریل کا یہ پوچھنا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ رضی اللہ عنہ پر جنازہ پڑھنا پسند فرماتے ہیں کا کیا مطلب؟ (مزید تفصیل تجلیات صفحہ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)۔

## فصل حمل جنازہ کے بیان میں

### باب جنازہ کا چاروں پاؤں سے اٹھانا اچھا ہے

۲۲۵۴- عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ ہوا کو چاہے کہ اس کے تمام پاؤں کو کندھادے کیونکہ قاعدہ

یہی ہے، اس کے بعد اسے اختیار ہے چاہے اٹھائے یا نہ اٹھائے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔



۲۲۰۶- وفی البخاری (۱: ۱۶۶): عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَنَعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَنَعٍ أَمَرَنَا بِإِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ. الحديث.

۲۲۰۷- عن: معمر عن ابن طاوس عن أبيه قال: مَا سَنَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى مَاتَ إِلَّا خَلَفَ الْجَنَازَةَ. رواه عبد الرزاق في مصنفه، وهذا سند صحيح على شرط الجماعة. الجوهر النقي (۱: ۲۷۴). قلت: لكنه مرسل.

۲۲۰۸- أخبرنا: الثوري عن عروة بن الحارث عن زائدة بن أوس عن سعيد بن عبد الرحمن بن أبزي عن أبيه قال: كُنْتُ فِي جَنَازَةٍ وَأَبُو بَكْرٍ وَغُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَمْشِيَانِ أَمَامَهَا، وَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَمْشِي خَلْفَهَا. فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ: أَرَأَيْكَ تَمْشِي خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَ هَذَانِ يَمْشِيَانِ أَمَامَهَا؟ فَقَالَ عَلِيٌّ: لَقَدْ عَلِمْنَا أَنَّ فَضْلَ الْمَشْيِ خَلْفَهَا عَلَى الْمَشْيِ أَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلَى الْفَدَى، وَلَكِنَّهُمَا أَحَبَُّانِ يُبَيِّرَا عَلَى النَّاسِ.

چلا کر وہ یہ تم کو آخرت یاد دلائے گا۔ اس کو احمد، بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۲۲۰۶- بخاری میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا اور ان میں سے ایک جنازہ کے پیچھے چلنا بیان کیا اور سات باتوں سے منع فرمایا۔

۲۲۰۷- طاؤس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمر بھر میں کبھی جنازہ کے آگے نہیں چلے اور ہمیشہ پیچھے چلے۔ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: یہ روایت اس روایت کے معارض نہیں ہے۔ جس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جنازہ کے آگے چلنے دیکھا۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ یہ آگے چلنا کسی ضرورت سے ہو، جیسا کہ اگلی حدیث سے واضح ہے۔

۲۲۰۸- عبد الرحمن بن ابی اسبغ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک جنازہ میں تھا۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آگے چل رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے۔ میں نے حضرت علی سے کہا کہ یہ کیا بات ہے، وہ آگے ہیں اور آپ پیچھے؟ آپ نے فرمایا کہ اتنی بات وہ بھی جانتے ہیں کہ جنازہ کے پیچھے چلنا آگے چلنے سے اتنی ہی فضیلت رکھتا ہے جتنی کہ نماز جماعت کو عماما نماز پر۔ مگر وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے لئے آسانی پیدا کریں (اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ پیچھے چلنا واجب ہے اور بغیر ورت بھی آگے نہ چلنا چاہئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کے پیچھے چلنے سے لوگوں کو آگے بڑھ کر جنازہ کو کندھا دینا دشوار ہوتا ان کے ادب کی وجہ سے لوگ



۲۲۶۱- عن: ابن مسعود رضی اللہ عنہ: سَأَلْنَا نَبِيَّنَا ﷺ عَنِ الْمَشْيِ مَعَ الْجَنَازَةِ ، فَقَالَ : مَا دُونَ الْحَبِّبِ . رواه أصحاب السنن ، وفيه يحيى بن عبد الله الجابر و يقال : المجبر ، وثقه الترمذی (زلیعی) و قال أحمد و ابن عدی : لا بأس به (تہذیب) . و شیخہ أبو ماجد الحنفی مجہول ، ولكن جهالة الرواة في القرون الثلاثة لا تضرننا ، كما ذكرنا في المقدمة .

۲۲۶۲- عن: أبي بكره قال: لَقَدْ رَأَيْتُنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَإِنَّا لَنَكَاذُ وَأَنْ نَزْمَلَ بِالْجَنَازَةِ رَمَلًا . أخرجه الحاكم في المستدرک (۳۵۵:۱) و قال : هذا حديث صحيح الإسناد ، و لم يخرجاه . قال : و له شاهد بإسناد صحيح عن عبد الله بن جعفر الطيار .

۲۲۶۳- ثم أخرجه بسنده عن ابن وهب أخبرني ابن أبي الزناد عن أبيه قال : كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ بِالْبَقِيعِ ، فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا بِجَنَازَةٍ ، فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا ابْنُ جَعْفَرٍ ، فَتَعَجَّبَ مِنْ إِبْطَاءِ مَنْشِيهِمْ بِهَا . فَقَالَ : عَجَبًا لِمَا تَغَيَّرَ مِنْ حَالِ النَّاسِ ! وَاللَّهِ إِنْ كَانَ إِلَّا الْجُمُرُ . الحديث . و أقر الذهبي الحاكم على تصحيح الحديث و شاهده .

۲۲۶۱- ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں رفتار کتنی تیز ہونی چاہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوڑنے سے کم۔ اس کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابو ماجد راوی غیر معروف ہے مگر یہ چیز قرون میں معترضیں۔

۲۲۶۲- ابو بکرہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسی حالت میں دیکھا کہ ہم تیز روی کی وجہ سے جنازہ کو لیکر دوڑنے کے قریب ہو گئے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح الاسناد کہا ہے۔

۲۲۶۳- حاکم نے ابوالزناد سے روایت کیا ہے کہ میں عبد اللہ بن جعفر کے ساتھ بیچ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے سامنے ایک جنازہ آیا۔ عبد اللہ بن جعفر نے اس کی سست رفتار سے تعجب کیا اور کہا کہ تعجب ہے لوگوں کی حالت میں کس قدر تفریق ہو گیا ہے۔ پہلے تو ہمیشہ رفتار تیز ہوتی تھی۔ حاکم نے اس کو بھی صحیح کہا ہے اور ذمہ نے دونوں کو برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: تیز رفتار سے یہ مراد ہے کہ دوڑنے سے کم ہو اور سست چال سے زیادہ اور یہی مذہب حضرات حنفیہ کا ہے۔



بِذَلِكَ لِأَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ رَأَى وَاقِدَ بْنَ عَمْرٍو قَامَ حَتَّى وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ . رواه مسلم (۳۱۰:۱) و فی التلخیص الحبیر (۱:۱۵۶) . و رواه ابن حبان ( فی صحیحہ ) بلفظ : كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَائِزِ ، ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذَلِكَ وَ أَمَرَنَا بِالْجُلُوسِ . اهـ .

### باب القیام لتابع الجنازة حتى توضع على الأرض

۲۲۶۷- عن : البراء رضی اللہ عنہ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي جَنَازَةٍ فَأَنْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْخَذُ فَجَلَسَ ، فَجَلَسْنَا حَوْلَهُ . صححه أبو عوانة وغيره . التلخیص الحبیر . (۱:۱۵۶) .  
۲۲۶۸- حدثنا : أحمد بن يونس نا زهير نا سهل بن أبي صالح عن ابن أبي سعيد الخدري عن أبيه قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِذَا اتَّبَعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوا حَتَّى تُوَضَعَ .

کے باب میں کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ابتداء میں کھڑے ہوتے تھے، اس کے بعد بیٹھنے لگے تھے اور یہ حدیث انہوں نے اس لئے بیان کی کہ انہوں نے واقد بن عمرو کو دیکھا کہ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ جنازہ (زمین پر) رکھا گیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ آپ ﷺ ہم کو جنازوں میں کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے، اس کے بعد خود بھی بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازہ کو کچھ کر تعظیماً کھڑا ہونا منسوخ ہے۔

### باب جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے اس وقت تک ساتھ والوں کو بیٹھنا نہ چاہئے

۲۲۶۷- براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، پس جبکہ ہم قبر پر پہنچے تو ابھی لحد تیار نہ ہوئی تھی، لہذا رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے۔ اس کو ابوعوانہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔  
۲۲۶۸- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ کے ساتھ چلو تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ (زمین پر) نہ رکھ دیا جائے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کو جنازہ زمین پر رکھے جانے سے پہلے نہیں بیٹھنا چاہئے۔



وَلَا تُتَّبَعُونِي بِنَارٍ . رواه مالك (ص-۷۸) . قال المحدث جمال الدين عبد الله بن يوسف الزيلعي الحنفی فی نصب الرأیة (۱: ۳۴۶) : هذا سند صحيح اهـ .

### باب تعمیق القبر و توسیعه و اختیار اللحد علی الشق

۲۲۷۲- عن : رجل من الأنصار رضی اللہ عنہ قال : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي جَنَازَةٍ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْقَبْرِ يُوصِي الْخَافِرَ : أَوْسِعْ مِنْ قَبْلِ رَجُلَيْهِ ، أَوْسِعْ مِنْ قَبْلِ رَأْسِهِ . رواه أحمد ، وأبو داود و البيهقي ، وإسناده صحيح ، كذا في التلخيص الحبير (۱: ۱۶۳) .

۲۲۷۳- عن : هشام بن عامر رضی اللہ عنہ قال : شَكُونَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! الْخَفَرُ غَلَبَنَا لِكُلِّ إِنْسَانٍ شَدِيدٌ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِخْفِرُوا وَاعْمِقُوا وَ أَحْبِسُوا . الحديث ، رواه النسائي (۱: ۳۸۳) و سكت عنه .

۲۲۷۴- عن : ابن عباس رضي الله عنهما قال : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَلْخُدُّنَا ، وَ الشَّقُّ لِبَغِيرِنَا .

خوشبو لگانا لیکن میرے کفن پر حوط نہ چھڑکنا ( کیونکہ اس سے کفن رنگین ہو جائے گا ) اور نہ میرے ساتھ آگ لے چلنا۔ اس کو امام مالک نے روایت کیا ہے۔

### باب قبر کو گہری اور کشادہ بنانا اور لحد کو شق پر ترجیح دینا

۲۲۷۲- ایک انصاری کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تھے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے قبر کھودنے والے سے فرما رہے ہیں کہ پاؤں کی طرف سے کشادہ کرو۔ سر کی طرف سے کشادہ کرو۔ اس کو احمد ، ابوداؤد اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۲۲۷۳- ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے ہر آدمی کے لئے ایک قبر کھودنا دشوار ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا کھودو اور گہری کھودو اور عمدہ کھودو الی آخر اٹھ بیٹ۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر جرح نہیں کی۔

فائدہ : ہم اگر کم نصف قامت گہری ہوئی چاہئے اور اس سے زیادہ افضل ہے اور اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ پورے قہ کے برابر گہری ہو۔

۲۲۷۴- ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لحد ہمارے لئے اور شق اور لوگوں کے لئے ہے۔



فزال تہمة تدلیسہ . و باقی رجال الإسناد ثقات ، فالإسناد صحیح اھـ . و فی التلخیص الحبیر (۱۶۳:۱) رواہ أحمد ، وابن ماجہ و إسناده حسن اھـ .

### باب طریق ادخال المیت فی القبر

۲۲۷۷- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا فَأَسْرَجَ لَهُ سِرَاجًا ، فَأَخَذَ مِنْ قَبْلِ الْقَبْلِ ، وَ قَالَ : رَحِمَكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتَ لَا وَاهًا ثَلَاةَ لَيْلٍ لِقُرْآنٍ ، كَثِيرٍ عَلَيْهِ أَرْبَعًا . رواہ الترمذی (۱۷۵:۱) و حسنه .

۲۲۷۸- عن : علی ؑ : أَنَّهُ أَدْخَلَ يَزِيدَ بْنَ الْمُكَفِّفِ مِنْ قَبْلِ الْقَبْلِ . رواہ عبد الرزاق ، و أبو بکر بن أبي شیبہ ، و صححه ابن حزم فی المحلی (آثار السنن ۲: ۱۲۴) . و فی الجوهر النقی (۲۷۹:۱) : و فی المحلی لا بن حزم : صحح عن علی ؑ : أَنَّهُ أَدْخَلَ يَزِيدَ بْنَ الْمُكَفِّفِ مِنْ قَبْلِ الْقَبْلِ . و أخرج عبد الرزاق فی مصنفه إدخال علی ؑ

سندی نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے اور ابن حجر نے حسن۔

فائدہ: اس میں لحد کی فضیلت اور شق کا جواز دونوں پر دلالت ہے ، فضیلت لحد پر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور جواز شق پر اس لئے کہ اگر وہ ناجائز ہوتا تو صحابہؓ اس کے لئے استسارہ کیوں کرتے؟ پہلے ہی سے لحد کا فیصلہ کر لیتے ، نیز اگر شق ناجائز ہوتا تو مدینہ میں مسلمانوں کی قبر کھودنے والوں میں ایک ہی قسم کے آدمی ہوتے ، مرنے والے کو بھی کسی نہ ہوتا۔ اور اجمہ کی روایت میں جو غیر تاکے بعد اہل الکتاب وارد ہوا ہے بعد تسلیم محبت سند کے اس میں عذر ہونے کا احتمال ہے کیونکہ جواز شق بلا کراہت اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔

### باب میت کے قبر میں داخل کرنے کے طریق کے بیان میں

۲۲۷۷- ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت ایک قبر میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے لئے چراغ روشن کیا گیا اور آپ ﷺ نے مردہ کو قبلہ کی جانب سے لیا اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے تو بہت رونے والا اور بہت قرآن پڑھنے والا تھا اور آپ ﷺ نے اس کے جنازہ پر چار تکبیریں کہی تھیں۔ اس کو ترمذی نے روایت کر کے اس کی تحسین کی ہے۔

۲۲۷۸- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے یزید بن الکلف کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کیا۔ اس کو عبد الرزاق



فی المستدرک بلفظ : إِذَا أَوْضَعْتُمْ مَوَاتِكُمْ فِي قُبُورِهِمْ فَقُولُوا : بِسْمِ اللَّهِ وَ عَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ . انتهى . قال الحاكم : حديث صحيح على شرط الشيخين ، ولم يخرجاه ، و حمام بن يحيى ثبت ما مومن إذا أسند هذا الحديث لا يعلى بن علقم ، وقد وقفه شعبة ، انتهى ، و رواه البيهقي ، و قال ينفرد برفعه حمام بن يحيى بهذا الإسناد وهو ثقة ، إلا أن شعبة و هشام الأستوائي روياه عن قتادة موقوفاً على ابن عمر انتهى . و قال الدار قطنى فى الموقوف : هو المحفوظ .

قلت : قد رواه ابن حبان فى صحيحه من حديث شعبة عن قتادة به مرفوعاً : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي قَبْرِهِ قَالَ : بِسْمِ اللَّهِ وَ عَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ . انتهى . و فى بلوغ المرام (۱۰۹:۱) بعد نقل اللفظ الذى عزوته إلى الحاكم ما لفظه : أخرجه أحمد ، و أبو داود و النسائى ، و صححه ابن حبان ، و أغله الدار قطنى بالوقف اهـ . و فى التلخيص الحبير (۱۶۴:۱) فرجع الدار قطنى ، و قبله النسائى الوقف ، و رجح غيرهما رفعه اهـ . قلت : عندى هذا حديث صحيح مرفوع قولاً و فعلاً ، فإن زيادة الثقة مقبولة .

### باب استحباب توجيه الميت إلى القبلة فى القبر

۲۲۸۱- عن : عبد الحميد بن سنان نا عبيد بن عمير عن أبيه أنه حدثه ، و كان له صُحْبَةٌ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! مَا الْكِبَائِرُ؟ قَالَ : هُنَّ تِسْعٌ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ ، زَادَ وَ عَفُوقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمِينَ ، وَ اسْتِحْلَالُ النَّبِيِّ الْحَرَامِ قَبْلَكُمْ أَحْيَاءً وَ أَمْوَاتًا .

و على سنة رسول الله . اس کو ابو داؤد نے بلا جرح کے روایت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔ اور اسی سند سے ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو بائیں الفاظ روایت کیا ہے کہ جس وقت تم مردوں کو قبروں میں رکھو تو بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ کہو اور اس کو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔

فائدہ: تلخیص الحبر میں ابو داؤد سے مروی ہے کہ ام کلثومؓ کو قبر میں اتارتے وقت آپ ﷺ نے منها خلقناکم و فیہا نعیدکم و منها نخرجکم تارۃ اخری۔ بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ پڑھا۔



۲۲۸۴- عن عائشة رضی اللہ عنہا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَنْوَافٍ سَخُولِيَةٍ ، وَلِحْدَةٍ وَنُصِبَ عَلَيْهِ اللَّيْنُ . رواه ابن حبان في صحيحه (نصب الراية ۱: ۳۶۴) .

### باب تسجیہ قبر المرأة دون الرجل

۲۲۸۵- عن الثوري عن أبي إسحاق: شَهِدْتُ جَنَازَةَ الْحَارِثِ ، فَمَدُّوا قَبْرَهُ نُؤْبًا ، فَجَبَذَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ ، وَقَالَ : إِنَّمَا هُوَ رَجُلٌ . رواه ابن أبي شبيبہ فهذا هو الصحيح (التلخيص الحبير) .

### باب رش الماء ووضع الحصى على القبر وإهالة التراب فيه

۲۲۸۶- عن عبد الله بن محمد يعني ابن عمر عن أبيه: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَشَّ عَلَى قَبْرِ إِبْنِهِ إِبْرَاهِيمَ . زاد ابن عمر: أَنَّهُ أَوَّلُ قَبْرِ رُسِّ عَلَيْهِ ، وَأَنَّهُ جِئَ دَفَنٌ وَفَرَعَ مِنْهُ قَالَ عِنْدَ

کی قبر زمین سے تقریباً ایک بالٹ اونچی کی گئی۔ اس کو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

۲۲۸۳- عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین حویلی کپڑوں میں لٹکایا گیا۔ اور آپ ﷺ کے لئے لہہ بتائی گئی اور آپ ﷺ پر اینٹیں کھڑی کی گئیں۔ اس کو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

### باب عورت کی قبر پر دفن کے وقت پردے کی ضرورت ہے، نہ کہ مرد کی قبر پر

۲۲۸۵- ابو الخئی کہتے ہیں کہ میں حارث کے جنازہ میں شریک تھا، لوگوں نے ان کی قبر پر کپڑا تانا تو عبداللہ بن یزید نے کہا کہ یہ تو مرد ہیں (پردہ کی کیا ضرورت ہے؟) اس کو ابن ابی شیبہ نے سند صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ: صحابی کا یہ فرمانا کہ ”یہ تو مرد ہے“ بتاتا ہے کہ میت عورت ہو تو قبر پر پردہ کرنا مناسب ہے۔ بتایہ شرح ہدایہ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ سے اس امر کی تصریح بھی منقول ہے کہ پردہ عورتوں کے واسطے کیا جاتا ہے مگر سند بیان نہیں کی اور اس زمانہ میں عورتوں کی قبر پر پردہ کیا جاتا تھا یہاں تک کہ اس دستور کے موافق بعضوں نے مرد کی قبر پر بھی پردہ کرنا شروع کر دیا، صحابی نے اس کو روک دیا۔

### باب قبر پر پانی چھڑکنے، کنکریاں ڈالنے اور مٹی ڈالنے کے بیان میں

۲۲۸۶- عمر بن علی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور محمد بن عمر کہتے ہیں کہ



قلت : هو مختلف فيه ، والاختلاف لا يضر ، قال في مجمع الزوائد (۱: ۲۲۸):

فی الواقدی کلام ، و قد وثقه غیر واحد اهـ .

۲۲۸۹- عن : القاسم قال دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قُلْتُ : يَا أُمُّ ا  
إِكْمَيْفِي لِي عَنْ قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ صَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، فَكَشَفَتْ لِي عَنْ ثَلَاثَةِ  
قُبُورٍ لَا مُشْرِقَةَ وَلَا لَاطِنَةَ ، مَبْطُوحَةً بِبَطْحَاءِ الْعَرَصَةِ الْخُمْرَاءِ . رواه أبو داود (۳: ۲۰۸) و  
سكت عنه هو والمندري ، و فی التلخیص الحبر (۱: ۱۶۵) : رواه أبو داود ، و الحاكم  
من هذا الوجه . زاد الحاكم : وَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مُقَدَّمًا وَ أَبُو بَكْرٍ رَأْسُهُ بَيْنَ كَتِفَيْ  
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ عُمَرُ رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اهـ . و فی نصب الراية (۱: ۳۶۵)  
بعد نقل رواية أبي داود ما نصه : و رواه الحاكم ، و صححه اهـ . و صححه البيهقي ، كما  
فی الجوهر النقي (۱: ۲۶۵) .

۲۲۹۰- حدثنا : العباس بن الوليد الدمشقي ثنا يحيى بن صالح ثنا سلمة بن كلثوم ثنا  
الأوزاعي عن يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة عن أبي هريرة ؓ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى  
عَلَى جَنَازَةٍ ، ثُمَّ أَتَى قَبْرَ النَّبِيِّ فَخَشِيَ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلِ رَأْسِهِ ثَلَاثًا . رواه ابن ماجه (۱: ۱۱۳) .

فائدہ: حدیث کی دلائل اس بات پر ظاہر ہے کہ قبر پر کنگریاں بچانا جائز ہے۔

۲۲۸۹- قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور کہا کہ اماں! میں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق  
و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبریں کوھل کر دکھا دو۔ انہوں نے پردہ ہٹایا تو میں نے دیکھا تین قبریں ہیں جو کہ نہ بہت اونچی ہیں اور نہ  
بہت نیچی اور ان پر سرخ کنگریاں چھبی ہوئی ہیں۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا  
ہے اور حاکم نے یہ مضمون اور روایت کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے آگے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا  
سر آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان ہے اور حضرت عمرؓ کا سر رسول اللہ ﷺ کے پاؤں میں ہے۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔  
اور بیہقی نے بھی صحیح کہا ہے۔

۲۲۹۰- ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی ، اسکے بعد میت کی قبر پر آئے تو دفن کے وقت



## باب النهی عن تجسیص القبور والقعود و البناء و الكتابة و الزیادة علیها

۲۲۹۱- عن : جابر رضی اللہ عنہ قال : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُجَسَّصَ الْقَبْرُ ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ . رواه مسلم (۳۱۲:۱) . و لفظ النسائي (۲۸۴:۱) و سكت عنه من طريق سليمان بن موسى ، و أبي الزبير ، عن جابر رضی اللہ عنہ قال نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُبْنَى عَلَى الْقَبْرِ ، أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ أَوْ يُجَسَّصَ . زاد سليمان بن موسى : أَوْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ اهـ . و رواية النسائي كرواية أبي داود (۲۱۰:۳) وقد سكت عنه ، لكن قال المنذرى كما فى عون المعبود : و سليمان بن موسى لم يسمع من جابر ، فهو منقطع اهـ . و فى التخریب (۷۸) : صدوق فقيه فى حديثه بعض لين ، و خولط قبل موته بقليل اهـ .

قلت : سكوتہما علیہ يدل علی أنه متصل عندهما . و الاختلاف غیر مضر كما قد علمت غیر مرة ، علی أن الكتابة التى تفرد بها قد رويت من طریق أبی الزبیر ایضا أخرجه الترمذی ، و قال : حسن صحیح ، و لفظه : عن أبی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ قال : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُجَسَّصَ الْقَبْرُ ، وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهَا ، وَأَنْ تُوْطَأَ اهـ . و فى التلخیص الحبیر (۱۶۵:۱) : و قال الحاكم : الكتابة علی شرط مسلم و هى صحیحة غریبة ، و العمل من أئمة المسلمین من المشرق إلى المغرب علی خلاف ذلك اهـ .

## باب قبروں پر چونا گچ کرنا، ان پر بیٹھنا، ان پر عمارت بنانا، ان پر لکھنا اور ان پر زیادی کرنا ناجائز ہے

۲۲۹۱- جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر چونا گچ کرنے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر مکان بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور سنائی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر مکان بنانے اور اس پر اکیٹھی سے زیادہ مٹی ڈال کر اونچا کرنے اور اس پر چونا گچ کرنے اور اس پر لکھنے سے منع فرمایا ہے اور سنائی اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور گو منذری نے اس میں سلیمان بن موسیٰ اور جابر کے درمیان انقطاع بتلایا ہے لیکن یہ اس لئے معترض ہیں کہ اس کے راوی عہما سلیمان نہیں بلکہ ابوالزبیر بھی ہیں۔ اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ قبروں پر چونا گچ کیا جائے اور ان پر لکھا جائے اور ان پر عمارت بنائی جائے اور ان کو پالایا جائے۔ حاکم نے بھی کتابہ کی حدیث کو شرط مسلم پر صحیح کہہ کر کہا ہے کہ



عَنْ تَرْبِيعِ الْقُبُورِ . وَ تَجْصِصِهَا . رواه الإمام محمد في كتاب الآثار (ص-۶۵) . وفيه مجهول كما ترى ، فهو منقطع إلا أنه من مراسيل القرن الثاني أو الثالث فهو حجة عند الأصحاب .

۲۲۹۵- أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : أَخْبَرَنِي مَنْ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَقَبْرَ أَبِي بَكْرٍ ، وَقَبْرَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مُسْتَنْمَةً نَاشِزَةً مِنَ الْأَرْضِ عَلَيْهَا فَلَقَ بَيْنَ مَذْرَأَتَيْهِ . رواه الإمام محمد في كتاب الآثار (ص-۶۵) . وهو فيه مجهول كما ترى ، و رجاله ثقات ، و مراسيل إبراهيم صحاح .

۲۲۹۶- حدثنا : محمد بن مقاتل أخبرنا عبد الله أخبرنا أبو بكر بن عياش عن سفیان التمار أنه حدثه : أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ مُسْتَنْمًا . رواه البخاری وفي فتح الباری : زاد أبو نعیم فی المستخرج : وَقَبْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ كَذَلِكَ اهـ . وفي الجوهر النقی (۱: ۲۶۶) : وفي مصنف ابن أبي شیبة : ثنا عیسی بن یونس عن سفیان التمار : دَخَلْتُ النَّبْتَ الَّذِي فِيهِ قَبْرُ النَّبِيِّ ﷺ فَرَأَيْتُ قَبْرَهُ وَقَبْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مُسْتَنْمَةً . وهذا سند صحيح اهـ .

### باب قبروں کا چوتھے کی شکل پر بنانا ممنوع ہے اور شکل کو ہانکنا ناجائز ہے

۲۲۹۳- امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ایک شیخ نے مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو سٹل بنانے اور ان پر چوتا سچ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے اور گو اس روایت میں سند کی تفصیل نہیں ہے۔ مگر مجتہد کو جب تک محنت روایت پر اطمینان نہ ہو وہ اس کو معمول نہیں بناتا، اس لئے یہ حدیث قابل اعتماد ہے۔

۲۲۹۵- ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی قبروں کو دیکھا ہے کہ وہ شکل کو ہانک اور زمین سے ابھری ہوئی ہیں اور ان پر سفید ڈھیلوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ اس کو امام محمد نے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے (اس روایت میں ابراہیم کے شیخ مجہول ہیں مگر یہ جہالت معترض نہیں)۔

۲۲۹۶- سفیان تمار کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کو شکل کو ہانک دیکھا ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے سفیان تمار سے روایت کیا ہے کہ میں اس مکان کے اندر گیا جس میں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی قبریں



۲۳۰۰- عن : عائشة و ابن عباس رضی اللہ عنہم : اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَبِلَ النَّبِيَّ ﷺ

بَعْدَ مَوْتِهِ . رواه البخاری (۶۴۱:۲) .

۲۳۰۱- عن : عائشة رضی اللہ عنہا : اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : كَسْرُ عَظْمٍ اَلْمَيِّتِ

كَكْسَرِهِ حَيًّا . رواه أبو داود (۲۰۴:۳) و سکت عنه هو و المنذرى . و فی بلوغ المرام (۱۰۹:۱) : یاسناد علی شرط مسلم اھ . و رواه ابن حبان فی صحیحہ ، کذا فی الترغیب .

۲۳۰۰- حضرت عائشہؓ و ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کا برسر

لیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس کی دلالت بھی مقصود باب پر ظاہر ہے۔

۲۳۰۱- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردے کی ہڈی کا توڑنا ایسے ہی جرم ہے جیسا کہ زندہ کی

ہڈی کا توڑنا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور بلوغ المرام میں اس کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام بعد موت کے ویسا ہی کرنا چاہئے جیسا حالت حیات میں تھا، اسی لئے فقہاء نے

لکھا ہے کہ قبر پر سلام و دعا کے وقت اتنے ہی فاصلہ سے کھڑا ہوجئے فاصلہ سے حالت حیات میں میت کے سامنے کھڑا ہوتا تھا۔ اس

حدیث کی دلالت احترام میت پر اس صورت میں تو ظاہر ہے کہ احترام کو مرادف یا مقارب عدم اہانت کے کہا جائے لیکن اگر اسے معلوم

میں کچھ زیادت مانی جائے یعنی اسکی عظمت و ادب کی رعایت بھی تو اس پر اس حدیث کی دلالت محل تامل ہے بلکہ مستقل دلیل کی حاجت

ہے اور میری رائے میں وہ مستقل دلیل حضرت عائشہؓ کا یہ قول کافی ہے فلما دفن عمر معهما فواللہ ما دخلتہ الا و انا

مشدودۃ علی ثیابی کذا فی مشکوٰۃ بروایۃ احمد جسکی علت وہ خود ہی بیان فرماتی ہیں حیاء من عمر اور ان کا مذہب

کائنات ناسوتیہ کے متعلق عدم ادراک میت کا سب کو معلوم ہے اس لئے اس علت کا محمل بجز رعایت ادب خاص کے اور کچھ نہیں ہو سکتا

جس کو فقہاء نے اس عنوان سے تعبیر کیا ہے کہ ایسے امور میں اس کی جو عادت میت کے ساتھ اسکی حالت حیات میں تھی ایسی ہی معاملہ

موت کے بعد بھی کرے، عالمگیری میں ہے و فی التہذیب یتستحب زیارة القبور و کیفیۃ زیارة کزیارة ذالک

المیت فی حیاتہ من القرب و البعد کذا فی خزائن الفتاوی پس جیسا حضرت عمرؓ کے زندہ ہونے کے حالت میں وہ ان

سے منہ چھپاتیں ویسا ہی ان کی قبر پر پہنچ کر بھی کیا اور اس قسم کے دوسرے معاملات کو اسی کے ساتھ ملحق کیا جاسکتا ہے۔



۲۳۰۴- عن : جریر بن عبد اللہ الجلی قال : كُنَّا نَرَى الْإِجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَنِيِّ وَصُنْعِ الطَّعَامِ بَيْنَ النَّبَاحَةِ . رواه ابن ماجه (۲۵۲:۱) . وقال السندی : و فی الزوائد : إسناده صحيح اهـ .

باب استحباب زیارة القبور عموما و زیارة قبر النبی ﷺ خصوصا و ما یقرأ فیہا

۲۳۰۵- عن : أبی بريدة عن أبیه قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُزُّوْهَا . رواه مسلم (۳۱۴:۱) . و عند النسائي (۲۸۶:۱) فی هذا المتن و قد سكت عنه : نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُزُورَ فَلْيُزِرْ وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا . اهـ .

فائدہ: چونکہ اکثر اہل میت غمزدہ ہوتے ہیں اس لئے اس اطعام مذکور فی الحدیث کو مستحب کہا جائیگا البتہ مستحب کے لئے قرض کرنا اور سود کی پریشانی میں پڑنا جائز نہیں۔ مستحب اسی وقت تک مستحب ہے جب تک اپنے درجہ پر رہے، اگر درجہ سے بڑھادیا جائے تو منوع ہو جائے گا۔

۲۳۰۴- جریر بن عبد اللہ بخلی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اہل میت کے گھر جمع ہونے اور اہل میت کا ان کے لئے کھانا پکانے کو از قبیل ماتم سمجھتے تھے (جو کہ شرعاً منوع ہے) اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور زاد میں اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: آجکل یہ بہت برادران ہو گیا ہے کہ کسی کے گھر تو موت ہو اور برادری والے تیجے، دسویں، بیسویں اور چالیسویں کو دعوت کھانے اس کے یہاں پہنچ جاتے ہیں، شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔

باب عام طور پر زیارت قبور کے اور خاص طور پر قبر رسول اللہ ﷺ کے زیارت کے مستحسن ہونے اور ان

چیزوں کے بیان میں جو بوقت زیارت پڑھی جائیں

۲۳۰۵- بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو قبروں پر جانے سے روکتا تھا، اب تمہیں اجازت ہے کہ جایا کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور نسائی میں یہ مضمون ہے کہ میں تمہیں قبروں پر جانے سے روکتا تھا، اب جو جانا چاہے جاسکتا ہے لیکن بے ہودہ باتیں نہ کہنا۔

فائدہ: پہلے حضور ﷺ نے مردوں عورتوں کو سب کو زیارت قبور سے منع فرمادیا تھا، بعد میں اجازت دیدی، اس سے بعض



میں ناکام ہو کر دوزخ میں جائیں گے۔

اور شیخ الاسلام، حافظ ابن حجرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ”ہمارا علم غالب یہی ہے کہ حضور ﷺ کے وہ آپا کرام جو حضور ﷺ کی بیٹھ سے قبل وفات پا گئے ہیں، امتحان میں پاس کئے جائیں گے، حضور ﷺ کی تکریم کے لئے ناکہ آپ ﷺ کی آنکھیں سنڈی ہوں اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلَوْ سَافَهُمْ كَبُفًا﴾ سے بھی ہوتی ہے تو جب ہالکین فی القبرۃ میں سے بہت سے جنتی ہوں گے تو حضور ﷺ کے والدین بطریق اولیٰ اس کے حقدار ہیں اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ”مِنْ رَضَى مُحَمَّدًا ﷺ أَنْ لَا يَدْخُلَ أَخَذَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ النَّازَ“ (تفسیر ابن جریر طبری)۔

(۲): حضور ﷺ کے والدین کے جنتی ہونے کی بعض لوگوں نے یہ دلیل دی ہے کہ آپ ﷺ کے والدین دین ابراہیمی پر تھے اور اس پر دلیل ﴿الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقْلِبُ فِي السَّاجِدِينَ﴾ (اشعراء-۲۱۸) ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا نور ساجد سے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، اسی واسطے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”لَمْ أَزَلْ أَقْلِبُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ“ تو یہ آیت حدیث اس بات پر دال ہیں کہ آپ ﷺ کے حجج اصول (اباء و امہات) موجد تھے اور شرک کی نجاست سے پاک تھے اور اس پر مزید امام سیوطیؒ نے احادیث مسجوعہ سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے اصول میں سے ہر اصل حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور ﷺ کے والد ماجد تک اپنے قرن کا خیر و افضل رہا ہے۔

(۳): حضور ﷺ کے والدین شریفین کے جنتی ہونے کی بعض لوگوں نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ جب دین محمدی کامل طور پر نازل ہو چکا تو آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ ﷺ پر بالتفصیل ایمان لائے (مساک الخفاء) اور اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ آپؐ حرماتی ہیں کہ جبہ الوداع کے موقع پر ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ عتبہ حجون پر گذرے اور ٹھہر گئے حالت میں وہاں اترے اور کچھ دیر کے بعد خوش خوش واپس تشریف لائے، میں نے پوچھا تو فرمایا کہ میں اہل الدہ ماجدہ کی قبر پر گیا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ انہیں زندہ کیا جائے، پس وہ زندہ کی گئیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ (بقول امام سیوطیؒ) یہ حدیث کو سنداً ضعیف ہے لیکن فضائل و مناقب میں مقبول ہے، علامہ شامیؒ نے باب المرتد میں حدیث احیاء کے بارے میں لکھا ہے کہ علامہ قرطبیؒ اور ابن ناصر الدین وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

نوٹ: امام ابن الجوزیؒ کا احادیث بالا کو ضعیف یا موضوع کہنا غلط ہے، جیسا کہ ابن الصلاح، امام لودوی، زین الدین عراقی، بدر الدین ابن جماعة، بلقش اور ابن حجر وغیرہ نے اس کا تعاقب کیا ہے اور وضع یا ضعف کا حکم لگانے کی تحلیل و تردید کی ہے۔

الغرض دلائل مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے والدین شریفین جنتی ہیں، باقی صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ میں ان



۲۳۰۸- عن : عائشة رضی اللہ عنہا فی حدیث طویل : قُلْتُ : کَیْفَ أَقُولُ لَهُمْ یَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : قُولِي : أَلَسَ السَّلَامُ عَلٰی أَهْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ، وَ الْمُسْلِمِیْنَ ، وَ نَزَحُمُ اللَّهَ الْمُسْتَفْدِیْنَ مِنَّا ، وَ الْمُسْتَخْرِجِیْنَ . وَ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لِلْحَقُّونَ . رواه مسلم (۳۱۴:۱) بسندین ، والسند الذی هذا لفظه فیہ شیخ مسلم لم یسم . و قد رواه النسائی (۲۸۶:۱) وسکت عنه . و إسناده إسناده مسلم ، و لیس فیہ راو غیر مسمی . و فیہ یوسف بن سعید شیخ النسائی لم یخرج له غیره من أصحاب الصحاح ، و هو ثقة حافظ ، كما فی التقریب ، و مسلم إنما یروی عن ثقه ، كما حققناه فی حواشی باب ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح ، فلا یضره عدم التسمیة .

۲۳۰۹- عن : أنس بن مالک ؓ قال : مرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِأُمِّرَأَوْ تَبَكِّيَ عِنْدَ قَبْرِ ، فَقَالَ : ائْتِي اللَّهَ وَ أَصْبِرِي ، قَالَتْ : إِلَيْكَ عَنِّي ، فَإِنَّكَ لَمْ تَصْبُ بِمُصِيبَتِي ، وَ لَمْ تَعْرِفْهُ ، فَقِيلَ لَهَا : إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ ، قَالَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَائِبَ فَقَالَتْ : لَمْ أَعْرِفْكَ . فَقَالَ : إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى . رواه البخاری (۱۷۱:۱) .

۲۳۰۸- حضرت عائشہؓ ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں قبرستان میں جاؤں تو کیا کہوں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہو السلام علیکم علی اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین و یرحم اللہ المستفدین لنا و المستأخرین و انا ان شاء اللہ بکم للآحقون۔ اس کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے اموات کو سلام کرنا ثابت ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ زیارت قبور کا ایک فائدہ میت کا ادا ہے حق بھی ہے ورنہ سلام کی کیا ضرورت تھی، موت تو قبرستان میں خاموش چلے جانے سے بھی یاد آ جائے گی اس حدیث سے سماع موتی بھی ثابت ہوتا ہے اور اس حدیث سے عورتوں کے لئے زیارت قبور کا جواز ثابت کرنا غلط نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم بغیر قصد زیارت کے قبرستان کے پاس سے گزریں تو کیا کہیں۔ الغرض اس تعلیم سے عورتوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت پر استدلال کرنا غلط ہے۔

۲۳۰۹- انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک عورت پر گزرا ہوا جو قبر کے پاس رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ لی اللہ سے ڈرو اور صبر کر۔ اس نے آپ ﷺ کو نہ پہچانا اور کہا ہٹ پرے، تجھ پر میری سی مصیبت کہاں پڑی ہے؟ کسی نے کہا اری! یہ تو رسول اللہ ﷺ ہیں، اے بعد وہ آپ ﷺ کے مکان پر آئی تو وہاں پہرہ چوکی کچھ نہ تھا۔ وہ بے تکلف اندر چلی گئی



۲۳۱۱- عن : علی بن الحسین عن علی ؑ : أَنَّ قَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بَنَتْ النَّبِيَّ ﷺ كَأَنَّهُ تَزُورُ قَبْرَ عَمِّهَا كُلَّ جُمُعَةٍ ، فَتُصَلِّي ، وَتَبْكِي عِنْدَهُ . رواه الحاكم ، كذا في التلخيص الحبير (۱: ۱۶۷) قال بعض الناس : لم يذكر صاحب التلخيص من السند إلا هذا القدر تنبيها على أن فيه انقطاعا بين عليّ و علي رضي الله عنه . و الاقطاع صرح به في ترجمة زين العابدين من تهذيب التهذيب . فهذا سند منقطع قلت : لا انقطاع في سند الحاكم ، فإنه قال في المستدرک (۱: ۳۷۷) : عن علي بن الحسين عن ابيه . قال الحاكم : و رواه عن آخرهم ثقات . و تعقبه الذهبي في تلخيصه ، فقال : هذا منكر جدا ، و سليمان (بن داود) ضعيف .

۲۳۱۲- عن : ابن عمر رضي الله عنهما قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي . رواه الدارقطني ، و البيهقي و غيرهما ، وهو حسن أو صحيح ، كذا في شفاء السقام (۱۱۳) للشيخ الإمام الفقيه المحدث العلامة تقي الدين السبكي المطبوع في بلدة حيدر آباد . و في التلخيص الحبير (۱: ۲۲۱) : صححه عبد الحق في الأحكام في سكوتة عنه اهـ .

۲۳۱۳- عن : ابن عمر رضي الله عنهما قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا

کا عورتوں کو حضور مساجد سے ممانعت فرماتا ہے یا جو دیکھ جوازی نفر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ ؓ خطاب میت کی بھی قائل ہیں۔

۲۳۱۱- علی بن حسین ، حضرت علی ؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت قاطمہ ؓ حضور ﷺ کی صاحب زادی (ہر جمعرات کو اپنے

چچا (حزہ) کی قبر پر جاتیں اور دعا کرتیں اور وہاں پر جا کر روتیں۔ (حاکم)۔

۲۳۱۲- ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری

شفاعت واجب ہے، اس کو دارقطنی اور بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور سبکی نے کہا ہے کہ یہ حسن یا صحیح ہے اور عبدالحق نے احکام میں اس پر سکوت کیا ہے۔



فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ، فَرَزَجُوهُمَا ، ثُمَّ إِنَّ بِلَالَ رَأَى فِي مَنَابِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ لَهُ : مَا هَذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ ؟ أَمَا أَنْ لَكَ أَنْ تَزُورَنِي يَا بِلَالُ ؟ . فَأَنْتَبَهَ حَزِينًا وَجَلًا خَائِفًا ، فَزَكَبَ رَاجِلَتَهُ وَقَصَدَ الْمَدِينَةَ ، فَأَثَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلَ يَبْكِي عِنْدَهُ ، وَيَمْرُغُ وَجْهَهُ عَلَيْهِ . فَأَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، فَجَعَلَ يَضُمُهُمَا ، وَيَقْبِلُهُمَا ، فَقَالَ لَهُ : نَشْتَهِي نَسَمُحُ أَذَانِكَ الَّذِي كُنْتَ تُؤَدِّنُ بِهِ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ ، فَفَعَلَ فَعَلَى سَطْحِ الْمَسْجِدِ ، فَوَقَفَ مُوقِفَهُ الَّذِي كَانَ يَقِفُ فِيهِ ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ إِرْتَجَبَ الْمَدِينَةَ ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا دَارَ رَجَّتْهَا ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ، خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُورِهِنَّ وَقَالُوا : أُنِيعَتْ رَسُولُ اللَّهِ فَمَا رَأَى يَوْمًا أَكْبَرَ نَاكِيًا وَلَا بَاكِيًا بِالْمَدِينَةِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمِ . رواه ابن عساکر وقال التقي السبکی فی شفاء السقام (۲۹) : إسناده جيد .

کہ اللہ نے ہمیں آزاد فرمایا، ہم محتاج تھے کہ اللہ نے ہمیں غنی بنایا۔ پس اگر تم ہماری شادی کر دو گے تو الحمد للہ اور اگر تم ہمیں ایسے لوٹا دو گے تو بھی تمام کام اللہ کی قدرت و توفیق سے ہوتے ہیں۔ پس لوگوں نے ان کی شادی کردی پھر ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بلالؓ سے فرما رہے ہیں کہ اے بلال! یہ کیا سنگدلی ہے؟ اے بلال! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ ہماری زیارت کریں پس بلالؓ غمزدہ اور خوفزدہ بیدار ہوئے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ کا ارادہ کیا حضور ﷺ کی قبر پر آ کر رونے لگے اور اپنے چہرہ کو قبر پر لوث پوث کرنے لگے، اس دوران حسینؓ تعریف لائے تو آپؐ نے ان دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور انکو بوسہ دینے لگے انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپؐ کی وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو کہ آپؐ حضور ﷺ کے سامنے مسجد (نبوی) میں دیا کرتے تھے۔ بلالؓ نے مسجد کی صحت پر چڑھ کر اور اسی جگہ کھڑے ہو کر جہاں وہ کھڑے ہوا کرتے تھے اذان دی۔ جب انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مدینہ کو گونج اٹھا۔ پھر جب انہوں نے اشہد ان لا الہ الا اللہ فرمایا تو اس کی گونج میں اور اضافہ ہوا۔ پھر جب انہوں نے اشہد ان محمدا رسول اللہ فرمایا تو عورتیں گھروں سے باہر نکل آئیں اور لوگ کہنے لگے کہ کیا حضور ﷺ (دوبارہ) مبعوث ہوئے ہیں۔ لوگوں نے حضور ﷺ کے بعد اس دن سے آج تک کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں عورتیں اور مرد زیادہ روئے ہوں۔ (ابن عساکر) تقی شفاء السقام میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔

فائدہ: ایک تو خود حضرت بلالؓ کا حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنا اور حضور ﷺ کا زیارت قبر نبوی کے لئے سفر کا کہنا



۲۳۱۷- عن : عبد الرحمن بن العلاء بن الجلاج عن أبيه قال : قال أبي الجلاج أبو خالد : يَا بَنِي إِذَا أَنَا بَيْتٌ فَالْحَدِّ لِي ، فَإِذَا وَضَعْتَنِي فِي لَعْدِي قُلْ : بِسْمِ اللَّهِ وَ عَلَى بَلِّهِ رَسُولِ اللَّهِ ، ثُمَّ سَنَ عَلَى التُّرَابِ سَنًا ، ثُمَّ اقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِي بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَ خَاتِمَتِهَا ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ذَلِكَ . رواه الطبرانی فی المعجم الكبير ، و إسناده صحيح (آثار السنن ۲: ۱۲۵).

۲۳۱۸- عن : أبي هريرة ؓ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى الْفَقِيرَةَ فَقَالَ : أَلَسَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ، وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاجِفُونَ . رواه أحمد ، و مسلم ، و النسائي ، (نیل ۳: ۳۵۶).

۲۳۱۹- عن : عثمان ؓ قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَعَ مِنْ دُفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ : اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَ سَلُّوا لَهُ التَّشْيِيتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ . رواه أبو داود و البيهقي بإسناد حسن ، كذا في الأذكار (۷۴) و في بلوغ المرام (۱: ۱۱۰) : رواه أبو داود ، و صححه الحاكم .

۲۳۱۷- علاء بن الجلاج کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لئے لحد بنانا اور جس وقت مجھے لحد میں رکھو تو بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ کہنا۔ اس کے بعد مجھ پر مٹی ڈال دینا، بعد ازاں میرے سر اپنے سورہ بقرہ کا شروع اور آخر پڑھنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے۔ اس کو طبرانی نے سند صحیح روایت کیا ہے۔  
فائدہ: اس میں میت کو قرآن سے فائدہ پہنچانا مذکور ہے۔ پس زیارت قبور کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا۔

۲۳۱۸- ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں آئے، آپ ﷺ نے فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ اس کو احمد، مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

۲۳۱۹- حضرت عثمان ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت دفن میت سے فارغ ہوتے تو ظہر جاتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور حق تعالیٰ سے دعا کرو کہ ان کو توحید پر قائم رکھے۔ کیونکہ اس وقت اس سے سوال کیا جائے گا۔ اس کو ابو داؤد اور بیہقی نے سند حسن روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر کھڑا ہو کر میت کے لئے دعا بھی کرنا چاہئے اور رسول اللہ ﷺ کا الٰہی بیعت کے لئے



### باب استحباب غرز الجریدة الرطبة علی القبر

۲۳۲۳- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقْبِرُ بَيْنَ قَبْرَيْنِ فَقَالَ : إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ، أَمَا أَخَذَهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ التُّوَلِّ ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْسِي بِالنَّمِيمَةِ ، ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةَ رَطْبَةٍ فَشَقَّهَا بَصْفَيْنِ ، فَعَزَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاجِدَةً . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِمَ فَعَلْتَ هَذَا ؟ قَالَ : لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَنْبَسَا . رواه البخاری (۳۵:۱) .

۲۳۲۴- قال البخاری (۱:۱۸۱) : وَأَوْضَى بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ يُعْجَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَانِ . وَفِي فَتْحِ الْبَارِي : وَقَعَ فِي رِوَايَةِ الْأَكْثَرِ : فِي قَبْرِهِ . وَلِلْمُسْتَعْلَى : عَلَى قَبْرِهِ . وَصَلَهُ ابْنُ سَعْدٍ مِنْ طَرِيقِ مَوْرِقِ الْعَجَلِيِّ قَالَ : أَوْضَى بُرَيْدَةَ أَنْ يُوَضَعَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَتَانِ ، وَمَاتَ بِأَذْنَى خُرَّاسَانَ . قَالَ ابْنُ الْمَرَابِطِ وَغَيْرُهُ : يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ بُرَيْدَةَ ﷺ أَنْ يُعَزَّزَ فِي ظَاهِرِ الْقَبْرِ اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ ﷺ فِي وَضْعِهِ الْجَرِيدَتَيْنِ فِي الْقَبْرَيْنِ وَ يَحْتَمِلُ

فائدہ: ان احادیث سے قبرستان میں جا کر مردوں کو ثواب پہنچانے کا طریقہ معلوم ہو گیا اور گو یہ روایتیں ضعیف ہیں مگر فضائل اعمال میں ضعف معر نہیں۔

### باب تر شاخ کا قبر میں گاڑنا مستحب ہے

۲۳۲۳- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں پر گزر رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں دیا جاتا بلکہ ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چٹل خوری کیا کرتا تھا، اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک شاخ لی اور اسے چیرا اور ہر قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بعید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو کم کر دے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۳۲۴- اور بخاری نے کہا ہے کہ بریدہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑی جائیں۔ اکثر روایات میں فی قبرہ (قبر میں) کے الفاظ ہیں اور بعض میں علی قبرہ (قبر پر) کے الفاظ ہیں۔ ابن سعد نے موصلاً روایت کیا ہے کہ بریدہ نے اپنی قبر میں دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت کی جو کہ خراسان کے قریب فوت ہوئے تھے اور ابن مرابط وغیرہ کہتے ہیں کہ شاید بریدہ نے



۲۳۲۶- عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقَتْلِ أُحْدَانٍ يُنَزَعُ عَنْهُمْ الْحَدِيدُ ، وَالْجُلُودُ وَأَنْ يُدْفَنُوا بِدُمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ . رواه أبو داود (۱۶۴:۲) ، و سکت عنه .

۲۳۲۷- عن : جابر رضی اللہ عنہ قال : رُبِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فِي صَدْرِهِ أَوْ فِي حَلْقِهِ ، فَمَاتَ فَأُذِرَجَ فِي ثِيَابِهِ كَمَا هُوَ ، قَالَ : وَ نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . رواه أبو داود (۱۶۴:۳) و سکت عنه هو و المنذرى . و فی نصب الراية (۳۶۶:۱) : قال النووى فى الخلاصة : سنده على شرط مسلم .

۲۳۲۸- عن : خباب رضی اللہ عنہ قال : هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْحَدِيثَ وَ فِيهِ : كَانَ مِنْهُمْ مُضْعَبٌ بَنُ عَمِيرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمْرَةً ، كُنَّا إِذَا غَطَيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ ، وَ إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : غَطُّوْا بِهَا رَأْسَهُ ، وَ اجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ بَيْنَ الْإِذْخِرِ . الْحَدِيثُ . رواه البخارى (۵۷۹:۲) .

فائدہ: شہید پر نماز جنازہ کا مسئلہ اگلے باب میں ملاحظہ کریں

۲۳۲۹- ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے متعلق حکم دیا کہ ان سے لوہا اور پوشین اتار لئے جائیں اور انکو خون اور انکے خون آلود کپڑوں سمیت دفن کیا جائے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

۲۳۳۰- جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کے سینہ یا حلق میں تیر لگا اور مر گیا تو آپ ﷺ نے اسے اسکے ہی کپڑوں میں دفن کر دیا۔ اور ہم آپ کے ساتھ تھے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور نووی نے اس کی سند کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔

۲۳۳۱- خبابؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ، اس کے بعد قصہ بیان کیا۔ اس کے ضمن میں فرمایا کہ مصعب بن عمیرؓ احد میں شہید ہوئے اور صرف ایک چادر چھوڑی جس کی یہ حالت تھی کہ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھا سکتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھا کئے جاتے تو سر کھل جاتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سر ڈھا کر دو اور پاؤں پر اوڑھ کر اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔



۲۳۳۱- عن: ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: اَتَى بِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَبَعَلَ يُصَلِّي عَلَى عَشْرَةِ عَشْرَةٍ وَ حُمْزَةٌ هُوَ كَمَا هُوَ يُرْفَعُونَ ، وَ هُوَ كَمَا هُوَ مَوْضُوعٌ . رواه ابن ماجه (۱: ۲۳۷) . وقال السندی : ويظهر من الزوائد ، أن إسناده حسن .

۲۳۳۲- عن : جابر بن عبد الله ؓ يقول : فَقَدْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حُمْزَةً جُنَّ فَأَنَّ النَّاسَ مِنَ الْقِتَالِ ، فَقَالَ رَجُلٌ : رَأَيْتُهُ عِنْدَ تِلْكَ الشَّجَرَاتِ ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَحْوَهُ ، فَلَمَّا رَأَاهُ ، وَ رَأَى مَا مُثِّلَ بِهِ شَهَقَ وَ بَكَى ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَمَى عَلَيْهِ بِثَوْبٍ ثُمَّ جِئَءَ بِحُمْزَةٍ ، فَصَلَّى عَلَيْهِ ، ثُمَّ جِئَءَ بِالشُّهَدَاءِ ، فَيُوضَعُونَ إِلَى جَانِبِ حُمْزَةٍ ، فَيُصَلَّى عَلَيْهِمْ ثُمَّ يُرْفَعُونَ ، وَ يُتْرَكُ حُمْزَةٌ ، حَتَّى صَلَّى عَلَى الشُّهَدَاءِ كُلِّهِمْ ، وَ قَالَ ﷺ : حُمْزَةٌ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . مختصرا . أخرجه الحاكم في المستدرک ، و قال : صحيح الإسناد و لم يخرجاه . (زيلعى ۱: ۳۶۷) .

ان کی خصوصیت کی بنا پر ہے جیسا کہ دوسروں کے ساتھ ان کو نماز میں شریک کرنا بھی اسی لئے ہے لہذا اس کو عام قاعدہ نہیں بنا سکتے۔

۲۳۳۱- ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ شہداء احد کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ دس دس پر نماز پڑھتے تھے، ان میں سے باقی کو اٹھایا جاتا تھا اور حمزہ کو اپنے حال پر رکھا جاتا تھا۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور سند کی کہتے ہیں کہ زوائد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: یہ روایت ابو مالک غفاری کی روایت کی مؤید ہے۔

۲۳۳۲- جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ جس وقت لوگ جنگ احد سے واپس ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حمزہ کو نہ پایا، ایک شخص نے کہا کہ میں نے ان کو ان درختوں کے قریب دیکھا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ اس کی طرف آئے پس جبکہ آپ ﷺ نے ان کو متوال اور شلہ کیا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ کی لنگی بندھ گئی اور آپ ﷺ رونے لگے، جب ایک انصاری شخص اٹھا اور اس نے ان پر کپڑا ڈال دیا، اس کے بعد حمزہ کو لایا گیا اور آپ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی، اس کے بعد دوسرے شہداء کو لایا گیا سو ان کو حمزہ کے برابر رکھا جاتا تھا اور آپ ﷺ ان پر نماز پڑھتے تھے پھر ان کو اٹھایا جاتا تھا اور حمزہ کو اپنی جگہ رہنے دیا جاتا تھا، یہی سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تمام شہداء پر نماز پڑھ لی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ حمزہ قیامت میں شہداء کے سردار ہوں گے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔



فَكَانَ بِمَا ظَهَرَ مِنْ صَلَاتِهِ : اَللّٰهُمَّ هَذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِي سَبِيلِكَ ، فَقُتِلَ شَهِيدًا عَلَى ذَلِكَ . رواه النسائي ، والطحاوى ، و إسناده صحيح (آثار السنن ۲: ۱۲۰ و ۱۲۱) . قلت : وسكت عنه النسائي (۱: ۲۷۷) .

۲۳۳۴ - حدثنا : عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمة ثنا عطاء بن السائب عن الشعبي عن ابن مسعود رضي الله عنه قال : كَانَ النِّسَاءُ يَوْمَ أُحُدٍ خَلَّتِ الْمُسْلِمِينَ يُجَهِّزُونَ عَلَى جَزْخَى الْمُشْرِكِينَ إِلَى أَنْ قَالَ : فَوَضَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَمْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، وَجِيءَ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَوُضِعَ إِلَى جَنْبِهِ ، فَصَلَّى عَلَيْهِ ، فَرُفِعَ الْأَنْصَارِيُّ ، وَتَرَكَ حَمْزَةً ، ثُمَّ جِيءَ بِآخَرَ فَوُضِعَ إِلَى جَنْبِ حَمْزَةَ ، فَصَلَّى عَلَيْهِ ، ثُمَّ رُفِعَ ، وَتَرَكَ حَمْزَةً ، حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ سَبْعِينَ صَلَاةً . مختصرا . رواه الإمام أحمد في مسنده ، و رواه عبد الرزاق في مصنفه عن الشعبي مرسلًا لم يذكر فيه ابن مسعود رضي الله عنه ، كذا في نصب الراية (۱: ۳۷۷) . و في الدراية (ص - ۱۰۰) : و هو (أى المرسل) أصح اهـ .

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اتنا فقرہ سنائی دیا: اللہم هذا عبدك خرج مهاجرا في سبيلك فقتل شهيدا على ذلك (اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے جو تیری راہ میں ہجرت کے ارادہ سے نکلا اور اس پر شہید کر دیا گیا)۔ اس کو کھادی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ اور نسائی نے اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی شہید پر نماز ہ جنازہ کا وثق ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شہداء احد پر جو نماز جنازہ پڑھی گئی تھی وہ ان کی خصوصیت کی بنا پر تھی بلکہ ہر شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، شہاد کے ہمارے میں امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ وہ صحابی ہیں اور ابن سعد نے انہیں غزوہ خندق کے مجاہدین میں شمار کیا ہے لہذا یہ حدیث متصل ہے اور اگر صحابی نہ بھی ہوں تب بھی احناف کے ہاں ارسال تابعی معتبر نہیں۔

۲۳۳۳ - ابن مسعود رضي الله عنه مروی ہے کہ جنگ احد میں عورتیں آگے پیچھے تھیں اور ان کا کام یہ تھا کہ جو شخص مشرکین میں سے زخمی ہو کر گرے یا اس کا کام تمام کر دیتیں ، اس کے بعد اور مضمون بیان کیا اور اس کے ضمن میں کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزہ کو آگے رکھا اور ایک انصاری کو لایا گیا اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھی پھر اس انصاری کو اٹھا لیا گیا۔ اور عزہ کو اٹھی جگہ رہنے دیا گیا، پھر دوسرے کو لاکر اٹھائے پاس رکھا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھی ، اس کے بعد پھر اس دوسرے کو اٹھا لیا گیا اور عزہ کو اسی جگہ رہنے دیا گیا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزہ پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی (مسند احمد)



أخرجه ابن حبان في صحيحه في النوع الثامن من القسم الثالث ، و الحاكم في المستدرک في کتاب الفضائل ، قال الحاكم : صحيح على شرط مسلم انتهى . و ليس عنده : فسلوا صاحبته إلى آخره ، كذا في نصب الراية (۱: ۳۷) . و في التلخيص الحبير (ص- ۱۵۱) : و ظاهره أن الضمير في قوله : عن جده يعود على عباد ، فيكون الحديث من مسند الزبير رضي الله عنه ، لأنه هو الذي يمكنه أن يسمع النبي ﷺ في تلك الحال اهـ .

### باب جواز الصلاة في الكعبة

۲۳۳۶- حدثنا : عبد الله بن يوسف قال : أخبرنا مالك بن أنس عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ ، وَأَسَانَهُ بِنُ زَيْدٍ ، وَبِلَالٍ وَ عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ الْحَجَبِيِّ ، فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ ، وَ مَكَتَ فِيهَا ، فَسَأَلْتُ بِلَالَ بْنَ جَعْنٍ خَرَجَ : مَا صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ ؟ قَالَ : جَعَلَ عُمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَ عُمُودًا عَنْ يَمِينِهِ ، وَ ثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَأَاهُ ، وَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ ، ثُمَّ صَلَّى . الحديث . و قال لنا إسماعيل : حدثني مالك فقال : عمودين عن يمينه ، رواه البخاري (۱: ۷۲) .

اسی لئے ملائکہ انیس غسل دے رہے ہیں (صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم)۔ اور حاکم نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید اگر چینی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا۔ اور یہی حکم مائتہ اور نساء کا ہے کہ جب انہیں شہید کر دیا جائے تو انہیں بھی غسل دیا جائے گا۔

### باب کعبہ کے اندر نماز جائز ہے

۲۳۳۶- عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ، اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ قحی کعبہ کے اندر تشریف لے گئے پھر دروازہ بند کر دیا اور اس میں آپ ﷺ کھودیر ٹھہرے رہے۔ پھر جب بلال باہر آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے اندر کیا کیا؟ تو بلال نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ایک ستون دائیں طرف چھوڑا اور ایک دائیں طرف اور تین ستون پیچھے چھوڑے اور اس وقت بیت اللہ میں چار ستون تھے۔ اور (اس حالت میں) آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ اور ایک روایت میں مالک بن انس فرماتے ہیں کہ دو ستون اپنے دائیں طرف آپ ﷺ نے رکے (بخاری)۔



## کتاب الزکاة

### باب لا زکاة فی مال حتی یحول علیہ الحول

۲۳۳۹- حدثنا : سليمان بن داود المهري أنا ابن وهب أخبرني جرير بن حازم و

سمى آخر عن أبي إسحاق عن عاصم بن ضمرة و الحارث الاعور عن علي بن النسي عليه السلام ببعض أول الحديث قال : فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ ، وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ ، فَفِيهَا خُمْسَةٌ دَرَاهِمٌ ، وَ لَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَغْنِي فِي الدَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا فَإِذَا كَانَتْ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ ، فَمَا زَادَ فَبِحَسَابِ ذَلِكَ . قَالَ : فَلَا أَذْرَى أَعْلَى يَقُولُ : فَبِحَسَابِ ذَلِكَ أَوْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَ لَيْسَ فِي مَالِ زَكَاةٍ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ . إِلَّا أَنْ جَرِيرًا قَالَ : ابْنِ وَهْبٍ يَزِيدُ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ (۱: ۲۲۸) . وَ سَكَتَ عَنْهُ .

## کتاب الزکوة

### باب جب تک مال پر سال نہ گزر جائے، زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی

۲۳۳۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، ابو داؤد میں مذکور اس سے پہلی حدیث کے ابتدائی حصہ نقل کرنے کے بعد فرماتے

ہیں: کہ جب تیرے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ ان میں پانچ درہم ہیں، اور سو نے میں کچھ نہیں یہاں تک کہ وہ میں دینار ہو جائیں اور جب تیرے پاس بیس دینار ہوں، اور اس پر سال گزر جائے تو ان میں آدھا دینار واجب ہوگا اور جو اس مقدار سے زیادہ ہو اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی (یعنی چوبیس دینار میں آدھا دینار اور آدھے دینار کا پانچواں حصہ)۔ راوی فرماتے ہیں کہ ”فبحساب ذلك“ کے الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود فرمائے، یا یہ کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، نیز فرمایا: کسی مال میں زکوٰۃ نہیں، یہاں تک کہ اس پر سال گزر جائے۔ (ابو داؤد)۔ ابو داؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حولانِ حل یعنی سال کا گزرتا وجوبِ زکوٰۃ کے لئے شرط ہے اور حرۃ الامتہ میں ہے

کہ زکوٰۃ کے وجوب میں حولانِ حل کے شرط ہونے پر اجماع ہے۔ باقی جس حدیث میں حولانِ حل کا ذکر نہیں وہ اس حدیث کے



وَعَنِ الْمُجَنُّونِ حَتَّى يَقُولَ . أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ ، وَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ ، وَ قَالَ : عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ (زَيْلَعِيُّ ۱ : ۳۷۹) .

### باب لا زکاة فی مال المکاتب حتی یعق

۲۳۴۴- عن : جابر رضی اللہ عنہ قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَيْسَ فِي مَالِ الْمُكَاتِبِ زَكَاةٌ حَتَّى يُعْتَقَ . رواه الدار قطنی (۱ : ۲۰۲) .

۲۳۴۵- عن : کیسان عن أبی سعید المقبری قال : أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ زَكَاةٍ مَالِي بِائِثِي دِرْهَمٍ ، وَ أَنَا مُكَاتِبٌ فَقَالَ : هَلْ عَتَقْتَ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ قَالَ : إِذْ هَبْ فَأَقْسِمُهَا . رواه ابن أبی شیبہ (التلخیص الحبیر ۱ : ۱۷۶) .

ایک سونے والا یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔ دوسرا بچہ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔ تیسرا بوا نہ یہاں تک کہ وہ عقل مند ہو جائے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی) اور اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں، باقی ترمذی وغیرہ میں وہ حدیث جس میں ہے کہ بچے کے مال کو ایسے نہ چھوڑ دو کہ اسے صدقہ کھا جائے، بلکہ اس سے تجارت کرو تا کہ صدقہ دیتے دیتے اس کا مال ختم ہی نہ ہو جائے۔ تو ان جیسی احادیث کا شتر کہ جواب یہ ہے کہ صدقہ سے مراد بچے کا نفقہ ہے کہ بچے پر خرچ کرتے کرتے کہیں اس کا مال ختم ہی نہ ہو جائے، اس لئے اسے تجارت میں لگا دو اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں "نفقة الرجل على نفسه" کو صدقہ کہا گیا ہے۔ (بخاری، ترمذی)۔

### باب مکاتب کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں یہاں تک کہ وہ آزاد ہو جائے

۲۳۴۳- جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مکاتب کے مال میں زکوٰۃ نہیں، یہاں تک کہ وہ آزاد ہو جائے۔ (دارقطنی)۔

۲۳۴۵- ابوسعید مہرقی فرماتے ہیں کہ میں اپنے دوسرے ہم مال کی زکوٰۃ لے کر حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اور میں مکاتب کا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تو آزاد ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! تو آپؐ نے فرمایا: جا اور انہیں تقسیم کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مکاتب کے مال میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ اگر کتابت و جوب زکوٰۃ سے مانع نہ ہوتی تو حضرت عمرؓ اس سے آزاد ہونے کے بارے میں سوال نہ کرتے۔



## باب لا زکاة فی العبد إذا لم یکن للتجارة

۲۳۴۷- عن : عراق بن مالک قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُعَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ . رواه مسلم (۳۱۶:۱) .

## باب لا زکاة فی المال الضمار

۲۳۴۸- حدثنا : یزید بن ہارون ، ثنا ہشام بن حسان عن الحسن البصری رحمہ اللہ ، قال : إِذَا خَضَرَ الْوَقْتُ الَّذِي يُؤَدَّى فِيهِ الرَّجُلُ زَكَاتَهُ أَدَّى عَنْ كُلِّ مَالٍ ، وَ عَنْ كُلِّ دَيْنٍ ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْهُ ضِمَارًا لَا يَرْجُوهُ . رواه أبو عبيد القاسم بن سلام فی کتاب الأموال فی باب الصدقة (زیلعی ۳۸۰:۱) .

۲۳۴۹- عن : أيوب بن أبي تميمة السخيتاني ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ فِي مَالٍ قَبَضَهُ بَعْضُ الْوُلاَةِ ظُلْمًا يَأْمُرُهُ بِرَدِّهِ إِلَى أَهْلِهِ : وَ تَوَخَّذْ زَكَاتُهُ لِمَا مَضَى مِنَ السِّنِينَ ، ثُمَّ عَقَّبْ بَعْدَ ذَلِكَ بِكِتَابٍ أَنْ لَا تَوَخَّذْ مِنْهُ إِلَّا زَكَاةً وَاحِدَةً ، فَإِنَّهُ كَانَ ضِمَارًا . رواه مالک فی الموطأ (ص- ۱۰۷) .

## باب جب غلام تجارت کے لئے نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں

۲۳۴۷- حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غلام میں صدقہ فطر کے سوا کوئی صدقہ واجب نہیں (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث میں غلام سے مراد خدمت کا غلام ہے، کیونکہ غلام تجارت میں زکوٰۃ کے وجوب پر اجماع ہے۔ (العلانی الجب)۔

## باب مالی ضمار میں زکوٰۃ واجب نہیں

۲۳۴۸- حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب وہ وقت آ جائے جس میں آدمی اپنی زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہر مال سے اور ہر اس قرضے سے جو اس نے لیا ہے، زکوٰۃ دے مگر مالی ضمار یعنی جس کے ملنے کی امید نہیں، اس کی زکوٰۃ نہ دے۔ اسے ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے کتاب الاسامی میں روایت کیا ہے۔

۲۳۴۹- ایوب سختیانی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے کسی حاکم کو لکھا کہ جرمال تو نے غلام لیا ہے، اسے مالکوں کی



حَتَّى قُبِضَ ، وَ عُمَرُ حَتَّى قُبِضَ ، وَ كَانَ فِيهِ : فِي خُمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ شَاةٌ ، وَ فِي عَشْرِ شَاتَانِ ، وَ فِي خُمْسٍ عَشْرَةَ ثَلَاثَ شِيَاهُ ، وَ فِي عَشْرَيْنِ أَرْبَعَ شِيَاهُ ، وَ فِي خُمْسٍ وَ عَشْرَيْنِ بَنَتْ مَخَاضٍ إِلَى خُمْسٍ وَ ثَلَاثَيْنِ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا بَنَتْ لَبُونٍ إِلَى خُمْسٍ وَ أَرْبَعِينَ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا جَعَّةٌ إِلَى سِتِّينَ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا جَدْعَةٌ إِلَى خُمْسٍ وَ سَبْعِينَ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا إِبْنَتَا لَبُونٍ إِلَى تِسْعِينَ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا جَعَّتَانِ إِلَى عَشْرَيْنِ وَ مَائَةٍ ، فَفِي كُلِّ خُمْسِينَ جَعَّةٌ ، وَ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ ابْنَةُ لَبُونٍ . الحديث رواه الترمذی (۸۳:۱) وحسنه .

۲۳۵۲- عن : حماد قلت لقيس بن سعد خُذْ لِي كِتَابَ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ فَأَعْطَانِي كِتَابًا أَخْبَرَنِي أَنَّهُ أَخَذَهُ مِنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ حَزْمٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَهُ لِجَدِّهِ ، فَقَرَأْتُهُ فَكَانَ فِيهِ ذِكْرُ مَا يُخْرَجُ مِنَ فَرَاخِ الْإِبِلِ ، فَقَصَّ الْحَدِيثَ

## چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کے بیان میں

### باب اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

۲۳۵۱- حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کتاب زکوٰۃ لکھوائی، لیکن ابھی اپنے جمال کو بھیج نہ پائے تھے کہ آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی تلوار کے پاس رکھ دیا تھا، آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات تک اس پر عمل کیا، پھر حضرت عمرؓ نے اپنی وفات تک۔ اس میں یہ تھا کہ پانچ اونٹ پر ایک بکری، دس اونٹوں پر دو بکریاں، پندرہ اونٹوں پر تین بکریاں، بیس اونٹوں پر چار بکریاں، پچاس سے پینتیس تک ایک سال کی ایک اونٹ، پینتیس سے پینتیس تک دو سال کی اونٹ، پینتیس سے ساٹھ تک تین سال کی اونٹ، ساٹھ سے پچھتر تک چار سال کی اونٹ۔ اگر اس سے زیادہ ہوں تو نوے تک دو سال کی دو اونٹیاں اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک سو بیس اونٹوں تک تین سال کی دو اونٹیاں اور اگر ایک سو بیس سے بھی زیادہ ہوں تو ہر پچاس اونٹوں پر ایک تین سال کی اونٹ اور ہر چالیس اونٹوں پر ایک دو سال کی اونٹ زکوٰۃ ہے۔ (ترمذی) ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔

۲۳۵۲- حاد فرماتے ہیں کہ میں نے قیس بن سعد سے کہا کہ آپ میرے لئے محمد بن عمرو کی کتاب لیں، تو اس نے مجھے ایک کتاب دی اور یہ بھی کہا کہ اس نے یہ کتاب ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے لی ہے۔ اور یہ کتاب حضور ﷺ نے اس کے دادا کے لئے لکھوائی تھی۔ حماد کہتے ہیں کہ جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے نصاب کا بیان تھا



## باب لا زکاة فی الأوقاص

۲۳۵۶- حدثنا: عبد الله بن إدريس عن ليث عن طاوس عن معاذ قال: لَيْسَ فِي الْأَوْقَاصِ شَيْءٌ. رواه ابن أبي شيبة في مصنفه (زيلعي ۳۸۹:۱).

۲۳۵۷- أخبرنا: جعفر بن أحمد المؤذن فيما أجاز لنا حدثنا السري بن يحيى أنبا شعيب ثنا سيف عن سهيل بن يوسف بن سهيل عن عبيد بن صخر بن لوزان الأنصاري، قال: عَهْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى عُمَالِهِ عَلَى الْيَمَنِ فِي الْبَقَرَةِ فِي كُلِّ ثَلَاثِينَ نَبِيعٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةٌ، وَلَيْسَ فِي الْأَوْقَاصِ شَيْءٌ. رواه الدارقطني في كتاب المؤتلف والمختلف (زيلعي ۳۸۹:۱).

قلت: سيف ضعيف وفي الرواة من لم نعرفه، وإنما ذكرناه تأييدا.

## باب گائے کی زکوٰۃ کے بیان میں

۲۳۵۵- حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو مجھے حکم فرمایا کہ میں ہر تیس گائے پر ایک سال کا گائے کا بچہ یا بچی لوں اور ہر چالیس گائے پر دو سال کا گائے کا بچہ لوں۔ ترمذی نے روایت کر کے اسے حسن کہا۔

فائدہ: اس باب میں حدیث معاذ ہی صیح ہے اور اس کے شواہد بھی سنن میں موجود ہیں، لہذا اس حدیث سے گائے کا مقدار نصاب اور مقدار زکوٰۃ معلوم ہوگئی۔

## باب اوقاص میں زکوٰۃ نہیں

فائدہ: أَوْقَاصٌ وَقَصٌّ کی جمع ہے، دو مقداروں کے درمیان جو مقدار ہوتی ہے، اسے قص کہتے ہیں، مثلاً تیس اور چالیس گائے کے درمیان جو تعداد ہوگی وہ قص کہلائے گی۔

۲۳۵۶- حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ اوقاص میں کوئی شے واجب نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۲۳۵۷- عیاد بن مسرور بن لوزان انصاری سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یمن کے حاکموں کو حکم دیا کہ تیس گائے میں گائے کا ایک سال کا بچہ اور چالیس گائے میں گائے کی دو سال کی بچی واجب ہے اور اوقاص میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ دارقطنی نے اسے اپنی کتاب المؤتلف والمختلف میں روایت کیا ہے۔



۲۳۶- عن : عاصم بن کلیب عن أبيه عن رجل من مزينة أو جهينة : كان السخابة إذا كان قبل الأضحى يومين أو يومين أخذوا ثياباً وأعطوا جذعتين ، فقال النبي ﷺ : إن الجذعة تجزئ بما تجزئ منه الثبته . رواه الإمام أحمد و صححه الحاكم (درایہ ص - ۱۴۵)۔

### باب الزكاة في الفرس أو عدمها

۲۳۷- عن : طاووس سأل ابن عباس عن الخيل فيها صدقة ؟ قال : ليس على فرس الغازي في سبيل الله صدقة . أخرجه أحمد بن زنجويه في كتاب الأصول بإسناد صحيح (درایہ ص - ۱۵۸)۔

مکابو، لیکن قد کاٹھ سے ایک سال کا لگے۔

۲۳۵- عاصم بن کلیب اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کے ساتھ تھے جس کا نام جاش تھا اور وہ قبیلہ بنی سلم سے تھا، اس دوران بکریاں بھیگی ہو گئیں تو اس صحابی نے منادی سے کہا کہ وہ اعلان کر دے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جذعہ بھی اس چیز سے کافی ہے جس سے شئی کافی ہے (ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (ابن ہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: یعنی جس طرح زکوٰۃ میں شئی ایک سال کی بکری دینا جائز ہے، اسی طرح ایک سال سے کم عمر کی بکری دینا بھی جائز ہے بشرطیکہ قد کاٹھ اچھا ہو۔

۲۳۶- عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ قبیلہ مزینہ یا جہینہ کے کسی آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام حمید الاضحیٰ سے ایک دو روز قبل ایک شئی (ایک سال کا بکری کا بچہ) لے کر دو جذعے (سال سے کم عمر کی بکری کا بچہ) دیتے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جذعہ بھی اس چیز سے کافی ہے جس سے شئی کافی ہے۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

### باب گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۲۳۷- طاووس فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے گھوڑوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اسے احمد بن زنجویہ نے کتاب الاسوال میں صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (درایہ ص ۱۵۸)۔



أَنَّ الْحَقَّ بْنَ قَاتَاةَ فَخْبَرَهُ الْخَبَرُ ، فَقَالَ : إِنَّ الْخَيْلَ لَتَبْلُغَ هَذَا عِنْدَكُمْ أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّ قُرْسًا يَبْلُغُ هَذَا ، قَالَ عُمَرُ : أَتَأْخُذُ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةً وَلَا تَأْخُذُ مِنَ الْخَيْلِ شَيْئًا ، خُذْ مِنْ كُلِّ قُرْسٍ دِينَارًا ، فَقَدَّرَ عَلَى الْخَيْلِ دِينَارًا . كَذَا فِي نَسَبِ الرَّايَةِ (۳۹۳:۱) وعزاه إلى عبد الرزاق وأخرجه في كنز العمال نحوه ، وعزاه إلى أبي عاصم النبيل والبيهقي ، وفيه وَضُرِبَ عَلَى الْخَيْلِ دِينَارًا دِينَارًا (۳۹۵:۳) وذكره الحافظ في الدراية مختصراً وسكت عنه ، ولم يعلم بشيء ، ولفظه فَقَدَّرَ عُمَرُ عَلَى الْخَيْلِ دِينَارًا دِينَارًا اهـ (ص- ۱۵۹) . وسند عبد الرزاق سند صحيح ، رجاله كلهم ثقات غير جبير بن يعلى ، فلم أجد من ترجمه ، ولكنه ثقة على قاعدة ابن حبان ، ومثله يحتج به عندنا كما ذكرنا في المقدمة لا سيما هو تابعي ابن صحابي .

۲۳۶۴- عن : الزهري أن السائب بن يزيد أخبره قال : رَأَيْتُ أَبِي يُنْفِئُ الْخَيْلَ ، ثُمَّ يَذْفَعُ صَدَقَتَهَا إِلَى عُمَرَ . رواه الدارقطني في غرائب مالك بإسناد صحيح عنه (دراية ص- ۱۵۸) .

یعلیٰ اور اس کے بھائی نے میری گھوڑی مجھ سے چھین لی ہے، تو حضرت عمرؓ نے یعلیٰ کو خط لکھا کہ مجھے ملے، پس جب یعلیٰ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے واقعہ کی اطلاع دی اور کہا کہ تمہارے نزدیک گھوڑوں کی اتنی قدر و قیمت ہے؟ مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ گھوڑے اتنے قیمتی ہوتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم چالیس بکریوں میں ایک بکری (زکوٰۃ) میں لیے ہو اور گھوڑوں میں کچھ بھی نہیں لیے؟ ہر گھوڑے پر ایک دینار لو، تو اس طرح حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑے پر ایک دینار مقرر فرمایا۔ نصب الراية میں ایسے ہے اور اسے عبد الرزاق کی طرف منسوب کیا ہے اور کنز العمال میں بھی یہ حدیث ہے اور اسے ابو عاصم النبیل اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔ حافظ نے اسے درایہ میں مختصراً ذکر کرنے کے بعد اس پر سکوت فرمایا ہے اور کسی قسم کی تعلیل بیان نہیں کی اور اس میں یہ الفاظ ہیں ”فقدر عمر علی الخیل دینارا ..... الخ“ عبد الرزاق کی سند صحیح ہے۔ جبير بن يعلى کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں اور جبير بن يعلى کے حالات مجھے نہیں مل سکے، لیکن وہ ابن حبان کے قاعدہ کے مطابق ثقہ ہیں اور ہمارے نزدیک قابل احتجاج ہیں اور خاص کر جب کہ جبير خود تابعی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں۔

۲۳۶۳- سائب بن يزيد نے زہری کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑے کی قیمت لگا کر



يُنْقَلُ ذَرَّةٌ شَرًّا يَرَهُ ﴿٤﴾ . رواه الإمام أحمد وفي الصحيحين معناه (نیل ۴: ۲۳، ۲۴) .  
 ۲۳۶۸- عن : الحسن قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنْ اللَّهُ تَجَاوَزَ لَكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ ، غِيْرِ  
 الْجُبْنَةِ وَغِيْرِ النُّحَةِ وَالتَّكْسَعِ الْخ . رواه أبو داود (ص- ۱۶) في مراسيله ، وسكت عنه .

### باب أداء الزكاة من خلاف الجنس

۲۳۶۹- قال : طاؤس قال معاذ لأهل اليمن : إِنْ تَوْنِي بِعَرْضِ ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ  
 لَيْسِي فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعْبِ وَالدَّرَّةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَ خَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ  
 بِالْمَدِينَةِ . رواه البخاری تعليقا (۱: ۱۹۴) .

### باب گدھوں اور خجروں میں زکوٰۃ نہیں

۲۳۶۷- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے گدھوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا ان میں زکوٰۃ ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ان کے بارے میں اس منفرد آیت کے سوا کچھ نازل نہیں ہوا (وہ آیت یہ ہے): ﴿مَنْ فَعَلَ مِثْلًا مِّثْلًا ذَرَّةً خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْلًا ذَرَّةً شَرًّا يَرَهُ﴾ - اے امام احمد نے روایت کیا ہے اور صحیحین میں اس کا معنی موجود ہے (نیل)۔

۲۳۶۸- حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے تین چیزوں کے بارے میں درگزر فرمایا ہے (۱): گھوڑا (۲): غلام (۳): گدھا۔ اسے ابو داود نے اپنی مراسیل میں روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح ہے)

فائدہ: گھوڑے سے مراد فربہ غازی اور فربہ خدمت ہے، جیسا کہ بالاتفاق غلام سے مراد خدمت کا غلام ہے۔ نیز مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ گدھوں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ رسائل ارکان (ص ۱۷۳) میں ہے کہ خجروں اور گدھوں میں بالا ہمارے زکوٰۃ نہیں البتہ نقلی صدقہ کرنے سے ممانعت بھی نہیں جیسا کہ آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے۔

### باب دوسری جنس سے زکوٰۃ ادا کرنا

۲۳۶۹- طاؤسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ نے یمن والوں سے فرمایا کہ تم مجھے صدقہ میں جو اور کئی کی جگہ سامان و اسباب یعنی بخی چادر یا استعمال شدہ کپڑے دے دو، جس میں تمہارے لئے بھی آسانی ہے اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے لئے



۲۳۷۲- عن : جابر رضی اللہ عنہ (مرفوعاً) لَيْسَ فِي مَشِيرِ الْأَرْضِ زَكَاةٌ . رواه ابن خزيمة

(کنز العمال ۳: ۱۵۰)

### باب أن المصدق لا يأخذ إلا الوسط من أموال الزكاة

۲۳۷۳- عن : عروة رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ

الْبَكْرَ ، وَالشَّارِبَ وَذَا الْعَيْبِ ، وَإِيَّاكَ وَحَذَرَ أَنْفُسِهِمْ . رواه أبو داود (ص- ۱۶۱۵)

فی المراسیل و سکت عنه .

۲۳۷۴- و قرأت : فی کتاب عبد اللہ بن سالم بحمص عند آل عمرو بن الحارث

الحمصی عن الزبیدی ، قال : و أخبرنی یحیی بن جابر عن جبیر بن نفیر عن عبد اللہ بن معاویة الغافری من غافرة قیس قال : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ

اور یہی زیادہ درست ہے (لیکن معقول ہمارے ہاں حجت ہے بشرطیکہ اپنے سے اقوی سے معارض نہ ہو اور یہاں بھی ایسا ہی ہے)۔

۲۳۷۲- حضرت جابر سے مرفوع حدیث منقول ہے کہ کل چلانے میں کام آنے والے بیلوں میں زکوٰۃ نہیں۔ اسے ابن

نزیم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ : ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کام کرنے والے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں۔

### باب صدقہ لینے والا درمیانے درجہ کا مال صدقہ میں لے

۲۳۷۳- حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا اور اسے حکم دیا

کہ وہ زکوٰۃ میں تموڑا سا چھوٹا جانور اور تموڑا سا بوڑھا جانور، بلکہ عیب والا جانور لے لے اور عمدہ مال لینے سے بھی احتراز کرے۔ ابوداؤد نے اسے مراسیل میں روایت کیا اور اس پر سکت کیا ہے۔ (لہذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ : یہاں ذا العیب سے مراد غیر معتبر عیب ہے ورنہ زیادہ عیب دار، زیادہ بوڑھا اور زیادہ چھوٹا جانور زکوٰۃ میں دینا درست نہیں ہے، جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۲۳۷۴- ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عمرو بن حارث تمیمی کی آل کے پاس حمص میں، میں نے عبد اللہ بن سالم کی کتاب میں پڑھا،

جو زبیدی سے مروی ہے، عبد اللہ بن سالم کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن جابر نے بواسطہ جبیر بن نفیر عبد اللہ بن معاویہ غافری سے خبر دی



أَفْسِيهَا أَوْ أَدْفَعُهَا إِلَى السُّلْطَانِ؟ فَقَالُوا: إِدْفَعُهَا إِلَى السُّلْطَانِ، مَا اخْتَلَفَ عَلَيَّ مِنْهُمْ أَحَدٌ وَفِي رِوَايَةٍ قُلْتُ لَهُمْ: هَذَا السُّلْطَانُ يَفْعَلُ مَا تَرَوْنَ فَادْفَعْ إِلَيْهِ زَكَاتِي؟ فَقَالُوا: نَعَمْ! رواه سعيد بن منصور (التلخيص الحبير ۱: ۱۷۸)

۲۳۷۷- عن: قرعة قال: قلت لابن عمر رضي الله عنهما: إِنَّ لِي مَالًا فَالِي مَنْ أَدْفَعُ زَكَاتَهُ؟ قَالَ: إِدْفَعُهَا إِلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ، يَعْنِي الْأَسْرَاءَ. قُلْتُ: إِذَا يَتَّخِذُونَ بِهَا ثِيَابًا وَطَيْبًا، قَالَ: وَإِنْ.

۲۳۷۸- ومن طريق نافع قال: قال ابن عمر: إِدْفَعُوا صَدَقَةَ أَمْوَالِكُمْ إِلَى مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ أَمْرَكُمْ، فَمَنْ يَرَفِّلِنْسِيهِ، وَمَنْ أُنِّمَ فَعَلَيْنَهَا. رواهما ابن أبي شيبه (التلخيص الحبير ۱: ۱۷۸)

۲۳۷۹- عن: ابن عمر رضي الله عنهما أنه قال: إِدْفَعُوهَا إِلَيْهِمْ وَإِنْ شَرَبُوا الْخُمُورَ. رواه البيهقي بإسناد صحيح (نيل ۴: ۴۲).

جمع ہو گیا کہ جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، یعنی میری پونجی نصاب زکوٰۃ کو پہنچ گئی، تو میں نے سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھا کہ کیا میں زکوٰۃ خود تقسیم کروں یا بادشاہ کے حوالہ کروں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ بادشاہ کے حوالے کر دو اور اس مسئلہ میں کسی نے اختلاف نہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ ان کے کرتوتوں سے تو آپ واقف ہیں، پھر بھی میں زکوٰۃ ان کے حوالے کروں تو انہوں نے کہا: ہاں! اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔

۲۳۷۷- قرعہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میرے پاس مال ہے، تو اس کی زکوٰۃ میں کیسے ادا کروں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کو دیدو! یعنی بادشاہوں کو۔ میں نے کہا کہ وہ تو اس (زکوٰۃ کے مال) سے کپڑے اور خوشبو خریدیں گے، ابن عمر نے کہا کہ اگرچہ وہ ایسا کریں (پھر بھی انہیں زکوٰۃ دو) تا نفع سے مروی ہے کہ ابن عمر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو تہار اور حکران بنایا ہے تم انہیں اپنے مال کی زکوٰۃ دو، پھر جو نیکی کرے گا تو اس کا فائدہ اسے ہی ہوگا اور جو گناہ کرے گا، اس کا وبال اسی پر ہوگا ان دونوں روایتوں کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی تم اپنی زکوٰۃ بادشاہوں کے حوالے کر دو، آگے ان کے مصرف کے صحیح یا غلط ہونے کے تم ذمہ دار نہیں ہو۔

۲۳۷۹- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ تم زکوٰۃ بادشاہوں کے حوالے کر دو، اگرچہ وہ شرابی ہوں۔



قَدْ غَفَوْتُ عَنْ صَدَقَةِ الْحَبْلِ وَالرَّقِيقِ ، فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ ، وَ لَيْسَ فِي تِسْعِينَ وَ بَائِتَةِ شَيْءٍ ، فَإِذَا بَلَغَتْ بَائِتَيْنِ فَبَيْنَهُمَا خُمُسَةُ دَرَاهِمٍ . رواه الترمذی (۸۳:۱)

### باب ما جاء في كسور الذهب والفضة

۲۳۸۳- ذکر البیهقی فی باب فرض الصدقة وَ هُوَ كِتَابُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِي بَعَثَهُ اِنْنِي النَّبِيَّ مَعَ غَمْرُو بْنِ حَزْمٍ ، وَ فِي كُلِّ خَمْسِ اَوَاقِيٍّ مِنَ الْوَرَقِ خُمُسَةُ دَرَاهِمٍ ، وَ مَا زَادَ فَبَيْنِ كُلِّ اَرْبَعَيْنِ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ . ثم قال البیهقی : مجود الإسناد ، و رواه جماعة من الحفاظ موصولا حسنا ، و روى البیهقی عن أحمد بن حنبل أنه قال : أرجو أن يكون صحيحا . (الجوهر النقی ۱: ۲۹۰).

## ابواب مالوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

### باب چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

۲۳۸۲- حضرت عاصم بن ضمرہ، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم سے گھوڑوں اور غلام کی زکوٰۃ معاف کر دی اور چاندی کی زکوٰۃ لاؤ۔ ہر چالیس درہم میں ایک درہم اور ایک سو نوے درہم میں کچھ نہیں اور جب دس (۲۰۰) کو پہنچ جائیں تو ان میں پانچ درہم ہیں۔ (ترمذی) (نیل الاوطار میں ہے کہ اس حدیث کو حافظ نے حسن کہا ہے)

فائدہ: گھوڑوں اور غلام کی زکوٰۃ کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا ہے کئی کئی احادیث جہاد اور خدمت کے گھوڑوں پر محمول ہے، جیسا کہ غلاموں میں سے تجارت کے غلاموں پر بالاتفاق زکوٰۃ ہے، اسی طرح تجارت کے گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

### باب سونے اور چاندی کی کسور میں زکوٰۃ کا بیان

۲۳۸۳- بیہقی نے فرضیت صدقہ کے بارے حضور ﷺ کے اس خط کو ذکر کیا ہے جو نبی کریم ﷺ نے عمرو بن حزم کو بھیجے وقت دیا تھا، اس خط میں یہ بھی ذکر کیا گیا کہ چاندی کے پانچ اوقیہ میں پانچ درہم ہیں اور اگر چاندی اس مقدار سے بڑھ جائے تو پھر ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ واجب ہے۔ بیہقی نے سند کو عمدہ کہا ہے اور اسے حفاظ کی ایک جماعت نے



خُمْسَهُ ذَرَاهِمَ ، فَمَا زَادَ فَبَلَغَ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا فَفِيهِ دِرْهَمٌ . أَخْرَجَهُ أَبُو عُبَيْدٍ فِي الْأَمْوَالِ .  
(زیلعی ۱: ۳۹۸) قلت : و هذا سند صحيح ، و الموقوف في مثله مرفوع حكما فإنه لا  
مجال للرأى فيه .

### باب نصاب الذهب

۲۳۸۷- عن : عاصم بن ضمره ، و الحارث الأعور عن علي بن النسي عليه السلام  
بعض أول الحديث ، قال : فَإِذَا كَانَتْ لَكَ بَائِنًا دِرْهَمٌ ، وَ خَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا  
خُمْسُهُ ذَرَاهِمُ ، وَ لَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَغْنِي فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا  
فَإِذَا كَانَتْ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَ خَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ . الحديث رواه أبو  
داود (۱: ۲۲۸) و سكت عنه .

بھی حکم دیا کہ میں ہر دوسو درہم میں پانچ درہم وصول کروں اور اگر اس مقدار سے بڑھ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے  
ابو عبید نے اسے اموال میں روایت کیا ہے (زیلعی) اس کی سند صحیح ہے اور یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں  
رائے کو کوئی دخل نہیں (یعنی مدرک بالقیاس نہیں ہے)

فائدہ: بعض روایات میں "فما زاد فبحساب ذلك" کے الفاظ ہیں اور مازاد کی مقدار مجمل ہے، جب کہ ان  
مذکورہ بالا احادیث میں مازاد کی تفصیل بیان کی گئی ہے، تو مجمل کو مفسر پر محمول کیا جائے گا۔

### باب سونے کے نصاب کے بیان میں

۲۳۸۷- حضرت علیؑ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں (ابوداؤد میں مذکور) اس سے پہلے والی حدیث کا ابتدائی  
حصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جب تیرے پاس دوسو درہم ہو جائیں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم ہیں اور سونے  
میں چھہ پر کوئی چیز واجب نہیں، یہاں تک کہ وہ بیس دینار ہو جائیں، پس جب تیرے پاس بیس دینار ہو جائیں اور ان پر سال گزر جائے  
تو ان میں آدھا دینار ہے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: بیس دینار بیس مثقال ہی ہیں۔



قَالَتْ : لَا قَالَ : أَيْسُرُكَ أَنْ يُسَوِّرَكَ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَوَارَتَيْنِ مِنْ نَارٍ ؟ قَالَ : فَخَلَعْتُهُمَا وَالْقَتُّهُمَا وَقَالَتْ : هُمَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ . أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ، وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ وَقَالَ الْمُنْذَرِيُّ : لَا عِلَّةَ لَهُ . ( درایہ ص - ۱۶۱ )

۲۳۹۰- عن : قبيصة عن سفيان عن حماد عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله : أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ : إِنَّ لِي حُلِيًّا وَإِنَّ زَوْجِي خَفِيفٌ ذَاتُ أَلْيَدٍ ، وَإِنَّ لِي بَنِيًّا أَيْحَ أَفُجِرِي غَنِيٌّ أَنْ أَجْعَلَ زَكَاةَ الْحُلِيِّ فِيهِمْ ؟ قَالَ : نَعَمْ ۲ . رواه الدارقطني ، وهذا السند رجاله ثقات والرفع فيه زيادة من ثقة فوجب قبوله . ( الجوهر النقي ۱ : ۲۹۱ ) .

۲۳۹۱- عَنْ : أُمِّ سَلَمَةَ كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا بَيْنَ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكُنْتُ هُوَ ؟ فَقَالَ : مَا بَلَغَ أَنْ تُؤْذِيَ زَكَاةُ فَرْزَكِي فَلَيْسَ بِكَثِيرٍ . رواه ابو داود ( ۲۲۵۰ : ۱ ) وسكت عنه .

اور اس کے ساتھ ایک بیٹی تھی ، جس کے ہاتھ میں دو سونے کے انگلیں تھیں ، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کی زکوٰۃ دیتی ہے ؟ تو اس نے عرض کیا : نہیں ! تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے ان کے بدلے ( زکوٰۃ نہ دینے کی پاداش میں ) آگ کے کنگن پہنائیں ؟ راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے ان کو اتار کر حضور ﷺ کے آگے ڈال کر عرض کیا کہ یہ دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں ۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے ۔ اور ابن قتان نے صحیح کہا ہے اور منذری نے کہا ہے کہ " لا علة له " ( یعنی اس میں کوئی خرابی نہیں ) ۔

۲۳۹۰- علقمة ، عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے کچھ زیور ہیں اور میرا خاندان قلیل المال ( فقیر ) ہے اور میرے ( غریب ) بھتیجے بھی ہیں ، تو کیا زیوروں کے زکوٰۃ ان کو دینا جائز ہے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : ہاں ! ۔ اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کو مرفوع کہا گیا ہے کیونکہ زیادتی ہے ، جسے قبول کرنا ضروری ہے ۔

۲۳۹۱- ام سلمہ سے روایت ہے ، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے سونے کے کچھ زیور پہنے ہوئے تھے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا یہ بھی کتز میں شمار ہوگا ؟ ( یعنی جس پتھر آنی میں وعید آئی ہے : الَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ ..... الاية ) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر مال اس مقدار کو پہنچ جائے ، جس میں زکوٰۃ واجب ہے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ کتز نہیں ہے



۲۳۹۵- عن : عبد الله بن عمرو : أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ نِسَاءَهُ أَنْ يُزَكِّينَ خُلِيِّهِنَّ . رواه ابن أبي شيبه (زيليلى ۱: ۴۰۲) .

### باب زكاة عروض التجارة

۲۳۹۶- حدثنا : محمد بن داود بن سفيان نا يحيى بن حسان نا سليمان بن موسى أبو داود نا جعفر بن سعد بن سمرة بن جندب حدثني خبيب بن سليمان عن أبيه سليمان عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال : أَمَّا بَعْدُ ا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الذِّئْبِ يُعَدُّ لِلْبَيْعِ . رواه أبو داود (۲۲۵:۱) وسكت عنه .

۲۳۹۵- عبد اللہ بن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: زیورات میں ثبوت زکوٰۃ کی احادیث زیادہ قوی اور رائج ہیں، نیز نفی زکوٰۃ کی احادیث موقوف ہیں اور ثبوت زکوٰۃ کی احادیث مرفوع ہیں اور موقوفات مرفوعات کے معارض نہیں بن سکتیں، اس لئے ثبوت زکوٰۃ کی احادیث رائج ہوں گی۔  
بائی شخص جسیر میں مذکور مرفوع حدیث "لا زکوٰۃ فی الحلی" کا بعض محدثین نے یہ جواب دیا ہے کہ لا اصل له کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں زیورات سے مراد سونے اور چاندی کے ماسوا سے بنے والے زیورات ہیں یا وہ زیورات مراد ہیں جنکی مقدار نصاب زکوٰۃ تک نہیں پہنچی تھی، کیونکہ صحابہ بضاعۃ قلیلہ کے مالک تھے۔

نیز حضرت عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور دیگر اہل تائیدین زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے قائل ہیں (جو برہنہ) اور خطابی العالم میں تحریر کرتے ہیں کہ ظاہر کتاب اللہ اور آثار و احادیث سے قائلین وجوب زکوٰۃ کی تائید ہوتی ہے اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔

### باب تجارت کے سامان و اسباب میں زکوٰۃ کا بیان

۲۳۹۶- سرہ بن جندبؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں ہر اس چیز میں سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم کرتے تھے، جسے ہم تجارت کے لئے رکھتے تھے۔ اسے ابو داود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔ لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔



## باب ما علی من یمر علی العاشر

۲۴۰۱- حدثنا : محمد بن جابان الجندی السابوری ثنا زنج أبو غسان ثنا محمد بن المعلى ثنا أشعث عن ابن سيرین عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال : فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي أَنْوَالِ الْمُسْلِمِينَ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ دَرْهَمًا دَرْهَمٌ ، وَ فِي أَنْوَالِ أَهْلِ الذِّمَّةِ فِي كُلِّ عَشْرِينَ دَرْهَمًا دَرْهَمٌ ، وَ فِي أَنْوَالِ مَنْ لَا ذِمَّةَ لَهُ فِي كُلِّ عَشْرَةِ دَرَاهِمٍ دَرْهَمٌ . رواه الطبرانی في معجمه الوسط (زیلعی ۴۰۵:۱)

۲۴۰۲- أخبرنا : هشام بن حسان عن ابن سيرین قال : بَعَثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلَى الْبَيْتِ فَأَخْرَجَ لِي كِتَابًا مِنْ عَمْرٍاءِ الْخَطَّابِ : يُؤْخَذُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دَرْهَمًا دَرْهَمٌ ، وَ مِنَ أَهْلِ الذِّمَّةِ مِنْ كُلِّ عَشْرِينَ دَرْهَمًا دَرْهَمٌ ، وَ مِنَ مَنْ لَا ذِمَّةَ لَهُ مِنْ كُلِّ عَشْرَةِ دَرَاهِمٍ دَرْهَمٌ . رواه عبد الرزاق في مصنفه ، و قال عبد الرزاق أيضا في مصنفه : أخبرنا الثوري و معمر عن أيوب عن أنس بن سيرین به (زیلعی ۴۰۵:۱)۔

اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو گویا کہ اس پر اجماع ہو گیا اور ابن منذر نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ سامانِ تہارت پر زکوٰۃ واجب ہے۔ بشرطیکہ اس پر سال گذر جائے۔ اور عمر، ابن عمر، ابن عباس، فقہاء سب، حسن، جابر اور اہل بیتین کی یہی رائے ہے۔

## باب من یمر علی العاشر (چوگی لینے کا بیان)

۲۴۰۱- حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے مال میں سے ہر چالیس درہم پر ایک درہم اور ذمیوں کے مال میں سے ہر بیس درہم پر ایک درہم اور غیر ذمیوں (مستمن) کے مال میں سے ہر دس درہم پر ایک درہم مقرر فرمایا۔ اسے طبرانی نے المعجم الوسط میں روایت فرمایا ہے (زیلعی)۔

فائدہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حدیث ہیئتہ مستند ہے یا حکما کیونکہ یہ حدیث مددک ہمارا یہ نہیں ہے، نیز موقوف انہیں تب بھی قول صحابی ہمارے ہاں حجت ہے اور اس حدیث سے مقصود باب پر دلالت ظاہر ہے۔

۲۴۰۲- انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ انس بن مالک نے مجھے ایلیہ مقام کی طرف بھیجا اور مجھے عمر بن خطاب کا مکتوب گرامی دکھایا (جس میں لکھا تھا کہ) مسلمانوں سے ہر چالیس درہموں پر ایک درہم اور ذمیوں سے ہر بیس درہموں پر ایک درہم



وَ أَغْطَى يَتِيمَةَ الْيَتَى وَجَدَهُ فَأَخْبَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَأَعْجَبَهُ . رواه سعيد بن منصور و هذا مرسل قوى الإسناد . (درایہ ص- ۱۶۳) .

۲۴۰۶- عن : عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رفعه : فَبِي كُنْزٍ وَجَدَهُ رَجُلٌ : إِنْ كُنْتُ وَجَدْتُهُ فَبِي قَرْيَةٍ مُسْكُونَةٍ أَوْ سَبِيلٍ مَيْتَاءَ فَعَرَفْتُهُ ، وَإِنْ كُنْتُ وَجَدْتُهُ فَبِي خَرَبَةٍ جَاهِلِيَّةٍ أَوْ فَبِي قَرْيَةٍ غَيْرِ مُسْكُونَةٍ فَبِيهِ وَ فَبِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ . رواه الإمام الشافعي وأبو عبيدة والحاكم ورواه ثقات (درایہ ص- ۱۶۳) .

۲۴۰۷- عن : النبي ﷺ قال : فَبِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ . قِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ مَا الرِّكَازُ؟ قَالَ : أَلْمَالُ الَّذِي خَلَقَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْأَرْضِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فِي هَذِهِ الْمَعَادِنِ فَبِيهَا الْخُمْسُ . رواه الإمام محمد في الموطأ . (ص- ۱۷۴)

۲۴۰۸- حدثنا : أبو أسامة عن الشعبي : أَنَّ غُلَامًا مِنَ الْعَرَبِ وَجَدَ سَتَوْقَةً فَبِيهَا عَشْرَةُ آلَافٍ ، فَأَتَى بِهَا عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، فَأَخَذَ بِنَهْجِهَا خُمُسَهَا أَلْفَيْنِ ، وَ أَغْطَاهُ ثَمَانِيَةَ آلَافٍ .

۲۴۰۵- ضعیفی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو رکاز ملا اور وہ اسے لے کر حضرت علیؑ کے پاس حاضر ہوا تو حضرت علیؑ نے اس میں سے پانچواں حصہ لے کر باقی پانے والے کو دیا یا اور جب اس کی حضور ﷺ کو خبر دی گئی تو حضور ﷺ نے اس فیصلہ کو پسند فرمایا ۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث قوی الاسناد مرسل ہے۔

۲۴۰۶- عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے ان کے دادا سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو آباد بستی یا گزرگاہ سے کوئی خزانہ ملے تو اس کی تسمیر کرے اور اگر اسے زمانہ جاہلیت کے کھنڈرات یا غیر آباد بستی سے خزانہ ملے تو اس میں اور رکاز میں شمس ہے۔ اسے امام شافعی، ابو عبیدہ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۲۴۰۷- نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رکاز میں شمس ہے، آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ رکاز کسے کہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رکاز وہ مال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت زمین میں (اپنی قدرت سے) پیدا فرمایا، ان معدنیات میں شمس ہے۔ اسے امام محمدؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: امام مجتہد کا اس حدیث سے استدلال کہ ناس کی صحت کی دلیل ہے۔

۲۴۰۸- ابواسامہ، ضعیفی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عربی بچے کو قحطی ملی، جس میں دس ہزار (درہم) تھے، تو اسے حضرت عمرؓ



۲۴۱۲- عن : علیؑ قال : لَا زَكَاةَ فِي الثُّلُوثِ . رواه البيهقي بسند منقطع ، ورواه سعيد بن منصور من قول عكرمة وسعيد بن جبیر وغيرهما (التلخيص الحبير ۱: ۱۸۴) .

۲۴۱۳- عن : عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : قال رسول الله ﷺ : لَا زَكَاةَ فِي خَجَرٍ . أخرجه ابن عدی فی الكامل وضعفه . (زیلعی ۱: ۴۰۶) .

### باب لا شئ فی العنبر

۲۴۱۴- عن : ابن عباس رضی الله عنهما : لَا شَيْءَ فِي الْعَنْبَرِ . رواه البيهقي من طريق سعيد بن منصور ، وابن أبي شبة ، وأبو عبيد في الأموال بسند صحيح ، وعلقه البخاری مجزوماً به .

### باب موتی اور قیمتی پتھروں میں زکوٰۃ نہیں ، ہاں اگر تجارت کے لئے ہوں تو زکوٰۃ ہوگی

۲۴۱۱- عکرمةؒ فرماتے ہیں کہ موتی اور زمر کے پتھروں میں زکوٰۃ نہیں ، لیکن اگر تجارت کے لئے ہوں تو اس میں زکوٰۃ ہے ۔ ابن ابی شیبہ نے اسے مصنف میں روایت کیا ہے (زیلعی) ۔

۲۴۱۲- حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ موتی میں زکوٰۃ نہیں ۔ اسے بیہقی نے سند منقطع کے ساتھ روایت کیا ہے (اور انقطاع غیر الترمذی میں مضرب نہیں) اور سعید بن منصور نے عکرمة اور سعید بن جبیر وغیرہ کے قول سے روایت کیا ہے (تلمیذ الحیر) ۔

۲۴۱۳- عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی پتھر میں زکوٰۃ نہیں ۔ ابن عدی نے کامل میں اس حدیث کو روایت کیا ہے (ہم یہ حدیث تائید الالے ہیں) ۔

فائدہ: اگرچہ ان احادیث میں "الا ان یکون للتجارة" کی قید نہیں ہے ، لیکن اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ سامان تجارت پر زکوٰۃ ہے ، اس لئے یہ آثار اس قید کے ساتھ مقید ہوں گے ۔

### باب عنبر میں کوئی شئ واجب نہیں

۲۴۱۴- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ عنبر میں کچھ (زکوٰۃ) نہیں ۔ بیہقی نے سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ کے طریق سے روایت کیا ہے ۔ اور بخاری نے جزم کے ساتھ اسے معلق کیا ہے اور ابو عبید نے اسے صحیح سند کے ساتھ اموال میں ذکر کیا ہے ۔



۲۴۱۸- أخبرنا: معمر عن سماك بن الفضل عن عمر بن عبد العزيز قال: فِيمَا أَتَيْتِ الْأَرْضَ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ الْعُسْرُ. أخرجه عبد الرزاق في مصنفه، وأخرج نحوه عن مجاهد و عن إبراهيم النخعي، وأخرجه ابن أبي شيبة أيضا في مصنفه عن عمر بن عبد العزيز، و عن مجاهد، و عن إبراهيم النخعي (زيلي ۴۰۸:۱)

### باب زكاة العسل

۲۴۱۹- عن: عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: جَاءَ هَلَالٌ أَخَذَ نَبِيَّ مُتَعَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِعُسُورٍ نَحَلَ لَهُ، وَ كَانَ سَأَلَهُ أَنْ يَحْمِيَ وَادِيًا يُقَالُ لَهُ: سَلْبَةُ، فَحَنَى لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ الْوَادِي، فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كَتَبَ سُفْيَانُ بْنُ وَهَبٍ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْأَدَى إِلَيْكَ مَا كَانَ يُؤَدِّي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

۲۴۱۸- معمر، سہاک بن الفضل کے ذریعے حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ زمین سے جو کچھ اگے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اس میں عشر ہے (یعنی دسواں حصہ واجب ہے) اسی مضمون کو عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اپنے اپنے مصنف میں مجاہد، ابراہیم اور عمر بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث میں مذکور کلمہ ”والہ“ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے جو کچھ اگے اس میں زکوٰۃ ہے، کسی مقدار کو بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی کسی اور قید (یعنی قابل ذخیرہ ہونے) کو بیان کیا گیا ہے۔ باقی بخاری اور مسلم کی روایت میں مذکور لفظ لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة“ (یعنی پانچ وسقوں سے کم میں عشر نہیں) کا جواب یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے، کیونکہ مذکورہ بالا روایات عام ہیں، کسی قسم کی ان میں قید نہیں، اور یہ حدیث خاص ہے کہ اس میں پانچ وسقوں کی قید ہے اور جب خاص و عام کی تاریخ معلوم نہ ہو تو عام خاص کے لئے ناسخ ہوتا ہے۔ کیونکہ اسی میں احتیاط ہے، نیز عام پر عمل کرنے میں غرہاء کا بھی فائدہ ہے۔

### باب شہد کی زکوٰۃ کے بیان میں

۲۴۱۹- حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ بنی حنظل میں سے ہلال نامی ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں شہد کا دسواں حصہ (بطور زکوٰۃ) لے کر حاضر ہوا اور سلبہ نامی جنگل کا آپ ﷺ سے شہد چاہا، آپ ﷺ نے وہ جنگل اس کو شہد پر دیدیا، جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو حضرت سفیان بن وہب نے اس کے متعلق



وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دِيَارِهِمْ. نيل الأوطار (۴: ۴۱۳).

### باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز

۲۴۲۲- حدثنا: وكيع عن إسرائيل عن جابر عن عامر الشعبي قال: إِنَّمَا كَانَتْ الْمُؤَلَّفَةُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا وَلِيَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، انْقَطَعَتْ. رواه ابن أبي شيبه في مصنفه (زيلعي ۱: ۴۱۳).

۲۴۲۳- حدثنا: القاسم ثنا الحسين ثنا هشام ثنا عبد الرحمن بن يحيى عن حبان بن أبي جبلة قال: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَقَدْ آتَاهُ غُيَيْنَةُ بْنُ حَصِينٍ: أَلْحَقْ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤَيِّنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ، لَيْسَ الْيَوْمَ مُؤَلَّفَةٌ. رواه الطبرانی وأخرج عن الشعبي قال: لَمْ يَنْقُ فِي النَّاسِ الْيَوْمَ مِنَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ أَحَدٌ إِنَّمَا كَانُوا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. وأخرج نحوه عن الحسن البصري. (زيلعي ۱: ۴۱۳).

کہ مالک جانوروں کو کہیں دور لے جائے (کہ زکوٰۃ لینے والا وہاں آکر جانور شمار کرے کیونکہ اس میں دونوں فریقوں کو تکلیف ہے) اور ان سے زکوٰۃ ان کے گھروں میں ہی وصول کی جائے (نیل الاوطار، احمد، ابوداؤد)۔

### باب ان لوگوں کے بیان میں جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور جن کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے

۲۴۲۲- جابر، عامر سمعی سے روایت کرتے ہیں کہ عامر سمعی نے کہا کہ مؤلفۃ القلوب صرف رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک تھے، پھر جب ابوبکر صدیق امیر المؤمنین مقرر ہوئے تو مؤلفۃ القلوب ختم ہو گئے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ (زیلعی) ۲۴۲۳- حبان بن ابی جبلة فرماتے ہیں کہ جب عمر بن خطابؓ کے پاس عیینہ بن حصین حاضر ہوئے تو عمر بن خطابؓ نے فرمایا: حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کافر ہو، آج مؤلفۃ القلوب نہیں ہیں۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور عامر سمعی نے یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں کہ آج لوگوں میں کوئی مؤلفۃ القلوب باقی نہیں رہا، مؤلفۃ القلوب صرف حضور ﷺ کے زمانے میں تھے۔ اس قسم کی روایت طبرانی نے حسن بصریؒ سے بھی کی ہے (زیلعی)

فائدہ: حضور ﷺ کے زمانے میں تو مسلمانوں وغیرہ کو ان کی دلجوئی کے لئے زکوٰۃ میں سے حصہ دیتے تھے، تاکہ وہ اسلام پر یکے پر ہیں یا غیر مسلم ہیں تو اسلام لے آئیں ان لوگوں کو مؤلفۃ القلوب کہتے ہیں۔



رواہ ابن ابی شیبہ و ابن راہویہ و العسکری فی المواعظ ، و ابن جریر فی تہذیبہ و صححہ (کنز العمال ۴: ۳۰۹)۔

۲۴۲۷- عن : بسر بن سعید أن ابن السعدي المالكي قال : اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَعْتُ مِنْهَا وَ أَدَيْتُهَا إِلَيْهِ أَمَرَنِي بِعَمَالَةٍ فَقُلْتُ : إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلَّهِ فَقَالَ : خُذْ نَا أُعْطِيتُ فَإِنِّي عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَعَمَلْنِي . فَقُلْتُ : بِشَلِّ قَوْلِكَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَ فَكُلْ وَ تَصَدَّقْ . متفق عليه (نيل الأوطار ۴: ۵۰۰)۔

۲۴۲۸- عن : قبيصة بن مخارق الهلالي قال : تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فِيهَا فَقَالَ : أَقِمَّ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَتَأْمُرَ لَكَ بِهَا . قَالَ : ثُمَّ قَالَ : يَا قَبِيصَةُ !

آپ کو مسلمانوں کے گناہوں کے عہدوں کی وصولی پر مقرر نہیں کروں گا۔ اسے ابن ابی شیبہ، راہویہ اور عسکری نے مواعظ میں اور ابن جریر نے تہذیب میں روایت کیا ہے۔ ابن جریر نے اسے صحیح کہا ہے۔ (کنز العمال)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر عامل ہاشمی ہو تو بھی زکوٰۃ میں سے نہیں لے سکتا۔

۲۴۲۷- بسر بن سعید سے مروی ہے کہ ابن السعدی مالکی نے کہا کہ مجھے حضرت عمرؓ نے صدقات وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کیا، پس جب میں صدقات کی وصولی سے فارغ ہوا اور تمام صدقات ان کو دے دیے تو حضرت عمرؓ نے میرے لئے حق امت کا حکم دیا، میں نے عرض کیا کہ میں نے صرف ثواب کے لئے کام کیا ہے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ کو دیا جا رہا ہے اسے لے لو، اس لئے کہ میں نے بھی حضور ﷺ کے زمانے میں (صدقات کی وصولی کا) کام کیا تھا اور آپ ﷺ نے مجھے مزدوری دی تھی اور میں نے بھی (ان سے) وہی بات کہی تھی جو تو نے مجھ سے کہی ہے، تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر آپ کی طرف سے بغیر سوال کے آپ کو کچھ دیا جائے تو اسے (لے کر) کھایا کرو اور صدقہ کرو۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: زکوٰۃ کی وصولی کرنے والوں کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، اسے قرآن میں "وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا" سے بیان کیا ہے اور مذکورہ بالا احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

۲۴۲۸- قبيصة بن مخارق ہمالی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بہت بڑی رقم کا قرضدار ہو گیا، تو میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور اس بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: غم نہ کرو! ہمارے پاس صدقات کا مال آئے گا تو



إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَ تُرَدُّ عَلَى فَقَرَائِهِمْ . الحديث . رواه البخاری (۱: ۲۰۲ و ۲۰۳) .

۲۴۳۲- عن : سعيد بن جبیر رفعه : لَا تَصَدَّقُوا إِلَّا عَلَى أَهْلِ دِينِكُمْ . فَتَزَلْتُ : لَيْسَ عَلَيْكَ هَذَاهُمْ فَقَالَ : تَصَدَّقُوا عَلَى أَهْلِ الْأَذْيَانِ . رواه ابن أبي شیبہ و من طریق محمد بن الحنفیہ نحوه .

۲۴۳۳- و لابن زنجویہ فی الأموال عن سعید بن المسیب : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَصَدَّقَ

اس بات کی خبر دینا کہ وہ اللہ و صہ کی معبودیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیں۔ اگر وہ لوگ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ نے دن رات (چوبیس گھنٹوں) میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اگر وہ لوگ آپ کی یہ بات بھی مان لیں تو پھر (انہیں) بتانا کہ اللہ نے ان کے مال میں کچھ صدقہ بھی فرض کیا ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے محتاجوں کو دیا جائے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ مسلمان فقراء کو ہی دی جائے گی۔

اور باقی آگے آنے والے مراسیل سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام ادیان کے فقراء کو زکوٰۃ دینا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث ابن عباس باقی مراسیل کیلئے مختص ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ حدیث معاذ (حدیث نمبر ۲۳۳۱) مشہور ہے، لہذا اس کے ذریعے کتاب اللہ کے اطلاق پر زیادتی کرنا جائز ہے اور اگر خیر و احد بھی مانیں جب بھی اس کے ساتھ تخصیص کرنا درست ہے، کیونکہ بالاجماع "انما یمنہکم اللہ عن الذین قاتلوکم" کی وجہ سے آیت صدقہ سے حربی مخصوص ہے اور عام مخصوص منہ بعض کی تخصیص خبر واحد سے کرنا درست ہے، الغرض اب دوسرے ادیان کے فقراء کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۲۴۳۴- سعید بن جبیرؒ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب فرمایا کہ صرف اہل اسلام کو ہی زکوٰۃ دیا کرو تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿لَیْسَ عَلَیْکَ ہٰذَا﴾ ..... الآیہ کچھ کہ آپ ﷺ کے ذمے ان کو ہدایت دینا نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام ادیان والوں کو صدقات دیا کرو۔ اسے ابن ابی شیبہ نے مذکور بالا طریق اور محمد بن حنفیہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔



۲۴۳۶- عن: علیؑ أنه قال: لَيْسَ لَوْلَدٍ، وَلَا لِوَالِدٍ حَقٌّ فِي صَدَقَةِ مَفْرُوضَةٍ.

رواه البيهقي في المختصر. (الرحمة المهداة ص- ۹۶).

۲۴۳۷- عن: ابن عباس رضی اللہ عنہما (مرفوعاً): اِصْبِرُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ يَا

بَنِي هَاشِمٍ! فَإِنَّمَا الصَّدَقَاتُ غُسْلَاتُ النَّاسِ. رواه الطبرانی (کنز العمال ص- ۲۸۵).

۲۴۳۸- عن: أبي هريرةؓ يقول: أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ

فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَخْ! كَخْ! إِزِمَ بِهَا، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ. رواه مسلم (۱: ۴۴۳، ۴۴۴) وله في رواية أخرى: إِنَّا لَا تَجِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ.

۲۴۳۹- عن: أبي رافعؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ عَلَى

الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ: اِصْحَبْنِي كَيْمَا تُصِيبَ مِنْهَا، فَقَالَ: لَا حَتَّى آتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاسْأَلَهُ وَانْطَلِقْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَجِلُّ لَنَا، وَإِنْ

۲۴۳۶- حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فرض صدقات میں بیٹے اور والد کا کوئی حصہ نہیں۔ اسے بیہقی نے

مختصر میں روایت کیا ہے (الرحمة المهداة)۔

فائدہ: یعنی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور یہی حال پوتوں اور دوا، وادی کا ہے اور رحمۃ اللہ علیہ اس

پر اتفاق نقل کیا ہے۔

۲۴۳۷- ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے ہاشم کی اولاد! تم صبر کرو، کیونکہ

صدقات لوگوں کا دھون ہیں۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے (کنز العمال)

۲۴۳۸- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حسن بن علیؑ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو حضور

ﷺ نے فرمایا: تھو! تھو! اسے نکال پھینکو، کیا آپ کو پتہ نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے؟ (مسلم) ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں (مسلم)۔

فائدہ: بنو ہاشم سے مراد آل علیؑ، آل عباسؑ، آل عقیل، آل جعفر اور آل حارث بن عبدالمطلب ہیں۔ (ہدایہ)

۲۴۳۹- ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو مخزوم کے ایک آدمی کو زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا، انہوں نے ابو رافع سے

کہا کہ تم میرے ساتھ چلو تا کہ تمہیں بھی نفع ہو (حصہ ملے) ابو رافع نے کہا کہ میں حضور ﷺ سے پوچھے بغیر آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا



۲۴۴۲- عن : سهل بن الحنظلية عن رسول الله ﷺ : قال : مَنْ سَأَلَ وَ عِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْبِرُ مِنْ جَمَرِ جَهَنَّمَ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! وَ مَا يُغْنِيهِ ؟ قَالَ : مَا يُغْنِيهِ أَوْ يُغْنِيهِ . رواه أحمد و احتج به و أبو داود وقال : يُغْنِيهِ وَ يُغْنِيهِ ، و أخرجه ابن حبان و صحيحه . (نيل الأوطار ۴: ۴۸۰، ۴۷۰).

## أبواب صدقة الفطر

### باب من تجب عليه و عنه صدقة الفطر

۲۴۴۳- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما قال : قَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ ، وَالْحُرِّ ، وَالذَّكْرِ ، وَالْأُنْثَى ، وَالصَّغِيرِ ، وَ الْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، وَ أَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤْذَى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ .

یعنی چادر اور استعمال شدہ کپڑے دو، یہ تمہارے لئے بھی آسان ہے اور مدینہ میں اصحاب رسول ﷺ کے لئے بھی بہتر ہے (بخاری)۔  
**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مصلحت ظاہر ہو تو ایک شہر سے دوسرے شہر زکوٰۃ لے جانا جائز ہے اور اگر کوئی مصلحت ظاہر نہ ہو تو کمرہ ہے اور وہ مصلحت ظاہر دوسرے شہروالوں کا زیادہ ضرورت مند ہونا بھی ہے اور قربت داری بھی، کیونکہ اس میں دفع حاجت کی زیادتی ہے یا صلہ رحمی ہے، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسری جنس سے زکوٰۃ دینا بھی جائز ہے، بلکہ بعض اوقات افضل ہے۔

۳۳۳۲- سهل بن حنظلیہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو باوجود مالدار ہونے کے سوال کرتا ہے، گویا کدوہ جہنم کے انگارے اکٹھے کرتا ہے، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ کیا مقدار ہے، جس سے آدمی مالدار کہلاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبح کا کھانا یا شام کا کھانا (اگر اس کے پاس ہو تو وہ مالدار ہے)۔ اسے احمد نے روایت کر کے اسے حجت بنایا ہے۔ اسے ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صبح اور شام دونوں وقت کا کھانا (اگر موجود ہو تو آدمی مالدار ہے)۔ ابن حبان نے بھی اس حدیث کی تخریج کر کے اسے صحیح کہا ہے۔

**فائدہ:** مقصد ایک دن رات کا کھانا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کے پاس دو وقت کا کھانا ہو، تو اس کے لئے دست سوال دراز کرنا حلال نہیں۔



۲۴۴۵- حدثنا: يعلى بن عبيد ثنا عبد المالك عن عطاء عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غَنِيٍّ، وَالْيَدُ الْغُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَإِذَا بَعَثَ تَعُولُ. رواه الإمام أحمد في مسنده، و ذكره البخاري في صحيحه تعليقاً في كتاب الوصايا، فقال: وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غَنِيٍّ. (زيلعي ۱: ۴۲۲).

### باب مقدار صدقة الفطر

۲۴۴۶- حدثنا: المزني ثنا الشافعي عن يحيى بن حسان عن الليث بن سعيد عن عقيل بن خالد، و عبد الرحمن بن خالد بن مسافر عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِثْلَيْنِ مِنْ جَنْطَةِ. رواه الطحاوي (زيلعي ۱: ۴۲۸) وفيه أيضاً قال في التنقيح: و هذا المرسل إسناده صحيح كالشمس، و كونه مرسلًا لا يضر فإنه مرسل سعيد و مراسيل سعيد حجة.

۲۴۴۷- عن: الحسن عن ابن عباس رضي الله عنهما أَنَّهُ خَطَبَ فِي آخِرِ رَمَضَانَ عَلَى الْجَنْبِ بِالْبَصْرَةِ إِلَى أَنْ قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

۲۳۳۵- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ تو صرف سرمایہ بچانے کے ساتھ ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور صدقہ دینے کی ابتدا ان لوگوں سے کرو جو تمہاری پرورش میں ہیں۔ (مسند احمد و بخاری، کتاب الوصایا)۔  
**فائدہ:** یعنی تمام مال صدقہ نہیں کر دینا چاہئے کہ پھر بعد میں خود یا اس کی اولاد مانگی پھرے اور دینا مانگنے سے بہتر ہے۔  
 اور صدقہ فطر کے وجوب کے لئے الداری شرط ہے اور اپنوں کو صدقہ دینے میں دو ہر اثواب ہے، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

### باب صدقہ فطر کی مقدار

۲۳۳۶- سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے صدقہ فطر گندم سے دو مد مقرر کئے۔ (طحاوی) تنقیح میں ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند سورج کی طرح صاف اور صحیح ہے، لیکن اس کا مرسل ہونا نقصان دہ نہیں، اس لئے کہ یہ سعید کا مرسل ہے اور مرسل سعید حجت ہے۔

۲۳۳۷- حضرت حسن سے روایت ہے کہ رمضان کے اخیر میں ابن عباسؓ نے بصرہ کے منبر پر خطبہ پڑھا اور خطبے میں فرمایا:



۲۴۵۰- عن: أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا بَيْنَ طَعَامٍ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَكَانَ طَعَامُنَا الشُّعْبِيرَ، وَ الزَّبِيبَ، وَ الْآقِطَ وَ التَّنْمَرَ. (رواه البخاری ۲۰۴:۱ و ۲۰۵).

### باب ما جاء في تحديد الصاع

۲۴۵۱- حدثنا: محمد بن الحسن بن أبي يزيد الهمداني عن الحجاج بن أرطاة عن الحكم عن إبراهيم قال: كَانَ صَاعُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَمَانِيَةَ أَرْطَالٍ، وَنُدُهُ رِطْلَيْنِ. رواه أبو عبيد القاسم بن سلام في كتاب الأموال. (زيلي ۱: ۴۲۳).

۲۴۵۲- حدثنا: ابن أبي عمران قال: ثنا يحيى بن عبد الحميد الحماني قال: ثنا شريك عن عبد الله بن عيسى عن ابن جبير عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمَدِّ وَهُوَ رِطْلَانٍ. رواه الطحاوي (۱: ۲۲۳).

ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا کشش کا ایک صاع دیتے تھے، پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور گندم بھی میسر ہونے لگی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے خیال میں اس کا ایک دان کے دو دوس کے برابر ہے (بخاری)۔

فائدہ: احناف کے نزدیک گندم کا آدھا صاع صدقہ فطر میں دینا واجب ہے اور اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب آدھا صاع مقرر کیا تو کسی نے انکار نہیں کیا، گویا اجماع ہو گیا۔

۲۳۵۰- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں اناج کا ایک صاع (صدقہ فطر میں) نکالا کرتے تھے اور ہمارے اناج میں جو، کشش، پیڑ اور کھجور شامل تھے (بخاری)۔

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ گندم کا نصف صاع (پونے دو سیر) اور باقی اشیاء کا ایک صاع (ساڑھے تین سیر) صدقہ فطر میں حضور ﷺ نے مقرر فرمایا اور احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

### باب صاع کی مقدار کے بیان میں

۲۳۵۱- ابراہیم تالمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا صاع آٹھ رطل کا تھا، اور آپ ﷺ کا مدد رطل کا تھا۔ اسے ابو سعید القاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں روایت کیا ہے (زیلعی)۔

۲۳۵۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مد سے وضو فرماتے تھے اور وہ مد رطل کا تھا۔



## باب جواز أداء صدقة الفطر قبل العيد

۲۴۵۶- عن : نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما : قال : أَمَرَنا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ ، قَالَ : فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُؤَدِّيهِهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِالْيَوْمِ وَالْيَوْمَيْنِ . رواه أبو داود (۲۳۴:۱) وسكت عنه .

## کتاب الصوم

### باب إجزاء صوم رمضان لمن لم ينو من الليل

۲۴۵۷- عن : سلمة بن الأكوع ؓ قال : أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِنَ

فائدہ: جمہور کی یہی رائے ہے کہ نماز عید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا مستحب ہے اور یہاں امر استحباب کے لئے ہے، کیونکہ دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عید کے بعد ادا کرنے سے بھی وہ ادا ہو جاتا ہے، اور اس کے بعد ادا کرنے پر مذمت بھی نہیں کی گئی اور آپ ﷺ کا فرمان "طعمة للمساكين" بھی استحباب پر دال ہے، کیونکہ نماز عید سے قبل عدم ادائیگی کی صورت میں وہ سوال میں مشغول ہوں گے اور نماز سے غافل ہو جائیں گے۔

### باب عید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا بھی جائز ہے

۲۴۵۶- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ صدقہ فطر نماز عید کے لئے لوگوں کے نکلنے سے قبل ادا کیا جائے، نافعؓ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ عید سے ایک دور و قبل ہی ادا کرتے تھے۔ اسے ابو داود نے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے دن سے قبل بھی صدقہ فطر ادا کرنا درست ہے، بلکہ افضل ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

## کتاب الصوم

### باب رمضان کے روزے کی رات سے نیت نہ کرنے والے کا روزہ درست ہو جاتا ہے

۲۴۵۷- سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اس بات



### باب إجزاء صوم التطوع لمن لم ينوم الليل

۲۴۵۹- عن : عائشة رضی اللہ عنہا قالت : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَى قَالَ : غُلْ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ ؟ فَإِذَا قُلْنَا : لَا ! قَالَ : إِنِّي صَائِمٌ . زَادَ وَكَيْع : فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَهْدِي لَنَا حَيْسَ ، فَحَبَسْنَاكَ لَكَ ، فَقَالَ : أَذْنِيهِ فَأَصْبَحَ صَائِمًا وَافْطَرُ . رواه أبو داود (۳۴۰:۱) وسكت عنه .

۲۴۶۰- عن : أم الدرداء كان أبو الدرداء ؓ يقول عِنْدَكُمْ طَعَامٌ ؟ فَإِنْ قُلْنَا : لَا ! قَالَ : فَإِنِّي صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا ، وَفَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ وَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ حَدَّثَنِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ . رواه البخاری (۲۵۷:۱) .

### باب تعليق الصوم برؤية الهلال و كذا إفطاره

۲۴۶۱- عن : أبي هريرة ؓ يقول : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ صُومُوا لرؤيته وَ افْطَرُوا لرؤيته

### باب نفلی روزہ کی اگر رات سے نیت نہ کی جائے تو بھی روزہ درست ہو جاتا ہے

۲۳۵۹- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور فرماتے : کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے ؟ تو ہم عرض کرتے : نہیں ! تو آپ ﷺ فرماتے کہ پھر میں روزہ سے ہوں۔ کبج نے روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ایک اور دن حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے کہا : یا رسول اللہ ! ہمیں جس (ایک خاص قسم کا کھانا ہے) ہدیہ کیا گیا ہے، جسے ہم نے آپ ﷺ کے لئے محفوظ کر لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا : لاؤ ! راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح روزہ کی نیت کر چکے تھے، اس کے باوجود آپ ﷺ نے روزہ توڑ ڈالا۔ اسے ابو داود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

**فائدہ :** اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی نیت دن کو دوپہر سے قبل کی جاسکتی ہے۔

۲۳۶۰- ام الدرداء ؓ فرماتی ہیں کہ ابو الدرداء ؓ فرمایا کرتے تھے کہ کیا تمہارے پاس کھانا ہے ؟ اگر ہم کہتے کہ نہیں تو فرماتے

کہ پھر میرا روزہ ہے۔ ابو طلحہ ؓ ابو ہریرہ ؓ ابن عباس ؓ اور عذیفہ رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا کرنا مروی ہے۔ (بخاری)

**فائدہ :** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی نیت دن میں کرنا درست ہے، لیکن زوال سے قبل ضروری ہے، جیسا کہ

گذشتہ باب سے معلوم ہوا۔



۲۴۶۲- عن : عائشة رضی اللہ عنہا قالت : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ هَلَالِ شُعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُومُ رَمَضَانَ لِرُؤْيَيْهِ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْهِ غَدَّ ثَلَاثِينَ نَوْمًا ثُمَّ صَامَ . رواه الدارقطني (۲۲۲:۱) . و قال : هذا إسناد حسن صحيح ، و في الدراية (ص- ۱۷۲) : على شرط مسلم .

۲۴۶۳- عن : أبي البختری قال : خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ قَالَ : فَرَأَيْنَا الْهَلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : هُوَ إِنْ ثَلَاثَ ، وَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : هُوَ إِنْ ثَلَاثَيْنِ . قَالَ : فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : فَقُلْنَا : إِنَّا رَأَيْنَا الْهَلَالَ ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : هُوَ إِنْ ثَلَاثَ ، وَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ :

لیکن اس بارے میں قول فصل وہی ہے جو علامہ زبیلیؒ (شارح کنز) نے لکھا ہے، وہ یہ کہ اختلاف مطالع نہ تو علی الاطلاق غیر معتبر ہے اور نہ ہی علی الاطلاق معتبر، بلکہ مقامات کے قرب و بعد کا لحاظ کیا جاتا ہے کہ مقامات قریبہ میں تو اختلاف مطالع معتبر نہ ہو اور مقامات بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہو تو اس طرح دونوں طرح کی احادیث پر عمل ہو جائے گا، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ جن مقامات میں ایک دن سے زائد کا فرق پڑتا ہو تو ان میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا، یعنی ایک علاقہ کی رویت ہلال دوسرے علاقہ کے لئے معتبر نہ ہوگی۔

محدث علامہ یوسف بخاریؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ائمہ کرام کے دور میں مواصلات کا موجودہ جدید نظام نہ تھا اس لئے ایک مبینہ کی مسافت سے مطلع تبدیل نہ ہوتا تھا، اس لئے انہوں نے مطلقاً اختلاف مطالع کو معتبر نہ مانا، لیکن موجودہ مواصلاتی نظام کے پیش نظر ان کے مجمل قول کو وسعت دینا اور تمام مطالع پر لاگو کرنا ان کا ہرگز مقصد نہ تھا لہذا ان کے قول کو مقامات قریبہ کے ساتھ معید کرنا نہایت ضروری ہے۔

الغرض مقامات قریبہ میں اختلاف مطالع غیر معتبر اور مقامات بعیدہ میں معتبر ہے۔

۲۴۶۲- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ شعبان کے چاند کو اتنی حفاظت سے سمگتے تھے کہ اتنی حفاظت سے کسی اور مہینے کے چاند کو نہیں سمگتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھنے پر روزہ رکھتے اور اگر (بادل وغیرہ کی وجہ سے) چاند چھپ جاتا اور نظر نہ آتا تو تین دن پورے کر کے پھر روزہ رکھتے۔ اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند حسن صحیح ہے اور درایہ میں ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

۲۴۶۳- ابوالبخریؒ فرماتے ہیں کہ ہم عمرہ کے لئے نکلے اور جب وادی نخلہ پر پہنچے تو سب نے چاند دیکھنا شروع کر دیا، بعضوں نے دیکھ کر کہا کہ یہ تین رات کا ہے (یعنی بہت بڑا ہے) اور بعضوں نے کہا کہ یہ دو رات کا ہے، پھر ہم ابن عباسؓ سے ملے



فَكَفَّلَ فَقَالَ: إِنِّي ضَائِمٌ، فَقَالَ لَهُ عُمَارٌ: إِنْ كُنْتَ تَوَسِّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَتَعَالَ وَكُلْ. فتح الباری (۱۰۲:۴)۔

۲۴۶۵- عن: أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لَا يَتَخَذَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصُومِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ بِصُومِ صَوْمِهِ فَلْيَتَّخِمْ ذَلِكَ. رواه البخاری (۲۵۶:۱)۔

جس میں یہ الفاظ ہیں کہ عمارؓ کے پاس دوسرے لوگ بھی تھے، ان کے پاس شک کے دن روزہ رکھنے کی بابت پوچھ رہے تھے (کھانا وغیرہ) (گیا) تو ایک آدمی کھانے سے پہلو تہی کر کے لگا تو عمارؓ نے فرمایا: آ! اور کھا! اس نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں، عمارؓ نے اس سے فرمایا کیا اگر تو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو آگے بڑھ اور کھا۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غبار یا بادل کی وجہ سے یہ تعین نہ ہو سکے کہ آج شعبان کی تیسویں ہے یا رمضان کی پہلی! تو اس دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

فائدہ: (۲) صاحب ہدایہ نے اوّل حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی اکیلا شخص رمضان کا چاند دیکھے تو روزہ رکھے، اگرچہ اس کی شہادت امام نے قبول نہ کی ہو۔ اسی طرح اگر کسی کا عادت کا روزہ شک کے دن میں آ جائے تو وہ بھی مستثنیٰ ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

۲۳۶۵- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص رمضان سے قبل (شعبان کی آخری تاریخوں تک) ایک یا دو دن کے روزے ہرگز نہ رکھے، البتہ اگر کسی کو ان دنوں میں روزہ رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: متمتع یہ ہے کہ رمضان سے ایک دو روز قبل روزہ رکھنے سے رمضان کا غیر رمضان سے التباس پیدا ہو سکتا ہے اور شریعت کو فرض اور غیر فرض میں التباس پسند نہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنے چاہئیں، نیز اس کا متمتع یہ بھی ہے کہ شریعت کی قائم کردہ حدود میں دخل اندازی نہ کی جائے، اور امت کہیں فرض اور فہل میں تیز نہ کھو بیٹھے، اس لئے فقہ حنفیہ میں خاص اہل علم کے لئے یوم شک میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں۔ حدیث کے آخری کلمے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص بعض خاص دنوں میں روزہ رکھنے کا عادی ہے اور وہ دن اتفاق سے اٹھائیسویں یا انیسویں شعبان کو پڑ گئے تو ایسا شخص اس دن روزہ رکھ لے اور وہ مذکورہ بالا نبی سے مستثنیٰ ہے، جیسا کہ اگلی حدیث میں سر شعبان کے روزے رکھنے کا کہا گیا ہے کہ وہ شخص ان دنوں میں روزہ رکھنے کا عادی تھا۔



و صححه ابن حبان ، وقال النووی ، إسناده علی شرط مسلم (مرقاۃ ۲: ۵۰۷)۔

۲۴۶۸- حدثنا : محمد بن بكار بن الريان نا الوليد يعني ابن أبي ثور ، ح و

حدثنا الحسن بن علي نا الحسين يعني الجعفي عن زائدة المعنى عن سماك عن  
عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : جاء أغرابي إلى النبي ﷺ فقال : إني  
رأيت الهلال . قال الحسن في حديثه : يُعْنَى رَمَضَانَ فَقَالَ : أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ؟  
قَالَ : نَعَمْ ! قَالَ : أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ؟ قَالَ : نَعَمْ ! قَالَ : يَا بَلالُ ! أَذِنَ فِي النَّاسِ  
فَلْيَتُؤْمَرُوا غَدًا . رواه أبو داود (۳۲۷: ۱) و سكت عنه ، و عزاه في المرقاة (۵۰۷: ۲)  
بنقص بعض الألفاظ إلى أبي داود و الترمذی و النسائی و ابن ماجه و الدارمی ، ثم قال  
صاحب المرقاة ، و صححه الحاكم ، و ذكر البيهقي أنه جاء من طرق موصولا و من  
طرق مراسلا ، و إن كانت طرق الاتصال صحيحة .

یہ مسلم کی شرط پر ہے ، ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے اور نووی نے شرط مسلم پر کہا ہے۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کا چاند ایک عادل کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے ، بشرطیکہ آسمان پر بادل  
وغیرہ ہوں اور اگر بادل وغیرہ نہ ہوں تو جماعت کثیرہ کی گواہی ضروری ہے ، جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی  
ہے کہ ”الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون الخ“ یعنی اصل حکم میں جماعت کثیرہ ضروری ہے۔

۳۲۶۸- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے ،  
آپ ﷺ نے فرمایا : کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ؟ اس نے عرض کیا : ہاں ! آپ ﷺ نے فرمایا  
کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ؟ اس نے کہا : ہاں ! آپ ﷺ نے فرمایا : اے بلال ! لوگوں میں  
اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں (ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے) اور مرقاۃ میں  
الفاظ میں کچھ کمی کے ساتھ ابوداؤد ، ترمذی ، نسائی ، ابن ماجہ اور دارمی کی طرف اس حدیث کو منسوب کیا گیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا  
ہے اور بیہقی میں ہے کہ یہ حدیث کئی طرق سے موصول اور کئی طرق سے مراسلا مروی ہے اور طرق اتصال بھی صحیح ہیں۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کا نقش ظاہر نہ ہو اس کی گواہی رمضان کے چاند میں معتبر ہوگی۔ باقی جن احادیث میں  
ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب دو گواہ چاند کی گواہی دیں تو روزہ رکھو اور عید الفطر مناؤ (احمد و نسائی) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث



## باب اول وقت الصوم و آخره

۲۴۷۰- عن : سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ : لا يُعْرَضُكُمْ مِنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا يَبَاضُ الْأَفْقُ الْمُسْتَطِيلُ هَكَذَا حَتَّى يَسْتَطِيرَ هَكَذَا ، وَ حَكَاةُ حَمَازٍ بِيَدَيْهِ قَالَ : يَغْنَبُ مُعْتَرِضًا . رواه مسلم (۱: ۳۵۰) .

۲۴۷۱- عن : ابن أبي أوفى رضی اللہ عنہ قال : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ ، فَقَالَ لِرَجُلٍ : اُنْزِلْ فَاجِدْ لِي قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! الشَّمْسُ قَالَ : اُنْزِلْ فَاجِدْ لِي . قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ : الشَّمْسُ قَالَ اُنْزِلْ فَاجِدْ لِي فَتَنَزَلَ فَجَدَّ لَهُ فَشَرِبَ ثُمَّ رَمَى بِيَدِهِ هَهُنَا ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمْ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ . رواه البخاری (۱: ۲۶۰) .

۲۴۷۲- عن : عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ : إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَهُنَا وَ أَذْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَهُنَا ، وَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ . رواه البخاری (۱: ۲۶۲) .

## باب روزے کا ابتدائی اور آخری وقت

۲۴۷۰- سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہیں بلالؓ کی اذان بحری سے دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ یہ افق میں اس طرح بلند ہونے والی سفیدی یہاں تک کہ وہ اس طرح پھیل جائے (مسلم)۔

فائدہ: یعنی صبح کاذب کے بعد صبح صادق تک بحری کا وقت رہتا ہے۔

۲۴۷۱- ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو (جب شام ہونے لگی) آپ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ سواری سے اتر کر میرے لئے ستو گول دو، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابھی تو سورج کھڑا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اتر کر میرے لئے ستو گول دو، اس نے دوبارہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ رہا سورج، آپ ﷺ نے فرمایا: اتر کر میرے لئے ستو گول دو، وہ اتر اور آپ ﷺ کے لئے ستو گول دیا، آپ ﷺ نے وہ پیا، پھر آپ نے اپنا ہاتھ یہاں مارا (یعنی ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا) اور فرمایا کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس طرف سے آگئی ہے (یعنی مشرق کی طرف سے) تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہئے (بخاری)۔

۲۴۷۲- عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب رات اِدھر سے آئے اور دن اُدھر سے چلا جائے



## باب أن الاحتلام والحجامة غیر مفطر

- ۲۴۷۵- حدثنا : محمد بن كثير أنا سفيان عن زيد بن اسلم عن رجل من أصحابه عن رجل من أصحاب النبي ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : لَا يَفْطُرُ مَنْ قَاءَ ، وَلَا مَنْ إِيْتَلَمَ ، وَلَا مَنْ إِيْتَجَمَ . رواه أبو داود (۳۳۰:۱) وسكت عنه . وجعل صاحب التنقيح رفعه محفوظاً والدارقطني صواباً كما في الزيلعي (۴۴۲:۱).
- ۲۴۷۶- عن : أبي سعيد الخدري رحمه الله قال : قال رسول الله ﷺ : ثَلَاثٌ لَا يَفْطُرْنَ الصَّائِمُ : الْإِيْتَامَةُ وَالْقَيْءُ وَالْإِيْتِلَامُ . رواه الترمذي (۹۵:۱).
- ۲۴۷۷- عن : ابن عباس رضي الله عنهما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِيْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَإِيْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ . أخرجه البخاري (۲۶۰:۱)
- ۲۴۷۸- حدثنا : آدم بن أبي أياس ثنا شعبة قال : سمعت ثابت البناني قال : سَأَلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ ؟ قَالَ : لَا ، إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ . وزاد شبابة : ثنا شعبة على عهد النبي ﷺ أخرجه البخاري (۲۶۰:۱).

## باب احتلام ہونے اور پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

- ۲۴۷۵- ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو تے آجائے یا احتلام ہو جائے یا پچھنے لگوائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا (ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (تہذیب حدیث صحیح یا حسن ہے)۔
- ۲۴۷۶- ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: پچھنے لگوانے، تے آنے اور احتلام ہونے سے (ترمذی)۔
- فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تے از خود آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یاد رکھیں کہ اگر تے جان بوجھ کر کی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۴۷۷- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے احرام اور روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے۔

۲۴۷۸- ثابت بنانی کہتے ہیں کہ انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانے کو مکروہ سمجھتے تھے



### باب اَنَّهُ لَا بَأْسَ بِالْاِكْتِحَالِ فِي الصَّوْمِ

۲۴۸۱- عن : محمد بن عبد الله بن أبي رافع عن أبيه عن جده : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ . رواه البيهقي ، وقال ابن أبي حاتم عن أبيه : هذا حديث منكر . وقال في محمد : إنه منكر الحديث ، وكذا قال البخاري .

۲۴۸۲- ورواه ابن حبان في الضعفاء من حديث ابن عمر ورواه ابن عاصم في كتاب الصيام له من حديث ابن عمر أيضا ، ولفظه . خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَغَيْنَاهُ مَمْلُوءَتَانِ بِنِ الْإِثْمِ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ . وفي الباب عن بريدة عن مولاة عائشة رضي الله عنهما في الأوسط للطبراني ، وعن ابن عباس رضي الله عنهما في شعب الإيمان للبيهقي بإسناد جيد . (التلخيص الحبير ۱: ۱۸۹)

۲۴۸۳- عن : أنس بن مالك ؓ : أَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ . رواه أبو داود ، قال في التنقيح : إسناده مقارب (زيلعي ۱: ۴۴۶) .

### باب روزے میں سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں

۲۳۸۱- ابن ابی رافع اپنے باپ کے واسطے سے ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ روزے کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے۔ اسے بیہقی نے روایت کیا ہے، باقی ابن ابی حاتم کا محمد (راوی) کو منکر کہنا معترض نہیں، کیونکہ حاکم نے اس کی توثیق کی ہے۔

۲۳۸۲- ابن عاصم نے کتاب الصیام میں ابن عمرؓ کی حدیث روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس رمضان میں تشریف لائے، آپ ﷺ روزے کی حالت میں تھے اور آپ کی آنکھیں اٹھ سے بھری ہوئی تھیں۔ (تلخیص الحبر) اور اس بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت بريدةؓ کی حدیث اوسط للطبرانی میں اور ابن عباسؓ کی حدیث شعب الايمان للبيهقي میں عمدہ سند کے ساتھ مروی ہیں۔

۲۳۸۳- انس بن مالکؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ روزے کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے۔ (ابوداود) اس کی سند مقارب ہے۔

فائدہ: باقی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے روزہ دار کو سرمہ کے استعمال سے بچنے کا حکم فرمایا تو اس کا جواب



## باب عدم وجوب قضاء الصوم عند ذرع القمی و وجوبه عند الاستقاء

۲۴۸۶- عن : أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : مَنْ ذَرَعَهُ الْقَمِيُّ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ ، وَ مَنْ اسْتَقَا فَلَْيَقْضِ . رواه الترمذی (۹۵:۱) . وقال : حسن غریب . وفي الزیلعی (۴۴۲:۱) ورواه ابن حبان فی صحیحہ ، و الحاکم فی المستدرک وقال : صحیح علی شرط الشیخین ، ولم یخرجاه ، و رواه الدارقطنی فی سننہ وقال : رواہ کلمہ ثقات .

## باب وجوب الکفارة والقضاء إذا أفطر فی رمضان بعد الصیام بغير عذر

۲۴۸۷- عن : أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَهْلَكْتُ أَقَالَ : مَا لَكَ ؟ قَالَ : وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا ؟ قَالَ : لَا قَالَ : فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؟ قَالَ : لَا ! قَالَ : فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا ؟ قَالَ : لَا ! قَالَ : فَمَكَتْ

## باب قے آنے پر روزے کی قضا واجب نہیں اور قے لانے پر قضا واجب ہے

۲۴۸۶- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسے قے آئے اس پر قضا واجب نہیں اور جو جان بوجھ کر خود قے کرے وہ روزہ قضا کرے (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے، حاکم فرماتے ہیں کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دارقطنی نے اسے روایت کر کے کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم کے ہاں عمل ابو ہریرہؓ کی حدیث پر ہی ہے، باقی ابوالدرداء وغیرہ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ ﷺ کو قے آئی، پس آپ ﷺ نے روزہ توڑ دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ "قہ" بمعنی استقاء۔ یعنی خود قے لانا ہے اور احناف کا بھی یہی مذہب ہے اور کنز العمال میں عبدالرزاق کے واسطے سے استقاء کے الفاظ مذکور ہیں۔

## باب بغير عذر کے رمضان کا روزہ توڑنے میں قضا اور کفارہ واجب ہے

۲۴۸۷- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں تو ہلاک ہو گیا، آپ نے فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا



فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً أَوْ يَصُومَ شَهْرَيْنِ أَوْ يُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا.  
رواه الدارقطني (۲۴۳:۱) فی سننہ .

۲۴۹۰- عن : مجاهد عن أبي هريرة ؓ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ الَّذِي أَنْطَرُ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ بِكَفَّارَةِ الظَّهَارِ . أخرجه الدارقطني في سننہ و قال : المحفوظ عن هشيم عن إسماعيل عن مجاهد عن النبي ﷺ مرسلًا . (زيلعي ۴۴۳:۱)

۲۴۹۱- حدثنا : عثمان بن أحمد الدقاق نا عبيد بن محمد بن خلف ثنا أبو ثور ثنا معلى بن منصور ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري أخبره حميد بن عبد الرحمن أنه سمع أبا هريرة ؓ يقول : أُنِّي رَجُلَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : هَلَكْتُ وَ أَهْلَكْتُ ، قَالَ : مَا أَهْلَكَكَ ؟ قَالَ : وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ ، قَالَ : تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا ؟ قَالَ : لَا ، قَالَ : فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ، قَالَ : لَا أَسْتَطِيعُ ، قَالَ : فَاطْعِمِ سِتِّينَ مِسْكِينًا ، قَالَ : لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ . قَالَ : فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ ، فَقَالَ : تَصَدَّقْ بِهَذَا ! قَالَ : أَعَلَى أَحْوَجَ مِنَّا ؟ قَالَ فَاطْعِمْنَاهُ عِيَالَكَ . رواه الدارقطني (۲۵۱:۱) فی سننہ ، و قال : تفرد به أبو ثور عن معلى بن منصور عن ابن عيينة بقوله : و أَهْلَكَكَ . و كلهم ثقات . و فی الزيلعي (۴۴۴:۱) : و أخرجه البيهقي في سننہ عن جماعة عن الأوزاعي عن الزهري به و فيه : هَلَكْتُ وَ أَهْلَكَكَ .

۲۳۸۹- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رمضان میں (روزے کے دوران) کھا لیا تو حضور ﷺ نے اسے غلام آزاد کرنے، یا دو عیبیوں کے روزے رکھنے یا ساٹھ سکنوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ (دارقطنی)

۲۳۹۰- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کا روزہ توڑنے والے کو کفارہ ظہار کا حکم دیا۔ (دارقطنی)۔

۲۳۹۱- حمید بن عبد الرحمن نے ابو ہریرہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں ہلاک ہو گیا اور میں نے ہلاک کر دیا! آپ ﷺ نے فرمایا: کس چیز نے تجھے ہلاک کیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے جسے تو آزاد کرے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا دو مہینے کا روزہ رکھو، اس نے کہا میرے اندر طاقت نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ساٹھ



۲۴۹۴- أخبرنا: الثوری عن وائل بن داود عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: إِنَّمَا الْوُضُوءُ بِمَاءٍ خَرَجَ وَلَيْسَ بِمَاءٍ دَخَلَ، وَ الْفِطْرُ فِي الصُّومِ بِمَاءٍ دَخَلَ وَلَيْسَ بِمَاءٍ خَرَجَ. رواه عبد الرزاق في مصنفه (زيلعي ۴۴۵:۲)

### باب عدم کراہۃ السواک فی الصوم

۲۴۹۵- عن: ربيعة قال: زَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا لَا أَحْصِي يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ. رواه الترمذی (۹۶:۱) وحسنه.

۲۴۹۶- حدثنا: عثمان بن محمد بن أبی شیبہ ثنا أبو إسماعیل المؤدب عن مجالد عن الشعبي عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها قالت: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مِنْ خَيْرِ خُصَالِ الصَّائِمِ السَّوَّكُ. رواه ابن ماجه (ص- ۱۲۲) و أورده الحافظ السيوطی فی الجامع الصغير (۱۸:۲) برواية البيهقي في السنن بلفظ: خَيْرُ خُصَالِ الصَّائِمِ السَّوَّكُ. ثم حسنه برمزہ.

فائدہ: اس حدیث کے تمام راوی سوائے سہلی کے ثقہ ہیں، لیکن سہلی بھی ابن حبان کے قاعدہ پر ثقہ ہے۔

۲۳۹۳- ابن عباس اور کرمہ فرماتے ہیں کہ روزہ تو داخل ہونے والی چیز سے رکنا ہے نہ کہ خارج ہونے والی چیز سے (بخاری)۔

۲۳۹۴- عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ وضو نکلنے والی چیز سے ٹوٹ جاتا ہے، اندر جانے والی چیز سے نہیں اور روزہ اندر جانے والی چیز سے ٹوٹ جاتا ہے باہر نکلنے والی چیز سے نہیں۔ اسے عبد الرزاق نے معنف میں روایت کیا ہے۔

### باب روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں

۲۳۹۵- ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار مرتبہ روزے کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔ (ترمذی) ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے۔

۲۳۹۶- عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کی بہترین عادت میں سے مسواک کرنا ہے۔ (ابن ماجہ) اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ روزہ دار کی بہترین عادت مسواک کرنا ہے۔ بیہقی نے اشارۃً اس کو حسن کہا ہے۔



يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَغْظَمُ لِأَجْرِي أَوْ أَفْطِرُ؟ قَالَ: أَيُّ ذَلِكَ شِئْتَ يَا حُمْزَةُ! رواه أبو داود (۲۳۳:۱) . و قال صاحب التلخيص (۱۹۵:۱) لهذه الرواية : صحيحة ثم قال : و صححها الحاكم .

۲۴۹۹- عن : فرقة قال : أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَ هُوَ مَكْنُوزٌ عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ : إِنِّي لَا أَسْأَلُكَ عَمَّا يَسْتَأْذِنُكَ هُوَ لَا عَنْهُ ، سَأَلْتُهُ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ : فَقَالَ : سَأَفْرَأُكَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى مَكَّةَ وَ نَحْنُ صِيَامٌ قَالَ : فَزَلْنَا مَنَزِلًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَذَابِكُمْ وَ الْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَكَانَتْ رُخْصَةً فَبِمَا مَنْ صَامَ وَ مِنَّا مَنْ أَفْطَرَ ، ثُمَّ نَزَلْنَا مَنَزِلًا آخَرَ فَقَالَ : إِنَّكُمْ مُصْبِحُوا عَذَابِكُمْ وَ الْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ ، فَأَفْطِرُوا وَ كَانَتْ غَزْمَةً ، فَأَفْطَرْنَا ، ثُمَّ قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَصُومُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ . رواه مسلم (۳۵۷:۱) .

کیونکہ مجھے اس کے مؤخر کرنے سے اس کا رکھنا آسان لگتا ہے، اس لئے کہ وہ قرض کی طرح ذہن پر سوار رہتا ہے، تو اے اللہ کے رسول! کیا میں روزہ رکھ لیا کروں؟ اس میں زیادہ ثواب ہے یا نہ رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حمزہ! جیسے تیرا بی چاہے (ابوداود)۔ صاحب تہذیب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (اور حاکم نے بھی اسے صحیح کہا ہے)

فائدہ: اس حدیث میں ”جو تیرا بی چاہے کر“ کے الفاظ سے اس بات پر دلیل پکڑنا کہ روزہ رکھنا اور نہ رکھنا ثواب میں برابر ہیں، غلط ہے، کیونکہ ”تخیر بین الطینین“ برابری کو مستلزم نہیں، باقی روزہ رکھنا افضل ہے، جیسا کہ ﴿وَ ان تصوموا خیر لکم﴾ سے واضح ہے اور اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں۔

۲۴۹۹- قرعہ فرماتے ہیں کہ میں ابوسعید خدریؓ کے پاس آیا، ان پر لوگوں کا ہجوم تھا، پھر جب بھی ختم ہوئی تو میں نے کہا کہ میں آپ سے وہ نہیں پوچھتا جو یہ لوگ پوچھتے ہیں، میں نے ان سے سفر میں روزہ کے بارے میں پوچھا، انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کہہ کر روزے کی حالت میں سفر کیا، ہم ایک منزل پر اترے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اب دشمن سے قریب ہو گئے ہو اور روزہ نہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ طاقت کا سبب ہے، تو پوس روزہ نہ رکھنے کی رخصت تھی، تو ہم میں سے بعض روزہ دار تھے اور بعض بے روزہ دار، پھر ہم دوسری منزل پر اترے تو آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کو تم اپنے دشمن سے ملے والے ہو اور روزہ نہ رکھنا تمہاری قوت بڑھا دے گا، اس لئے تم سب روزہ نہ رکھو، اور یہ قطعی حکم تھا، پھر ہم سب لوگوں نے روزہ نہ رکھا، پھر ابوسعیدؓ نے فرمایا



حبان بن ہلال ثنا عبد الرحمن بن ابراہیم القاص - وهو ثقہ - ثنا العلاء بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَا صَوْمَ بَعْدَ الْبِضْفِ بَيْنَ شَعْبَانَ حَتَّى رَمَضَانَ، وَ مَنْ كَانَ عَلَيْهِ صَوْمٌ بَيْنَ رَمَضَانَ فَلْيَسْرِزْهُ وَلَا يَقْطَعْهُ. رواه الدارقطني (۲۴۳:۱) فی سننه و قال ابن القطان: الحديث حسن كما فی التلخیص الحبیر (۱۹۰:۱).

۲۵۰۳- عن: ابن عمر رضی اللہ عنہما: اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: فِي قَضَاءِ رَمَضَانَ: اِنْ شَاءَ فَرَّقْ وَ اِنْ شَاءَ تَأَمَّعْ. لم یسنده غیر سفیان بن بشر رواه الدارقطني (۲۴۴:۱). و صححه ابن الجوزی كما فی النیل (۱۱۵:۴).

۲۵۰۴- عن: محمد بن المنکدر قال: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم سُئِلَ عَنْ تَقْطِيعِ قَضَاءِ صِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ: ذَلِكَ اِلَيْكَ، اَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أَحَدِكُمْ ذَنْبٌ فَقَضَى

### باب رمضان کے روزوں کی قضاء متفرق طور پر کرنا بھی جائز ہے اور لگا تار قضاء کرنا افضل ہے

۲۵۰۲- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نصف شعبان کے بعد رمضان تک روزہ نہ رکھو اور جس کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہے اسے چاہئے کہ لگا تار قضاء کرے اور توڑ توڑ کر قضاء نہ کرے (دارقطنی)۔ ابن قحطان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ تلخیص الحبیر میں اسی طرح ہے۔

**فائدہ:** نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھنے کا اس لئے کہا گیا تاکہ رمضان کے لئے صحیح تیاری ہو سکے، یہ نہ ہو کہ شعبان کے روزوں کی وجہ سے کمزوری ہو جائے اور یہ کمزوری رمضان کے روزوں پر اثر انداز ہو، چونکہ اگلی احادیث میں متفرق طور پر قضاء روزے رکھنے کی اجازت مروی ہے، اس لئے اس حدیث میں لگا تار قضاء کرنے کا حکم انتخاب پر محمول ہوگا تاکہ دونوں قسم کی احادیث میں تعارض نہ ہو جائے۔

۲۵۰۳- ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزوں کی قضاء کے بارے میں فرمایا: اگر تو چاہے تو متفرق طور پر رکھ لے اور اگر چاہے تو لگا تار رکھ لے۔ (دارقطنی) ابن جوزی نے اسے صحیح کہا ہے (نیل)

**فائدہ:** یعنی اگر کسی کے ذمے مثلاً چار روزے ہیں تو چاروں لگا تار رکھے اور اگر چاہے تو ایک دورہ کر پھر چھوڑ دے اور پھر ایک دورہ رکھ لے۔

۲۵۰۴- محمد بن المنکدر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان المبارک کے روزوں کی قضاء



### باب وجوب الفدیۃ علی الشیخ الفانی

۲۵۰۶- عن : عطاء سمع ابن عباس رضی اللہ عنہما یقرأ : ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةً طَعَامٌ مِسْكِينٍ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَيْسَتْ بِمَسْخُوحَةٍ هُوَ لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَ الْمَرْأَةِ الْكَبِيرَةِ لَا يَسْتَطِيعَانِ أَنْ يَقُومَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا . رواه البخاری (۶۴۷:۲) .

### باب جواز الفدیۃ عن صوم المیت و أنه لا یصوم أحد عن أحد

۲۵۰۷- ثنا : روح بن الفرّج ثنا یوسف بن عدی ثنا عبیدۃ بن حمید عن عبد العزیز بن رفیع عن عمرۃ بنت عبد الرحمن : قُلْتُ لِعَائِشَةَ : إِنْ أَبَى تَوْفِیْتُ وَ عَلَیْهَا صِیَامُ رَمَضَانَ ، أ یُضَلَّحُ أَنْ أَقْضِیَ عَنْهَا ؟ فَقَالَتْ : لَا ا وَلَکِنْ تَصَدَّقِی عَنْهَا مَكَانَ كُلِّ یَوْمٍ عَلَی مِسْکِینٍ خَیْرٌ مِنْ صِیَامِکَ . رواه الطحاوی و هذا سند صحیح . (الجوهر النقی ۱: ۲۱۰) .

### باب شیخ فانی پر فدیہ واجب ہے

۲۵۰۶- عطاء سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ کو قرآن پاک کی یہ آیت ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةً طَعَامٌ مِسْكِينٍ﴾ پڑھتے ہوئے سنا، آپؓ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، بلکہ یہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے بارے میں ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، تو انہیں چاہئے کہ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (بخاری)۔  
**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ فانی ہر روز کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور شیخ فانی کے لئے فدیہ کا اصل حکم اجتماع سے بھی ثابت ہے۔ اور شیخ فانی اس بوڑھے کو کہتے ہیں جس میں طاقت آنے کی امید نہ ہو۔

باب مرنے والے کے ذمہ اگر روزے ہوں تو اس کی طرف سے فدیہ دینا جائز ہے لیکن کوئی کسی کی طرف سے روزے نہ رکھے

۲۵۰۷- عمرہ بنت عبدالرحمنؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ میری والدہ فوت ہو چکی ہیں اور ان کے ذمہ رمضان کے روزے نہ بچا یا ہیں، کیا یہ درست ہے کہ میں ان کی طرف سے قضا کروں؟ تو آپؓ نے فرمایا نہیں، بلکہ تو اس کی طرف سے



اسنادہ حسن (عمدة القاری ۵: ۲۸۳)۔

## باب وجوب قضاء صوم التطوع إذا أفسده

۲۵۱۲- عن : عائشة رضی اللہ عنہا قالت : كُنْتُ أَنَا وَ حَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ مُنْطَوِعَتَيْنِ فَأَهْدَيْ لَنَا طَعَامًا فَأَفْطَرْنَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : صُومُوا مَكَانَهُ يَوْمًا آخِرَاهُ . رواه ابن حبان في صحيحه (كنز العمال ۴: ۳۰۴) وفي الزيلعي (۱: ۴۵۱) : و رواه عبد الرزاق

فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

**فائدہ:** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر مرنے والے کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کیا جاسکتا ہے (جو پونے دو کلو گرام ہے) لیکن اس کی طرف سے روزہ رکھنا درست نہیں، ہر قسم کی بدنی محض عبادت میں نیابت درست نہیں۔ باقی بخاری میں تطہیقاً جو یہ مروی ہے کہ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ نے کسی عورت کو فرمایا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے نماز پڑھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ نماز کا ہے، جب کہ بحث روزہ میں ہو رہی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حاشیہ بخاری میں بخنی سے نقل کیا گیا ہے کہ ابن بطال نے اس بات پر فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے فرض یا نفل نماز ادا نہیں کر سکتا اور صاف ظاہر ہے کہ اجماع دلیل قطعی ہے اور یہ دو اثر ابن عباسؓ و ابن عمرؓ اجماع یعنی دلیل قطعی کے معارض نہیں بن سکتے، نیز یہ احتمال بھی ہے کہ آپ حضرات کا مطلب یہ ہو کہ تم نماز پڑھو اور اس کا ثواب میت کو پہنچاؤ اور جب کوئی احتمال پیدا ہو جائے تو اس سے استدلال پکڑنا درست نہیں، جبکہ نبی کی احادیث حلوۃ و صوم کے بارے میں صریح ہیں۔ اسی طرح نفل الاوطار میں ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے جو مرفوع حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود ان احادیث کے راویوں یعنی ابن عباسؓ اور عائشہؓ کے قیادی اس کے خلاف ہیں جو کہ احادیث بالا میں مذکور ہیں لہذا جب راوی کا اپنا فتویٰ اور عمل ہی اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہیں۔ یا یہاں صوم سے مراد فدیہ ہے کہ کوئی فدیہ ادا کرے تیسرا اس کا بھی احتمال ہے کہ صام عنہ سے مراد یہ نہیں کہ وہ بطریق نیابت اس کی طرف سے روزے رکھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے لئے روزہ رکھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچائے، واللہ اعلم۔

## باب نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء واجب ہے

۲۵۱۲- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور حمزہؓ نفلی روزے سے تھیں کہ ہمیں کھانا نہ دیا گیا تو ہم نے روزہ توڑ لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھو۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (کنز العمال)



### باب عدم جواز إفطار صوم التطوع إلا لعذر

۲۵۱۵- عن : أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ

فَإِنْ كَانَ صَائِمًا ، فَلْيَصِلْ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيُطْعَمْ . رواہ مسلم (۱: ۴۶۲).

۲۵۱۶- عن : أبی جحیفۃ قال : أَخَى النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بَنُو سَلْمَانَ وَ أَبِی الدَّرْدَاءِ فَرَارَ

سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ نَتَبَذَلَهُ فَقَالَ لَهَا : مَا شَأْنُكَ ؟ قَالَتْ : أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ

لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا ، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا ، فَقَالَ : كُلْ ، فَإِنِّي صَائِمٌ ، قَالَ :

مَا أَنَا بِكُلِّ حَتَّى تَأْكُلَ ، فَأَكَلَ ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ ، قَالَ نَمْ ، فَنَامَ ،

ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ ، فَقَالَ : نَمْ ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ أَجْرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ : قُمْ الْآنَ فَصَلِّ ، فَقَالَ لَهُ

سَلْمَانُ : إِنْ لَبِثْتَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا

### باب بغیر عذر کے نقلی روزہ توڑنا جائز نہیں، نقل شروع کر دینے سے لازم ہو جاتا ہے

۲۵۱۵- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کو دعوت دی جائے تو وہ قبول کرے اور اس کے گھر

جائے، پھر اگر وہ روزہ دار ہے تو دعا دے دے اور اگر روزہ دار نہیں تو کھائے (مسلم)۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نقلی روزہ توڑنا جائز نہیں، جیسا کہ طحاوی میں ہے کہ اگر روزہ توڑنا جائز ہوتا تو اجابت

دعوت (جو کہ سنت ہے) کی وجہ سے افضل ہوتا۔

۲۴۱۶- ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان اور ابو الدرداء کے مابین مواخات کرائی تھی، ایک مرتبہ سلمان ابو الدرداء

سے ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے تو ام الدرداء کو کہتے پھٹے پرانے حال میں دیکھا، ان سے پوچھا: یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام

الدرداء نے جواب دیا: یہ تمہارے بھائی ابو الدرداء کی وجہ سے ہے، جنہیں دنیا کی کوئی حاجت نہیں اور جو دنیا کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔

پھر ابو الدرداء تشریف لائے، سلمان کے سامنے کھانا رکھا گیا، ابو الدرداء نے فرمایا کہ کھائیے اور یہ بھی کہا کہ میں روزہ سے ہوں، اس پر

سلمان نے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک آپ کھانے میں شریک نہیں ہوں گے، تو ابو الدرداء نے بھی کھایا (اور روزہ

توڑ دیا) پھر جب رات ہوئی تو ابو الدرداء عبادت کے لئے اٹھے، سلمان نے فرمایا: سو جائیے، تو ابو الدرداء سو گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد

عبادت کے لئے اٹھے، اس مرتبہ بھی سلمان نے فرمایا: سو جائیے! پھر جب رات کا آخری حصہ تھا تو سلمان نے فرمایا



باب ان من صار أهلاً للزوم الصوم في اثناء اليوم لا يأكل إلى الغروب  
 ۲۵۱۸- عن : سلمة بن الأكوع رضی اللہ عنہ قال : أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِنَ  
 فِي النَّاسِ أَنْ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ  
 غَاشُورَاءَ . رواه البخارى (۲۶۸:۱، ۲۶۹).

باب وجوب القضاء على من أفطر بظن الغروب ثم طلع الشمس  
 ۲۵۱۹- حدثني : عبد الله بن أبي شيبه ثنا أبو أسامة عن هشام بن عروة عن  
 فاطمة بنت المنذر عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنهما قالت: أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ  
 النَّبِيِّ ﷺ فِي يَوْمٍ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قِيلَ لَهُشَامُ : فَأَمِرُوا بِالْقَضَاءِ ؟ قَالَ : لَا بَدَّ مِنْ  
 قَضَاءٍ . وَقَالَ مَعْمَرٌ : سَمِعْتُ هِشَامًا لَا أَدْرِي أَقَضُوا أَوْ لَا . رواه البخارى (۲۶۳:۱).

خاندن خود روزے سے ہو، یا بیمار ہو تو پھر اجازت کی ضرورت نہیں، البتہ فرض روزوں میں اجازت کی ضرورت نہیں، کیونکہ حدیث میں  
 ہے کہ اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی اطاعت درست نہیں ہے۔

### باب کسی شخص پر دن کو روزہ واجب ہو تو وہ غروب تک کچھ نہ کھائے

۲۵۱۸- سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اس بات کا  
 اعلان کر دے کہ جو کھا چکا ہے وہ باقی دن کچھ نہ کھائے اور جس نے ابھی تک کچھ نہیں کھا یا تو وہ روزے کی نیت کر لے، اس لئے کہ آج  
 عاشوراء (دس محرم) کا دن ہے (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان میں اگر کوئی مسافر دن کو قیام ہو جائے، یا کا فر مسلمان ہو جائے، یا حائضہ پاک  
 ہو جائے، یا بچہ بالغ ہو جائے تو وہ باقی دن کچھ نہ کھائیں (ہدایہ)۔

باب جس نے سورج غروب ہونے کے گمان پر روزہ افطار کیا، پھر سورج نکل آیا تو اس پر قضاء واجب ہے

۲۵۱۹- اسماء بنت ابی بکر صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مطلع ابراہیم آلود تھا، ہم نے جب  
 افطار کر لیا تو سورج نکل آیا، اس پر ہشام (راوی) سے پوچھا گیا کہ کیا پھر انہیں قضاء کا حکم ہوا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ قضاء کے سوا چارہ  
 کار ہی کیا تھا۔ معمر فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام سے سنا، انہوں نے کہا کہ لوگوں نے قضاء کی تھی یا نہیں؟ اس کا مجھے علم نہیں (بخاری)۔



۲۵۲۲- عن : أبی الدرداء رضی اللہ عنہ قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ثَلَاثٌ مِنْ أَخْلَاقِ الْمُرْسَلِينَ : تَعَجُّلُ الْإِقْطَارِ ، وَتَأْخِيرُ السُّحُورِ ، وَزُجْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ . رواه الطبرانی فی معجمه (زیلعی ۱: ۴۵۳) و حسنہ السیوطی (۱۱۷: ۱) فی الجامع الصغیر إلا أن فیہ "من أخلاق النبوة".

۲۵۲۳- عن : عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : فَضْلُ مَا بَيْنَ صِيَابِنَا وَ صِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكَلَةُ السَّخْرِ . رواه مسلم (۳۵۰: ۱)

۲۵۲۴- عن : أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِأَنَّ الْيَهُودَ وَ النَّصَارَى يُؤَخِّرُونَ . رواه أبو داود و ابن خزيمة و ابن حبان فی صحيحہما . (الترغیب والترہیب ۱: ۱۸۵)

۲۵۲۵- عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ : إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعَجَلُهُمْ فِطْرًا . رواه أحمد و الترمذی و حسنہ و ابن خزيمة و ابن حبان

### باب بحری کھانا اور تاخیر سے کھانا مستحب ہے جبکہ جلدی افطار کرنا مستحب ہے

۲۵۲۱- انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بحری کھایا کرو، اس لئے کہ بحری میں برکت ہے (بخاری)۔  
۲۵۲۲- ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں نبیوں کے اخلاق میں سے ہیں: جلد افطار کرنا، دیر سے بحری کھانا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔ اسے طبرانی نے معجم میں روایت کیا ہے (نصب الراية) اور سیوطی نے اس کی تحسین کی ہے۔

۲۵۲۳- عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق بحری کا قلمہ ہے (مسلم)۔

۲۵۲۴- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین اسلام اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے، اس لئے کہ یہود و نصاریٰ روزہ دیر سے افطار کرتے ہیں (ابوداؤد، صحیح ابن خزيمة، صحیح ابن حبان)۔

۲۵۲۵- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندو!



وَيَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْأَضْحَىٰ وَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مُخْتَصَّةٌ بَيْنَ الْآيَامِ . رواه الطيالسي . (جامع الصغير ۱۶۵:۲) وحسنه بالرمز .

### باب النهی عن الوصال

۲۵۳۰- عن : أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : لَا تُوَاصِلُوا فَأَيْتُكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَ سَابِقٌ يُسْقِنُنِي . رواه البخاری (۲۶۴:۱).

۲۵۳۱- عن : لیلی امراة بشر بن الخصاصیة قالت : أَرَدْتُ أَنْ أَصُومَ يَوْمَيْنِ مُوَاصِلَةً فَمَنْعَنِي بِشِيرٌ وَقَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ هَذَا وَقَالَ : يَفْعَلُ ذَلِكَ النَّصَارَى ،

۲۵۲۹- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سال کے چھ (۶) دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا، تین ایام تشریق، چوتھا عید الفطر کا دن، پانچواں عید الاضحیٰ کا دن اور چھٹا وہ جسے کا دن جسے دوسرے دنوں میں سے خاص کر لیا گیا ہو۔ اسے ملیا لی نے روایت کیا ہے (جامع الصغير) اور اشارۃ حسن کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ایام تشریق میں مطلقاً روزہ رکھنا منوع معلوم ہوتا ہے باقی بعض صحابہ سے ایام تشریق میں متنع کیلئے روزہ رکھنے کا جو جواز مروی ہے تو وہ ان کا اپنا اجتہاد ہے جو ان مرفوع احادیث کے معارض نہیں بن سکتا نیز نبی کی احادیث محرم ہیں جبکہ جوازی احادیث میح اور تعارض کے وقت محرم کو میح پر ترجیح ہوتی ہے۔

### باب بغیر کھائے پئے لگا تار روزے رکھنا منوع ہے

۲۵۳۰- ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عری اور انظار کے بغیر لگا تار روزے نہ رکھو، ہاں اگر کوئی صوم وصال کرنا ہی چاہے تو وہ عری کے وقت تک ایسا کر سکتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ تو صوم وصال کرتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں تو رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے (بخاری)۔

فائدہ: عری تک وصال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انظار کے نہ کھائے اور عری کھائے۔



و رواه النسائی أيضا و صححه ابن حبان و ابن عبد البر و ابن حزم . (عمدة القاری ۳۲۳:۵) و ليس فيه لفظ غرة.

۲۵۳۴- عن : أبی ہریرۃؓ، عن النبی ﷺ قال : لَا تَخْتَصُوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَنِي النَّبَالِيِّ وَلَا تَخْصُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَنِي الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ . رواه مسلم (۳۶۱:۱).

۲۵۳۵- عن : أبی ہریرۃؓ، قال : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ . رواه مسلم (۳۶۰:۱).

### باب کراہۃ صوم السبت منفردا

۲۵۳۶- عن : عبد الله بن بسر عن أخته - واسمها الصماء - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا أُفْتِرِضَ عَلَيْكُمْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا عُودَ عِنَبٍ

بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ ﷺ روزے سے نہ ہوں۔ (ترمذی، نسائی) ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ ابن حبان، ابن عبد البر اور ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے اور یہی احناف کا ظاہر مذہب ہے۔

۲۵۳۳- ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دوسری راتوں میں سے جمعہ کی رات کو قیام اور عبادت کے لئے خاص نہ کرو، اور دوسرے دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص نہ کرو، ہاں! اگر کسی تاریخ کو روزہ رکھنے کی اسے عادت ہے اور وہ جمعہ کا دن اتفاق سے بن جائے تو وہ روزہ رکھے (مسلم)۔

۲۵۳۵- حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے، ہاں! اگر اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھ لے تو درست ہے (مسلم)۔

فائدہ: احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا بھی مباح ہے، لیکن صرف جمعہ کو خاص کر لینا درست نہیں اسلاف بھی اسی کے قائل ہیں اور جمعہ کے ساتھ اگلی یا پچھلا دن ملا لینا افضل اور اولیٰ ہے۔

### باب صرف ہفتے کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے

۲۵۳۶- عبد اللہ بن بسر اپنی ہشیرہ صماءؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو



الْخَائِضُ تَقْضَى الصَّوْمُ وَلَا تَقْضَى الصَّلَاةُ؟ قَالَتْ: كَانَ يُصَيِّبُنَا ذَلِكَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ (نیل ۱: ۲۶۹ و ۲۷۰) و فی روایۃ لأبی داود وقد سکت عنه: فَلَا تَقْضَى (الصَّلَاةُ) وَلَا تُؤْمَرُ بِالْقَضَاءِ.

### باب أن الجنب لا يفطر بل يصوم

۲۵۴- عن: أبي بكر بن عبد الرحمن قال: كُنْتُ أَنَا وَابْنِي فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى غَائِشَةَ قَالَتْ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ كَانَ لِيُصْبِحَ جَنْبًا مِنْ جَمَاعٍ غَيْرِ إِخْلَامٍ ثُمَّ يَصُومُهُ. ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ بِمِثْلِ ذَلِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (۱: ۲۵۸ و ۲۸۹).

### باب حائضہ عورت روزے نہ رکھے بلکہ قضاء کرے

۳۵۹- معاذہ فرماتی ہیں کہ میں نے عائشہؓ سے پوچھا کہ حائضہ عورت کو کیا ہے کہ روزے تو قضاء کرتی ہے اور نماز قضاء نہیں کرتی؟ تو عائشہؓ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی یہ مسئلہ پیش آتا تو ہمیں روزہ قضاء کرنے کا حکم کیا جاتا اور نماز قضاء کرنے کا حکم نہ کیا جاتا۔ اسے جماعت نے روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار) اور ابوداؤد کی روایت (جو مسکوت عنہ ہے) میں ہے کہ نہ ہم نماز قضاء کرتیں اور نہ ہی ہمیں نماز قضاء کرنے کا حکم کیا جاتا۔

### باب جنبی افطار نہ کرے بلکہ روزہ ہی رکھے

۲۵۴۰- ابوبکر بن عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس گیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے، پھر روزہ بھی رکھتے تھے، اور یہ جنابت جماع کی وجہ سے ہوتی، احکام کی وجہ سے نہیں، پھر ہم اس مسئلہ کے پاس گئے، انہوں نے بھی اسی طرح فرمایا (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا درست ہے، نیز محلکم لیلۃ الصیام الرفث الی نفسائکم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حالت جنابت میں روزہ رکھنا درست ہے، کیونکہ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ رات کو کوٹی کرنا مباح ہے اور طلوع فجر سے مقارن وقت بھی لیلۃ الصوم (رات) میں داخل ہے، لہذا اس آخری گھڑی میں بھی ہم بستی کرنا مباح ہوا تو پھر یقیناً ایسا کرنے والا روزہ کے اول وقت میں جنبی ہی ہوگا، لہذا معلوم ہوا کہ جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا درست ہے۔



صُومُوا يَوْمَ غَاثُورَاءَ وَ خَالِفُوا النِّهْوَذَ صُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا وَ بَعْدَهُ يَوْمًا . رواه أحمد (ذیل الاوطار ۴: ۱۲۷).

## ابواب الاعتکاف

### باب أن الاعتکاف سنة مؤكدة لكن على الکفاية

۲۵۴۴- عن : عائشة رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اغْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ . رواه البخاری (۱: ۲۷۱).

کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھو، لیکن یہودی مخالفت کرتے ہوئے اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ اسے احمد نے مسند میں روایت کیا ہے (ذیل الاوطار)۔

## الابواب الاعتکاف

### باب اعتکاف سنت مؤکدہ علی وجہ الکفاية ہے

فائدہ: یعنی اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، لیکن ایک آدمی کے اعتکاف بیٹھ جانے سے محلہ کے تمام لوگوں سے ادا ہو جائے گا۔  
۲۵۴۳- ام المومنین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی أزواج مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف کرتی تھیں۔ (بخاری)  
فائدہ: حضور ﷺ کی موانعت سے اعتکاف کا سنت مؤکدہ ہونا معلوم ہوتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا اعتکاف کرنا تو منقول ہے، لیکن آپ ﷺ کے زمانے میں صحابہ کا اعتکاف منقول نہیں اور اسی طرح آپ ﷺ کے بعد تمام صحابہ بھی اعتکاف نہیں بیٹھے، اس سے اعتکاف کا سنت کفایہ ہونا معلوم ہوتا ہے، باقی حضور ﷺ کا ایک سال کے اعتکاف کی قضاء کرنا استحباب پر محمول ہے۔ ذیل الاوطار میں ہے کہ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اعتکاف غیر واجب ہے البتہ اعتکاف مندور واجب ہے۔



### باب جواز طرح الفراش فی المسجد للمعتکف

۲۵۴۷- عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اغْتَسَكَ طَرَحَ لَهُ فِرَاشَهُ أَوْ يُوَضِّعُ لَهُ سَرِيرَةً وَرَأَى اسْطِطْوَانَةَ التَّوْبَةِ . رواه ابن ماجہ و رجالہ ثقات (نیل : ۱۴۷: ۴)

### باب ضرب الخباء للمعتکف فی المسجد

۲۵۴۸- عن : عائشة رضی اللہ عنہا ، قالت : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِبَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُغْتَسِّفَهُ وَ إِنَّهُ أَمَرَ بِخَبَاءٍ فَضُرِبَ لَهَا أَرَادَ الْإِغْتِسَاكَ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ . الحديث (رواه مسلم ۱: ۳۷۱).

### باب مسجد میں محکف کے لئے بستر بچانا جائز ہے

۲۵۴۷- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اعتکاف بیٹھے تو آپ ﷺ کے لئے اسطوانۃ التوبہ کے پیچے بستر بچھایا جاتا یا چار پائی رکھی جاتی۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی اللہ ہیں (نیل الاوطار)۔

### باب مسجد میں محکف کے لئے چھونا خیر لگانا

۲۵۴۸- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کرنے کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے ، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے (مسجد میں) خیر لگانے کا حکم فرمایا تو جب آپ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا تو خیر لگا دیا گیا (مسلم)۔

**فائدہ:** انصار بعد کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کی رات بھی اعتکاف میں داخل ہے، اس لئے حدیث مبارکہ میں فجر کی نماز پڑھ کر محکف میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں تورات کی ابتداء ہی سے داخل ہو جاتے ، البتہ حنفی کے لئے صبح کی نماز کے بعد اپنے خیمے میں داخل ہو جاتے ، یا یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ بیسویں کی صبح ہی کو مسجد میں چلے جاتے۔  
بجھانہ نوں حصہ کا ترجمہ مکمل کو پتہ بچا (بروز جمعہ ۶ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ)۔

فیہم احمد

جامعہ خیر المدارس، ملتان، پاکستان۔